

انگلینڈ میں پیدا ہونے والے جدید مسائل کے مدلل جوابات کا عظیم شاہکار  
اور فقہ حنفی کے اصول و فروع کا عظیم مرجع

ہنامہ

الْعُطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفَتَاوَى الصِّيَائِيَّةِ

المعروف به

# فتاویٰ یورپ و برطانیہ



مکتب کتب و رسائل اسلامیہ

تصنیف حضرت علامہ مولانا ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری  
الشہادۃ العالمیہ الشخصیہ فی الفقہ الاسلامی لکھنؤ



فون: 7078916327-808281

نام کتاب:	فتاویٰ یورپ و برطانیہ
تصنیف:	ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری
مہر تصدیق:	مفتی شمس الہدیٰ مصباحی عفی عنہ (دارالافتاء کنز الیمان یو کے)
پروف ریڈنگ:	مولانا محمد صدیق رضا قادری
سن اشاعت:	10 شعبان المعظم 1439ھ
صفحات:	534
تعداد:	1100
قیمت:	600
ناشر:	



لیگل اڈوائزر غلام مصطفیٰ (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)  
(ملنے کے پتے)

مکتبہ فیضانِ مدینہ فیصل آباد	مکتبہ والضحیٰ اردو بازار لاہور
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور	مکتبہ غوشیہ عطاریہ اوکاڑہ
مکتبہ سخی سلطان حیدر آباد	مکتبہ زاویہ پبلیشرز دربار مارکیٹ لاہور



## انتساب

فقیر اپنے اس مجموعہ فتاویٰ بنام فتاویٰ یورپ و برطانیہ کا انتساب حضور پر نور امامِ اثنی عشری و اثنی عشر غوثِ الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور مجددِ دین و ملت پروانہ شمع رسالت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ اور شیخ طریقت امیر اہلسنت بانی دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری کی طرف کرتا ہے۔ اور اُن شخصیات جنہوں نے قدم قدم پر رہنمائی فرمائی۔ اور انگلی پکڑ کر فقیر کو چلنا سیکھایا یعنی میرے تمام اساتذہ کرام کی طرف کرتا ہے۔

از قلم محمد قاسم ضیاء القادری المدنی



فون: 0307-6065241/0307-7078616

## اجمالی فہرست

31	کتاب العقائد
106	کتاب الطہارۃ
157	کتاب الصلوٰۃ
218	باب الجنائز
226	کتاب الصوم
271	کتاب الزکوٰۃ
278	کتاب الحج والعمرة
285	کتاب النکاح
340	کتاب الطلاق
345	کتاب البیوع
360	باب الکب والاحبارۃ
373	کتاب الوقف
375	کتاب الاضحیہ
384	کتاب الحظر والاباحۃ
423	باب الاکل والشرب
452	باب الزینۃ
489	باب المعاملات
531	کتاب المیراث

## تفصیلی فہرست

صفحہ نمبر

عنوانات

	انتساب
	پیش لفظ
	حالات استاد گرامی
	مہر تصدیق
	(1) تقریظ جلیل
	(2) تقریظ جلیل
	(3) تقریظ جلیل
31	کتاب العقائد
31	شق صدر کا واقعہ کتنی بار ہوا
33	انگوٹھے چومنے کا ثبوت
40	پاگل کفار کے بارے میں فتویٰ
41	اسلام میں (Gay) ہونا کیسا
42	تقدیر کے متعلق نہایت اہم تحقیق
45	آئیس (ISIS) کے بارے میں حکم شرعی اور علامات
48	کیا ریح الاول میں لائٹس لگائی جائیں
50	زوجہ جنت میں بھی زوجہ
51	شیعہ کا جنازہ پڑھنا کیسا
53	شیعوں کے بیانات اور نو حے سننے کے بارے میں فتویٰ
55	عز وجل کا معنی کیا ہے



226

کتاب الصوم

226

روزے کا معنی کیا ہے

227

انجکشن اور ڈرپ سے روزے کا حکم

230

روزے کی حالت میں خون کا نکالنا

231

انطاری کی دعا کب پڑھی جائے پہلے یا بعد میں

232

دوا (Medicin) کے ذریعے حیض و نفاس بند کر لینا

232

دمہ کے مریض کے لیے ان ہیلر کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

234

روزے کی حالت میں لپ اسٹک لگانا

234

Gums bleeding کا حکم

235

بچے کو روزہ رکھوایا جائے یا نہیں

236

پچھلے رمضان کے کچھ روزوں کا فدیہ دیا جاسکتا ہے؟

237

حمل یا دودھ پلانے والی عورت کو روزے کا حکم

238

وہ اعذا جن کی وجہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

240

حیض و نفاس والی چھپ کر کھائے یا ظاہراً

241

دعائے تراویح میں وَالْعُظْمَاءِ کا صحیح تلفظ

242

ذیابیطس کی بیماری اور روزہ

244

روزہ چھوڑنے میں کس ڈاکٹر کا قول معتبر ہے

246

ماسٹریشن کا حکم

247

روزے کے دوران آئی ڈرائپس، نوزل اور اینیڈرائپس کا حکم

248

روزے کے دوران حلق سے خون کا مسئلہ

249

روزے کے دوران عورت کو انٹرئل ٹراساؤنڈ کروانا کیسا؟

251

روزے میں افضل اعمال

252

روزے میں ایر فریشنز کی خوشبو کا حکم

255

روزے میں بیوی کو چھونے کے بارے میں فتویٰ

257

روزے میں سفر کے متعلق فتویٰ

258

روزے میں غیبت اور گالی سے روزہ ٹوٹتا ہے

260

روزے میں کریم یا منجن کے ساتھ ٹوتھ برش استعمال کرنا کونسا مکروہ ہے

261

روزے میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں فتویٰ

264

صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

265

قے آنے کے بعد کھالیا تو کیا کفارہ واجب؟

267

انگلینڈ کے ٹیکسی ڈرائیورز اور روزہ

269

کیا گرمیوں کے رمضان کے روزے بعد میں رکھے جاسکتے ہیں؟

271

کتاب الزکوٰۃ

271

پچھلے سالوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا آسان طریقہ

273

حج کے لیے بجائے گئے پیسوں پر بھی زکوٰۃ ہوگی یا نہیں

274

رینٹ پر زکوٰۃ کا حکم

276

کیا زکوٰۃ کی رقم ویڈنگ سرمنی پر خرچ کی جاسکتی ہے

277

کیا گھر خریدنے کے لیے رکھی ہوئی رقم پر زکوٰۃ ہوگی

278

کتاب الحج والعمرة

278

اگر کسی نے احرام کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ نہیں پڑھا تو اس بارے میں کیا حکم ہے

280

پہلے مدینہ منورہ جانا اور بعد میں حج کرنا کیسا؟

281

سٹی لون والا اسٹوڈنٹ حج کر سکتا ہے؟

282

عمرہ کے بعد ایک دوسرے کے بال کاٹنا

283

عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا کیسا

285

کتاب النکاح

285

لڑکا خود لڑکی کو نکاح کا پروپوزل دے سکتا ہے

286

مسلم لڑکی کا غیر مسلم سے شادی کرنا کیسا

290

مگنی کے متعلق فتویٰ

292

اگر بیوی کو [Veganism's] کی بیماری ہو تو مرد کیا کرے؟

293

غیر سید کا سیدہ سے شادی کرنا کیسا؟

297

اگر کافر میاں بیوی مسلمان ہوں تو ان کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

298

امریکہ اور انگلینڈ میں کی جانے والی شادی معتبر ہے یا نہیں

300

قرآن کی آیت کا صحیح مفہوم و معنی

302

خاوند اور بیوی کا پبلک میں ہاتھ پکڑنا کیسا

303

اپنی بیوی کے ساتھ Sex Anal کرنا کیسا

306

بیوی سے (Masturbation) کروانا

307

پیدائش میں آسانی کا وظیفہ

308

چھپ کر نکاح کرنا کیسا؟

309

حالت حیض میں شوہر اور بیوی کو نسا فزیکل انٹریکشن کر سکتے ہیں؟

311

دوسری شادی کی شرط

313

ساس کے اپنے داماد کو چومنے اور چھونے کا حکم

314

شوہر کی موت کی خبر پر عورت کا دوسرے سے شادی کرنا کیسا؟

316

صفر المظفر میں نکاح کرنا کیسا؟

317

کوٹ میرج Marriage Court یا عورت کا والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا؟

320

کسی بدعقیدہ فیملی سے تعلق رکھنے والی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا؟

321

کیا فون پر نکاح کیا جاسکتا ہے؟



- 323 کیا داماد کو بیوی کی فیملی کو خلاف شرع کاموں سے روکنے کا حق ہے؟
- 324 کیا دو لہجے کے جسم پر ہلدی ملنا جائز ہے؟
- 325 کیا سرنیم میں والد کا نام ہونا ضروری ہے؟
- 326 کیا شوہر بیوی کے ساتھ لیبر میں جاسکتا ہے؟
- 327 کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر والدین کو ملنے جاسکتی ہے؟
- 328 مہر کی کم از کم مقدار
- 330 ہونٹوں Lips پر بوسہ Kiss کرنے سے مصاہرت کے ثبوت پر فتویٰ
- 337 والدین کا اولاد کو شادی کے لیے فورس کرنا کیسا
- 338 عدت و قات کتنی ہے اور اس کی کیا پابندیاں ہیں؟
- 340 کتاب الطلاق
- 340 دوستوں کو بتانے سے کہ وہ بیوی کو طلاق دے چکا ہے طلاق ہو جاتی ہے؟
- 341 طلاق کی عدت کے بارے میں ایک فتویٰ
- 342 طلاق مغالطہ کے بارے میں حکم
- 343 میسج کے ذریعے طلاق دینے کا حکم
- 345 کتاب البیوع
- 345 مورگج (Mortgage) پر گھر کی خرید و فروخت پر فتویٰ
- 348 انسانی بالوں کی خرید و فروخت
- 349 جاندار کی شکل کے کھلونوں کے بارے میں فتویٰ
- 352 بلی خریدنے اور بیچنے کے جواز پر فتویٰ
- 353 سودی رقم کے بارے میں فتویٰ
- 354 فوریکس ٹریڈنگ پر فتویٰ
- 356 کرسمس کے موقع پر اشیاء خریدنا کیسا

358

کینیڈا میں قبر کی جگہ خریدنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب

360

باب الکسب والاجارۃ

360

اپنے مکان کو رنٹ پردے کر دوسرے مکان کو مورگج پر لینے کا حکم

361

انگلینڈ میں ٹیکسی ڈرائیورز کی کمائی حلال یا حرام

364

بار برکی کمائی حلال ہے

365

پینشن اور جی پی فنڈ کا حکم

367

رنٹ پردے کے مورگج پر پراپرٹی لینے کا حکم

368

سپر مارکیٹ میں نوکری کرنا کیسا ہے جہاں شراب بیچی جاتی ہے

369

عورت کا نوکری کرنا کیسا

370

کافروں کے سکول میں کیئرنگ کے کام کا حکم

372

کام کے دوران گناہ کرنے سے آمدنی حلال ہوگی یا حرام

373

کتاب الوقف

373

قبروں پر درخت لگانے کا حکم

374

کفار سے مسجد یا دینی امور کے لیے چندہ لینا کیسا؟

375

کتاب الاضحیہ

375

بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کا حکم

376

جس پر قربانی واجب تھی اس نے نہیں کی تو کیا کرے؟

378

دعوت اسلامی کا انگلینڈ میں قربانیاں اکٹھی کرنے کے حوالے سے فتویٰ

379

عیدی کی وجہ سے قربانی کا وجوب

380

قربانی کس پر واجب ہوگی؟

382

نابالغ پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

کتاب الخطر والاباحۃ

384

384

385

386

388

389

391

392

394

396

397

403

404

407

409

411

412

413

414

416

417

421

بسم اللہ شریف کے اعداد کے حوالے سے فتویٰ

بولی ووڈ کے گانوں کی طرز پر نعت پڑھنا کیسا؟

حب الوطنی [Patriotism] پر فتویٰ

خودکشی کے متعلق فتویٰ

سویڈن یونین کا ممبر بننے کے بارے میں مسئلہ

سی پی آر سپورٹ کے بارے میں شرعی حکم

عورتوں سے مصافحہ کا حکم

عورتوں کا قبرستان یا مزارات پر جانا کیسا؟

فرض عین سے کیا مراد ہے

قبروں پر قبہ و روضۃ کی تعمیر کرنا کیسا؟

قرآن کو بوسہ دینا کیسا ہے

کالے جادو سے بچنے کے طریقے

کیا بیماری اڑ کر دوسروں کو لگ سکتی ہے؟

کیا جمعرات کو روحمیں گھروں میں آتی ہیں

کیا فادر اپنے بے بی کی پیپی تبدیل کر سکتا ہے؟

میں سمر ہولیڈیز کیسے گزاروں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات میں کتنی بار آرام فرماتے

نئے گھر میں جا کر پڑھنے والے اوراد

ہم کیسے فرق کریں کہ یہ چیزیں اللہ عزوجل نے بنائیں اور یہ چیزیں آرمیفیشل ہیں

ویڈیو مودی کے بارے میں محقق رائے

آیت درود کے وقت حق نبی کہنا کیسا؟



باب الاكل والشرب

423

423

424

428

432

434

435

436

438

441

442

444

445

447

448

452

452

453

456

460

463

464

الکحل والی ادویات اور چیزوں کا حکم

انگلینڈ میں گوشت کے بارے میں ایک تحقیقی فتویٰ

میکڈونلڈ کے فرائز کا حکم کیا ہے

آب زم زم پینے کا طریقہ اور اس کے آداب

پری سنڈ میٹ کے بارے میں فتویٰ

کوکا کولا حلال یا حرام

یہودی کا ذبیحہ کھانا کیسا؟

خنزیر کیوں حرام ہے؟

جھینگے، کیکڑے اور سلفش کے بارے میں حکم

دایاں ہاتھ کھانے اور بایاں ہاتھ ٹوئیلٹ کے لیے کیوں استعمال کیا جاتا ہے

شیشہ کا حکم کیا ہے

فلوک لوکسا سلین دوائی کا حکم کیا ہے

کھانا کھانے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے

کوکا کولا اور یو کے کے دیگر مشروبات میں الکحل ہے یا نہیں

باب الزینۃ

آرٹیفیشل زیور کا مسئلہ

ٹیٹو بنانا کیسا؟

داڑھی کی حد اور جڑے کی ہڈی سے اوپر اگنے والے بال کا ثنا کیسا؟

چہرے کی بیماری میں داڑھی کا حکم

حلال نیل پولش کا حکم

سونے یا چاندی کے دانت کا مسئلہ

465

عورت کا سپیکر پر بیان کرنا کیسا ہے؟

467

عورت کے خوشبو لگانے کے حوالے سے فتویٰ

469

غیر محرم عورت کو اسلامک میسج سینٹر کرنا کیسا؟

470

فیمیل ڈاکٹرز کے سامنے پرائیویٹ پارٹس کے کھولنے کا حکم

472

لیزر آئی سرجری کا حکم

472

لیزر ہیر ریمووور کا استعمال کرنا کیسا

473

مخلوط تعلیم پر فتویٰ

475

موئے زیرِ ناف [Pubic hairs] کو کہاں سے لے کر کہاں تک کاٹا جائے

476

نعلین والی ٹوپی پہننا کیسا

477

ہیڈسکارف اور عورت کے پردے کے احکام

482

پلاسٹک سرجی کا حکم

485

مختلف ہیر کٹ سٹائلز کے بارے میں فتویٰ

488

باب المعاملات

488

البرشن کے بارے میں فتویٰ

489

اسراف و تبذیر کے معنی کی تحقیق

492

اعضاء Donate کرنے کے بارے میں فتویٰ

500

ایک بینک سے دوسرے میں جاتے وقت فری ملنے والی رقم لینا جائز ہے؟

501

آئی وی ایف ٹریٹمنٹ کا شرعی حکم

502

بچہ کی آڈویشن کے بارے میں فتویٰ

504

بچہ کی تحنیک اور کان میں اذان کے بارے میں فتویٰ

505

A Question about Tahneek

508

بچہ کے سرِ نیم میں والد کا نام مٹا کر نئے شوہر کا نام لکھنا

- 510 بہن کا بہن کے گھر رات گزارنا
- 511 بیگز کو رقم دینا کیسا ہے
- 512 پریگسٹ عورت کے لیے حمل کی حفاظت کا وظیفہ
- 513 تیس سالہ نیو مسلم کے لیے ختنہ ضروری ہے
- 514 جن بھلوں پر اللہ عزوجل کا نام لکھا ہوتا ہے ان کے ساتھ ہمیں کیا کرنا چاہیے
- 515 جن چیزوں پر کچھ تحریر ہو ان کے استعمال کا حکم
- 517 چوری کر کے رقم کسی کو خرچ کرنے کے لیے دے دی تو
- 518 پریگنسی (حمل) کو روکنے کے لیے کنڈم یا ٹیبلٹس کھانا کیسا
- 521 خون دینے کا حکم
- 523 ڈرگ ڈیلرز کے بارے میں پولیس کو Inform کرنا جائز ہے؟
- 524 [Birthday] پر تحفوں کا لین دین کرنا
- 525 کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرنا کیسا
- 526 لائف انشورنس کے بارے میں فتویٰ
- 529 مہمان نوازی کے چند آداب
- 531 کتاب المیراث
- 531 جائیداد کی تقسیم کا ایک مسئلہ
- 533 جب میت تین بیٹے اور ایک بچی اور بیوی چھوڑ گیا ہو تو تقسیم وراثت



## پیش لفظ

افتاء کا لغوی معنی فتویٰ دینا ہے اور اصطلاحی تعریف سائل کے مسئلہ کا حکم بیان کرنا جیسا کہ علامہ سید شریف جرجانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب التعریفات میں اس کی یوں تعریف فرماتے ہیں۔ "إِلْفَتْاءٌ بَيَانٌ حُكْمِ الْمَسْأَلَةِ" مسئلہ کا حکم بیان کرنا افتاء ہے۔ اصطلاح فقہ میں لفظ فتویٰ کا اطلاق ایسے نوپید مسئلہ پر کیا جاتا ہے جس کوائمہ سابقین میں سے کسی نے اپنے اجتہاد سے مستنبط کیا ہو۔ اس تعریف کے لحاظ سے فتویٰ دینا حقیقتہً مجتہد کا کام ہے کہ سائل کے سوال کا جواب کتاب و سنت و اجماع و قیاس سے وہی دے سکتا ہے۔ اور افتا کا دوسرا مرتبہ نقل ہے یعنی صاحب مذہب سے جو بات ثابت ہے سائل کے جواب میں اُسے بیان کر دینا اور یہ حقیقتہً فتویٰ دینا نہ ہوا بلکہ سائل کو مجتہد مفتی کا قول بتانا ہوا تاکہ سائل اس پر عمل کر سکے۔

اس طرح مفتی کی دو قسمیں ہوں گی۔

## (1) مفتی مجتہد (2) مفتی ناقل

جو فقیہ اپنے اجتہاد سے مسئلہ بتائے وہ مفتی مجتہد اور جو سوال کرنے والوں کو مجتہد کا قول بتائے وہ مفتی ناقل اور اس کام صرف نقل ہے۔ اور آج کے دور میں سارے مفتی ناقل ہیں مگر یہ نقل بھی آسان کام نہیں بلکہ اس کے لیے اہم شرائط ہیں جیسے کہ مفتی ناقل کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ قول مجتہد کو مشہور و متداول (مروج) و معتبر کتابوں سے اخذ کرے غیر مشہور کتب سے نقل نہ کرے۔

اور مفتی ناقل کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بیدار مغز ہوشیار ہو۔ غفلت برتنا اس کے لیے درست نہیں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر حیلہ سازی اور ترکیبوں سے واقعات کی صورت بدل کر فتویٰ حاصل کر لیتے ہیں اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ فلاں مفتی نے مجھے فتویٰ دے دیا ہے۔ اس طرح وہ اپنے مخالف پر غالب آ جاتے ہیں۔ جبکہ حقیقت

مکہ حال کی کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ اس نے سوال میں کیا ظاہر کیا اور کیا نہیں۔ کمافی بہار شریعت اور یہ بھی ضروری امر ہے کہ وہ

کسی ماہر مفتی کی بارگاہ میں رہ کر تربیت افتاء حاصل کرے اور اسے اپنے فتاویٰ چیک کروا تا رہے۔ مفتی ناقل کے لیے اور بھی بہت سی شرائط ہیں جو بہار شریعت کے حصہ نمبر 12 میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

افتاء بہت مشکل کام ہے۔ اگر توفیق الہی شامل نہ ہو تو صلاحیت کچھ نہیں کر سکتی۔ قبلہ استاد گرامی علامہ ابوالحسن محمد قاسم ضیاء مدظلہ العالی پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ جس نے انہیں بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے اور ان کو افتاء کی توفیق رفیق عطا فرما کر ان پر اپنے کرم کی بارشیں کیں۔ انگلینڈ میں نو پیدا اور ماڈرن مسائل کے حل کے لیے کئی علماء کرام جدوجہد کر رہے ہیں۔ جب استاد گرامی وہاں تشریف لے گئے تو وہاں بہت سے مسائل ایسے تھے جس کا حل عوام تو عوام بلکہ علماء کرام کو مطلوب تھا۔ استاد صاحب نے شروع شروع میں تو کئی سوالوں کے زبانی جواب عطا فرمائے پھر علماء کرام کے کہنے پر تحریری جواب کی طرف بھی آنا پڑا تا کہ استاد صاحب کا یہ کام اہل سنت کے لیے کچھ فائدہ بخش بن سکے۔ آپ نے زیادہ تر برطانیہ میں پیش ماڈرن مسائل کو فقہی جزئیات کی مدد سے حل کیا۔ پھر آپ کو یورپ اور بعض دیگر ممالک سے بھی سوال آنے لگے۔ آپ کے دیئے ہوئے مدلل جوابات اہل سنت کی مشہور ویب سائٹ Seekers paths پر روز بانوں (انگلش، اردو) میں آویزاں کئے جاتے رہے۔ اب ان فتاویٰ کی پہلی جلد (Volume) بنام "الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفَتَاوَى الصِّيَائِيَّةِ" المعروف بہ فتاویٰ یورپ و برطانیہ منظر عام پر آ گئی ہے۔ اس کی انگلش ٹرانسلیشن (Translation) اور دیگر جلدیں مستقبل قریب میں طبع کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ عزوجل

### اس فتاویٰ کی خصوصیات

اس میں آج کے اس ماڈرن دور میں یورپ میں پیش آنے والے مسائل کا حل پیش کیا گیا ہے۔ اس فتاویٰ میں ایسے قواعد و کلیات پیش کیے گئے ہیں کہ جن کی مدد سے آئندہ پیش آنے والے مسائل کا حل بھی آسانی سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

1- تقریباً ہر مسئلہ کا جواب فقہی کلیات و جزئیات سے پیش کیا گیا۔



- 2- موقع کی مناسبت سے جواب کا قرآن وحدیث سے استناد کیا گیا۔
  - 3- ہر مسئلہ کا جواب فقہ حنفی کی روشنی دیا گیا ہے۔
  - 4- موقع کی مناسبت سے سائل کو نیکی کی دعوت دی گئی ہے۔
  - 5- سوالات میں اہلسنت پر کئے گئے اعتراضات کا تحقیقی والزامی جواب دیا گیا ہے۔
  - 6- ہر مسئلہ کو کثیر حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے تاکہ منکر کو انکار کی راہ نہ رہے۔
  - 7- محولہ کتب کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر بھی درج کیے گئے ہیں۔
  - 8- عربی عبارت کو ترجمہ و اعراب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے تاکہ عام قارئین بھی استفادہ کر سکیں۔
- تقریباً ہر فتویٰ کو اہلسنت کے ماہر مفتیان کرام کی مہر تصدیق حاصل ہے۔ ان میں مفتی یورپ، ماہر علم توقیت مفتی شمس الہدی مصباحی زید مجدہ سرفہرست ہیں۔ استاد محترم فرماتے ہیں کہ مفتی شمس الہدی مصباحی زید مجدہ نے اپنی بے شمار مصروفیات کے باوجود تقریباً ہر مسئلہ کو غائرانہ نظر سے چیک فرما کر مہر تصدیق ثبت فرمائی اور یہ ان کی عظیم شفقت تھی۔

نوٹ:

اس کی طبع میں کوشش کی گئی ہے کہ ہر قسم کی غلطی سے بچا جائے مگر انسان نسیان سے ہے ایک غلطی کی بجائیں غلطیوں کا امکان ہے۔ لہذا علماء کرام کی بارگاہ میں ہاتھ باندھ کر التجاء ہے کہ وہ غلطی پر اطلاع پا کر مطلع فرمائیں ان شاء اللہ طبع ثانی میں اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔

عبید رضا قادری



## حالاتِ استادِ گرامی

## ابتدائی حالات

مصنف کتب کثیرہ شارحِ ہدایہ حضرت مولانا الحاج مفتی ابوالحسن محمد قاسم ضیاء قادری ۱۴۱۲ھ میں برطانیہ پانچ جنوری 1991ء میں لاہور کے ایک شہر مانگا منڈی میں پیدا ہوئے۔

آپ کے والد ماجد ایک غریب اور مزدور اور نہایت ہی شریف مزاج، نمازوں کے پابند اور جن کا نام عبد المجید اور تعلق راجپوت خاندان سے ہے موصوف ہندستان کے ضلع ریاست پٹیالہ گاؤں ہوڈلہ میں پیدا ہوئے۔ ہندستان میں غیر مسلموں کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر ملک پاکستان میں ہجرت کی۔ موصوف پاکستان کے شہر لاہور کے ضلع مانگا منڈی قلعہ تڑڑے میں رہائش پذیر ہوئے۔

## ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی دینی تعلیم مسجد المدنی قلعہ تڑڑے میں قاری صاحب سے حاصل کی، جس میں آپ نے کم (TIME PERIOD) میں قرآن پاک پڑھا اور دنیاوی تعلیم (WORLDLY EDUCATION) مانگا منڈل سکول اور مانگا ہائی سکول سے حاصل کی، آپ ہر سال ٹاپ (TOP) کرتے اور اپنے اساتذہ اور والدین کا نام روشن کرتے اور تمام اساتذہ آپ پر فخر کرتے اور انعام و اکرام سے بھی نوازتے۔ آپ نے میٹرک میں 30 سال کا ریکارڈ توڑ کر اپنے اساتذہ اور والدین کا نام روشن کیا آپ اپنی تعلیم کے اخراجات (EXPENSES) اپنے والدین سے نہ لیتے تھے بلکہ پارٹ ٹائم (PART TIME) کام کاج کر کے اپنے خود اخراجات (EXPENSES) اٹھاتے۔ آپ کو فقہی مسائل سے شغف تھا، آپ نے سکول کی تعلیم کے دوران محدث اعظم پاکستان کے شاگرد مولانا مقبول حسین علیہ الرحمہ سے ترجمۃ القرآن پڑھا اور (6) سال کا عرصہ ان کے ساتھ گزارا۔

## اعلیٰ تعلیم

آپ میٹرک کے بعد علم دین کے حصول کے لیے واہ کینٹ چلے گئے۔ وہاں دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ میں درسِ نظامی (Scholar course) میں داخلہ (Admission) لیا۔ آپ نے آٹھ (8) سالہ درسِ نظامی کورس کو (6) سال میں ہی کر لیا۔ درجہ اولیٰ اور درجہ ثانیہ ایک سال میں اچھے نمبر (Marks) حاصل کر کے پاس کیا۔ درسِ نظامی کے علوم میں سے حضرت کو صرف ونحو اور فقہ و اصول فقہ سے کافی دلچسپی تھی۔ اسی لیے آپ نے سب سے پہلی کتاب فقہ کے موضوع پر ہی لکھی۔ واہ کینٹ میں اساتذہ کرام نے آپ کے شوقِ علم دین کو دیکھ کر پورا لائبریری روم آپ کے سپرد کر رکھا تھا۔ کلاس ٹائم کے بعد آپ اکثر وقت اسی روم میں مطالعہ میں مصروف پائے جاتے۔ افتاء کا شوق ابتداء سے ہی تھا اس لیے فقہی کتابوں کا زیادہ مطالعہ فرماتے اور ذاتی مطالعہ کا ایک ہدف مقرر کر رکھا تھا۔ آپ فرماتے ہیں جب تک روز کا وہ ہدف پورا نہ ہو جاتا تو اچھی طرح کھانا بھی نہ کھایا جاتا۔ پھر آپ درجہ ثالثہ کے بعد واہ کینٹ سے فیصل آباد تشریف لے آئے۔ آپ نے دورِ طالبِ علمی میں جو کتابیں تصنیف کی ان کتب کو بہت جلد کامیابی حاصل ہوئی۔

دورانِ درسِ نظامی ہی فقہ کی بڑی بڑی کتابیں پڑھ چکے تھے۔ جن میں بہارِ شریعت و فتاویٰ رضویہ جیسی کتب بھی شامل تھیں۔ آپ کے شیخِ طریقت امیرِ اہلسنت ابوبلال محمد الیاس عطار قادری مدظلہ العالی آپ کو صاحبِ کثیرِ المطالعہ کے لقب سے یاد فرماتے۔

ایک مرتبہ مدنی مذاکرے کے دوران امیرِ اہلسنت فرمانے لگے کہ آگے بیٹھی ہوئی شخصیات سے سوال ہوگا۔ آپ نے سوال فرمایا تو کچھ شخصیات نے جوابات دیئے مگر وہ جواب غلط تھے۔ جب امیرِ اہلسنت نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے استادِ گرامی کو دیکھا اور ساتھ ہی فرمایا کہ قاسم ضرور اس کا جواب دیدے گا۔ آپ کے اٹھنے سے قبل ہی کسی اور نے جواب دے دیا۔



اسی طرح ہی ایک مدنی مذاکرے کے دوران امیر اہلسنت نے آپ سے سوال فرمایا آپ نے فوراً اس کا جواب دے دیا جو کہ صحیح تھا تو امیر اہلسنت اس قدر خوش ہوئے کہ سو روپے کا نوٹ بطور تحفہ عطا فرمایا۔ جب مرکز کو انگلش ٹیچر کی ضرورت محسوس ہوئی تو دورہ حدیث کے طالب علموں کو انگلش کو ریز کر دینے کے لئے ٹیسٹ کے ذریعے سلیکشن (Selection) کی گئی جن میں پانچ طلبا کی سلیکشن (Selection) ہوئی جن میں آپ نے نمایاں کارکردگی دیکھائی۔ پھر آپ نے دورہ حدیث انگلش میں کیا۔ دورہ حدیث کے بعد دعوتِ اسلامی کے مدنی کام کی ترقی اور دین و سنیت کی خدمت کیلئے سری لنکا چلے گئے۔

### سری لنکا کا سفر

سری لنکا میں تقریباً تین ماہ قیام فرمایا جس میں تقریباً مکمل سری لنکا کا دورہ فرمایا جگہ جگہ شافعی مذہب کے علماء و مشائخ سے فقہی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ استاد گرامی فرماتے ہیں کہ سری لنکا پر بدھ مت کی حکومت ہے لہذا ہم گلیوں اور بازاروں میں جگہ جگہ نصب بتوں کے سامنے با آواز بلند کلمہ شہادت پڑھتے۔ کولمبو میں ایک مشہور تابعی بزرگ کا دربار پاک ہے جو درگاہِ قطبِ سیلون کے نام سے جانا جاتا ہے۔ کولمبو میں قیام کے دوران درگاہ پاک پر تقریباً روزانہ حاضری کا معمول ہوتا۔

### فیصل آباد میں تدریس

سری لنکا سے واپسی پر فیصل آباد میں جامعۃ المدینہ قباء کے اندر درس نظامی کے فنون کی تدریس کی ذمہ داری سنبھال لی۔ وہاں تقریباً ایک سال پڑھایا اور پھر انگلینڈ میں دعوتِ اسلامی کے تحت چلنے والے جامعہ میں تدریس کی خاطر انگلینڈ چلے گئے۔ وہاں بڑھی بڑھی کتابیں پڑھانے کا موقع ملا اور اولی سے لے کر موقوف علیہ تک کتابیں پڑھائیں تا حال وہیں تدریس فرما رہے ہیں۔



## شوقِ تصنیف

استادِ گرامی کی طبیعت تصنیف کی طرف کافی مائل تھی۔ ہمیں پڑھاتے وقت بھی تصنیف کا شوق دلاتے رہتے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ تحریر کو بقاء ہے۔ مرنے کے بعد بھی تحریر زندہ رہ کر دین و سنیت کو فائدہ دیتی رہتی ہے۔ آپ نے دورانِ تعلیم ہی تصنیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ آپ کی چار کتابیں دورانِ تعلیم ہی چھپ گئیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

- [1] تلخیص فتاویٰ فیض الرسول وفقیہ ملت
  - [2] کشف الصدور فی معجزات الرسول المعروف بہ معجزاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
  - [3] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات
  - [4] الصلوٰۃ والسلام کے صیغوں کا ثبوت
  - [5] شرح ہدایہ بنام ضیاء الروایہ فی شرح الہدایہ۔
- اس میں ہر فقہی مسئلہ پر حدیث صحیحہ اور ائمہ احناف میں موجود مختلف فیہ مسائل میں موجودہ دور میں جس قول پر فتویٰ ہے اس کی تصریح کی گئی ہے اور ابھی تک غیر مقلدین کے ہدایہ اور فقہ حنفی پر جس قدر اعتراضات تھے سب کے احادیث کے ذریعے جوابات دیئے گئے۔ یہ استادِ گرامی کا احناف پر احسانِ عظیم ہے۔
- [6] تسہیل تجلی الیقین المعروف مقام حبیب صلی اللہ علیہ وسلم
  - [7] ضیاء البیان در شانِ رمضان
  - اور کچھ کتابیں زیر طبع ہیں۔ ان کے نام یہ ہے۔
  - [8] ضیاء البیان در شانِ حبیب الرحمن (2 جلدوں میں)
  - [9] آیات قرآنیہ کے اسباب

انگلینڈ میں نوپید مسائل کے حل کے لیے کئی علماء کرام جدوجہد کر رہے ہیں۔ علماء کرام کے کہنے اور خصوصاً مولانا ابراہار شفیع یمنی مدظلہ العالی کے بار بار اصرار پر استاد گرامی نے حضرت مولانا شمس الہدی مصباحی مدظلہ العالی کے زیر نگرانی سوالوں کے جوابات لکھنا شروع کر دیئے اور کئی جدید مسائل کو حل فرمایا۔ ابھی تک وہیں یہ خدمت سر انجام دے رہے ہیں۔

از مولانا اشتیاق قادری و محمد صدیق رضا قادری

## مہر تصدیق

مفتی یورپ، صاحب فتاویٰ کنز الایمان و شرح موطا امام مالک، مصنف کتب کثیرہ مفتی شمس الہدی مصباحی صاحب زید مجدہ نے استاد گرامی مولانا ابوالحسن محمد قاسم ضیاء قادری حفظہ اللہ کے فتاویٰ کی تصدیق فرمائی اور ان فتاویٰ کو خوب سراہا۔

## (1) تقریظِ جلیل

عالمِ نبیل، فاضلِ جلیل استاذ العلماء مفتی شمس الہدی مصباحی دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس دارالافتاء کنز الایمان یو کے، استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ، ہند)

الحمد لله المنعم والصلوة والسلام على سيد جميع الانام وعلى آله وصحبه الكرام  
وسائر المجتهدين الاعلام وفقهاء الاسلام وبعد أَلْعَطَايَا النَّبَوِيَّةِ فِي الْفَتَاوَى الصِّيَائِيَّةِ  
المعروف بـ"فتاویٰ یورپ و برطانیہ" آپ کے ہاتھوں میں ہے جس میں انسانی زندگی کے مختلف موڑ پر کامل رہنمائی ہے اور  
یہ مسلم معاشرے کے بحرِ فسق و فجور میں سفینہٴ نجات ہے۔ تجارتی، سماجی، سیاسی، عائلی، اشتراکی ظلمت کدے کے لیے  
بہتر مشعلِ راہ ہے۔ اس سے خواص و عوام ہر کوئی مستفید و مستفیض ہو سکتا ہے۔ اندازِ بیان سہل اور عام فہم ہے۔ مشکل  
مسئلہ بھی آسانی سمجھا دیا گیا ہے۔

بلاشبہ فتویٰ نویسی کافی پیچیدہ اور مشکل ترین عمل ہے۔ مقصدِ سوال تک رسائی، اس کے متعدد گوشوں پر نظر پھر  
پیش منظر اور پس منظر کا لحاظ اور مستفتی کے داؤ پیچ کی فہم کیونکہ من لم یعرف اهل زمانه فهو جاهل مسلمہ ضابطہ  
ہے۔ نیز علمی گہرائی و گیرائی، کتب تفسیر، حدیث، اصول، فقہ، نحو و صرف، متونِ مذہب، شروح، حواشی اور فتاویٰ وغیرہ  
متداول علوم پر وسیع نظر و استحضار، اس کے ساتھ ہی اصولِ افتاء اور رسومِ فتویٰ سے باخبر ہونا نیز کسی ماہر تجربہ کار مفتی کی  
نگرانی پر مشقِ فتویٰ کرنا از حد ضروری ہے۔

محترم و مکرم حضرت مولانا مفتی محمد قاسم ضیاء قادری زید مجاہد، ایک ٹھوس صلاحیت رکھنے والے عالمِ دین  
ہیں۔ اصول و فروع پر اچھی نظر رکھتے ہیں۔ محنتی ہیں اور مطالعہ کتب کا شوق رکھتے ہیں اور ذہنِ ثاقب، طبعِ اخاذ، فہم و قار  
سرعتِ تحریر کا وصف بھی رکھتے ہیں۔ اپنے فتاویٰ بذریعہ ڈاک مجھے ارسال فرماتے رہتے تھے۔ پھر میں اسے چیک



کر کے بھیج دیا کرتا رہا۔ بڑی مسرت ہے کہ وہ مجموعہ فتاویٰ اس وقت آپ کی زینتِ نظر بنا ہوا ہے۔ دعا ہے کہ ربِ قدیر اسے شرفِ قبول عطا فرمائے اور مسلمانوں کی اصلاح کا بہترین ذریعہ بنائے۔ مولانا موصوف کو مزید سے مزید تر اس طرح کی خدماتِ دینیہ جلیلہ کی توفیقِ رفیق سے نوازے۔

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم

خیر اندیش: بشس الہدیٰ عفی عنہ

خادم دارالافتاء کنز الایمان یو کے

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

23 ربیع الثانی 1439 ہجری

## (2) تقریظ جلیل

عالم نبیل، فاضل جلیل استاذ العلماء مفتی عبدالنبی حمیدی دامت برکاتہم العالیہ

(رئیس دارالافتاء ساؤتھ افریقہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين اما بعد

انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ یہ بندگی کیسے کی جائے؟ اس کا کامل ترین نمونہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ حضرات صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عبادت کے طریقے سیکھے اور صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین اس شمع کو جلاتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔

برصغیر ہندو پاک میں یہ شمع کبھی خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ نے روشن کی تو کبھی مجدد الف ثانی نے کبھی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تو کبھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے روشن کی۔ اور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن پچھلی صدی ہجری میں برصغیر پاک و ہند میں چودھویں کے چاند کی طرح چمکے، جس نے تمام عالم کو اپنی خداداد صلاحیتوں سے منور کر دیا۔ آپ کے 55 سالہ علمی دور میں جب بھی کسی علم سے متعلق کوئی بھی سوال کیا گیا۔ آپ نے فوراً اُس کا جواب فتویٰ یا رسالہ اور فاضلانہ مقالہ کی صورت میں تحریر فرمایا۔

برصغیر پاک و ہند میں خاص کر اور پوری دنیا میں عموماً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے شاگرد اور دیگر آپ سے فیض یافتہ علماء کرام مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے فتاویٰ جات جاری کرتے اور اب تک اللہ کے فضل سے یہ سلسلہ جاری ہے۔

فاضل نوجوان حضرت علامہ مولانا ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ”فتاویٰ یورپ

دوبرطانیہ“ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اعلیٰ حضرت کا فیضان ان کے فتووں میں خوب ظاہر ہوتا ہے۔

اس مجموعہ فتاویٰ کے اکثر فتاویٰ میری نظر سے گزرے ہیں۔ میں نے اُن فتووں کو درست پایا بہت سارے جدید اور مغربی ممالک میں پیش آنے والے مسائل کا حل بھی علامہ موصوف نے بہت خوب پیش کیا اور دلائل سے مزین کیا اور ہر فتویٰ کو فقہ حنفی کے اصول و فروع کی روشنی میں حل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ علامہ موصوف کی کوشش کو قبول فرمائے اور اُن سے خوب خوب دین کی خدمت لے۔ آمین

عبدالنبی حمیدی فرام ساءوتھا فریقہ

1 جمادی الاول 1439

19 جنوری 2018



## (3) تقریظ جلیل

عالم نبیل، فاضل جلیل مفتی ابواطہر محمد اطہر المدنی دامت برکاتہم العالیہ  
(رئیس دارالافتاء فیضان شریعت لاہور پاکستان)

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الكريم  
فقير غفر له المولى القدير علم اور اہل علم دوست ہے، اور اس کی توفیق سے فن افتاء سے پچھلے دس سال سے  
منسلک ہے، حال ہی میں علامہ مفتی ابوالحسن محمد قاسم ضیاء المدنی قادری کے فتاویٰ کا مجموعہ فتاویٰ یورپ و برطانیہ میری  
نظر سے گزر جس کے کثیر حصہ کو مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ موصوف ایک فقیہ، جدید موضوعات پر  
لکھنے والے عالم و مفتی ہیں۔ زیر نظر فتاویٰ آپ نے عوام و خواص کے افادہ کے لیے مرتب فرمایا ہے۔

اس کے مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ضرورت زمانہ کے لحاظ سے یہ فتاویٰ خاص کر یورپ  
و برطانیہ میں رہنے والوں کیلئے بہت ہی اہم، نہایت ہی انمول اور بے حد مفید ہے اور بحمدہ تعالیٰ صحیح و معتمد مسائل کا لا  
جواب مجموعہ ہے۔ ماشاء اللہ عز وجل حضرت مولانا مفتی قاسم ضیاء صاحب چونکہ عرصہ دراز سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔  
انہوں نے مغربی ممالک کے عرف و تعامل کا بغور دیکھا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے بہت محنت کے ساتھ اہل یورپ و  
برطانیہ کے درپیش مسائل کو سامنے رکھ کر کثیر مسائل کو بہت خوبصورت، آسان، علمی و فقہی انداز میں فقہ حنفی کی روشنی میں  
حل فرمایا ہے۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ فتاویٰ عام فرد کے لئے فرض علوم سیکھنے کے حوالے سے انسائیکلو پیڈیا کی مثل ہے۔  
موصوف نے کئی جدید مسائل پر قلم اٹھایا ہے جو قارئین کو دیگر کتب فتاویٰ میں نہ ملیں گے۔ زیر نظر فتاویٰ کو پڑھنے کے

بعد کوئی بھی مفتی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مولانا نے بغیر کتب فقہ اور اصول فقہ پر نظر کیے کچھ لکھا اور رسم الافاء کا لحاظ کئے بغیر فتاویٰ تحریر فرمائے اور نہ ہی حضرت نے کسی جدید مسئلہ میں اپنا موقف بلا دلیل پیش کیا۔ بلکہ تقریباً ہر فتویٰ کو کئی کئی جزیات سے مزین فرمایا جو کہ موصوف کے کثیر مطالعہ اور کتب فقہیہ پر گہری نظر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

مولیٰ عزوجل مصنف کی عمر و عمل اور فیض میں برکت دے اور اس فتاویٰ کو فقہ حنفی میں شائع و معمول اور دنیا و آخرت میں نافع و مقبول فرمائے۔ آمین

ابو اطہر مفتی محمد اظہر

تخصص فی الفقہ السلامی، الشہادۃ العالمیۃ

بانی ادارہ فیضان شریعت لاہور پاکستان

## کتاب العقائد

## شق صدر کا واقعہ کتنی بار ہوا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الِاسْتِفْتَاءُ 1

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حبیب کبریاء و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کتنی بار ہوا اور کیسے ہوا میں اس کی Detail جاننا چاہتا ہوں؟  
سائل: کبیر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

شق صدر کا واقعہ چار بار ہوا۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ "الم نشرح" کی تفسیر میں اور علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی اپنی کتاب سیرت مصطفیٰ میں فرمایا ہے کہ چار مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس سینہ چاک کیا گیا اور اس میں نور و حکمت کا خزانہ بھرا گیا۔

پہلی مرتبہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تھے۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان وسوسوں اور خیالات سے محفوظ رہیں جن میں بچے مبتلا ہو کر کھیل کود اور شرارتوں کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

دوسری بار دس برس کی عمر میں ہوا تا کہ جوانی کی پر آشوب شہوتوں کے خطرات سے آپ بے خوف ہو جائیں۔

تیسری بار غار حرا میں شق صدر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں نور سکینہ بھر دیا گیا تا کہ آپ وحی الہی کے عظیم

اور گراں بار بوجھ کو برداشت کر سکیں۔



چوتھی مرتبہ شب معراج میں آپ ﷺ کا مبارک سینہ چاک کر کے نور و حکمت کے خزانوں سے معمور کیا گیا، تاکہ آپ کے قلب مبارک میں اتنی وسعت اور صلاحیت پیدا ہو جائے کہ آپ دیدار الہی عز و جل کی تجلیوں، اور کلام ربانی کی ہمتوں اور عظمتوں کے متحمل ہو سکیں۔  
{سیرت مصطفیٰ ص ۷۹}

سب سے پہلی بار شق صدر سیدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے علاقے میں ہوا اس بارے میں مسلم شریف میں ہے:  
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ جَبْرِيلُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَلْعَبُ مَعَ الْغُلَمَانِ فَأَخَذَهُ فَصَرَعَهُ فَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَخْرَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَخْرَجَ مِنْهُ عِلْقَةً فَقَالَ هَذَا حُطُّ الشَّيْطَانِ مِنْكَ ثُمَّ غَسَلَهُ فِي طُسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاءٍ زَمْزَمَ ثُمَّ لَأَمَهُ ثُمَّ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَجَاءَ الْغُلَمَانُ يَسْعَوْنَ إِلَى أُمِّهِ يَعْنِي ظَنُّرَهُ فَقَالُوا إِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ فَاسْتَقْبَلُوهُ وَهُوَ مُنْتَقِعُ اللَّوْنِ قَالَ أَنَسٌ وَقَدْ كُنْتُ أَرَى أَثَرَ ذَلِكَ الْمَخِيطِ فِي صَدْرِهِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جناب جبریل علیہ السلام آئے جب کہ آپ بچوں کے ساتھ مشغول تھے تو حضور کو پکڑا انہیں لٹایا ان کا دل چاک کیا تو اس سے پارہ گوشت نکالا پھر کہا کہ یہ آپ میں شیطان کا حصہ ہے۔ پھر اسے سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا پھر اسے سی دیا اور اس کی جگہ واپس رکھ دیا چند بچے حضور کی ماں یعنی حضور کی دائی کے پاس دوڑتے آئے بولے کہ محمد ﷺ کو قتل کر دیا گیا لوگ آپ کی طرف دوڑے آئے آپ کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دھاگے کا اثر آپ کے سینہ پاک میں دیکھا کرتا تھا۔ {الصحيح المسلم باب الإِسْرَاءِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى السَّمَوَاتِ ج 1 رقم الحديث 163}

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مبارک میں موجود حُطُّ الشَّيْطَانِ کے الفاظ کی شرح کرتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ

یعنی اگر یہ حصہ تمہارے دل میں رہتا تو شیطان اس پر اپنا اثر کیا کرتا ہم وہ چیز آپ کے دل میں رہنے دیں گے ہی نہیں جس پر شیطان اثر جماتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ گناہ کر سکتے ہی نہ تھے کیونکہ گناہ یا تو نفس امارہ کراتا ہے یا شیطان، حضور کا نفس امارہ نہیں بلکہ نفس مطمئنہ ہے، شیطان کی حضور انور کے دل تک گزر نہیں پھر گناہ کون کرائے۔ خیال رہے کہ اولاً دل میں یہ گوشت کا ٹکڑا پیدا کیا جانا پھر اس کا نکالا جانا ایسا ہے جیسے جسم اقدس پر بالوں ناخنوں کا ہونا پھر ان کا کٹوایا جانا یہ بات نبوت کی شان کے خلاف نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ اس واقعہ کا نام شرح صدر بھی ہے شق صدر بھی۔ یہ واقعہ عمر شریف میں کئی بار ہوا ہے یہ پہلا موقعہ ہے، رب فرماتا ہے: "أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ" اس آیت میں ان ہی واقعات کی طرف اشارہ ہے، دوسری بار دس سال کی عمر شریف میں، پھر غار حرا میں اعتکاف کے زمانہ میں، پھر شبِ معراج میں، ان تین بار میں زیادتی نور زیادتی شرح کے لیے ہوا۔ {مراۃ المناجیح ج ۱ ص ۱۱۰}

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-8-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## انگوٹھے چومنے کا ثبوت

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 2

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سرکارِ مدینہ ﷺ کے نام نامی اسم گرامی پر انگوٹھے چومنا جائز ہے۔ وہابی لوگ اس چیز سے منع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سنی علماء کی اختراع ہے۔

سائل: حمزہ یو کے



بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

حضور پر نور شافع، یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگانا مستحسن و جائز اور جس پر دلائل کثیرہ قائم ہیں۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے۔ دیلمی نے مسند الفردوس میں اسے ذکر کیا ہے اور مقاصد حسنہ میں بھی ہے۔

"إِنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ لَمَّا سَمِعَ قَوْلَ الْمُؤَدِّينَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ هَذَا وَقَبْلَ بَاطِنِ الْأُمَلَّتَيْنِ السَّبَابَتَيْنِ وَمَسَحَ عَيْنَيْهِ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَعَلَ مَا فَعَلَ خَلِيلِي فَقَدْ حَلَّتْ عَلَيْهِ شَفَاعَتِي"

ترجمہ: ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب مؤذن سے اشہد ان محمدًا رسول اللہ بنا تو آپ نے پڑھا "اشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً و بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم نبیاً" اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے نیچے کی جانب سے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا میرے پیارے دوست نے کیا ہے، اس کے لیے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

(مقاصد الحسنہ ص 384)

اور ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اپنی کتاب الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ میں فرماتے ہیں:

قُلْتُ وَإِذَا ثَبَتَ رَفْعُهُ إِلَى الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَيَكْفِي لِلْعَمَلِ بِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ وَالرَّاشِدِينَ.

ترجمہ: میں نے کہا۔ انگوٹھے چومنے کے فعل کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہونا ہی عمل کرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازمی ہے۔

(الاسرار المرفوعہ ص 236)



## کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی میں ہے

ثم نُقِلَ عن الخضر انه عليه الصلوة والسلام قال من قال حين يسمع قول المؤذن اشهد ان محمداً رسول الله مرحباً بحبيبي وقرّة عيني مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) ثم يقبل ابهاميه وَيَجْعَلُهُمَا عَلَى عَيْنَيْهِ لَمْ يَعَمْ وَلَمْ يَزْمَدْ ابداً.

ترجمہ: حضرت خضر سے منقول ہے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کا یہ جملہ "اشہد ان محمداً رسول اللہ" سن کر یہ کہے مرحباً بحبیبی وقرّة عینی مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) پھر اپنے دونوں انگوٹھے چوم کر اپنی دونوں آنکھوں پر لگائے، وہ کبھی اندھانہ ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں خراب ہوں گی۔

(کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی مصر جلد ۱ ص ۱۶۹)

مذکورہ بالا عبارت میں منقول لم یقبل کے حاشیہ میں علامہ شیخ علی الصعیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ العالم نور الدین خراسانی سے منقول ہے: "قال بَعْضُهُمْ لَقِيْتُهُ وَقَتَ الْاَذَانِ فَلَمَّا سَمِعَ الْمُؤَذِّنَ يَقُولُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ قَبَّلَ اِنْهَمَسَحَ بِالظَّفَرَيْنِ اَجْفَانِ عَيْنَيْهِ مِنَ الْمَآقِي اِلَى نَاحِيَةِ الصَّدْغِ ثُمَّ فَعَلَ ذَالِكَ عِنْدَ كُلِّ تَشْهِيْدٍ مَرَّةً مَرَّةً فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ كُنْتُ اَفْعَلُهُ ثُمَّ تَرَكْتُهُ فَمَرَضَتْ عَيْنَايَ فَرَأَيْتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَامَا فَقَالَ لِمَ تَرَكْتَ مَسْحَ عَيْنَيْكَ عِنْدَ الْاَذَانِ. اِنْ اَرَدْتَ اَنْ تَبْرَأَ عَيْنَاكَ فَعُدْ اِلَى الْمَسْحِ فَاسْتَيْقِظْتُ وَمَسَحْتُ فَبُرْتُ."

"بعض لوگوں نے نور الدین خراسانی سے کہا جب آپ ﷺ نے مؤذن سے "اشہد ان محمداً رسول اللہ" سنا تو آپ نے اپنے دونوں انگوٹھے چومے اور ان دونوں کے ناخن اپنی پلکوں پر ناک کی طرف ملے پھر آپ نے ہر تشہد پر ایسے ہی بار بار کیا۔ میں ان کو ملا اور میں نے آپ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا۔ پھر میں نے اس کو چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب ہو گئیں اور مجھے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تو نے اذان کے وقت آنکھوں پر انگوٹھے لگانے کیوں چھوڑ دیئے۔ اگر تو چاہتا

ہے کہ تیری آنکھیں درست ہو جائیں تو دوبارہ یہ عمل کرنا شروع کر دے۔ پس جب میں بیدار ہوا میں نے انگوٹھے چومنے کا عمل دوبارہ شروع کر دیا۔ تو میری آنکھیں صحت یاب ہو گئیں۔ اس کے بعد کبھی خراب نہ ہوئیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 5 ص 632، حاشیہ علی کفایہ جلد 1 ص 170)

اور امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں مقاصد الحسنہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ محمد بن صالح مدنی جو مسجد مدینہ طیبہ کے امام و خطیب تھے اپنی تاریخ میں مجدد مصری سے نقل کیا ہے کہ میں نے ان کو فرماتے سنا: ”يَقُولُ مَنْ صَلَّى عَلَى النَّبِيِّ ﷺ إِذَا سَمِعَ ذِكْرَهُ فِي الْأَذَانِ وَجَمَعَ أَصْبَعَيْهِ الْمُسَبَّحَةَ وَالْإِبْهَامَ وَقَبَّلَهُمَا وَمَسَحَ بِهِمَا عَيْنَيْهِ لَمْ يَزُدْ أَبَدًا“۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ جو شخص نبی کریم ﷺ کا ذکر پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے، اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔“

(القاصد الحسنہ ص 436)

اور مقاصد الحسنہ میں ہی ہے:

”قَالَ ابْنُ صَالِحٍ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ مُنْذُ سَمِعْتُهُ مِنْهُمَا اسْتَعْمَلْتُهُ فَلَمْ تَزِدْ عَيْنِي وَارْجُوا أَنْ عَافِيَتَهُمَا تَدْوُمُ وَإِنِّي أَسْلَمْتُ مِنَ الْعَمَى إِنْ شَاءَ اللَّهُ“۔

ترجمہ: ”یعنی امام ابن صالح نے فرمایا۔ تمام خوبیاں اللہ عزوجل کے لیے ہیں اور اللہ عزوجل کا شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل ان دونوں صاحبوں سے سنا۔ اپنے عمل میں رکھا۔ آج تک میری آنکھیں نہ دکھیں اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھانہ ہوں گا۔ ان شاء اللہ۔“

(ایضاً ص 384)

سرکارِ اقدس ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنا اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے پیش نظر ان کو آنکھوں سے لگانا مستحب اور محبت رسول ﷺ کا موجب ہے۔ جیسا کہ شرح نقایہ اور کنز العباد میں ہے:

”وَأَعْلَمُ أَنَّهُ يَسْتَحِبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولَى مِنَ الشَّهَادَةِ الثَّانِيَةِ ”صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّةٌ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ ثُمَّ يُقَالَ اللَّهُمَّ



مَتَّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرِي الْأَيْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَإِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ قَائِدًا لَهُ۔

اے طالب حق اچھی طرح جان کہ مستحب یہ ہے کہ جب اذان میں پہلی بار ”اشھد ان محمداً رسول اللہ“ نے تو کہے ”صلی اللہ علیک یا رسول اللہ“ اور دوسری شہادت پر پڑھے ”قرۃ عینی بک یا رسول اللہ“ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے۔ ”اللھم متعنی بالسمع والبصر“ تو ان شاء اللہ عز وجل نبی کریم ﷺ ایسے غلام کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے کر جائیں گے۔ (قائد الہ کا معنی یہی ہے کہ اس بندے کے لیے قائد (رہنما اور لے جانے والا) ہوں گے)

(جامع الرموز جلد 1 ص 125)

درود و سلام کی آیت کے تحت جلالین کے حاشیہ میں بہت ہی پیاری حدیث پاک موجود ہے:

قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ سَمِعَ اسْمِي فِي الْأَذَانِ فَقَبَّلَ ظُفْرِي إِيَّاهُمَا وَيَهُ وَمَسَحَ عَلَى عَيْنَيْهِ وَلَهُمَّ أَبَدًا۔

ترجمہ: ”سرکارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا جس نے میرا نام اذان میں سنا اور اپنے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر لگا یا وہ کبھی رنجیدہ و پریشان نہیں ہوگا۔“ هَمَّ يَهُمُّ کا معنی رنجیدہ ہونا یا پریشان ہونا ہے۔

(جلالین سورہ احزاب ص 357 مطبوعہ قدیمی)

ان دلائل سے خوب واضح ہو گیا کہ سرکارِ مدینہ ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے والا مستحق ثواب اور یہ عمل دافع عذاب ہے۔ سرکارِ مدینہ ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے میں سرکارِ مدینہ ﷺ کی تعظیم کا پہلو نکلتا ہے۔ مخالفین کیونکہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کو دلوں سے نکالنے کے لیے کوشاں ہیں اور جہاں کہیں تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا پہلو پایا گیا وہاں بد مذہبوں کے دیو کو جوش آیا، اور اس نے اپنے ساتھیوں کو اس کے خلاف اکسایا، اور سرکارِ مدینہ ﷺ کے خلاف دلائل ڈھونڈنے کے گندے اور برے کام میں پھنسیا، اور سنی علماء کے خلاف اور عاشقانِ رسول ﷺ کے خلاف کام پر لگا یا۔ اس کے ماننے والوں نے فوراً سے پہلے لبیک کہا اور حضور پاک صاحبِ لولاک ﷺ کی تعظیم کو ختم کرنے کی



سعی ناسعید میں مصروف عمل ہو گئے اور مختلف کتابوں سے اپنے ناقص استدلال کے مطابق کیڑے مکوڑے نکال کر لا کھڑے کیے۔ ان کو تعظیم حبیب ﷺ کا لے سانپ کی طرح کاٹتی اور زہریلے سانپ کی طرح سونگھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ بچائے۔

### اعتراض کا جواب

اس پر یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ انگوٹھے چومنے کے بارے میں مروی حدیث صحیح نہیں ہے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے موضوعات کبیر میں فرمایا: ”کل ما یروی فی هذا فلا یصح رفعه البتة“ جو روایات اس بارے میں بیان کی گئی ہیں وہ صحیح نہیں۔ کیونکہ یہاں صحیح سے مراد وہ صحیح نہیں ہے جو عوام میں مشہور ہے، جس کی ضد خراب و غلط ہے بلکہ صحیح حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو محدثین کے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچی ہو۔ صحیح حدیث کی تعریف یہ ہے کہ صحیح لذاتہ وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل کامل الضبط ہوں۔ اس کی سند متصل ہو اور معلل و شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔ صحیح لذاتہ کے علاوہ حدیث کی بہت سی اقسام ہیں جو حدیث محدثین کے نزدیک درجہ صحت کو نہ پہنچتی ہو ضروری نہیں کہ وہ ضعیف ہی ہو بلکہ وہ حسن لذاتہ، حسن غیرہ، صحیح غیرہ میں سے کوئی ایک ہو سکتی ہے۔ نفی صحت نفی حسن کو مستلزم نہیں ہے۔ اگر کوئی حدیث ضعیف بھی ہو تو فضائل اعمال میں وہ سب محدثین کے نزدیک اجماعاً مقبول ہے۔

وہی ملا علی قاری رحمہ اللہ جن کی عبارت مخالفین نے ناموس رسالت پر حملہ آور ہونے کے لیے استعمال کی ہے اور اس سے نفی تقبیل ابھامین (انگوٹھے چومنے کی نفی) پر استدلال کیا ہے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔ قُلْتُ وَإِذَا ثَبَتَ رَفْعُهُ إِلَى الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَيَكْفِي لِلْعَمَلِ بِهِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ وَالرَّاشِدِينَ۔

ترجمہ: ”میں نے کہا۔ انگوٹھے چومنے کے فعل کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ثابت ہونا ہی عمل کرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ سرکارِ مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازمی ہے۔“

(الاسرار المرفوعة ص 236)

اور امام اہل سنت امام احمد رضا خان فرماتے ہیں کہ محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں ہے اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ حدیث غلط و باطل ہے بلکہ صحیح حدیث ان کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے جس کی شرائط سخت دشوار اور موانع و عقبات کثیر بسیار ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 5 ص 436 جدید)

اور نور الدین سمہودی فرماتے ہیں۔

”قَدْ يَكُونُ غَيْرُ صَحِيحٍ وَهُوَ صَالِحٌ لِلْإِحْتِجَاجِ بِهِ إِذَا الْحَسَنُ رُتِبَتْهُ بَيْنَ الصَّحِيحِ وَالضَّعِيفِ.“  
ترجمہ: ”کوئی حدیث گہمی صحیح نہیں ہوگی اور اس کے باوجود وہ حجت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے کیونکہ حسن کا رتبہ صحیح اور ضعیف حدیث کے درمیان ہے۔“

ان اقوال سے خوب واضح ہو گیا کہ کسی حدیث کا صحیح نہ ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ حدیث غلط و باطل ہے اور اس پر عمل کرنا بدعت و حرام ہے، ایسا بالکل نہیں ہے بلکہ غیر صحیح پر عمل کرنے والا صحیح کی طرح مستحق ثواب اور رضائے الہی کا حق دار ہے۔

اب مذکورہ بالا وضاحت کے پیش نظر مذہبوں کا وہ اعتراض کہ تقبیل ابھامین کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے بالکل شیطانی گوز کی طرح ہوا میں شامل ہو کر اپنا وجود نامسعود کھوپکا ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017



## پاگل کفار کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الِاسْتِفْتَاءُ 3

اگر کوئی کافر ساری زندگی پاگل رہے۔ اس کا دنیا و آخرت میں کیا ہوگا؟ اس سے کافروں جیسا سلوک ہوگا یا مسلمانوں جیسا؟ کیونکہ میں ایک کافر کی (support assistant) تھی جو میٹل تھا۔ اب وہ مر گیا ہے۔ اس کے بارے میں یہ سوال میرے ذہن میں اکثر آتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

ایسا پاگل و مجنون شخص دنیاوی معاملات میں اپنے والدین کے تابع قرار دیا جائے گا یعنی اس کے ساتھ کافروں جیسا سلوک کیا جائے کہ نہ اس کو غسل و کفن دیں گے اور نہ اس کے لیے جنازہ و دعا کی جائے گی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ لیکن اگر بالغ ہونے سے پہلے یا بعد مسلمان ہو گیا تھا اور بعد میں مجنون ہوا تو ایسا شخص مسلمان ہے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ مجنون بھی بچہ ہی کے حکم میں ہے کہ وہ تابع قرار دیا جائے گا، جبکہ جنون اصلی ہو اور بلوغ سے پہلے یا بعد بلوغ مسلمان تھا پھر مجنون ہو گیا تو کسی کا تابع نہیں، بلکہ یہ مسلمان ہے۔ بوہرے کا بھی یہی حکم ہے، کہ اصلی ہے تو تابع اور عارضی ہے تو نہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن تبعیت کے معنی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ مرجائے تو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں گے، مسلمانوں کی طرح غسل و کفن نہ دیں گے، مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں گے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۴۵۰]



اور آخرت میں ان کے ساتھ کیا ہوگا اس کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ اصل حقیقت تو اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس کی فضل و رحمت سے امید ہے کہ وہ ایسوں کو بخش دے گا۔ مراۃ المناجیح میں مفتی احمد یار خان علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دیوانے جو دیوانگی میں فوت ہوئے ان کا کچھ حساب نہیں۔ [مراۃ المناجیح ج ۷ حدیث نمبر ۴۳۹]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 7-7-2016

## اسلام میں (Gay) ہونا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 4

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا Gay [لوطی] ہونا اسلام سے خارج کر دیتا ہے؟  
سائل: عمار فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اسلام کے قوانین کے مطابق Gay ہونا حرام اور اس کو جائز سمجھنا ضرور کفر ہے۔ فقہائے کرام رَجَمُہُمْ اللہ السّلام فرماتے ہیں: جس نے حرام اجماعی کی حرمت کا انکار کیا یا اُس کے حرام ہونے میں شک کیا وہ کافر ہے جیسے شراب (خمر)، زنا، لواطت [Being Gay]، سود وغیرہا۔ (منہج الزّوض 503)

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن، لواطت کے حلال

ہونے کے قائل کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ”حَلُّ لَوَاطِتِ كَا قَائِلِ كَا فَرِهِي“ (فتاویٰ رضویہ ج 23 ص 694)

اگر کوئی لواطت کو حرام جانتے ہوئے اس میں مبتلا ہے تو کفر نہیں مگر گناہ کبیرہ ہے کمافی المتون  
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-9-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافناء کنز الایمان یو کے

## تقدیر کے متعلق نہایت اہم تحقیق

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 5

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب تقدیر میں سب کچھ لکھا ہے تو پھر کوشش کرنے کا کیا فائدہ اور جب جتنا رزق ملے گا وہ تقدیر میں تحریر ہے تو اس کے بڑھانے کے لیے دعا کرنے کا کیا فائدہ اور جب آفت و بلا کا آنا تقدیر میں ہے تو اس کو دور کرنے کے لیے دعا کرنے کا کیا مقصد ہے، کیا دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے؟

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! دعا تقدیر کو بدلتی ہے اور دعا سے بلا رد ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”لَا يَزِيْدُ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءُ، وَلَا يَزِيْدُ فِي الْعُمْرِ إِلَّا الْبِرُّ“ تقدیر دعا کے سوا کسی چیز سے رد نہیں ہوتی اور سوائے نیکی کے کوئی چیز عمر کو زیادہ نہیں کرتی۔

(”سنن الترمذی“، کتاب القدر، باب ماجاء لا یرد القضاء إلا الدعاء، الحدیث: 2139)

مگر یہ رَدِّ بلا اور تقدیر کو بدلنا بھی تقدیر کے مطابق ہے جس طرح ہر شی کا وجود کسی نہ کسی سبب سے مربوط (ملا ہوا) ہے مثلاً بیج بوتا ہے تو درخت اگتا ہے اور چیز بناتا ہے تو بنتی ہے۔ اسی طرح ہر چیز کے روکنے اور دفع کرنے کے لیے بھی ایک سبب مقرر ہے۔ دوا کھاتا ہے تو علاج ہوتا اسی طرح دعا بھی بلاؤں کو روکنے اور تقدیر کے بدلنے کا ایک سبب ہے، جس طرح بیماری لگ جائے تو علاج کروانا تقدیر کے خلاف نہیں ہے تو اسی طرح بلا و آفت کو دور کرنے کے لیے دعا کرنا تقدیر کے خلاف نہیں۔ اور تحقیق یہ ہے تقدیر کی دو قسمیں ہیں:

(1): تقدیر مُبَرَّم حقیقی:

علم الہی میں کسی شے اور کسی سبب پر معلق نہیں جو علم الہی میں ہے ویسا ہی ہونا ہے اس میں تبدیلی ممکن ہے اور نہ ہی اسے دعا یا کوئی نیکی بدل سکتی ہے۔ اگر اللہ عز و جل کے پیارے بندے، انبیاء کرام وغیرہ اتفاقاً اس بارے میں کچھ عرض کرتے ہیں تو انھیں روک دیا جاتا ہے۔

(2): تقدیر مُعَلَّق:

وہ تقدیر جو کسی شی پر مُعَلَّق ہوتی ہے۔ مثلاً: تقدیر میں لکھا ہے کہ زید کی عمر ساٹھ 60 برس کی ہوگی اور اگر دعا کرے گا یا حج کرے گا تو اسی 80 برس زندہ رہے گا یعنی اس کی عمر کا بڑھنا دعا یا حج پر معلق ہے لہذا اگر وہ دعا یا حج کرے گا تو اس کی عمر بڑھ جائے گی یا تقدیر میں لکھا ہے اسے اتنا تنہا رزق ملے گا اگر دعا کرے گا تو اتنا بڑھ جائے گا تو دعا کرنے پر اس کے رزق کا بڑھنا بھی تقدیر کے موافق ہی ہوا۔

جیسا کہ والد گرامی اعلیٰ حضرت مولانا نقی عظیمیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ بعض اسباب سے عمر میں کمی زیادتی ہوتی ہے اور وہ بھی لوح محفوظ میں لکھی ہے۔ پس قضا میں تاخیر (تبدیلی) قضا کے مطابق روا ہے۔

(احسن الوعلا آداب الدعاء ص 244 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)



اور تقدیر معلق کی مزید دو قسمیں ہیں۔

(1): مُعَلَّقٌ مَخْضُ:

جس کے معلق ہونے کا ذکر لوحِ محوِ اثبات یا صُحُفِ ملائکہ میں بھی ہے یعنی صحفِ ملائکہ میں بھی یہ ظاہر کر دیا گیا ہے کہ یہ تقدیر اس سبب پر معلق ہے اگر وہ شخص وہ سبب بجالائے تو یہ تقدیر بدل جائے گی تو عام اولیاء جن کو ایسی تقدیر کا اپنے علوم کے ذریعے پتا چل جاتا ہے وہ ایسی تقدیر پر دعا کی ہمت فرماتے ہیں کیونکہ انہیں بوجہ تعلیق اس بات کا علم ہوتا ہے یہ تقدیر ٹلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

(2): مُعَلَّقٌ شَبِيہُ بِالْمُبْرَمِ:

وہ تقدیر جو اللہ عز و جل کے علم میں تو کسی نہ کسی شے پر مُعَلَّقٌ ہے مگر لوحِ محوِ اثبات و دفاترِ ملائکہ میں اس کی تعلیق ظاہر نہیں کی گئی، ایسی تقدیر ان ملائکہ اور عام اولیاء کے علم میں مُبْرَم ہوتی ہے، مگر خواص اولیاء کرام جنہیں امتیازِ خاص ہے، بالہامِ ربانی اس تقدیر کے معلق ہونے پر مُطَّلَع ہوتے ہیں اس تقدیر کو ٹالنے اور بدلنے میں دعا کی اجازت پاتے ہیں جس سے وہ ٹل جاتی ہے یا عام مؤمنین جنہیں الواح و صحائف پر اطلاع نہیں حسبِ عادت دعا کرتے ہیں اور معلق ہونے کی وجہ سے وہ تقدیر بدل جاتی ہے کیونکہ وہ اصلاً معلق ہی تھی مگر عام اولیاء کی اس تک رسائی نہ تھی لہذا یہ وہ تقدیر مُبْرَم ہے جو ٹل سکتی ہے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا کہ "أَكْثَرُ مِنَ الدَّعَاءِ فَإِنَّ الدَّعَاءَ يَرُدُّ الْقَضَاءَ الْمُبْرَمَ" دعا بکثرت مانگ کہ دعا قضاے مُبْرَم کو رد کر دیتی ہے۔

(کنز العمال، کتاب الاذکار، الباب الثامن فی الدعاء، الحدیث: ۳۱۱۷، ج ۱، ص ۲۸)

لہذا بلا و آفت کو دور کرنے یا رزق کے بڑھنے یا کسی مراد کو حاصل کرنے کی دعا ضرور کی جائے کہ ہو سکتا ہے کہ

حصولِ مدعا یا بیماری و بلا سے نجات اسی دعا پر معلق ہو کہ دعا کی جائے اور بیماری و بلا جاتی رہے۔ جیسا کہ والدِ گرامی اعلیٰ

حضرت مولانا فتی محمد علی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔ دعا خلافِ رضا نہیں، ہو سکتا ہے کہ حصولِ مدعا یا نجات از بلادِ عاپر مقدر ہو۔

(احسن الوعلا داب الدعا ص 249 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 6-12-2016

## آئیس (ISIS) کے بارے میں حکم شرعی اور علامات

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 6

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آئیس کیا ہے اور ان کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے اور ہم کیسے پہچانیں گے کہ یہ خوارج ہیں ان کی کچھ علامات اگر ہیں تو بیان کر دی جائیں؟  
سائل: کبیر فرام شیفلڈ۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

میری معلومات کے مطابق آئیس (ISIS) خوارج کا گروہ ہے جو کہ گمراہ فرقہ ہے۔ خوارج کا یہ فرقہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وجود میں آیا اور اس نے سب سے پہلے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کافر اور مشرک کہا۔ اور آج یہ تنظیم کافروں، مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو کافر و مشرک قرار دے کر ان کے جان و مال کو حلال قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں کا قتل عام ان کا شعار ہے۔ اور وہابیہ کی طرح انبیاء اور اولیاء کے



مزارات کو سمار کر کے مسلمانوں کے اشتعال کو بڑھانا ان کے عزائم میں سے ایک ہے اور طرفہ یہ کہ یہ خوارج ان جرائم کو جہاد کا نام دے کر اسلام کو بدنام کرنے کی سعی میں پید طولی رکھتے ہیں۔ اور ان کے علاوہ طالبان اور دیگر دہشت گرد تنظیمیں اور تحریکیں سب اسی فکر کی حامل اور ایسے ہی افعال بد کا شکار ہیں۔ ان کے بارے میں حکم شرعی یہ ہے کہ بادشاہ اسلام ان کو قتل کرے اور زمین کو فساد سے بچائے۔ کیونکہ فساد فی الارض ان کا ایک بنیادی مقصد ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن میں فرماتا ہے۔

وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۚ (الرعد: 25)

اور جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کے حصہ میں لعنت ہی ہے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔  
امام قرطبی اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں۔ وقال سعد بن ابی وقاص: والله الذي لا اله الا هو، انهم الحرور يهـ۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس ذات کی قسم جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ فساد انگیزی کرنے والوں سے مراد الحرور یہ (خوارج) ہیں۔

اس آیت سے ان کا اخروی حکم تو واضح ہو گیا کہ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور دنیاوی حکم یہ ہے کہ بادشاہ اسلام ان کو گن گن کر قتل کرے اور زمین کو فساد سے پاک کرے۔  
جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خَلْفٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۚ

وہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں ان کا بدلہ یہی ہے کہ گن گن کر قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا زمین سے دور کر دیئے جائیں یہ دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب۔ (المائدہ: 33)



اور احادیث میں فرقہ خوارج جو نشانیاں بیان ہوئی آج کی دہشت گرد تنظیموں میں پائی جاتی ہیں مثلاً کہ وہ کم سن ہوں گے اور عقلوں میں فتور ہوگا باتیں اچھی مگر افعال بد سے بدتر ہوں گے۔

جیسا کہ غیثوں پر خبردار باذن پرودگار، دو عالم کے سردار نبی مختار ﷺ نے فرمایا کہ "سَيَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ أَحْدَاثُ الْأَسْنَانِ، سُفَهَاءُ الْأَحْلَامِ، يَقُولُونَ مِنْ خَيْرِ قَوْلِ الْبَرِيَّةِ، يَقْرَأُونَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، يَمْرُقُونَ مِنَ الدِّينِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاقْتُلُوهُمْ، فَإِنَّ فِي قَتْلِهِمْ أَجْرًا، لِمَنْ قَتَلَهُمْ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

اخیر زمانہ میں عنقریب ایسے لوگ نکلیں گے جو نو عمر بیوقوف ہوں گے ان کی عقل میں فتور ہوگا ظاہر میں تو ساری خلق کے کلاموں میں سے بہتر کلام کریں گے مگر درحقیقت ایمان کا نور ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، وہ دین سے اس طرح باہر ہو جائیں گے جیسے تیر شکار کے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔ (اس میں کچھ لگانہ نہیں رہتا تم ان لوگوں کو جہاں پانا بے تامل قتل کرنا، ان کو جہاں پاؤ قتل کرنے میں قیامت کے دن ثواب ملے گا۔

(مسلم، باب تحریص علی قتل الخوارج رقم: 1066)

اور مزید فرمایا "كَثُ اللَّحِيَّةِ" اور گھنی داڑھی رکھیں گے۔ "مُشَمَّرُ الْإِزَارِ" بہت اونچا تہ بند باندھنے والے ہوں گے۔ (بخاری، کتاب المغازی، رقم: 4094/مسلم، باب تحریص علی قتل الخوارج، رقم: 1064)

اور فرمایا کہ "لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ" یہ ہمیشہ نکلتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ (نسائی، کتاب تحریم الدم، رقم: 4103)

اور بخاری و مسلم میں ہے کہ "يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْتَانِ" وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔

(مسلم، باب تحریص علی قتل الخوارج، رقم: 1064/بخاری، کتاب استنابة المرتدین والمعاندین وقتالہم، رقم: 6930)

اور مزید فرمایا کہ "يَطْعَنُونَ عَلَى أَمْرَائِهِمْ وَيَشْهَدُونَ عَلَيْهِمْ بِالضَّلَالَةِ" وہ حکومت وقت یا حکمرانوں کے خلاف خوب طعنہ زنی کریں گے اور ان پر گمراہی و ضلالت کا فتویٰ لگائیں گے۔

(ابن أبي عاصم، السنن، 2: 455، رقم: 934/مجمع الزوائد - ہیثمی، 6: 228)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "يَنْطَلِقُونَ إِلَى آيَاتِ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَيَجْعَلُونَهَا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ" وہ کفار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کا اطلاق مسلمانوں پر کریں گے۔

(بخاری، کتاب استتابة المرتدين والمعاندين وقتالهم، رقم: 2539)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017

## کیا ربیع الاول میں لائٹس لگائی جائیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 7

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہمیں ربیع الاول کے مہینے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برتھ ڈے کی خوشی میں لائٹس نہیں لگانی چاہیے تاکہ غیر مسلم کے کرسمس کے ساتھ تشبہ نہ ہو کیونکہ ان سالوں میں ربیع الاول کا مہینہ دسمبر کے مہینے میں آ رہا ہے۔ اس مہینہ میں غیر مسلم کرسمس کی لائٹس لگاتے ہیں۔

سائل: افتخار فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں چراغاں کرنا اہلسنت کا شعار رہا ہے اور آج بھی ہے۔ اب چراغوں



کی جگہ لائٹس نے لے لی ہے۔ لہذا نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں خوب چراغاں کی جائے اس میں کوئی حرج نہیں۔ کافروں کی مشابہت سے بچنے اور ان کی مخالفت کرنے سے مراد ان افعال سے بچنا ہے جو شریعت کے پسندیدہ نہیں اور ان کا شعار ہیں۔ یہ نہیں کہ جن کاموں کو شریعت مطہرہ پسند کرتی ہے اور مسلمانوں کا شعار ہے اور بعد ازاں کوئی کافروں کا گروہ اس کو شعار بنالے تو مسلمان اسے چھوڑ دیں۔ بلکہ مسلمان اسے جاری رکھیں تاکہ وہ مسلمانوں کا شعار رہے اور آنے والے مسلمان اسے بطور مذہبی تہوار منائیں۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔ اولاً دنیا میں کون اندھے سے اندھا خلافِ مشرکین کا یہ مطلب سمجھے گا کہ مشرکین روٹی کھاتے ہیں تم بھوکے رہو، وہ پانی پیتے ہیں تم پیاسے مرو، خلافِ مشرکین [تو] شعارِ مشرکین میں ہے نہ یہ کہ کوئی مشرک ہمارے بعض افعال اختیار کرے، یا جس فعل کو ہماری شرع مطہرہ نے پسند فرمایا وہ کسی فرقہ مشرک سے بھی واقع ہو تو ہم چھوڑ دیں۔ یعنی اسے ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔

[فتاویٰ رضویہ ج 22 ص 623]

کرسمس تو آج شروع ہو رہا ہے نبی کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی میں مسلمان تو عرصہ دراز سے چراغاں کرتے آرہے ہیں لہذا کسی غیر مسلم کے ایسا کرنے سے چھوڑا نہ جائے گا۔

اور دوسرا یہ کہ مسلمان لائٹس کے ساتھ سبز جھنڈا اور روضہ مبارکہ و خانہ کعبہ کی تصاویر آویزاں کر کے فرقہ کرتے ہیں لہذا کافروں سے تشبہ کا وہم جاتا رہا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-11-2016



## زوجہ جنت میں بھی زوجہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 8

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے دنیا کے شوہر یا بیویاں جنت میں بھی ہمارے ساتھ ہوں گے۔  
سائل: طاہرہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں جو میاں بیوی جنت میں جائیں گے وہ وہاں بھی اکٹھے میاں بیوی کی حیثیت سے رہیں گے۔ اگر کسی عورت کا شوہر جہنم میں جائے گا تو اس کا نکاح کسی شہید یا جنتی مرد سے کر دیا جائے گا۔

ام المؤمنین حضرت میمونۃ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فَاِنْ كَانَ زَوْجُهَا مُؤْمِنًا حَسَنَ الْخُلُقِ فَهِيَ زَوْجَتُهُ فِي الْجَنَّةِ وَالْاَزْوَاجُ مِنَ الشَّهَدَاءِ

اگر کسی عورت کا شوہر مومن اور اچھے اخلاق والا ہوگا تو وہ عورت جنت میں بھی اس کی بیوی ہوگی اگر شوہر ایسا نہ ہوگا تو اللہ عز و جل اس عورت کا نکاح شہداء میں سے کسی شہید کے ساتھ کر دے گا۔

[معجم احادیث میمونۃ بنت حارث زوج النبی ص ۱۶]

اگر کسی عورت کی شادی ایک سے زائد شوہروں سے ہوئی ہوگی [مثلاً ایک کے طلاق دینے یا فوت ہونے پر دوسرے کے ساتھ] تو ایسی صورت میں وہ آخری شوہر کے ساتھ ہوگی۔ جیسا کہ ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت جنت میں اپنے اس شوہر کے نکاح میں دی جائے گی جو دنیا میں اس کا سب سے آخری شوہر ہوگا۔

[مسند الشامیین للطبرانی ج 2 ص 359 حدیث 1496]

اگر عورت کے ایک سے زائد شوہر تھے اور دنیا میں سب شوہر سے اسے طلاق ہو گئی یا سب فوت ہو گئے تو ایسی صورت میں اسے اختیار ہوگا کہ جس شوہر کا اخلاق دنیا سب سے اچھا تھا وہ اسے اختیار کر لے۔ اور وہ اسے ہی اختیار کرے گی۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں آیا کہ

"قالت أم حبيبة يا رسول الله المرأة منا يكون لها زوجان ثم تموت فتدخل الجنة هي وزوجها لآيهما تكون للأول أو للآخر قال تخير أحسنهما خلقا كان معها في الدنيا يكون زوجها في الجنة"

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عورت کے دو شوہر ہوں تو وہ عورت اور اس کے شوہر مر کر جنت میں چلے جائیں تو کیا وہ عورت پہلے کے ساتھ ہوگی یا دوسرے کے ساتھ؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس شوہر کا اخلاق دنیا میں سب سے اچھا تھا وہ اسے اختیار کرے۔ وہ جنت میں اس کا شوہر ہوگا۔

[المعجم الكبير ج 17 ص 216]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

هذا هو الجواب

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم بن القادري

Date: 6-10-2016

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء كنز الايمان يو کے

شیعہ کا جنازہ پڑھنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 9

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ کا جنازہ پڑھنا کیسا؟

سائل: عثمان قمر فرام لندن - انگلینڈ



بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر وہ شیعہ ضروریات دین کا منکر ہے، مثلاً یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ قرآن کریم میں کچھ سورتیں یا آیتیں کم ہیں یا یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یا دیگر ائمہ اطہار انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم میں سے کسی نبی سے افضل ہیں جب تو وہ کافر مرتد ہے اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا حرام قطعی و گناہ شدید ہے۔

اللہ عز وجل فرماتا ہے: وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَابَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۚ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ۔ اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا بیشک اللہ اور رسول سے منکر ہوئے اور فسق [کفر] ہی میں مر گئے۔ [التوبہ: 84]

اگر کوئی شخص ایسے کافر شیعہ کے حال کو جانتا اور اس کے کفریات سے واقف تھا پھر اسے مغفرت کے قابل جانتے ہوئے اس کی نماز جنازہ پڑھے تو ایسے شخص کو کلمہ پڑھ کر تجدید اسلام اور اپنی بیوی سے دوبارہ از سر نو نکاح کرنا چاہئے۔ جیسا کہ حلیہ میں ہے کہ الدعاء بالمغفرة للكافر كفر لطلبه تكذيب الله تعالى فيما اخبر به: کافر کے لئے دُعائے مغفرت کفر ہے کیونکہ یہ خبر الہی کی تکذیب کا طالب ہے۔ [حلیہ المصلی شرح منیة المصلی]

اگر وہ شیعہ ضروریات دین کا منکر نہیں مگر تبرائی [صحابہ کرام کو برا بھلا کہتا ہے] ہے تو جمہور ائمہ و فقہاء کے نزدیک اس کی نماز جنازہ پڑھنا حرام ہے، پڑھنے والے کو توبہ و استغفار کرنا ضروری مگر تجدید اسلام ضروری نہیں۔ کہا

فی خلاصة وفتح القدير وتنوير الابصار والدر المختار والفتاوى الرضوية۔

اور اگر وہ صرف تفضیلی ہے یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل مانتا ہے تو اُس کے جنازے کی نماز بھی نہیں پڑھنی چاہیے کیونکہ متعدد حدیثوں میں بد مذہبوں کے بارے میں ارشاد ہوا: وَلَا تَصَلُّوْا عَلَيْهِمْ۔ ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو۔

(کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس رضی اللہ عنہ رقم الحدیث ۳۵۲۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۳۰)



آج کل کے شیعہ کم از کم تیرائی [صحابہ کرام کو برا بھلا کہنے والے] تو ضرور ہوتے ہیں لہذا آج کل جو کسی شیعہ کا جنازہ پڑھے تو وہ حرام کا مرتکب ہے۔ اس پر توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-12-2016

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافناء کنز الایمان یو کے

## شیعوں کے بیانات اور نوے سننے کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 10

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہمیں شیعہ سکالر کے لیکچر اور نوے سننے کی اجازت ہے جو کربلا کے متعلق ہوتے ہیں۔  
سائل: بلال فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَاب

شیعہ لوگوں کے بیانات اور نوے سننا ہرگز ہرگز جائز نہیں بلکہ حرام اور ایمان کے لیے زہر قاتل۔ ہمارا کریم رب عزوجل تو گمراہوں کے پاس خالی بیٹھنے سے بھی منع فرماتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔

وَإِمَّا يَنْزَغِ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦٨﴾

جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (انعام: 68)

ظالمین کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ملا جیون تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں۔ "دخل فيه الكافر"

والمبتدع والفاسق والقعود مع كلهم ممتنع" اس آیت کے حکم میں ہر کافر و مبتدع اور فاسق داخل ہیں

اور ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔ (التفسیرات لاحمدیہ تحت آیت ۶۸/۶ مطبع کریمی بمبئی، انڈیا ص ۳۸۸)

جب ان کے ساتھ بیٹھنا منع ہے تو ان کو سننا اور ان کی مجالس میں کثرت افراد کا سبب بننا یقیناً حرام بلکہ اشد حرام ہے۔ کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں: "من سود مع قوم فهو منهم" جس نے جس قوم کی کثرت بنائی وہ انہی

میں سے ہے۔ (تاریخ بغداد حدیث ۵۱۶۷ عبد اللہ بن عتاب دار الکتاب العربی بیروت ۴۱/۱۰)

اللہ و رسول اور صحابہ کرام کی جتنی توہین شیعہ اپنے پیکچروں میں کرتے ہیں، ان سب کا وبال شرعاً ان پر بھی ہے جو سننے جاتے اور ایسے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ قرآن عظیم کی نص قطعی نے ایسی جگہ سے فوراً ہٹ جانا فرض کر دیا جہاں کفر و الحاد پر مشتمل بیان کیا جا رہا ہو اور وہاں ٹھہرنا فقط حرام ہی نہ فرمایا بلکہ سنو تو صحیح رب کریم عز و جل کیا فرماتا ہے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا  
مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۚ إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ  
وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿۶۰﴾

اور بے شک اللہ تم پر کتاب میں اتار چکا کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جاتا اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو بے شک اللہ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔ (النساء: 140)

دیکھو! قرآن فرماتا ہے ہاں تمہارا رب رحمان فرماتا ہے جو ایسے جلسوں میں جائے ایسی جگہ کھڑا ہو وہ بھی انہیں کی مثل ہے۔

اس آیت مبارکہ کی شرح میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں۔ آہ آہ حرام تو ہر گناہ ہے یہاں تو اللہ واحد قہار یہ فرما رہا ہے کہ وہاں ٹھہرے تو تم بھی انہیں جیسے ہو۔ مسلمانو! کیا قرآن عظیم کی یہ آیات تم نے

منسوخ کر دیں یا اللہ عز و جل کی اس سخت وعید کو سچا نہ سمجھے یا کافروں جیسا ہونا قبول کر لیا۔ اور جب کچھ نہیں تو اُن



جمگھٹوں کے کیا معنی ہیں جو آریوں پادریوں کے لکچروں نداؤں پر ہوتے ہیں اُن جلسوں میں شرکت کیوں ہے جو خدا و رسول و قرآن پر اعتراضوں کیلئے جاتے ہیں۔

بھائیو! میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے کہ "إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلُهُمْ" تم بھی ان ہی جیسے ہو۔ اُن لکچروں پر جمگھٹ والے اُن جلسوں میں شرکت والے سب اُنہیں کافروں کے مثل ہیں وہ علانیہ بک کر کافر ہوئے۔ یہ (سننے والے) زبان سے کلمہ پڑھیں اور دل میں خدا اور رسول و قرآن کی اتنی عزت نہیں کہ جہاں اُن کی توہین ہوتی ہو وہاں سے بچیں تو یہ منافق ہوئے۔ جب تو فرمایا کہ اللہ انہیں اور انہیں سب کو جہنم میں اکٹھا کرے گا کہ یہاں تم لکچر دو اور تم سنو۔

(فتاویٰ رضویہ ج 1-2 ص 1016)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2017

## عز وجل کا معنی کیا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 11

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عز وجل کا معنی کیا ہے؟  
سائل: بلال فرام انڈیا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

یہ الفاظ اسم جلالت اللہ کے بعد لگائے جاتے ہیں یہ دو الفاظ ہیں اور دونوں فعل ماضی کے افعال ہیں۔



"عَزَّ" کا معنی وہ [اللہ] قوی و غالب ہے اور جَلَّ کا معنی متصف بالجلال اکمل یعنی صار جلیلا له الجلال والعظمة والكبرياء ہے یعنی وہ عظمیت کاملہ اور کبریائی والا ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

الجواب صواب والنجيب مشاب

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

شمس الہدی عفی عنہ

Date: 3-6-2016

خادم الافتاء كنز الايمان يوكے

## عقیدہ ختم نبوت اور مرزا غلام احمد قادیانی

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 12

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا عقیدہ ختم نبوت کیا ہے؟ اس کو مع الدلائل بیان فرمادیں پلیز۔ اور مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار کیوں کافر ہیں۔ ان کے عقائد کو بیان کر دیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

سائل: عبد اللہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

تمام مسلمانوں کا نبی الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عقیدہ یہ ہے کہ نبی اکرم، خاتم النبیین ہیں یعنی آپ آخری نبی ہیں اور اللہ عز و جل نے سلسلہ نبوت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کر دیا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا اس کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو سکتا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنا مانے یا اس کا امکان جانے، کافر ہے اور جو ایسے شخص کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ قطعی، ایمانی، قرآنی، یقینی، اذعانی، اجماعی عقیدہ ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۖ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

اور بخاری شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ" میں نبیوں میں سے آخری نبی ہوں۔ ("صحیح البخاری"، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم، الحدیث: ۳۵۳۵، ج ۲، ص ۴۸۵)

ترمذی شریف میں ہے کہ "وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي" میں نبیوں کا آخری ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ("سنن الترمذی"، کتاب الفتن، باب ما جاء لا تقوم الساعة... إلخ، الحدیث: ۲۲۲۶، ج ۴، ص ۹۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنَّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ "رسالت اور نبوت ختم ہو گئی اور میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ ہی کوئی نبی۔

("سنن الترمذی"، کتاب الرؤیا، باب ذهب النبوة وبقيت المبشرات، ج ۴، ص ۱۲۱، الحدیث: ۲۲۷۹)

اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن "المعتقد المنتقد" میں فرماتے ہیں۔

ومنها: أن يؤمن بأن الله ختم به النبيين.... وهذه المسألة لا ينكرها إلا من لا يعتقد نبوته؛ لأنه إن كان مصدقا بنبوته اعتقده صادقا في كل ما أخبر به، إذ الحجج التي ثبت بها بطريق التواتر نبوته ثبت بها أيضا أنه آخر الأنبياء في زمانه وبعده إلى القيامة لا يكون نبى، فمن شك فيه يكون شاكا فيها أيضا، وأيضا من يقول: إنه كان نبى بعده، أو يكون، أو موجود وكذا من قال: يمكن أن يكون، فهو كافر

("المعتقد المنتقد"، تكميل الباب، ص ۱۱۹-۱۲۰)

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

"محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا، ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقیناً قطعاً محال



و باطل جاننا فرض اجل و جزاء ایقان ہے (وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ) نص قطعی قرآن ہے اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شک کرنے والا، نہ شک کہ ادنیٰ ضعیف احتمال خفیف سے تو ہم خلاف رکھنے والا قطعاً جماعاً کافر ملعون مخلد فی البیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے اس عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی، کافر ہونے میں شک و تردد کو راہ دے وہ بھی کافر ہیں۔

اور درمختار میں ہے کہ جو ان خباثتوں پر مطلع ہو کر "مَنْ شَكَّ فِي عَذَابِهِ وَكُفِّرَ فَقَدْ كَفَرَ" ایسا عقیدہ رکھنے والے کے عذاب و کفر میں شک کرے، خود کافر ہے۔

("الدر المختار"، کتاب الجہاد، باب المرتد، ج ۶، ص ۳۵۶-۳۵۷ و "الفتاویٰ الرضویہ"، ج ۲، ص ۲۷۹)

### مرزا غلام احمد اور قادیانی

قادیانی لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے ماننے والے ہیں، اور مرزا غلام احمد وہ شخص جس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا۔ خود مدعی نبوت بننا کافر ہونے کے لیے کافی تھا کہ اس میں قرآن مجید کا انکار ہے کیونکہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآن نے خاتم النبیین قرار دیا، مگر اُس نے اتنی ہی بات پر اکتفا نہ کیا۔

اور انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں نہایت بیباکی کے ساتھ گستاخیاں کیں، خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ طیبہ طاہرہ صدیقہ مریم کی شانِ جلیل میں تو وہ بیہودہ کلمات استعمال کیے، جن کے ذکر سے مسلمانوں کے دل ہل جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی کی تقریباً ۸۰ اسی سے زائد کتابیں ہیں، جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں: "انجامِ آتھم"، "ضمیمہ انجامِ آتھم"، "کشتیِ نوح"، "ازالہ آوہام"، "دافع البلاء و معیار اہل الاصفاء"، "اربعین" اور "براہین احمدیہ" وغیرہا، "روحانی خزائن" نامی کتاب میں ان کتابوں کو ۲۳ تیس حصوں میں جمع کیا گیا ہے۔ نیز اس شیطان کے کئی اشتہارات ہیں جو تین ۳ حصوں میں جمع کئے گئے ہیں، اور مغالطات بھی ہیں، جنہیں ۱۰ حصوں میں "ملفوظات" کے نام سے جمع کیا گیا ہے۔



اب اس کی کتابوں سے اُس کے مغلف اقوال سُنیے۔ اور ہم نے اس کی عبارات کا عکس پیسٹ کر دیا ہے تاکہ کسی قسم کا کوئی شک نہ رہے۔

مرزا "ازالہ اوہام" صفحہ 533 میں لکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے "براہین احمدیہ" میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔

ایک شان نبوت ہی رکھتا ہے۔ غرض محدثیت دونوں رنگوں سے رنگی ہوئی ہے اسی لئے خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں بھی اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ اور یہ بھی

(ازالہ اوہام "صفحہ ۵۳۳، بحوالہ "روحانی خزائن"، ج ۳، ص ۳۸۶)

"انجام آتھم" صفحہ 52 میں لکھتا ہے: اے احمد! تیرا نام پورا ہو جائے گا قبل اس کے جو میرا نام پورا ہو۔

يَرْفَعُ اللَّهُ ذِكْرَكَ - وَيَتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - يَا أَحْمَدُ يَتِمُّ  
ما ہے خدا تیرے ذکر کو بلند کرے گا اور دنیا اور آخرت میں اپنی نعمت تیرے پر پوری کرے گا اے احمد تیرا نام پورا  
إِسْمُكَ وَلَا يَتِمُّ لِي شَيْءٌ إِلَّا بِإِذْنِكَ رَافِعُكَ إِلَيَّ - الْقِيَمَةُ عَلَيْكَ مَحَبَّةٌ مِنْهُ  
اور میرا نام پورا ہو گا جس کے بغیر میری کوئی شے نہیں ہو گی۔ میں نے اپنی رحمت کو تجھ پر ڈال دیا

("انجام آتھم" صفحہ ۵۲، بحوالہ "روحانی خزائن"، ج ۱، ص ۵۲)

نبی الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں جو آیتیں تھیں اس نے انہیں اپنے اوپر بجالایا۔  
"انجام" صفحہ ۷۸ میں کہتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ﴿١٠٤﴾

تجھ کو تمام جہان کی رحمت کے واسطے روانہ کیا۔ "رحمت میں ہوں۔ نیز یہ آیه کریمہ (وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ) سے اپنی ذات مراد لیتا ہے۔

"دافع البلاء" صفحہ ۶ میں ہے: مجھ کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: أَنْتَ مِثِّي بِمَنْزِلَةِ أَوْلَادِي أَنْتَ مِثِّي وَأَنَا مِثُّكَ یعنی اے غلام احمد! تو میری اولاد کی جگہ ہے تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔

اننت متی بمنزلۃ اولادہ - انت متی وانا منک۔  
 تو مجھ سے ایسا ہی جیسا کہ اولاد۔ تو مجھ میں سے ہو اور میں تجھ میں سے ہوں۔

”ازالہ اوہام“ صفحہ 688 لکھتا ہے: محمد مصطفیٰ ﷺ کے الہام و وحی غلط نکلی تھیں۔

جو عملی طور پر سکھاتے نہیں جاتے اور نہ ان کی عزائمات مخفیہ سمجھائی جاتی ہیں۔ انبیاء سے بھی اجتماع کے وقت امکانِ سہوہ خطا ہے۔ مثلاً اس خواب کی بناء پر جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے جو بعض مومنوں کے لئے موجب ابتلاء کا ہوتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا قصد کیا اور کئی دن تک منزل اور منزل طے کر کے اس بلوہ مبارکہ تک پہنچے مگر کفار نے طواف خانہ کعبہ سے روک دیا اور اس وقت اس درؤا کی تعبیر ظہور میں نہ آئی۔ لیکن کچھ شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی امید پر یہ سفر کیا تھا کہ اب کے سفر میں ہی طواف میسر آ جائے گا اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب وحی میں داخل ہے لیکن اس وحی کے اصل معنی سمجھنے میں غلطی ہوئی اس پر مستند نہیں کیا گیا تھا تبھی تو خدا جلنے کئی روز تک مصائب سفر اٹھا کر مکہ معظمہ میں پہنچے۔

ازالہ اوہام کے صفحہ 8 میں ہے: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیش گوئیاں بھی اُس صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں، جس صورت پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں اُمید باندھی تھی، غایت مافی الباب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔

”ازالہ اوہام“ کے صفحہ 750 میں ہے: سورہ بقرہ میں جو ایک قتل کا ذکر ہے کہ گائے کی بوٹیاں لغش پر مارنے

سے وہ مقتول زندہ ہو گیا تھا اور اپنے قاتل کا پتا دے دیا تھا، یہ محض موسیٰ علیہ السلام کی دھمکی تھی اور علمِ مسمریزم تھا۔



اب اس قصہ سے واقعی طور پر بلاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف ایک دھمکی تھی کہ بلا جو رہیدل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے۔ لیکن اسی تباہی سے عالم الغیب کا بجز ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تلویطیں وہی لوگ کرتے ہیں کہ جن کو عالم ملکوت کے اسرار سے محروم نہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق علم عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ مخلوقات

مسمریزم وہ علم ہے کہ جسے ڈاکٹر مسمر نے ایجاد کیا تھا جو آسٹریا میں رہتا تھا۔ یہ ایسا ایک علم جس میں تصور یا خیال کا اثر دوسرے کے دل پر ڈال کر پوشیدہ اور آئندہ کے حالات پوچھے جاتے ہیں۔ ("فیروز اللغات"، ص ۱۲۷)

ازالہ اوہام کے صفحہ 753 میں لکھتا ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چار پرندے کے معجزے کا ذکر جو قرآن شریف میں ہے، وہ بھی اُن کا مسمریزم کا عمل تھا۔

کہ جو قرآن کریم میں چار پرندوں کا ذکر رکھا ہے کہ اُن کو اجزا متفرق یعنی جدا جدا کر کے چار پہاڑوں پر چھوڑا گیا تھا اور پھر وہ بلا نے سے آگئے تھے یہ بھی عمل الترب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عمل الترب کے تجارب بتلا رہے ہیں کہ انسان میں بھی کائنات الارض کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایک قوت مقناطیسی ہے اور ممکن ہے کہ انسان کی قوت مقناطیسی اس حد تک ترقی کرے کہ کسی پرند یا چند کو صرف توجہ سے اپنی طرف کھینچ لے۔ فتدبرہ لا تغفل۔

"ازالہ اوہام" کے صفحہ 629 میں ہے: ایک بادشاہ کے وقت میں چار سونبی نے اُس کی فتح کے بارے میں پیشگوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے، اور بادشاہ کو شکست ہوئی، بلکہ وہ اسی میدان میں مر گیا۔



”اربعین“ نمبر 2 صفحہ 13 پر لکھا ہے: کامل مہدی نہ موسیٰ تھا نہ عیسیٰ۔

ہے۔ مہدی کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک پہلو سے آدمِ وقت پر حقیقی اور کامل مہدی نہ موسیٰ تھا کیونکہ اس نے صحیفہ ابراہیم وغیرہ پڑھے تھے۔ اور نہ عیسیٰ تھا کیونکہ اس نے توریت اور صحیفہ انبیاء پڑھے تھے۔ حقیقی اور کامل مہدی دنیا میں صرف ایک ہی

ان اولوالعزم مرسلین کا ہادی ہونا درکنار انہیں ہدایت یافتہ بھی نہ مانا۔ نعوذ باللہ  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گستاخیاں: اب خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں جو گستاخیاں اس نے کیں۔ اُن  
میں سے چند یہ ہیں۔

اپنی کتاب ”معیار“ صفحہ 13 میں لکھتا ہے: اے عیسائی مشر یو! اب ربنا مسیح مت کہو اور دیکھو کہ آج تم میں  
ایک ہے، جو اُس مسیح سے بڑھ کر ہے۔

شفاعتِ مسیح۔ اے عیسائی مشر یو! اب ربنا مسیح مت کہو۔ اور دیکھو کہ آج تم میں ایک مسیح  
ہو اُن مسیح سے بڑھ کر ہے۔ اور اے قومِ شیعہ! پھر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے

اپنی کتاب معیار کے صفحہ 13-14 میں لکھتا ہے: خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا، جو اُس پہلے مسیح  
سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا، تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا  
مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے، جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ  
میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔

اُس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا۔ خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اُس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔ تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے اے عزیزو! یہ بات غصہ کرنے کی نہیں۔ اگر

اپنی کتاب "کشتی نوح" کے صفحہ 13 میں لکھتا ہے: مثیل موسیٰ، موسیٰ سے بڑھ کر اور مثیل ابن مریم، ابن مریم

سے بڑھ کر۔



اپنی کتاب "دافع البلاء" ص ۱۵ میں لکھتا ہے۔ خدا تو بہ پابندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے، لیکن ایسے شخص کو دوبارہ کسی طرح دنیا میں نہیں لاسکتا، جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔

گیا کس قدر ظلم ہو۔ خدا تو بیا بندی اپنے وعدوں کے ہر چیز پر قادر ہے۔ لیکن ایسے شخص کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔

"کشتی نوح" ص 56 میں لکھتا ہے: مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، کہ اگر مسیح

ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کلام جو میں کر سکتا ہوں، وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔



ایلیا نبی۔ اور مجھے قسم ہے اُس ذات کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہو کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا۔ اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہوا ہے میں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔ اور خدا کا فضل اپنے سے زیادہ مجھ پر پاتا۔ جبکہ میں ایسا ہوں تو اِث

”اعجاز احمدی“ ص 13 میں لکھتا ہے۔ یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور ان کی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں، بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے، کیونکہ قرآن نے اُس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل اُن کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی، بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔

مگر یہ لوگ صرف من گھڑت باتیں پیش کرتے ہیں۔ اور یہود تو حضرت عیسیٰ کے معاملہ میں اور انکی پیشگوئیوں کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی انکا جواب دینے میں حیران ہیں بغیر اسکے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسیٰ نبی ہے کیونکہ قرآن نے اسکو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل انکی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطال نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ یہ

اس کلام میں یہودیوں کے اعتراض کا صحیح ہونا بتایا اور قرآن عظیم پر بھی ساتھ لگے یہ اعتراض جمادیا کہ قرآن ایسی بات کی تعلیم دے رہا ہے جس کے بطلان پر دلیلیں قائم ہیں۔

اعجاز احمدی کے ص 14 میں لکھتا ہے: عیسائی تو اُن کی خدائی کو روتے ہیں، مگر یہاں نبوت بھی اُن کی ثابت نہیں۔

انکی نبوت پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں۔ عیسائی تو انکی خدائی کو روتے ہیں مگر یہاں نبوت بھی اُن کی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہائے کس کے آگے یہ ماتم لیجائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام



اُسی کتاب کے ص 24 پر لکھا: کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔

آپ نے رجوع کر لیا کیونکہ انبیاء غلطی پر قائم نہیں رکھے جاتے۔ اور میں نے شیطانی و سو مسخر  
انجیل کی تحریر سے کہا ہر کیونکہ انجیل سے ثابت ہے کہ کبھی کبھی آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے

اعجازی احمدی کے صفحہ 24 میں لکھا: اُن کی اکثر پیش گوئیاں غلطی سے پڑ ہیں۔

جس نے کبھی نہ کبھی اپنے اجتہاد میں غلطی نہ کھائی ہو۔ مثلاً حضرت مسیح جو خدا بنائے گئے اُن کی  
اکثر پیشگوئیاں غلطی سے پڑ ہیں۔ مثلاً یہ دعویٰ کہ مجھے داؤد کا تخت ملے گا۔ بجز اسکے ایسے دعویٰ

اعجازی احمدی کے صفحہ ۱۴ لکھتا ہے: ہائے! کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تین  
پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔

نبوت بھی اُن کی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
کی تین پیشگوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ آج کل زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کرے

اس سے ان کی نبوت کا انکار ہے۔

”دافع البلاء“ ٹائٹل پیج صفحہ ۳ پر لکھتا ہے: ہم مسیح کو بیشک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے  
اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا واللہ تعالیٰ اعلم، مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا، حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب بھی آیا،  
مگر بروز کے طور پر خا کسار غلام احمد از قادیان

آنکھیں ہیں کہ ثابت ہو کہ سچا منجی کون ہے۔ ہم مسیح ابن مریم کو بیشک ایک راستہ باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم۔ مگر وہ حقیقی منجی نہیں تھا۔ یہ اُسپر تہمت ہے کہ وہ حقیقی منجی تھا۔ حقیقی منجی ہمیشہ اور قیامت تک نجات کا پھل کھلانے والا وہ ہے جو زمین حجاز میں پیدا ہوا تھا اور تمام دنیا اور تمام زمانوں کی نجات کے لئے آیا تھا اور اب بھی آیا مگر بروز کے طور پر۔ خدا اُس کی برکتوں سے تمام زمین کو متمتع کرے۔ آمین

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

"ضمیمہ انجام آتھم" ص ۷ میں لکھا: آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے، ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اُس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اُس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا۔ کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

نیز اس رسالہ "ضمیمہ انجام آتھم" میں اُس مقدس و برگزیدہ رسول پر اور نہایت سخت سخت حملے کیے،



مثلاً شریر، مکار، بد عقل، فحش گو، بد زبان، جھوٹا، چور، خلل دماغ والا، بد قسمت، زرافربی، پیر و شیطان۔  
حد یہ کہ صفحہ ۷ پر لکھا: (آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں، جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔

**آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط**

ہر شخص جانتا ہے کہ دادی باپ کی ماں کو کہتے ہیں تو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے باپ کا ہونا بیان کیا، جو قرآن کے خلاف ہے۔

اور دوسری جگہ یعنی "کشتی نوح" صفحہ ۱۶ میں تصریح کر دی یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں، یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔



غرض اس دجال قادیانی کی جھوٹی اور بیہودہ باتیں کہاں تک گنی جائیں کہ دیکھو اس نے ایسے نبی اولوالعزم جن کے فضائل قرآن میں مذکور ہیں کے بارے میں کیسے گندے جملے بکے۔ یہی وجہ ہے مرزا غلام احمد یہ سب کچھ بک کر کافر ہوا اور اس کے پیرو اس کو مسلمان جان کر کافر ٹھہرے۔ بلکہ علمائے اسلام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جو ان کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-11-2017



## غیر مسلم کے لیے کوئی دعا نہیں کر سکتے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 13

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مسلم کے لیے کوئی دعا نہیں کر سکتے اور کوئی کر سکتے ہیں؟  
سائل: شاہد فرام لوٹن - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

غیر مسلم کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا ہرگز ہرگز نہیں کر سکتے اور ہدایت کی دعا کرنے میں حرج نہیں۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ "وَلَا يَدْعُو لِلدَّيْنِ بِالْمَغْفِرَةِ وَلَوْ دَعَا لَهُ بِالْهُدَى جَاَزَ لَآَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ كَذَا فِي التَّبْيِيْنِ" کافر کے لیے مغفرت کی دعا ہرگز ہرگز نہ کرے، ہدایت کی دعا کرنا جائز ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے خود کافروں کے لیے دعا ہدایت فرمائی کہ اے اللہ! ان کو ہدایت دے جو نہیں جانتے۔ [الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الکراہیۃ، الباب الرابع عشر فی اهل الذمۃ، ج ۵، ص ۳۳۸]

حضرت طفیل بن عمرو دوسی نے اپنی قوم کی شکایت کی اور عرض کی: یا رسول اللہ! دوس کے خلاف دعا کیجئے تو نبی کریم ﷺ نے ہدایت کی دعا فرمائی: "اَللّٰهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَاَتَ بِهِمْ" خدایا! دوس کو ہدایت فرما اور ان کو یہاں لے آ۔ [صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الدعاء للمشرکین بالہدی لیتألفہم، الحدیث: ۲۹۳۷، ج ۲، ص ۲۹۱]

اسی طرح جب قبیلہ ثقیف کے پتھروں سے بہت مسلمان شہید ہوئے صحابہ نے گزارش کی ان کے خلاف دعا کیجئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِیْفًا" خدایا! ثقیف کو ہدایت فرما۔ [سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب فی ثقیف و بنی حنفیۃ، الحدیث: ۳۹۶۸، ج ۵، ص ۴۹۲]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 15-5-2016

## غیر مسلموں کو سلام کہنا چاہیے یا نہیں؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 14

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہم کفار کو سلام کر سکتے ہیں کیونکہ عموماً آفس وغیرہ میں ان سے پالا پڑتا ہے اور اگر یہ سلام کریں تو جواب کیسے دینا چاہیے؟  
سائل: قاسم فرام ہیلی فیکس۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کفار کو بے ضرورت سلام کرنے میں ابتداء کرنا ناجائز ہے۔ اگر کسی حاجت و ضرورت کی وجہ سے ان کو سلام کرنا پڑے تو ہرگز ہرگز تعظیم کا قصد نہ کرے بلکہ بلا قصد تعظیم سلام کرے مگر ایسی حالت میں بھی اولیٰ و احسن یہی ہے کہ کسی کافر کو سلام نہ کرے۔ یہاں انگلینڈ میں انگریزوں کو لفظ سلام سے (Greeting) کرنے میں کسی ضرورت میں بھی کوئی حاجت نہیں کیونکہ ان کے ہاں یہ رائج ہی نہیں لہذا ان کو سلام کرنے کی ضرورت پیش آئے بھی تو انگلش میں (Greeting) وغیرہ الفاظ سے گزارہ کر لے۔ اور جہاں تک جواب کا تعلق ہے تو اگر کافر (Greet) یا کسی اور لفظ سے سلام کریں تو جواب میں اسی طرح کے الفاظ بولے جائیں اور اگر وہ لفظ سلام سے سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے مگر جواب میں صرف علیکم ہی کہے۔ اگر وہ اس کو استہزاء خیال کرے تو لفظ سلام سے بھی جواب دے سکتا ہے۔

کفار کو سلام میں ابتداء کرنا ناجائز ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ کافر کو بے ضرورت ابتداء بسلام ناجائز ہے اور ہندوستان میں وہ طرق تحیت جاری ہیں کہ بضرورت بھی انھیں سلام شرعی کرنے کی حاجت نہیں مثلاً یہی کافی کہ

لالہ صاحب، بابو صاحب، منشی صاحب، یا بے سر جھکائے سر پر ہاتھ رکھ لینا وغیرہ لک۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۳۱۶]



اگر وہ لفظ سلام کے علاوہ کسی اور لفظ سے سلام کریں تو جواب بھی انہیں الفاظ میں دیا جائے یعنی Greet وغیرہ میں جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ کافر اگر بے لفظ سلام سلام کرے تو ایسے ہی الفاظ رائجہ جواب میں بس ہیں۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۳۱۶]

اور اگر وہ کافر لفظ سلام کے ساتھ سلام کرے تو جواب میں وعلیکم کہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ "وَلَا بُأْسَ بِرَدِّ السَّلَامِ عَلَى أَهْلِ الذِّمَّةِ، وَلَكِنْ لَا يُزَادُ عَلَى قَوْلِهِ وَعَلَيْكُمْ" ہاں اگر ذمی سلام کریں تو اس کا جواب دینے میں حرج نہیں مگر وعلیکم سے زیادہ نہ کہے۔

["الفتاویٰ الہندیہ"، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع فی السلام، ج ۵، ص ۳۲۵]

اگر وہ وعلیکم کے لفظ کو مذاق و استہزاء سمجھتا ہے تو جو مناسب سمجھے ان الفاظ میں جواب دے اگرچہ لفظ سلام سے دے۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ اور وہ کافر بھی اسے جواب سلام نہ سمجھے گا بلکہ اپنے ساتھ استہزاء خیال کرے گا تو جس لفظ سے مناسب جانے جواب دے لے اگرچہ سلام کے جواب میں سلام ہی کہہ کر۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۳۱۶]

کافر کو تعظیم کی وجہ سے سلام کرنا کفر ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ وَلَوْ سَلَّمَ عَلَى الذِّمِّيِّ تَبْجِيلًا يَكْفُرُ لِأَنَّ تَبْجِيلَ الْكَافِرِ كُفْرٌ "اگر کسی مسلمان نے تعظیم کی نیت سے کافر کو سلام کیا تو وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

["الدر المختار"، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل فی البیع، ج ۹، ص ۶۸۱]

اور بہار شریعت میں ہے کہ کافر کو اگر حاجت کی وجہ سے سلام کیا، مثلاً سلام نہ کرنے میں اس سے اندیشہ ہے تو حرج نہیں اور بقصد تعظیم کافر کو ہرگز ہرگز سلام نہ کرے کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

[بہار شریعت ج ۳ حصہ ۱۶ مسئلہ ۱۶ ص ۳۶۲]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری  
Date: 20-4-2017

## عرش و کرسی کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 15

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ عز و جل کی عرش و کرسی کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ کیا ہے۔  
سائل: قمر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

عرش کا لغوی معنی بادشاہ کا تخت ہے اور عرش الہی کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ حق یعنی وہ موجود ہے۔ کیونکہ اللہ عز و جل نے اس کا قرآن میں ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ" وہ جو عرش اٹھاتے ہیں اور جو اس کے گرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے۔  
[سورۃ المؤمن: 7]

اور اس کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا "وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ" اور مالک بڑے عرش کا

[سورۃ المؤمنون: ۸۶]

اور کرسی کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ کرسی بھی حق ہے یعنی موجود ہے اور یہ عرش کے سامنے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا قرآن پاک میں ذکر فرمایا۔ "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ" اس کی کرسی میں آسمان اور زمین سمائے ہوئے ہیں۔  
[البقرہ: 255]

اور عقیدہ طحاویہ میں ہے کہ "وَالْعَرْشُ وَالْكُرْسِيُّ حَقٌّ" [عقیدہ طحاویہ]

اس کی شرح میں علامہ محمد بن محمد الباہر قی فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے فرمایا کہ کرسی سے علم الہی مراد ہے اور

عرش سے بادشاہت۔ یہ اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ



"المذهب الصحيح عند علمائنا ان كل ما ثبت بالكتاب والسنة ولا يتعلق به العمل فانه لا يجب الاشتغال بتاويله بل يجب الاعتقاد بثبوته وحقيقة المراد به" ہمارے علماء اہل سنت کے نزدیک مذہب صحیح یہ کہ ہر وہ چیز جو قرآن و سنت سے ثابت ہو اور عمل سے متعلق نہ ہو تو اس کی تاویل میں نہ پڑنا واجب ہے بلکہ اس کے ثبوت اور اس کی مراد کی حقیقت پر ایمان واجب۔

[شرح عقیدہ طحاویہ لا کمل الدین محمد بن محمد الباہر ترمذی ص ۹۳]

واضح ہو گیا کہ عرش و کرسی کی کسی چیز سے تاویل نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے وجود پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ مزید یہ کہ عرش و کرسی کی شکل و صورت قرآن و حدیث نے بیان نہ فرمائی۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن المملفوظ میں فرماتے ہیں کہ کرسی کی صورت اہل شرع و حدیث نے کچھ ارشاد نہ فرمائی۔ فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ آٹھواں آسمان ہے۔ ساتوں آسمانوں کو محیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے۔ تمام کو اکب ثابتہ (یعنی) اُسی میں ہیں، مگر شرع نے یہ نہ فرمایا۔

اسی طرح عرش کو جہلائے فلاسفہ کہتے ہیں کہ نواں آسمان ہے اور اس کو "فلک اطلس" کہتے ہیں کہ اس میں کوئی کوکب (یعنی بڑا تارا) نہیں، مگر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام آسمان و زمین کو محیط (یعنی گھیرے ہوئے) ہے اور اس میں پائے ہیں یا قوت کے۔ اس وقت تو چار فرشتے اس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہیں اور قیامت کے دن آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔ اور یہ تو قرآن عظیم سے ثابت ہے۔ "وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَنِيَّةٌ" اور اٹھائیں گے تیرے رب کے عرش کو اپنے اوپر اس دن آٹھ (فرشتے) (پ ۲۹، الحاقہ: ۱۷)

ان فرشتوں کے پاؤں سے زانوؤں تک پانچ سو برس کی راہ کا فاصلہ ہے "آيَةُ الْكُرْسِيِّ" کو اسی وجہ سے آيَةُ الْكُرْسِيِّ کہتے ہیں کہ اس میں "کرسی" کا ذکر ہے: "وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضَ" اس کی کرسی آسمان و زمین کی وسعت رکھتی ہے۔ (پ ۳، سورۃ البقرہ: ۲۵۵)

کرسی بہت وسیع ہے۔ یہ سب زمین و آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں کہ ایک میدان میں ایک چھلا پڑا سیدی

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن المملفوظ میں مزید فرماتے ہیں اور صحیح حدیث میں آیا کہ "یہ

سب کرسی کے سامنے ایسا ہے کہ ایک لُق و دَق (یعنی چٹیل) میدان میں جس کا کنارہ نظر نہیں آتا ایک چھلا پڑا ہو "مَا السَّمُوتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُونَ السَّبْعُ مَعَ الْكُرْسِيِّ إِلَّا كَحَلَقَةٍ مُلْقَاةٍ فِي أَرْضٍ فُلَاةٍ" اور یہ سب زمین و آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں کہ ایک لُق و دَق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

[تفسیر در المنثور، البقرة، تحت الاية ۲۵۵، ج ۲، ص ۱۸ / ملفظات اعلیٰ حضرت ص ۵۰۹]

جب ہر چیز فنا ہو جائے گی جو سات چیزیں کو فنا نہیں ان میں عرش و کرسی بھی شامل ہیں جیسا کہ حاشیہ شرح عقائد نسفیہ میں ہے کہ [لا تفنیان] قال أهل السنة والجماعة نصرهم الله: سبعة لا تفنى العرش والكرسي واللوح والقلم والجنة والنار بأهلها والأرواح. يدل عليه قوله تعالى (وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمُوتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ) [النمل: 87]، یعنی الجنة والنار بأهلها من ملائكة العذاب والمحور العين، کہا فی "بحر الکلام"، کذا فی "الجوهرة المنيفة"

[حاشیہ شرح عقائد نسفیہ مطبوعہ مکتبہ المدینہ ص ۲۵۰]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-5-2016

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافاء کنز الایمان یو کے

کر سچن اور جیوز کو ایمان والا کہنے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 16

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو کر سچن اور جیوز کو ایمان والا کہے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟  
سائل: سلیمان فرام انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّورَ وَالصَّوَابَ

کریسچن اور جیوز (یہودی) کافر ہیں اور کافر کو کافر جاننا ضروریاتِ دین سے ہے۔ اگر کوئی ان کو کافر نہ مانے بلکہ ایمان والا جانے اس سے وہ خود کافر ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل نے کافر کو کافر کہنے کا حکم دیا: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ۔ اے نبی! فرما دیجئے اے کافرو! [پ ۳۰، الکافرون: ۱]

اور امام قاضی عیاض قدس سرہ "شفا شریف" میں فرماتے ہیں کہ "الإجماع على كفر من لم يكفر أحداً من النصارى واليهود وكل من فارق دين المسلمين أو وقف في تكفيرهم أو شك، قال القاضي أبو بكر: لأن التوقيف والإجماع اتفاقاً على كفرهم فمن وقف في ذلك فقد كذب النص والتوقيف أو شك فيه، والتكذيب والشك فيه لا يقع إلا من كافر" اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصاریٰ یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہو نیوالے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ و اجماع امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص و شریعت کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔ (الشفاء بتعريف حقوق المصطفى فصل في تحقيق القول في اكفار المتأولين المطبعة الشرية الصحافية ۲/ ۲۹۷)

اور کریسچن اور یہود کوئی ضروریاتِ دین کے منکر ہیں مثلاً اللہ عزوجل کے لیے اولاد کا یقین اور تین خداؤں کا عقیدہ وغیرہ اور جو کسی منکر ضروریاتِ دین کو کافر نہ مانے خود کافر ہو جائے گا جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ "جو کسی منکر ضروریاتِ دین کو کافر نہ کہے آپ کافر ہے" (فتاویٰ رضویہ ج ۱۵، ص ۴۴۳-۴۴۴)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 17-2-2016

الجواب صحیح والمحبب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء كنز الايمان یو کے

## کرسمس کے موقع پر تحائف کا تبادلہ اور مسلمانوں میں دعوتوں کا سلسلہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 17

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرسمس کے موقع پر کرچن گوروں کو مبارک دینا یا میری کرسمس کہنا کیسا ہے اور اس موقع پر گوروں کو تحفے دینا یا ان سے لینا کیسا؟ انگلینڈ میں رہنے والے مسلمان کرسمس کی چھٹیوں کے دوران مسلم فیملیز کی پارٹیز کرتے ہیں یعنی گھروں میں دعوتوں کا سلسلہ ہوتا ہے اور یہ کلچر بڑھتا جا رہا ہے لیکن وہ یہ سب کچھ کرسمس منانے کے لیے نہیں بلکہ چھٹیاں منانے کے لیے کرتے ہیں تو ایسا کرنا کیسا؟

سائل: ایک بھائی - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کرسمس کفار کا تہوار (Festival) ہے۔ اس موقع پر کرسمس کی وجہ سے کسی کو بھی مبارک باد دینا یا (Christmas Happy) یا (Merry Christmas) کہنا گناہ و ناجائز ہے جبکہ کرسمس کو لائق تعظیم نہ جانتا ہو۔ کرسمس منانا اور اس موقع پر مذکور بالا الفاظ کہنا ان کے ساتھ مشابہت ہے اور حدیث میں ان کے ساتھ مشابہت رکھنے والے کو انہیں میں سے کہا گیا جیسا کہ حدیث میں آیا جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ انہیں میں سے ہے۔

(ابوداؤد باب فی لبس الشہرہ رقم 4031)

اور اسی طرح کرسمس کی وجہ سے کفار کو تحائف دینا اور ان سے لینا ناجائز و گناہ ہے اگرچہ اس دن کو قابل تعظیم

نہ جانتا ہو۔



جیسا کہ درمختار میں ہے۔ "وَالْإِعْطَاءُ بِاسْمِ النَّيِّرُوزِ وَالْمِهْرَجَانِ لَا يَجُوزُ أَمَّا الْهَدَايَا بِاسْمِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ حَرَامٌ" نیروز و مہرجان (مجوسیوں کی عیدوں) کے نام پر تحائف دینا حرام ہے۔

(درمختار باب مسائل شنی ص 754)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: نیروز، مہرگان (آتش پرستوں کے تہوار) کے نام پر تحائف کا دینا حرام اور کافروں کے تہواروں کی تعظیم مقصود ہو تو کفر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 14 ص 673 ملخصاً)

اور جہاں تک کرسمس کی چھٹیوں میں مسلمانوں کے آپس میں دعوتیں رکھنے کا تعلق ہے تو انگلینڈ کے عرف سے واقف لوگ جانتے ہیں کہ یہاں بہت (Busy life) ہے صرف چھٹیوں کے موقع پر ہی ایک دوسرے سے ملنے کا موقع ملتا ہے اور کرسمس کے موقع پر دو تین ہفتوں کی چھٹیاں ہوتی ہے اور ان چھٹیوں میں اپنے رشتے داروں سے ملنا منع نہیں ہے۔ مگر ان چھٹیوں کو بالکل کافروں کی طرح منانا اور گھروں کو سجانا اور کافروں کی پیروی میں دعوتوں کا سلسلہ کرنا ضرور ناجائز ہوگا۔

جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔ "وَيُخْرِجُهُ إِلَى نَيْرُوزِ الْمَجُوسِ وَالْمُؤَافَقَةِ مَعَهُمْ فَيَمَافَعُلُونَ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ" کافروں کے تہوار نیروز کی طرف نکلنا اور ان کے افعال جو وہ اس دن کرتے ہیں ان میں ان کی موافقت کرنا (ناجائز ہے)

(بحر الرائق باب احکام المرتدین ج 5 ص 133 دار الکتب العلمیہ)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

الجواب صحیح والجبیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## کفار سے دوستی رکھنا کیسا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاء 18

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کفار سے موالات یعنی ان کو دوست بنانا جائز ہے اور کہاں تک ہم ان سے تعلقات رکھ سکتے ہیں؟  
سائلہ: سونیہ فرام انڈیا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

موالات یعنی کفار کو دوست بنانا اور ان سے محبت کے یارانے کا ٹھنڈا ہر کافر، ہر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی ہو یعنی مسلم ملک میں اسلام کا مطیع ہو کر رہتا ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ - تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔  
[المجادلہ: ۲۲]

ان سے ترک موالات کا خود قرآن عظیم نے حکم فرمایا، صرف ایک دو، دس بیس جگہ تاکید نہ فرمائی بلکہ بکثرت جگہ جگہ کان کھول کھول کر تعلیم فرمائی اور باری تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَلًا ۖ وَدُّوْا مَا عَيْنُكُمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ ۚ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ

اے ایمان والو! غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری بُرائی میں کمی نہیں کرتے اُن کافروں کی آرزو ہے جتنی

ایذا تمہیں پہنچے دشمنی ان کی باتوں سے جھلک اُٹھی اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے۔ ہم نے نشانیاں تمہیں کھول



کر سنا دیں اگر تمہیں عقل ہو۔

اس کے تحت صدر الافاضل فرماتے ہیں کہ بعض مسلمان یہود سے قرابت اور دوستی اور پڑوس وغیرہ تعلقات کی بنا پر میل جول رکھتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کفار سے دوستی و محبت کرنا اور انہیں اپنا راز دار بنانا ناجائز و ممنوع ہے۔

[تفسیر خزان العرفان]

حتیٰ کہ موالاتِ صوریہ [کفار سے دوستی بظاہر ہونہ کہ حقیقتہً] بھی حقیقیہ کی طرح حرام ہے۔ کما حقہ امامی و سیدی امام احمد رضا خان فی الفتاویٰ الرضویہ۔

اور صرف معاملت [خرید و فروخت اور ان کو نوکر رکھنا اور ان کے ہاں نوکری کرنا وغیرہ] ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اس میں نہ کوئی گناہ کا کام نہ ہی اسلام و شریعت نقصان ہو۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۳۱]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 9-2-2016

الجواب صحیح والجبب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافاء کنز الایمان یو کے

## کفار کی نابالغ اولاد کے حوالے سے فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 19

اگر کسی کافر والدین کا بچہ نابالغی میں فوت ہو جائے تو اس کے بارے میں ہمارا کیا عقیدہ ہونا چاہیے کیا اس کو

سائل: عادل یو کے

مسلمان سمجھا جائے گا اور وہ جنت میں جائے گا؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَّ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

دنیاوی معاملات میں تو کافر والدین کا ایسا نابالغ بچہ جسے بُرے بھلے کی تمیز نہ ہو وہ والدین کے تابع ہے یعنی اس کے ساتھ کافروں جیسا سلوک کیا جائے کہ نہ اس کو غسل و کفن دیں گے اور نہ اس کے لیے جنازہ و دعا کی جائے گی اور نہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ مگر آخرت میں اس کے ساتھ کیا ہوگا؟ اس حوالے سے علماء کرام کے نو یا دس مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ مشرک یا کافر کا وہ نابالغ بچہ جو نا سمجھ تھا جسے بُرے بھلے کی تمیز نہیں تھی اگر اسی حال میں مر گیا تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے مگر وہ اہل جنت کا خادم ہوگا کہ ہمارا رب بہت رحیم و کریم ہے وہ بغیر قصور کسی کو عذاب نہیں دیتا۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس حوالے سے توقف مشہور ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں۔ **فَاِنَّهُمْ مُّشْرِكُوْنَ شَرُّ عَاثِيَ بِطَرِيقِ التَّبَعِيَّةِ مَنْحٌ فَالْمَعْنٰى اَنَّهُمْ يُعَامَلُوْنَ شَرُّ عَاثِيَ مُعَامَلَةً اَبَائِهِمْ اَمَّا حُكْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ فَفِيْهِ اَقْوَالٌ عَشْرَةٌ اَحَدُهَا اَنَّهُمْ خَدَمُ اَهْلِ الْجَنَّةِ. وَالْمَشْهُوْرُ عَنْ الْاِمَامِ التَّوْقُفِ۔** وہ تابع ہونے کی وجہ سے مشرکین ہی ہوں گے یعنی ان کے ساتھ دنیا میں ان کے آباء کا سلوک ہی کیا جائے گا۔ [یعنی غسل و کفن نہیں دیا جائے گا اور جنازہ بھی نہیں پڑھایا جائے گا] بہر حال آخرت میں ان کے بارے میں دس اقوال ہیں ایک یہ ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے اور امام اعظم سے مشہور توقف ہے یعنی اللہ عز و جل ہی ان کے حالت کو بہتر جانتا ہے۔

بالغ یا سمجھ دار نابالغ کسی کا تابع نہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ اور تابع ہونے میں یہ شرط ہے کہ خود وہ بچہ اس قابل نہ ہو کہ اسلام و کفر میں تمیز کر سکے اور سمجھ وال ہے تو اسلام و کفر میں کسی کا تابع نہیں۔ [بہار شریعت ج ۲ حصہ ۷ ص ۹۳]

نابالغ غیر سمجھ دار کو حقیقی کافر نہیں کہیں گے۔ کیونکہ کفر اس سے صادر نہیں ہوا اور تبعیت صرف دنیاوی احکام میں

ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ نا سمجھ بچے کو بہ تبعیت والدین یا دار کافر کہنے کے



ہرگز ہرگز یہ معنی نہیں کہ وہ حقیقتہً کافر ہے کہ یہ تو بدابہت باطل۔ وصف کفر یقیناً اس سے قائم نہیں، بلکہ اسلام فطری سے متصف ہے کما قدمنا۔ یہ اطلاق صرف از روئے حکم ہے یعنی شرعاً اس پر وہ احکام ہیں جو اس کے باپ یا اہل دار پر ہیں وہ بھی نہ مطلقاً بلکہ صرف دنیوی، مثلاً وہ اپنے کافر مورث کا ترکہ پائے گا نہ مسلم کا، کافر وارث کو اس کا ترکہ ملے گا نہ مسلم کو، کافر سے اس کا نکاح ہو سکتا ہے نہ مسلمہ سے، وہ مرجائے تو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھیں گے، مسلمانوں کی طرح غسل و کفن نہ دیں گے، مقابر مسلمین میں دفن نہ کریں گے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۸ ص ۴۵۰]

اور کفار کی نہ سمجھ اولاد کے بارے میں جو مختلف اقوال کتب عقائد میں موجود ہے وہ یہ ہیں۔ مرقاۃ میں ہے کہ فقیل إنہم من أهل النار تبعاً للأبوين وقیل من أهل الجنة نظراً إلى أصل الفطرة وقیل إنہم خدام أهل الجنة وقیل إنہم یكونون بین الجنة والنار لا منعین ولا معذبین وقیل من علم الله منه أنه یؤمن ویموت علیه إن عاش أدخل الجنة ومن علم منه أنه یعجز ویکفر أدخله النار وقیل بالتوقف فی أمرهم وعدم القطع بشیء وقیل إنہم یمتحنون بدخول النار فی تلك الدار۔

[1] ماں باپ کے تابع ہیں یعنی مسلمانوں کے بچے جنت اور کافروں کے جہنم میں [2] وہ جنت میں ہونگے اصل فطرت کو دیکھتے ہوئے [3] وہ جنتیوں کے خادم ہوں گے [4] وہ جنت و دوزخ کے درمیان میں ہوں گے نہ عذاب دیا جائے گا نہ نعمتوں سے نوازا جائے گا [5] جس کے بارے میں اللہ عز و جل کا علم ہوگا کہ وہ دنیا میں اگر زندہ رہتا ایمان لاتا اور اسی پر مرتا تو وہ جنت میں اور جس کے بارے میں اس کا برعکس ہوگا وہ جہنم میں [6] توقف [7] قیامت کے دن ان کا امتحان ہوگا یعنی ان کے لیے آگ جلائی جائے گی اور داخلے کے لیے کہا جائے جو فرمانبرداری کریں گے وہ جنت میں اور نافرمان جہنم میں جائیں گے۔

[مرقاۃ المفاتیح باب ایمان بالقدر ص ۳۶۰]

نزہۃ القاری میں شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ نے مشرکین کی اولاد کے بارے میں یہ دو قول بھی لکھے ہیں۔

[نزہۃ القاری ج ۲ ص ۸۷۱]

[8] مٹی ہو جائیں گے [9] امساک۔

مگر ان میں سے جن کو اکثر علماء کرام کی ترجیح حاصل اور دلائل کے حوالے سے مضبوط وقوی ہیں وہ دو اقوال ہیں [1] کفار کی نابالغ اولاد کے بارے میں توقف کیا جائے۔ یہ قول اس لیے مختار ہے کہ کفار کی اولاد صغار کے بارے میں دونوں طرح کی احادیث وارد ہیں لہذا اس میں توقف کرنا ہی اولیٰ ہوگا۔ ملا علی قاری نے بھی اسی قول کو اولیٰ فرمایا۔ [2] کفار کے ناسمجھ بچے جنت میں ہوں گے۔ کیونکہ ان کا کوئی قصور نہیں اور اللہ عزوجل بغیر قصور کے کسی کو جہنم میں نہیں ڈالے گا۔

مزید حدیث مبارکہ میں آیا کہ حضرت حناء بنت معاویہ سے فرماتی ہیں مجھے میرے چچا نے حدیث سنائی کہ قُلْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فِي الْجَنَّةِ؟ قَالَ: النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ وَالشَّهِيدُ فِي الْجَنَّةِ وَالْمَوْلُودُ فِي الْجَنَّةِ وَالْوَيْدُ فِي الْجَنَّةِ" میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جنت میں کون جائے گا فرمایا نبی جنت میں ہوں گے اور شہید جنت میں ہوگا اور بچہ جنت میں ہوگا اور زندہ گاڑھا ہوا بچہ جنت میں ہوگا۔

[سنن ابی داؤد باب باب فی فضل الشہادۃ حدیث نمبر ۲۵۲۱]

اس حدیث کے الفاظ کہ بچہ جنت میں ہوگا کی شرح میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں یعنی ہر ناسمجھ بچہ جنتی ہے خواہ مسلمان کا بچہ ہو یا کافر کا حتیٰ کہ کچا گرا ہوا بچہ بھی جنتی ہے اگرچہ مؤمن کا بچہ جنت کے اعلیٰ مقام میں ہوگا اور کافر کا بچہ ادنیٰ جگہ میں یا دیگر اہل جنت کا خادم۔ اور کفار عرب اپنی لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے اسے موؤدہ کہتے تھے۔ وسید کے بھی یہ معنی ہیں یعنی کفار کی بچیاں جو زندہ درگور کر دی گئیں ہیں وہ جنتی ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار کے ناسمجھ بچے جنتی ہیں، اس کے مخالف روایات اس حدیث سے منسوخ ہیں۔

[مرآت المناجیح ج ۵ حدیث نمبر ۷۵۰]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا القادری

Date: 4-7-2016



## کفریہ وسوسوں سے بندہ کافر تو نہیں ہو جاتا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 20

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایسے وسوسے آتے ہیں کہ اگر میں ان پر یقین کر لوں تو میں اسلام کے دائرہ سے خارج ہو جاؤں گا یعنی کفریہ وسوسے۔ میں ان کو نہایت برا سمجھتا ہوں اسی وجہ سے اپنی زبان پر بھی نہیں لانا چاہتا۔ کیا میں ان وسوسوں کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو کر کافر ہوں جاؤں گا۔ اگر نہیں تو میں ان وسوسوں سے جان چھڑانا چاہتا ہوں تو میں کیا پڑھوں جس سے مجھ سے یہ وسوسے دور ہو جائیں گے۔ پلیسز میری رہنمائی فرمائیں۔

سائل: ایک بھائی فرام پریسٹن - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

ذہن میں کفریہ خیالات کا آنا اور انہیں بیان کرنے کو برا سمجھنا عین ایمان کی علامت ہے کفر نہیں اور نہ اس سے کوئی بندہ کافر ہوگا کیونکہ کفریہ وسوسے شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اگر بندے کی جانب سے ہوتے تو وہ انہیں برا کیوں سمجھتا۔ مومن کو وسوسے آنا اس کے ایمان کی علامت ہے کہ چور وہیں آتا ہے جہاں خزانہ ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا نبی رحمت، شفیع اُمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حاضر ہو کر عرض کی:

إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاطَى أَحَدُنَا أَنْ يَتَكَلَّمَ بِهِ، قَالَ: "وَقَدْ وَجَدْتُ مُؤْمَرًا" قَالُوا: نَعَمْ،

قَالَ: "ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ"

میں ایسے خیالات آتے ہیں کہ جنہیں بیان کرنا ہم بہت ہی بُرا سمجھتے ہیں۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں۔ ارشاد فرمایا: "یہ تو صریح ایمان (کی نشانی) ہے۔"

(الصحيح المسلم باب بيان الوسوسة في الايمان ص 80 حديث 132)

اور بہارِ شریعت میں صدر الشریعہ، ہدٰی النظر یقہ، حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "کفری بات کا دل میں خیال پیدا ہوا اور زبان سے بولنا بُرا جانتا ہے تو یہ کفر نہیں بلکہ خاص ایمان کی علامت ہے کہ دل میں ایمان نہ ہوتا تو اسے بُرا کیوں جانتا۔"

(بہارِ شریعت حصہ 9 ص 174)

وسوسوں سے بچنے کے تین بڑے ہی مجرب علاج عرض کرتا ہوں

(1): وسوسوں کا شکار شخص "أَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ" یعنی: میں اللہ و رسول پر ایمان لایا وہی اول و آخر، وہی ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے (پڑھے ان شاء اللہ اس کے سارے وسوسے دور ہو جائیں گے بلکہ صرف "أَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ" ہی کہنے سے وسوسے جاتے رہیں گے۔

جیسا کہ حدیث میں آیا کہ

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَسَاءَلُونَ حَتَّى يُقَالَ: هَذَا خَلَقَ اللَّهُ الْخُلُقَ، فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذَلِكَ شَيْئًا، فَلْيَقُلْ: أَمَنْتُ بِاللّٰهِ" لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے رہیں گے یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو اللہ عزّ و جلّ نے پیدا فرمایا تو اللہ عزّ و جلّ کو کس نے پیدا کیا؟ تو جس کے دل میں اس قسم کا خیال آئے وہ یوں کہے: "أَمَنْتُ بِاللّٰهِ" یعنی میں اللہ عزّ و جلّ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔

(صحيح مسلم ص 81 حديث 212، (134)، 213)

ایک روایت میں "أَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ" ہے لہذا یہ پورا پڑھا جائے۔

اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے ملفوظات شریف میں سوال ہوا کہ وسوسے

کے دفع (یعنی دور کرنے) کے لئے کیا پڑھے؟ تو آپ نے فرمایا کہ "أَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ"



وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (یعنی: میں اللہ و رسول پر ایمان لایا وہی اول و آخر، وہی ظاہر و باطن ہے اور وہی ہر چیز کو جانتا ہے۔) پڑھنے سے وسوسے رفع ہو جاتے ہیں بلکہ صرف اَمَنْتُ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ ہی کہنے سے دُور ہو جاتے ہیں۔  
(الملفوظات ص 138 مطبوعہ المكتبة المدینه)

(2) مُفسِّر شہیر حکیم الأُمّت حضرت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المآل لکھتے ہیں: صُوفِیائے کرام (رَحْمَةُ اللهِ السَّلَام) فرماتے ہیں کہ: جو کوئی صبح و شام اکیس (21) بار لاحول شریف یعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ "پانی پر دم کر کے پی لیا کرے تو ان شاء اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) وسوسہ شیطانی سے اَمَن میں رہے گا۔  
(مراۃ المناجیح ج 1 ص 87)

(3): اور اہم بات یہ ہے کہ وسوسے کی طرف توجہ نہ دے بلکہ فوراً سمجھ جائے کہ یہ کوئی دوسرا وجود ہے جو میرے ایمان کے در پہ ہے اور وسوسے سے ڈال رہا ہے تو فوراً لاحول پڑھے اور کہے مجھے تو بس میرے اللہ عزوجل سے کام ہے جو میرا خالق و رازق ہے۔ وسوسے کا جواب دینے میں نہ لگے ورنہ پھنس جائے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-2-2016

## کیا کر سچیز کو پیسی ہولیڈیز کہنا درست ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 21

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متہین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کر سچیز کو پیسی کرسمس کی جگہ پیسی ہولیڈیز (Happy Holidays) کہنا جائز ہے؟ کیونکہ بعض اوقات ایسا کہنا مجبوری بن جاتا ہے۔

سائل: فیضان فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

پہلی ہولیڈیز کا مطلب ہے کہ آپ کو چھٹیاں مبارک ہوں۔ یہ ایک دعائیہ جملہ ہے لہذا ایسا کہنے سے احتراز کیا جائے۔ لیکن جہاں مجبوری ہو تو وہاں اس کی اجازت ہو جائے گی۔ اگر پہلی ہولیڈیز (Happy Holidays) اس نیت سے کہیں کہ یہ چھٹیاں تمہارے لیے اس طرح برکت والی ثابت ہوں کہ تم پر اسلام کی حقانیت واضح ہو جائے تو پھر یہ کہنا بالکل جائز ہوگا کیونکہ ایسی صورت یہ جملہ ان کے لیے ایمان کی دعا ہوگا اور کفار کے لیے ایمان کی دعا کرنا نصوص سے ثابت ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی دعا فرمائی اور اللہ عز وجل کی بارگاہ میں یوں عرض کی "اللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعَمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ" یا اللہ عمر بن خطاب کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

(سنن ابن ماجہ باب فضل عمر رقم 105)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 11-11-2017

کیا نماز کو چھوڑنے سے کوئی بندہ کافر ہو جائے گا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 22

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان اور کافر میں فرق نماز ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے اور اس کا کیا مطلب ہے کہ اگر کوئی نماز نہیں پڑھتا کافر ہو جائے گا؟

سائل: بدر فرام انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَّ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

جی ہاں یہ حدیث صحیح ہے اور یہ صحاح ستہ کی چار کتابوں میں مروی ہے جیسا کہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

"إِنَّ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ" مومن آدمی اور شرک و کفر کے درمیان

فرق نماز چھوڑنا ہے۔ (الصحيح المسلم باب بيان اطلاق اسم الكفر على من ترك ج 1 ص 88 رقم 82)

اس کے علاوہ اسے ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز چھوڑنے سے کوئی مومن کافر ہو جائے گا بلکہ معنی یہ ہے نماز کے تارک کو مرتد کافر جیسی سزا ہوگی یا یہ معنی ہے کہ جو شخص نماز کے ترک کو جائز و حلال سمجھتا ہو وہ کافر ہوگا یا یہ معنی ہے کہ ترک نماز کفر کی طرف لے جانے والا ہے یا یہ مطلب ہے کہ اس کا فعل (نماز کا ترک) کفار کے فعل جیسا ہے۔ جیسا کہ امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اسی حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"تَأَوَّلُوا قَوْلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلَاةِ عَلَى مَعْنَى أَنَّهُ يَسْتَحِقُّ بِتَرْكِ الصَّلَاةِ عُقُوبَةَ الْكَافِرِ وَهِيَ الْقَتْلُ أَوْ أَنَّهُ مُمَحْمُولٌ عَلَى الْمُسْتَحِيلِ أَوْ عَلَى أَنَّهُ قَدْ يُوَوَّلُ بِهِ إِلَى الْكُفْرِ أَوْ أَنَّ فِعْلَهُ فِعْلُ الْكَفَّارِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ"

علماء نے نبی کریم ﷺ کے فرمان کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق نماز کا ترک ہے کی یہ تاویل کی ہے کہ نماز کا تارک مرتد جیسی سزا کا مستحق ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے یا یہ حدیث نماز کے ترک کو جائز سمجھنے والے پر محمول ہوگی یا اس کی تاویل یہ کی جائے گی کہ ترک نماز کفر کی طرف لے جانے والا فعل ہے یا نماز کو چھوڑنا کفار کے فعل جیسا ہے۔

(شرح مسلم للنووی باب بیان اطلاق اسم الكفر على من ترك ج 2 ص 69)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 11-3-2016

## بچ مرشد کے ساتھ تعلقات توڑنے کے حوالے سے فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 23

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کے ساتھ میل جول اور دوستی رکھنے کا حکم کیا ہے میرا بھائی کافر ہو گیا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ نہیں ہے معاذ اللہ اور حرام کھاتا اور حرام ہی پیتا ہے میں نے بہت کوشش کی ہے مگر وہ مسلمان نہیں ہوتا۔ اور میں نے سنا ہے کہ اسلام ہمیں معاف کرنے کی تعلیم دیتا ہے تو کیا میں اسے معاف کر دوں اور اس کے ساتھ فیملی تعلقات جاری رکھوں یا اس سے سارے تعلقات توڑ دوں۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

شریعت اسلامیہ میں کفار کو دوست بنانا اور ان سے محبت کے یارانے گناہنا مطلقاً ہر کافر، ہر مشرک سے حرام ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ" تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔ [المجادلہ: ۲۲]

ان سے ترکِ موالات کا خود قرآن عظیم نے حکم فرمایا، صرف ایک دو، دس بیس جگہ تاکید نہ فرمائی بلکہ بکثرت جگہ جگہ اس کی تعلیم فرمائی اور باری تعالیٰ فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةِ مَنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَلًا وُدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ



اس کے تحت صدر الافاضل فرماتے ہیں کہ بعض مسلمان یہود سے قرابت اور دوستی اور پڑوس وغیرہ تعلقات کی بنا پر میل جول رکھتے تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ کفار سے دوستی و محبت کرنا اور انہیں اپنا راز دار بنانا جائز و ممنوع ہے۔

[تفسیر خزائن العرفان]

اور معاملت مجردہ [خرید و فروخت اور ان کو نوکر رکھنا اور ان کے ہاں نوکری کرنا وغیرہ] سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے۔  
(فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۳۱)

لہذا فوراً سے پہلے اس خبیث و مرتد بھائی سے ہر قسم کے تعلقات توڑنا فرض ہے۔ کہ مرتد سے دوستانہ دین کے لیے زہرِ قاتل۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: **إِيَّاكُمْ وَآيَاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ** انھیں اپنے سے دور کرو اور ان سے دور بھاگو وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈالیں۔

(صحيح مسلم مقدمه، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء..... الخ، الحديث ٤، ص ٩).

حدیث میں ہے نبی ﷺ نے فرمایا "میں حلف سے کہتا ہوں جو جس قوم سے دوستی رکھتا ہے اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا۔" (مسند رک علی الصحیحین، کتاب الهجرة، ذکر اسماء اهل الصفة، الحدیث ۴۳۵۰، ج ۳، ص ۵۵۶)

اور بہار شریعت میں ہے۔ ایسے لوگوں سے بالکل میل جول چھوڑ دیں، سلام کلام ترک کر دیں، ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا، ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا، غرض ہر قسم کے تعلقات ان سے قطع کر دیں گویا سمجھیں کہ وہ اب رہا ہی نہیں۔ (بہار شریعت ج 2 حصہ 9 ص 457 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

2017-10-01:Date

## مزاروں پر منتوں کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 24

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافی عرصہ پہلے میں انڈیا گئی اور میں نے وہاں کئی مزاروں پر اولیاء کے ناموں پر منتیں مانیں۔ اب وہ منتیں مجھے یاد نہیں کہ کہاں میں نے کونسی منت مانی تھی۔ منتوں کے بارے میں بھی مجھے کچھ یاد نہیں تو اب کیا میرے اوپر کوئی کفارہ ہے؟ سائل: یاسمین یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جواب سے پہلے نذریا منت کی اقسام کو سمجھنا ضروری ہے نذر کی دو قسمیں ہیں [1]: نذر شرعی [2]: نذر عرفی

[1]: نذر شرعی وہ عبادت مقصودہ ہے جو جنس واجب سے ہو اور وہ خود بندہ پر واجب نہ ہو، مگر بندہ نے اپنے قول سے



اسے اپنے ذمہ واجب کر لیا ہو مثلاً یہ کہا کہ میرا یہ کام ہو جائے تو دس رکعت نفل ادا کروں گا اسے نذر شرعی کہتے ہیں۔ یہ اللہ عزوجل کے لیے خاص ہے اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ (ماخوذ از فتاویٰ امجدیہ، حصہ ۲، ص ۳۱۲)

[2]: اولیاء اللہ کے مزاروں پر ان کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے اسے نذر عرفی اور لغوی کہتے ہیں اس کا معنی نذرانہ ہے جیسے کوئی شاگرد اپنے استاد سے کہے کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے یہ بندوں کی ہو سکتی ہے مگر اس کا پورا کرنا شرعاً واجب و ضروری نہیں بلکہ مستحب ہے یعنی کریں تو بہت اچھا ہے مثلاً گیارہویں شریف کی نذر۔ لہذا جن کے بارے میں سوال کیا گیا وہ نذور یا منتیں عرفی ہیں لہذا اگر سائل محترم وہ منتیں پوری نہ کریں گی تو ان پر کچھ کفارہ نہیں۔ اگر یاد بھی ہوتیں تو بھی ان منتوں کا پورا کرنا ان پر واجب نہ تھا کما بینا۔ کچھ لوگ اولیاء اللہ کے نام و نذر کو ناجائز کہتے ہیں یہ ان کی خام خیالی ہے۔

بہار شریعت میں ہے کہ اولیاء اللہ کو ایصالِ ثواب، نہایت موجبِ برکات و امر مستحب ہے، اسے عرفاً براہِ ادب نذر و نیاز کہتے ہیں، یہ نذر شرعی نہیں جیسے بادشاہ کو نذر دینا۔ {بہار شریعت ج ۱ حصہ ۱ ص ۲۷۶}

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے ایک سوال ہوا کہ کسی اولیاء اللہ یا شہید علیہ السلام کے مزار شریف پر پھول یا کپڑے کی چادر منت مان کر چڑھانا کیسا ہے۔ چاہئے یا نہیں؟ الجواب یہ منت کوئی شرعی نہیں اذلیس من جنسہ واجب: اسی صفحہ پر ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ خصوصیاتِ عرفیہ میں اگر وجوب نہ جانے حرج نہیں۔ یعنی واجب سمجھ کر ایسا نہ کرے۔ باقی رہا جواز تو اولیاء اللہ کے نام پر نذر ماننے میں کوئی حرج نہیں اور پوری کرنا بھی جائز۔

مزید ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس قسم کے چڑھاوے شرع میں کہیں مطلقاً منع نہیں، نہ یہ نذور شرعی، بلکہ عرف ہے کہ اکابر کے حضور جو کچھ لے جاتے اسے نذر کہتے ہیں، جیسے بادشاہ کی نذریں۔ اکثر چڑھاوے منت ہی نہیں ہوتے، نہ یہ نذر شرعی نہ نذر۔ {فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۵۳۲ سے ۵۳۵}

وطعام نذر اللہ اغنیاء را خوردن حلال نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شد

پس اغنیاء را ہم خوردن در آن جائز است: یہی شاہ ولی اللہ "زبدۃ النصح" میں مندرج فتویٰ میں

کہتے ہیں۔ اور اللہ عزوجل کے لیے جو نذر مانی جاتی ہے اس کا کھانا اغنیاء کے لیے حلال نہیں۔ لیکن اگر کسی بزرگ کے نام کی فاتحہ دی جائے تو اس میں اغنیاء کو کھانا بھی جائز ہے۔" (زبدۃ النصاب/ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۵۳۲ سے ۵۳۵)

وقال الإمام الأجل سيدي عبد الغني النابلسي قدس سره في "الحديقة الندية":  
ومن هذا القبيل زيارة القبور، والتبرك بضرأح الأولياء والصالحين، والنذر لهم بتعليق ذلك على حصول شفاء أو قدوم غائب، فإنه مجاز عن الصدقة على الخادمين لقبورهم: اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت اور اولیاء و صالحین کے مزارات سے برکت لینا اور کسی بیمار کی شفا یا بی یا کسی غائب کی آمد کی شرط کر کے ان کے لیے نذر پیش کرنا کہ دراصل یہ قبروں کے خدام پر صدقہ سے مجاز ہے۔

{الحديقة الندية" الخلق الثامن والأربعون، ج ۲، ص ۱۵۱}

وقال الإمام الأجل سيدي الشاه احمد رضا خان عليه الرحمة في كتابه جد الممتار "إن النذور لهم بعد تجافيههم عن الدنيا كالنذور لهم وهم فيها، وهي شائعة بين المسلمين، والعلماء، والصلحاء، والأولياء منذ قديم، وليس نذراً لمصطلح الفقه"

امام احمد رضا خان علیہ الرحمة جد الممتار میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لیے نذریں ماننا ان کے دنیا سے جانے کے بعد اسی طرح ہی ہے جیسے ان کے دنیا میں موجود ہونے کے وقت ان کو کچھ نذر کیا جائے یعنی جیسے یہ جائز ویسے ہی وہ جائز ہیں۔ یہ قدیم زمانے سے مسلمانوں، اولیاء اور صالحین کے درمیان رائج ہے۔ یہ نذر فقہی نہیں۔

{جد الممتار حاشیہ علی رد المحتار ج ۳ ص ۲۸۵}

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 8-7-2017

هذا هو الحق

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافقاء كنز الایمان یو کے



## میلاد کی بڑی محفلیں ضروری ہیں؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْأَسْتَفْتَاءُ 25

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میلاد منانے کے لیے بڑی محفل کرنا اور نعتیں پڑھنا ضروری ہے اور اس کے علاوہ کس طریقے سے میلاد منایا جاسکتا۔ سائل: توقیر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

میلاد اصل میں ولادت کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد کے واقعات پڑھ کر سنانے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوشی ظاہر کرنے کا نام ہے۔ وہ بڑی سی محفل کر کے اور اس میں نعتیں پڑھ کر ہو یا گھر میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ چھوٹی سے محفل سجا کر ہو۔ میلاد منانے کے لیے بڑی سی محفل ہونا ضروری نہیں اور میلاد منانے کے کئی طریقے ہیں مثلاً درود شریف پڑھ کر میلاد منانا یا جلوس میلاد نکا کر گھروں کو سجا کر یا لوگوں کو کھانا کھلا کر میلاد منانا وغیرہ۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21 - 10 - 2017

## یہود و نصاریٰ جہنمی ہیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 26

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا تمام کفار جہنم میں جائیں گے اور کیا موجودہ یہود و نصاریٰ کافر ہیں؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ ان کفار کے بارے میں کیا حکم ہے جن تک اسلام کا پیغام تو پہنچا ہے مگر اسلام ایک اچھا مذہب ہونے کے طور پر نہیں پہنچا بلکہ ان تک یہ پہنچا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں دہشت گردی سکھائی جاتی ہے اگر ایسے کفار اسلام قبول نہ کریں تو کیا یہ نجات پائیں گے یا نہیں اور فیصلہ تفرقہ سے اس پر استدلال کرنا صحیح ہے۔  
سائل: خالد یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ہماری تمام کتب عقائد اور تمام علماء امت اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی کافر یا کفار کفر ہی پر مرجائیں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے کیونکہ کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی، کفر کے علاوہ باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں، جسے چاہے بخش دے۔ جو کسی کافر کے لیے اُس کے مرنے کے بعد اس کو جنتی کہے، وہ خود کافر ہے اور موجودہ یہود و نصاریٰ ضرور کافر ہیں اور اگر اسلام قبول نہ کیا اور مر گئے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔ کیونکہ ان کو ہر طرح سے میڈیا اور دوسرے ذرائع سے اسلام کا پیغام پہنچ چکا ہے۔ اگرچہ میڈیا کے ذریعے جھوٹی اخبار فاسدہ بھی ان تک پہنچ رہی ہیں ان کی وجہ سے ان سے اسلام لانا ساقط نہ ہو جائے۔

جو کافر کفر پر ہی مر گئے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں جائیں گے۔ اے پیارے مسلمان بھائی تمہارا رب

کریم قرآن پاک میں خود فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ



مِلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوْ افْتَدَى بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّاصِرِينَ: وہ جو کافر ہوئے اور کافر ہی مرے ان میں کسی سے زمین بھر سونا ہر گز قبول نہ کیا جائے گا اگرچہ اپنی خلاصی کو دے ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی یار [مددگار] نہیں۔ [آل عمران: ۹۱]

اور مزید فرماتا ہے: إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: بے شک وہ جو کافر ہوئے جو کچھ زمین میں سب اور اس کے برابر اور، اگر انکی ملک ہو کہ اسے دے کر قیامت کے عذاب سے اپنی جان چھڑائیں تو ان سے نہ لیا جائے گا اور ان کے لئے دُکھ کا عذاب ہے۔ [المائدہ: ۳۶]

تفسیر قرآن خزائن العرفان میں ہے یعنی کفار کے لئے عذاب لازم ہے اور اس سے رہائی پانے کی کوئی سبیل نہیں۔

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے سب کافروں کے بارے میں حکم سناتا ہے۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ مِّمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ: اور کافروں کے لئے پینے کو کھولتا پانی اور دردناک عذاب جہنم ہے بدلہ ان کے کفر کا۔ [یونس: ۴]

ان تمام آیات سے واضح کہ تمام کفار جہنم میں جائیں گے اور کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی جیسا کہ اللہ عزوجل واضح طور پر خود فرماتا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ بے شک اللہ اسے نہیں بخشا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے۔ [النساء: ۴]

یہ بھی واضح رہے کہ یہاں شرک سے مراد مطلق کفر ہے۔ جیسا کہ تفاسیر میں موجود ہے۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔ لا يغفر الكفر من اتصف به بلا توبة وإيمان؛ لأن الحكمة التشريعية مقتضية لسد باب الكفر وجواز مغفرته بلا إيمان مما يؤدي إلى فتحه فمن لم يكن له إيمان لم يغفر له شيء من الكفر والمعاصي۔

یعنی اللہ تعالیٰ کسی کفر کو معاف نہ فرمائے گا کیونکہ شرع کی حکمت یہ ہے کہ کفر کے دروازے کو بند کیا جائے اگر کفر کی مغفرت جائز و ممکن ہو تو یہ کفر کے دروازے کو کھولنا ہے تو جو مومن نہیں اس کا کفر بالکل معاف نہیں ہوگا۔

[تفسیر روح البیان، ج ۲، ص ۲۱۸]

تفسیر روح المعانی میں اس جگہ لکھا ہے۔

والشرك يكون بمعنى اعتقاد أن الله تعالى شأنه شريكاً إما في الألوهية أو في الربوبية، ومعنى الكفر مطلقاً وهو المراد هنا - شرك سے مراد مطلق کفر بھی ہوتا ہے اور یہاں یہی مراد ہے۔

[روح المعانی ج ۵ ص ۶۸]

عمدة القاری میں ہے کہ "المراد بالشرك في هذه الآية الكفر؛ لأن من محمد نبوة محمد صلى الله عليه وسلم مثلاً كان كافراً ولو لم يجعل مع الله إلهاً آخر والمغفرة منتفية عنه بلا خلاف" اس آیت میں شرک سے مراد مطلق کفر ہے کیونکہ جس نے نبی کریم ﷺ کی نبوت کا انکار کیا وہ کافر ہے اگرچہ وہ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو مستحق عبادت نہ مانتا ہو۔ ایسے کافر کی مغفرت بالکل نہیں ہوگی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

[عمدة القاری شرح صحيح البخاري ج ۱ ص ۳۰۵]

مسلمانوں کی بڑی معتبر عقائد پر مشتمل کتاب شرح عقائد نسفیہ مع حاشیہ عصام الدین میں ہے۔

الشرك بالله المراد مطلق الكفر والإلورد أنواع الكفر غيره - شرک باللہ سے مراد مطلق کفر

[شرح العقائد النسفية ص ۱۰۷-۱۰۸ مع حاشیة عصام الدين ج ۲، ص ۲۱۸]

اور بہار شریعت میں ہے کہ مسلمان کو مسلمان، کافر کو کافر جاننا ضروریات دین سے ہے، اگرچہ کسی خاص شخص کی نسبت یہ یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا خاتمہ ایمان یا معاذ اللہ کفر پر ہوا، تاوقتیکہ اس کے خاتمہ کا حال دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو، مگر اس سے یہ نہ ہوگا کہ جس شخص نے قطعاً کفر کیا ہو اس کے کفر میں شک کیا جائے، کہ قطعی کافر کے کفر میں شک بھی آدمی کو کافر بنا دیتا ہے۔

[بہار شریعت حصہ ۱ ص ۱۸۵]



## موجودہ یہود و نصاریٰ کا سر ہیں

اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ موجودہ یہود و نصاریٰ کافر ہیں۔ کیونکہ موجودہ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور موجودہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے اور موجودہ نصاریٰ تثلیث Trinity کے قائل ہیں جو صریح کفر ہے اور مزید یہ کہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنا کفر صریح ہے اور ان پر ایمان لانا ہر یہودی و نصرانی پر فرض اعظم ہے۔

میرے پیارے بھائی تیرا رب خود قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهُ وَحْدٌ وَإِنْ لَهُمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ: بے شک کافر ہیں وہ جو [تثلیث Trinity کے قائل ہیں اور] کہتے ہیں اللہ تین خداؤں میں تیسرا ہے اور خدا تو نہیں مگر ایک خدا اور اگر اپنی بات سے باز نہ آئے تو جو ان میں کافر مریں گے [اور مسلمان نہ ہوئے] ان کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا۔ [المائدہ: ۷۳]

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِيُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ أَتَى يُؤْفَكُونَ: اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں وہ اپنے منہ سے جکتے ہیں اگلے کافروں کی سی بات بناتے [کرتے] ہیں اللہ انہیں مارے، کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ [التوبہ: ۳۰]

اور جو یہود و نصاریٰ کو کافر نہ مانے خود کافر ہے جیسا کہ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ "شفا شریف" میں فرماتے ہیں: الإجماع على كفر من لم يكفر أحداً من النصارى واليهود وكل من فارق دين المسلمين أو وقف في تكفيرهم أو شك، قال القاضي أبو بكر: لأن التوقيف والإجماع اتفقا

على كفرهم فمن وقف في ذلك فقد كذب النص والتوقيف أو شك فيه، والتكذيب والشك فيه لا يقع إلا من كافر - یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصاریٰ یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونے والے کو کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ و اجماع امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں تو جو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وہ نص و شریعت کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یہ امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

اسی میں ہے: كفر من لم يكفر من دان بغير ملة الإسلام أو وقف فيهم أو شك أو صح مذهبهم وإن أظهر الإسلام واعتقد إبطال كل مذهب سواه فهو كافر بإظهار ما أظهر من خلاف ذلك، إلا ملخصاً.

یعنی خود کافر ہے جو ان لوگوں کو کافر نہ کہے جو غیر ملت اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا سب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکر ضروریات دین کو جب کہ کافر نہ جانتا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کر چکا۔

[الفتاویٰ الرضویہ، ج ۱۵، ص ۴۴۳-۴۴۴:]

بلکہ جو قطعی کافر کے عذاب میں شک بھی کرے کافر ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ من شك في عذابه و كفره فقد كفر۔ جس نے کافر کے عذاب اور کفر میں شک کیا تو وہ بلاشبہ کافر ہو گیا۔

("الدرا المختار"، كتاب الجهاد، باب المرتد، ج ۶، ص ۳۵۶-۳۵۷)

اور نبی کریم ﷺ کے تشریف لانے کے بعد ہر ایک کو آپ پر ایمان لانا لازمی اور ضروری ہے۔ اگر کوئی یہودی یا نصرانی یا حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیر علیہما السلام کو اللہ عز و جل کا بیٹا نہ بھی کہتا ہو اس کے باوجود بھی اگر وہ نبی اکرم خاتم النبیین حبیب کبریاء محمد مصطفیٰ پر دل و جان سے ایمان نہیں لاتا تو وہ کافر ہی ہے۔ کیونکہ ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے تو سردارِ انبیاء کا انکار کیونکر کفر نہ ہوگا بالکل کفر اعظم ہوگا، اور ضرور ہوگا۔



پیارے بھائی حدیث صحیح میں آیا، جس پر سب مسلمانوں نے سر جھکایا اور میرے اور تیرے آقا، نبی کریم ﷺ نے خود فرمایا۔ "وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَلَا نَصْرَانِيٌّ ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُوَيُّوْا مَنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانُوا مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ" اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی جان ہے اس امت میں کوئی ایسا یہودی یا نصرانی نہیں کہ وہ میری نبوت کی خبر سنے اور میرے پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو وہ ضرور جہنم میں جائے گا۔

[الصحيح المسلم، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم إلى جميع الناس ونسخ الملل بملته، رقم ۱۵۳]

دیکھ اے مسلمان کہ حدیث صحیح کس طرح واضح فرما رہی ہے کہ یہود اور نصاریٰ میں ہر کوئی جو نبی کریم ﷺ کی نبوت کی خبر کو سنے اور آپ پر ایمان لائے بغیر مر جائے تو ضرور جہنم میں جائے گا۔ پتا چلا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت و رسالت کی خبر سننے کے بعد ہر غیر مسلم پر نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانا جنت میں جانے کے لیے ضروری نہایت ضروری ہے بغیر اس کے صرف جہنم ہی ٹھکانا ہے۔

قال رسول الله ﷺ «كل أمتي يدخلون الجنة إلا من أبي، قيل: ومن أبي يا رسول الله؟ قال: من أطاعني دخل الجنة، ومن عصاني فقد أبي»

[آخر جه البخاري في الاعتصام بالكتاب والسنة، باب: الاقتداء بسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم برقم (7280)]

اور یہ دونوں احادیث مبارکہ اور اس کے علاوہ درجنوں مزید احادیث اس کے خلاف بھی حجت ہے جو پیر ضال و مضل ہے اور تھوڑی شہرت کی خاطر پک کر یوں بگتا ہے کہ آج کے یہود و نصاریٰ جنت میں جائیں گے اگرچہ وہ اسلام نہ قبول کریں کیونکہ اسلام ان کے سامنے ایک دہشت گرد مذہب کے طور پر پیش کیا گیا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ کس حدیث میں آیا اور کہاں سے ثابت ہوا یا معاذ اللہ امریکہ میں کسی نئی وحی کا نزول شروع ہوا جو قرآن و سنت کی صریح نصوص کے خلاف ہے۔ حدیث میں تو صرف اتنا آیا کہ جو میرے نبوت کے دعوے کو سننے کے بعد اسلام نہ لائے وہ

ضرور جہنمی ہے۔ اور آج یہ بات تو پوری دنیا میں پہنچ چکی اور حجت اللہ قائم ہو چکی۔ اس کے باوجود بھی اگر کوئی یہودی یا

نصرانی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہیں لاتا وہ کیونکر جنت میں جائے گا۔ کچھ لوگ اس بات پر امام غزالی کی عبارت سے دلیل پکڑتے ہیں اور جان بوجھ کر حق سے منہ پھیرتے ہیں۔ اب ان کی وہ عبارت اور اس کا جواب پیش کیا جاتا ہے۔  
فیصل التفرقة سے امام غزالی کی عبارت:

جن کافروں تک دعوت اسلام نہیں پہنچی ان کی تین قسمیں بیان کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں۔

صنف لم يبلغهم اسم محمد ﷺ اصلا فهم معذورون وصنف بلغهم اسمه ونعته وما ظهر عليه من المعجزات وهم المجاورون لبلاد الاسلام والمخالطون لهم وهم الكفار الملحدون وصنف ثالث بين الدرجتين بلغ اسم محمد ولم يبلغهم نعته وصفته بل سمعوا ايضا منذ الصبا ان كذا باملبسا اسمه محمد ادعى النبوة كما سمع صبياننا ان كذا بابقال له المقفع تحدى بالنبوة كاذبا فهو لاء عندى فى معنى الصنف الاول۔

پہلی قسم جن تک نام محمد ﷺ بھی نہ پہنچا وہ تو معذور ہیں۔ دوسری قسم جن تک سرکار ﷺ کا اسم و نعت پہنچی اور جن پر معجزات محمد مصطفیٰ ﷺ ظاہر ہو گئے وہ پھر بھی ایمان نہ لائیں تو وہ ملحد کافر اور یکے جہنمی۔ تیسری قسم جن تک نام محمد ﷺ تو پہنچا مگر آپ کی نعت اور صفات عالیہ ان تک نہ پہنچی تو میرے نزدیک یہ بھی پہلی قسم کے قبیل سے ہیں۔

[فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة ص ۸۳]

امام غزالی کی بیان کردہ تیسری قسم سے یہ سمجھا گیا کہ اگر کسی یہودی یا نصرانی تک نبی کریم ﷺ کی نبوت کی خبر پہنچی مگر اسے جھوٹ بول کر بُری بنا کر پیش کیا گیا [جیسا کہ آج کل اسلام کو دہشت گرد بنا کر پیش کیا جا رہا ہے] تو اگر اس خبر کو پانے والا اسلام لائے بغیر اپنے مذہب پر قائم رہ جائے تو وہ جنت میں جائے گا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن المستند المعتمد میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب غلط فکر کا

جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رحم مولانا الامام القاضی ورحمنہ یوم القضاء والتقاضی



اما الامام الغزالی فبريء عما فهم من كلامه - الله عز وجل قاضى عياض عليه الرحمة پر رحم فرمائے جنہوں نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف غلطی سے ایسی بات منسوب کی جس سے آپ علیہ الرحمة بری ہیں جو قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے سمجھی گئی۔ پہلی بات تو یہ کہ اس عبارت "صنف ثالث" سے وہ کچھ ثابت ہی نہیں ہوتا جو کچھ امام غزالی کی طرف منسوب کیا گیا۔

امام ابن حجر مکی الصواعق میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت لکھ کر فرمایا۔ یہ امام غزالی کی طرف منسوب جھوٹ ہے کیونکہ وصرح الغزالی فی کتابہ "الاقتصاد" بما یردہ و عبارتہ الی اشار الیہا المصنف علی تقدیر کونہا عبارتہ والا فقد دس علیہ فی کتبہ عبارات حسد الا تفید ما فهمہ المصنف ولا تقرب ما ذکرہ۔ آپ کی عبارت کا معنی [جو ہم نے اوپر ذکر کر دیا] سمجھا کر کہا کہ امام غزالی نے اپنی کتاب الاقتصاد میں اس بات کی صراحت فرمائی جو اس بات کا رد کرتی ہے یہ تاویل اس صورت میں ہے کہ جب یہ ان کی عبارت ہووگر نہ امام غزالی کی کتابوں میں بہت سی باتیں ازراہ حسد خفیہ طور پر شامل کر دی گئی ہیں اور جو مصنف علیہ الرحمة نے سمجھا اور جو معنی ذکر کیا امام غزالی کی عبارت اس کے قریب بھی نہیں ہے۔ اور آگے امام غزالی کی وہی عبارت نقل کی جو ہم نے اوپر بیان کی کہ وصنف ثالث بین الدرجتین بلغ اسم محمد ولم يبلغهم بعثه ولا صفته بل سمعوا به۔۔۔ فہولاء عندی فی معنی الصنف الاول۔۔۔ تیسری قسم جن تک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو پہنچا مگر آپ کا نبی ہو کر مبعوث ہونا اور آپ کی صفات عالیہ ان تک نہ پہنچی تو میرے نزدیک یہ بھی پہلی قسم کے قبیل سے ہیں۔ اس کے بعد امام ابن حجر فرماتے ہیں کہ اب امام غزالی کے کلام میں غور کرو تو تم یہ پاؤ گے کہ انہوں نے ایسے لوگوں کو صرف اس لیے معذور جانا کہ ان تک دعوت اسلام نہ پہنچی "وهذا لا ینحی من حی ما ذکرہ المصنف" اور یہ اس طور پر نہیں جس کو مصنف نے ذکر کیا۔

[الصواعق المحرقة]

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن مزید فرماتے ہیں کہ علام خفاجی نے شرح نسیم الریاض میں شرح

جدید سے نقل کیا کہ صاحب شرح جدید نے علامہ قاضی عیاض کے کلام کے بعد فرمایا کہ "هذا الكلام غير سديد والغزالي براء من مثله والذي في كتابه التفرقة خلافه" یہ کلام صحیح نہیں اور امام غزالی اس سے بری ہیں اور کتاب التفرقة میں جو کچھ ہے وہ اس کے برخلاف ہے تو امام غزالی علیہ الرحمۃ کی طرف اس چیز کی کیسے نسبت کی جاسکتی جن پر ان کا سخت انکار موجود ہے۔ اس کے بعد امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ اسی نسیم الریاض سے وہ واقعہ درج فرماتے ہیں، جس میں موجود ہے کہ امام غزالی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک سوال کیا تو آپ نے دس جواب دیئے جس سے بارگاہ رسالت میں امام غزالی کا مقام واضح ہوتا ہے۔ اور آپ مزید فرماتے ہیں کہ اسی نسیم الریاض میں ہے کہ "وقد راى بعض المشائخ الغزالي بين يدي رسول الله ﷺ يشكو من شخص طعن فيه فامر رسول الله ﷺ بضربه بالسياط فانتبه وبه اثر الضرب واله" بعض مشائخ نے امام غزالی کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے دیکھا تو امام غزالی ایسے شخص کی شکایت کر رہے تھے جس نے اس معاملہ میں امام غزالی علیہ الرحمۃ پر طعن کیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اسے کوڑوں سے مارنے کا حکم فرمایا جب وہ اٹھا تو اس پر کوڑوں کے نشانات موجود تھے اور درد محسوس ہو رہا تھا۔

[المستند المعتمد عریب خاتمہ ص ۲۱۶]

اب ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام غزالی کی جس عبارت کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا وہ امام غزالی کی نہیں ہے۔ جو عبارت امام غزالی کی ہے اس میں تحریف کی گئی اور اس سے غلط معنی مراد لیا گیا۔

### فصل التفرقة پرایک نظر

امام غزالی کی جس کتاب کی عبارت سے ایک نیا عقیدہ گڑھا گیا اسی کتاب میں امام غزالی کی اس صریح عبارت سے کیوں صرف نظر کیا گیا؟ جس میں امام غزالی علیہ السلام نے موجودہ یہود و نصاریٰ کے کفر پر مہر ثبت فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں۔ الکفر هو تكذيب الرسول في شيء مما جاء به والايمان تصديقه في جميع ما جاء به فاليهودي والنصراني كافرين لتكذيبهما للرسول ﷺ: رسول اکرم ﷺ کو جھٹلانا کسی بھی ایسی چیز میں جس کو وہ لائے کفر ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ہر لائی چیز کی تصدیق کرنا ایمان ہے اور یہودی و نصرانی کافر ہیں کیونکہ وہ



[فیصل التفرقة بین الاسلام والزندقة ص ۲۵]

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہیں۔

اور برہنیل محال اگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی عبارت ہوتی بھی تو کیا قرآن حدیث کی صریح نصوص کے خلاف  
بس صرف قول امام غزالی پر اپنے عقیدہ کی بنیاد رکھنا کسی عاقل سے متصور نہیں۔ جب کہ قرآن و حدیث صراحت کے  
ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر ہر راستہ کو بند کر چکے اور آپ کی رسالت عامہ کو بیان کر چکے تو پھر ماوشما کو کس  
طرح اس میں کلام کی کوئی مجال باقی ہے؟

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ

اور اب ہر غیر مسلم کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت رسالت عامہ  
ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ بلکہ تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا:

تم فرماؤ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں۔ [الاعراف: ۱۵۸]

یہ آیت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عموم رسالت کی دلیل ہے کہ آپ تمام خلق کے رسول ہیں اور کل جہاں آپ کی  
امت ہے۔ مزید بخاری شریف میں ہے کہ كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ  
عَامَّةً یعنی ہر نبی کسی خاص قوم کی طرف بھیجا گیا مگر مجھے تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔

[الصحيح البخاری باب التَّيْمَمِ برقم 335]

وَقَالَ: كَانَ كُلُّ نَبِيٍّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ

ہر نبی خاص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا اور میں ہر سرخ و سیاہ آدمی کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔

[الصحيح المسلم برقم 521]

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ: اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں

کو گھیرنے والی ہے [سب: ۲۸] تفسیر خزان العرفان میں ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کی رسالت عامہ ہے تمام انسان اس کے احاطہ میں ہیں گورے ہوں یا کالے، عربی ہوں یا عجمی، پہلے ہوں یا پچھلے سب کے لئے آپ رسول ہیں اور وہ سب آپ کے امتی۔ حدیث میں سید عالم ﷺ کے فضائل مخصوصہ کا بیان ہے جن میں سے ایک آپ کی رسالت عامہ ہے جو تمام جن وانس کو شامل ہے خلاصہ یہ کہ حضور سید عالم ﷺ تمام خلق کے رسول ہیں اور یہ مرتبہ خاص آپ کا ہے جو قرآن کریم کی آیات اور احادیث کثیرہ سے ثابت ہے سورہ فرقان کی ابتداء میں بھی اس کا بیان گزر چکا ہے۔ (خازن)

اور مسلم شریف میں ہے کہ "وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ بِي النَّبِيُّونَ" میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر انبیاء کے سلسلے کو ختم کر دیا گیا ہے۔ [الصحيح المسلم برقم 526]

### شریعت اسلام تمام شرائع کے لیے ناسخ ہے

ہر یہودی، نصرانی اور ہر غیر مسلم جو پچھلی شرائع کی پیروی کرنے والے ہیں ان کو پیغام اسلام پہنچنے کے بعد اسلام قبول کرنا اس لیے بھی ضروری کہ حبیب کبریاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی شریعت تمام پچھلی شرائع کی ناسخ ہے اور اب آپ کی شریعت کے علاوہ سب منسوخ ہیں۔ ان کا دین دسین اسلام ہے، اللہ عزوجل نے اسلام کو ہی آخری دین قرار دیا۔ اللہ عزوجل خود فرماتا ہے۔ اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاتَّمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔ [المائدہ: ۳]

دیکھو کہ اللہ عزوجل کیسے واضح طور پر فرما رہا ہے کہ بس میں نے دین اسلام پوری کائنات کے لیے پسند کر لیا ہے۔ اب یہی دین ہے۔ اور اسی میں نجات ہے اور جو اسلام کے آنے کے بعد اس کے علاوہ کسی اور دین پر چلے وہ پکا

جہنمی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ



مِنَ الْخَبِيرِينَ: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے [کافروں میں سے ہوگا]۔

[ال عمران: ۸۵]

پتا چلا کہ اسلام کے آنے کے بعد کسی یہودی، نصرانی یا کسی غیر مسلم کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا پیروکار بنے، ایسا کرے گا تو ضرور جہنمی ہے۔

### اعتراض

قرآن میں تو آیا کہ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى وَالصَّبِيَّانَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ: بیشک ایمان والے نیز یہودیوں اور نصرانیوں اور ستارہ پرستوں میں سے وہ کہ سچے دل سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں اور نیک کام کریں ان کا ثواب ان کے رب کے پاس ہے اور نہ انہیں کچھ اندیشہ ہو اور نہ کچھ غم۔

اس آیت سے پتا چلا کہ یہود و نصاریٰ کا صرف اللہ پر ایمان لانا اور عمل صالح کرنا حصولِ نجات کے لیے ضروری ہے اور نجات پانے کے لیے محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے کا اس آیت میں ذکر نہیں ہوا۔

### جواب

اسباب النزول کی کتب اس پر شاہد ہیں کہ یہ آیت کریمہ سلمان فارسی اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کی کہ یہ آیت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی۔

[لباب النقول لاسباب النزول]

بتایا جائے کیا وہ صرف اللہ عزوجل پر ایمان لائے تھے یا اللہ اور اس کے رسول دونوں پر۔

دوسرا یہ کہ ایمان باللہ بھی وہی معتبر ہے جس میں تصدیق رسول اللہ، محمد مصطفیٰ ﷺ بلکہ ہر ضرورت دینی کی تصدیق پائی جاتی ہو۔ اس پر تمام کتب عقائد واضح شاہد و دلیل ہیں جن میں لکھا ہے کہ:

فلا بد من الإيمان بالله الذي يستلزم تصديق رسوله وخاتمهم محمد صلى الله عليه وسلم، فلم يقبل منهم الإيمان إلا بشرط وهو التصديق بما جاءت به الرسل.

[كتب العقائد]

ثم إن حجة الله قائمة الآن، فكتاب الله تعالى محفوظ، وقد تُرجم وفُيِّر بكل اللغات، وانتشر الإسلام وبلغ أقصى الأرض وأدناها بالالكيترونك ميديا وبغيرها ولم يبق لأحد عذر، حيث إن دين الإسلام مشهور معروف ولا يحتاج إلى زيادة تعلم وقد شوهد أنه دين الفطرة التي فطر الله الناس عليها، فمن لم يتبعه مع سماعه بالإسلام فهو من أهل النار، ومن لم يبلغه ولم يسمع به فهو كأهل الفترات يحكم الله فيهم بما يشاء. وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

كتبه

أبو الحسن محمد قاسم ضياء القادري

Date: 22-6-2016

قدح الجواب

شمس الہدیٰ عنی عنہ

خادم الافتاء كنز الايمان يوكے



## کتاب الطہارۃ

## میاں بیوی کا اکٹھے غسل کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 27

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شوہر اپنی بیوی کے ساتھ باتھ روم میں انٹر کورس (جماع) کر سکتا ہے اور کیا یہ دونوں اکٹھے نہا سکتے ہیں؟ اور ایک دوسرے کے پرائیویٹ پارٹ ٹچ کر سکتے ہیں؟

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

شوہر کا اپنی بیوی سے باتھ روم میں انٹر کورس (جماع) کرنا جائز ہے اور ان کا اکٹھے غسل کرنا بھی جائز ہے اگرچہ دونوں کے درمیان پردہ نہ ہو۔ اس میں کسی قسم کی کوئی قباحت نہیں ہے اور دونوں کا ایک دوسرے کے پرائیویٹ پارٹس کو ٹچ کرنا بھی جائز ہے اور میاں بیویں اکٹھے غسل کرنا تو حدیث سے بھی ثابت ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: "كُنْتُ أُغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ وَاحِدٍ، فَيُبَادِرُنِي حَتَّى أَقُولَ: دَعْ لِي، دَعْ لِي" میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل فرماتے جو میرے اور ان کے درمیان ہوتا تھا تو مجھ پر سبقت فرماتے یہاں کہ میں عرض کرتی میرے لیے بھی رہنے دیجئے۔

(صحیح مسلم کتاب الحيض، باب القدر المستحب من الماء... الخ ج 1 ص 148 رقم 321)

اور نسائی کی روایت میں یہ ہے: میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل فرماتے، وہ مجھ سے سبقت فرماتے اور میں ان سے سبقت کرتی، یہاں تک کہ حضور ﷺ فرماتے: میرے لئے بھی رہنے دو۔ اور میں عرض کرتی: میرے لئے بھی رہنے دیجئے۔

(سنن النسائي كتاب الطهارة، باب الرخصة في ذلك ۴۷/۱)

مگر غسل کرتے وقت آپ ﷺ اور زوجہ مطہرہ کے درمیان پردہ ہوا کرتا تھا جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا کہ

"وَيَحْتَمِلُ الْمَعِيَّةَ، وَعَلَى تَقْدِيرِهَا يَحْتَمِلُ التَّسْتُرَ كَمَا هُوَ الظَّاهِرُ مِنْ جَمَالِ حَالِهِمَا وَكَمَالِ حَيَاتِهِمَا"

اس حدیث میں اکٹھے غسل کرنے کا احتمال بھی ہے تو اس تقدیر پر آپ ﷺ اور زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہما کے درمیان پردے کا احتمال ہے کیونکہ ان دونوں کے حال کے جمال اور کمال حیا سے یہی ظاہر ہے۔ اور سیدہ عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ "مَا رَأَيْتُ مِنْهُ وَلَا رَأَى مِنِّي يَغْنِي الْفَرْجَ" میں نے کبھی حضور ﷺ کی شرمگاہ نہیں دیکھی اور نہ ہی انہوں نے میری۔

(المرفقة المفاتيح باب الترجل ج 7 ص 831)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 16-11-2017

## انگلی کے دخول سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 28

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر شوہر اپنی فنگر (انگلی) عورت کی انگلی شرمگاہ میں داخل کرے تو کیا بیوی یا شوہر غسل واجب ہو جائے گا؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَاب

جی نہیں شوہر بیوی کی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے سے کسی پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ جیسا کہ نور الایضاح کی فصل عشرۃ اشیاء لا یغتسل منها میں ہے "وإدخال إصبع ونحوه فی أحد السبیلین" انگلی یا اس جیسی کسی چیز کو عورت کی سبیلین میں سے کسی ایک میں داخل کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔

(نور الایضاح مع مراقی الفلاح ص 44)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 27-09-2017

صحیح الجواب

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافاء کنز الایمان یو کے

## آئی لائز لگا کر وضو کرنے سے وضو ہو جاتا ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 29

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متہین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آئی لائز لگانے سے وضو

سائل: روبی فرام انگلینڈ

ہو جاتا ہے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَاب

آنکھوں پر آئی لائز لگا کر وضو کرنے سے وضو نہیں ہوتا کیونکہ آئی لائز جزم دار اور تہہ دار ہوتا ہے جو پانی کو جلد

تک پہنچنے کو روکتا ہے۔ لہذا اس سے وضو نہیں ہوگا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2016

قدح الجواب

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## آر میٹ [بغل] سے خون نکلنے پر وضو کے بارے میں ایک فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 30

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بغل کے بال کاٹنے پر بہت چھوٹے چھوٹے دانے سے خون نکلنا شروع ہو جاتا ہے جسے روکنا مشکل ہے۔ اس سے کب وضو ٹوٹے گا۔ اگر خون خشک ہو جائے تو اس کو دھو کر ہی نماز پڑھی جائے گی یا دھوئے بغیر بھی نماز ہو جائے گی؟ سائل: بلال فرام لیسٹر۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بغل کے بال کاٹتے ہوئے دانوں کے کٹنے کی صورت میں بعض اوقات خون نکلنے لگتا ہے یہ خون جب بہنے کی مقدار ہو یعنی خون نکل کر ڈھلک یا بہہ جائے گا ناقض وضو ہوگا۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ بہنا کہ ابھر کر ڈھلک بھی جائے یا کسی مانع کے باعث نہ ڈھلکے تو فی نفسہ اتنا ہو کہ مانع نہ ہوتا تو ڈھلک جاتا جس کی صورتیں اوپر گزریں یہ شکل ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقض وضو ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۷۲]



بہنے کے قابل خون کسی چیز کو لگ کر خشک ہو جائے۔ اگر ایک درہم سے زائد مقدار میں [یو کے میں 50 پیسے کا سکہ ایک درہم کے برابر ہے] خون کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو اس کا دھونا فرض ہے ایسا خون آلود کپڑا پہن کر نماز جائز نہیں۔ اگر نماز پڑھی تو نہ ہوگی۔ کیونکہ خون نجاست غلیظہ ہے اس کا یہی حکم ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ نجاست غلیظہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درہم سے زیادہ لگ جائے تو اس کا پاک کرنا فرض ہے، بے پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں۔ اور اگر درہم کے برابر ہے تو پاک کرنا واجب ہے کہ بے پاک کیے نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی ہوئی یعنی ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے اور قصداً پڑھی تو گنہگار بھی ہوا اور اگر درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنت ہے، کہ بے پاک کیے نماز ہو گئی مگر خلاف سنت ہوئی اور اس کا اعادہ بہتر ہے۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۱۸۹]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-02-2017

قدح الجواب

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الاقواء کنز الایمان یو کے

## ری سائیکلنگ والے پانی کا استعمال کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 31

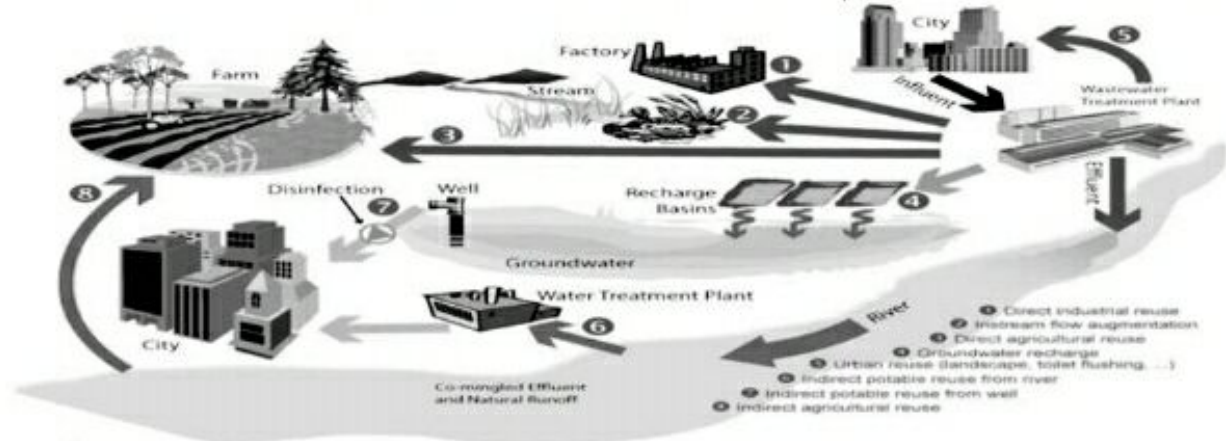
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک انگلینڈ میں بہت سے شہروں میں (Recycled) پانی استعمال ہوتا ہے یعنی گھروں اور نالیوں کے پانی کو صاف کر کے دوبارہ پائپ لائنوں کے ذریعے گھروں میں پہنچایا جاتا ہے کیا اس سے غسل و وضو ہو جائے گا؟

سائل: امیر عطاری فرام ڈربی۔ انگلینڈ

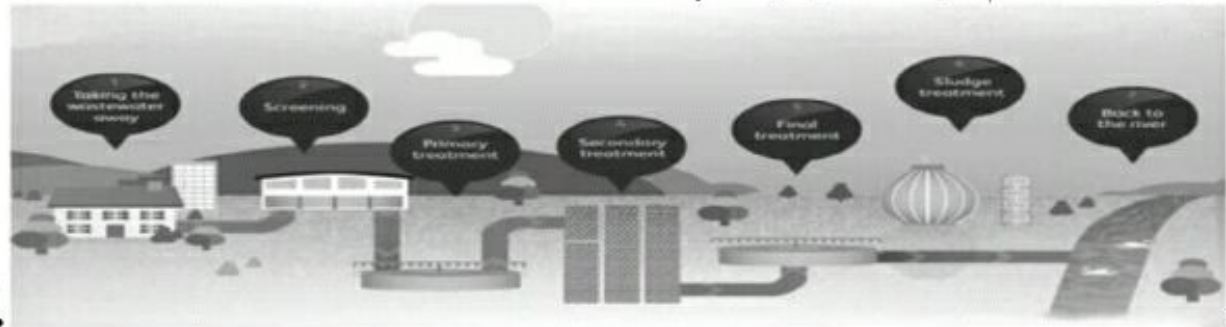
بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

ہماری تحقیق کے مطابق انگلینڈ میں گھروں کو سپلائی کیا جانے والا ری سائیکلڈ پانی [Recycled water] طاہر و مطہر ہے۔ اس سے غسل و وضو کرنے سے غسل و وضو ہو جائے گا۔ کیونکہ میں نے یہاں کے ری سائیکلنگ سسٹم کو دیکھا اور پڑھا ہے اس میں یہ ہوتا ہے کہ گندے پانی کو سب سے پہلے شہروں سے اکٹھا کیا جاتا ہے پھر (Water treatment plants) میں مختلف کیمیکلز سے اسے صاف کر کے اس صاف شدہ پانی کو ڈائریکٹ [Direct] فیلڈز [کھیتوں] فیکٹریز اور ندی وغیرہ میں بھیجا جاتا ہے مگر گھروں میں انڈائریکٹ [Indirect] سپلائی کیا جاتا ہے یعنی گھروں میں بھیجنے سے پہلے دریا، سمندر یا زمین کے اندر ڈالا جاتا ہے اور پھر دریا سے فلٹر کر کے یا زمین سے کنوؤں کے ذریعے گھروں میں سپلائی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اس نقشہ سے واضح ہے۔



امریکہ میں ایسے ہوتا ہے۔ یہاں انگلینڈ میں بھی اسی طرح پانی کو ری سائیکلڈ کیا جاتا ہے۔ لنڈن کی ایک کمپنی کے ری سائیکلنگ سسٹم کو اس نقشہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔





اس میں بھی پانی کو صاف کر کے دریا میں ڈالا جاتا ہے۔ جہاں سے یہ سوال ہوا ہے یعنی ڈربی، اس شہر کو پانی سپلائی کرنے والی کمپنی کا سسٹم اور پروسیس بھی یہی ہے۔ اب اس کے حکم کی تفصیل سنتے ہیں۔

جب نجس پانی کو گٹروں سے (Water treatment plants) میں جمع کر کے صاف کیا گیا تو وہ نجس ہی رہا۔ لیکن جب گھروں میں سپلائی کرنے کے لیے دریا یا سمندر میں ڈالا گیا تو اب وہ کثیر ہو گیا اور جاری پانی کے ساتھ ملحق ہو کر جاری بن گیا اور جاری پانی یا ماء کثیر میں نجاست پڑ جائے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس نجاست کا اثر یعنی رنگ بو یا ذائقہ پانی میں ظاہر نہ ہو جائے۔

کثیر پانی کے بارے میں حدیث میں آیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ إِنَّ الْمَاءَ ظَاهِرًا إِلَّا أَنْ تَغَيَّرَ رِيحُهُ أَوْ طَعْمُهُ أَوْ لَوْنُهُ بِنَجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيهِ "کثیر پانی پاک ہے جب تک نجاست اس کی خوشبو یا ذائقہ یا رنگ نہ بدل دے۔ [السنن الکبریٰ باب الماء الكثير لا ينجسه شيء ج ۱ ص ۳۳ رقم الحدیث ۱۲۷۳]

اور درمختار میں ہے کہ "وَيَجُوزُ (بِجَارٍ وَقَعَتْ فِيهِ نَجَاسَةٌ وَ) الْجَارِي (هُوَ مَا يُعَدُّ جَارِيًا) عُرْفًا (إِنْ لَمْ يُرَ) أَمَّا يُعْلَمُ (أَثَرُهُ) فَلَوْ فِيهِ جِيفَةٌ أَوْ بَالٌ فِيهِ رَجَالٌ" بے پانی سے وضو جائز ہے اگرچہ اس میں نجاست پڑ جائے۔ اس سے پانی ناپاک نہ ہوگا۔ جب تک وہ نجاست اس پانی کے اثر یعنی رنگ یا بو یا مزے کو نہ بدل دے۔ اگرچہ جاری پانی میں مردار ہو یا کئی لوگوں نے اس میں پیشاب کر دیا ہو۔

[الدرا المختار "و" رد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب المیاء، مطلب فی أن التوضی من العوض... ج ۱، ص ۳۷۰]

یہ ری سائیکلڈ پانی [Recycled water] عام سادہ پانی کی طرح ہوتا ہے اور دریا کا رنگ بو اور ذائقہ اس سے متاثر نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ اگر اس ری سائیکلڈ پانی میں نجاست کا رنگ بو اور ذائقہ ہو بھی پھر بھی اس پانی کے قلیل ہونے کی وجہ سے دریا کا پانی متغیر نہیں ہوتا۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ اگر نجاست جاری پانی کے اوصاف یعنی رنگ بو اور ذائقہ کو بدل دے تو وہ ناپاک ہو جائے گا تو ایسا ناپاک پانی اس وقت پاک ہوگا جب اس میں پاک پانی اتنا ملا دیا جائے کہ نجاست کو بہا لے جائے یا پانی کے رنگ، بو اور ذائقہ کو عام پانی کی طرح ٹھیک کر دے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ بہت پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں تو بہالے جائے پاک اور پاک کرنے والا ہے، نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ جب تک وہ نجس اس کے رنگ یا بو یا مزے کو نہ بدل دے، اگر نجس چیز سے رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا تو ناپاک ہو گیا، اب یہ اس وقت پاک ہوگا کہ نجاست نہ نشین ہو کر اس کے اوصاف ٹھیک ہو جائیں یا پاک پانی اتنا ملے کہ نجاست کو بہالے جائے یا پانی کے رنگ، مزہ، بو ٹھیک ہو جائیں اور اگر پاک چیز نے رنگ، مزہ، بو کو بدل دیا تو وضو غسل اس سے جائز ہے جب تک چیز دیگر نہ ہو جائے۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ پانی کا بیان مسئلہ ۵ ص ۳۳۰]

پتا چلا کہ ایساری سائیکلنگ سسٹم جس میں پانی صاف کر کے دریا، ندی یا زمین کے اندر بھیجنے کے بعد گھروں کو سپلائی کیا جاتا ہے وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 9-3-2016

## تعویذ یا لوکٹ پہن کر باتھ روم میں جانا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 32

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہم تعویذ یا آیۃ الکرسی لوکٹ

سائل: ایاز فرام انگلینڈ

پہن کر باتھ روم میں جاسکتے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَّ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر آئیہ الکری لوکٹ کسی چیز یا کپڑے میں چھپا ہوا ہو تو اس کے ساتھ ہاتھ روم میں جانا جائز ہے اور تعویذ تو عموماً چمڑے یا ریگزین میں سلا ہوا ہوتا ہے لہذا اس کو پہن کر ہاتھ روم میں جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ لوکٹ وغیرہ پہننا صرف عورت کے لیے جائز ہے کہ مرد کو اس کی اجازت نہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

## فقہ حنفی پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 33

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے غیر مقلدین کی ایک کتاب میں پڑھا اس میں لکھا تھا کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں فرق کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بچی کے پیشاب کو دھویا جائے اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑک دینا ہی کافی ہے۔ مگر فقہ حنفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بیان کردہ فرق کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں چنانچہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے کہ چھوٹے بچے اور بچی کے پیشاب کی نجاست میں فرق نہیں کیا جائے گا بلکہ دونوں کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ فقہ حنفی حدیث سے کیوں ٹکراتی ہے؟

سائل: زاہد حسین یو کے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ چھوٹی بچی کے پیشاب پر پانی بہا کر اسے دھویا جائے گا اور غیر مقلدین بھی مانتے ہیں مگر چھوٹے بچے کے پیشاب میں اختلاف ہے کہ اس پر پانی بہایا جائے گا یا چھڑکا جائے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ اس پر پانی بہایا جائے گا تاکہ وہ دھل جائے۔ مگر غیر مقلدین کہتے ہیں کہ اسے نہیں دھویا جائے بلکہ اس پر پانی کے قطرے چھڑک دیئے جائیں گے بس کیونکہ حدیث میں ایسے ہی آیا۔ حالانکہ بچے کے پیشاب کے بارے میں دو طرح کی احادیث ہیں۔ (1) وہ احادیث جن میں صراحتاً موجود ہے کہ پیشاب پر پانی بہایا جائے یعنی اسے دھویا جائے گا جو فقہ حنفی کی موید ہیں (2) وہ احادیث جن میں بچے کے پیشاب کے بارے میں رش اور نضح کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی غیر مقلدین پانی چھڑکنا کرتے ہیں اور ہم اس لفظ کی تاویل بہانے سے کرتے ہیں کیونکہ اس کا ایک معنی پانی بہانا بھی آتا ہے تاکہ اُن احادیث کی مخالفت نہ ہو جن میں پیشاب پر پانی بہانے کا حکم ہے۔ تاکہ دونوں طرح کی احادیث میں تطبیق ہو جائے اور اصول بھی یہی ہے۔ سب سے پہلے ہم وہ احادیث دیکھتے ہیں جو بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنے کے بارے میں آئیں اور جو غیر مقلدین کی دلیل ہیں۔

حَدَّثَنِي أَبُو السَّمْحِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يُغَسَّلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ".

ابو سحیح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچی کا پیشاب دھویا جائے گا اور بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکا جائے گا۔ (سنن نسائی باب بول الجاریہ حدیث نمبر 305)

نسائی شریف کی اس حدیث کو تو غیر مقلدین لکھتے ہیں مگر خیانت کرتے ہوئے اس حدیث سے پچھلی حدیث کو ذکر نہیں کرتے جو احناف کے موقف کو ثابت کرتی ہے اور جس میں بچے کے پیشاب کو دھونے کا ذکر ہے۔ وہ ہم آگے پیش کرتے ہیں۔



جس حدیث میں نضح کا لفظ آیا جس کا معنی پانی چھڑکنا اور پانی بہانا دونوں ہے۔ لیکن غیر مقلدین اس سے پانی چھڑکنا مراد لیتے ہیں کیونکہ اگر بہانا مراد لیں تو فقہ حنفی کا مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے کہ فقہ حنفی یہ کہتی ہے پیشاب پر پانی بہایا جائے تاکہ وہ دھل جائے۔ وہ حدیث یہ ہے۔

عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مُحْصَنٍ "أَتَتْ بِأَنِّ لَهَا صَغِيرٌ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَجْلَسَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجْرِهِ، فَبَالَ عَلَى ثَوْبِهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَضَعَهُ وَلَمْ يَغْسِلْهُ" حضرت ام قیس بنت محسن نامی ایک خاتون سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں اپنا چھوٹا بچہ لے کر آئیں۔ جو کھانا نہیں کھاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس بچے نے آپ ﷺ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگا کر کپڑے پر بہا دیا اور دھویا نہیں یعنی دھونے میں مبالغہ نہ کیا۔

(الصحيح البخارى كتاب الوضوء باب بول الصبيان حديث نمبر /223 سنن ابو داؤد كتاب الطهارة حديث نمبر 523)

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ فِي الرِّضِيعِ يُنْضَحُ بَوْلُ الْغُلَامِ، وَيُغَسَّلُ بَوْلُ الْجَارِيَةِ قَالَ قَتَادَةُ هَذَا مَا لَمْ يَكُنْ يَطْعَمُ الطَّعَامَ - حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دودھ پیتے بچے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لڑکی کا پیشاب دھویا جائے گا، اور لڑکے کے پیشاب پر پانی بہایا جائے گا اور بچگی کے پیشاب کو دھویا جائے گا اور قتادہ فرماتے ہیں کہ بچہ جب تک وہ کھانا نہ کھانے لگے تو پیشاب پر پانی بہایا جائے گا۔

(مسند ابویعلیٰ باب مسند علی بن ابی طالب ج ۱ ص ۱۵۴)

اس میں بھی نضح کا ذکر ہے اس کا معنی بھی پانی بہانا ہے جس ہم آگے بیان کریں گے۔

### اس مسئلہ پر فقہ حنفی کے دلائل

اب وہ احادیث ذکر کی جاتی ہیں جن میں بچے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا نہیں بلکہ پانی بہانے کا ذکر ہے اور یہ پانی بہانا ہی دھونا کہلاتا ہے کیونکہ پانی بہانے سے نجاست اس کے ساتھ بہہ جاتی ہے۔

{1}

عَنْ الْحَسَنِ عَنْ أُمِّهِ أَنَّهَا أَبْصَرَتْ أُمَّ سَلَمَةَ تَصُبُّ الْمَاءَ عَلَى بَوْلِ الْغُلَامِ مَا لَمْ يَطْعَمْ  
فَإِذَا طَعِمَ غَسَلَتْهُ، وَكَانَتْ تَغْسِلُ بَوْلَ الْجَارِيَةِ " حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ اپنی والدہ خیرہ جوام  
المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی لونڈی تھیں سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ لڑکے  
کے پیشاب پر پانی بہا دیتی تھیں جب تک وہ کھانا نہ کھاتا اور جب کھانا کھانے لگتا تو اسے دھوتیں، اور لڑکی  
کے پیشاب کو (دونوں صورتوں میں) دھوتی تھیں۔ (سنن ابی داؤد باب بول الصبی یصبی الثوب حدیث نمبر ۳۷۹)

{2}

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: "أَتَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ فَبَالَ عَلَيْهِ، فَدَعَا بِمَاءٍ  
فَاتَّبَعَهُ إِيَّاهُ" حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بچہ لایا  
گیا، تو اس نے آپ کے اوپر پیشاب کر دیا، تو آپ نے پانی منگایا، اور اسے اس پر بہا دیا۔

(سنن نسائی باب بول الصبی الذی لم یأکل الطعام / 304 صحیح البخاری / الوضوء 222)

یہ وہ حدیث ہے جس کو مصنف چھوڑ گئے تھے۔ لیکن حق واضح ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ اس میں بچے کے پیشاب پر  
پانی بہانے کا ذکر ہے اور احناف (حنفی سنیوں) کے نزدیک پانی بہانا ہی دھونا ہے کیونکہ اس سے نجاست زائل ہو جاتی ہے۔  
{3} عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتِي بِالصَّبِيَّانِ فَيَدْعُو لَهُمْ فَأَتِي بِصَبِيٍّ مَرَّةً فَبَالَ عَلَيْهِ فَقَالَ صُبُّوا عَلَيْهِ  
الْمَاءَ صَبًّا.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بچوں کو لایا جاتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا  
کریں تو ایک مرتبہ ایک بچہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پیشاب کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر خوب پانی  
بھاؤ۔ عبد الرحمن بن ابی لیلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب کسی بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے پر پیشاب کر دیا تو رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَقَالَ دَعُوهُ فَدَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ۔ اسے چھوڑ و پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور اس

(مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۶ رقم الحدیث 24238)

پر بہایا۔



اب تفصیلاً عرض یہ ہے کہ بچے کے پیشاب کو دھونے کے بارے میں آنے والی احادیث میں کئی الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔

(1) نضح (2) رش (3) اتباع الماء (4) صب اور مسلم شریف کی روایت میں لحد یغسلہ غسلہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

لفظ نضح دو معانی میں استعمال ہوتا ہے ایک رش یعنی پانی چھڑکنا اور دوسرا صب یعنی پانی بہانا۔

### نضح کا معنی

ان احادیث میں لفظ نضح کا معنی پانی بہانا ہے نہ کہ پانی چھڑکنا کیونکہ اہل عرب یہ لفظ بول کر صب (پانی بہانا) مراد لیتے ہیں۔

### دلیل

(1): جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ إِنِّي لَأَعْرِفُ مَدِينَةً يَنْضَحُ الْبَحْرُ بِجَانِبَيْهَا۔ میں ایسے شہر کو جانتا ہوں جس کے کناروں کو سمندر تر کرتا ہے۔ یعنی کناروں پر پانی بہاتا ہے۔ (شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۲)

اور یہاں اس کا ترجمہ چھڑکنا نہیں کیا جاسکتا کیونکہ کوئی سمندر بھی پانی چھڑکتا نہیں بلکہ بہاتا ہے۔

(2): مذی جو پیشاب کے حکم میں ہوتی ہے جس کو بالاتفاق دھونا ضروری ہے اس کے لیے ایک حدیث مبارکہ میں نضح استعمال ہوا ہے اور وہاں یہ صب کے معنی میں ہے۔ بہانا احناف کے نزدیک دھونا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔

يَكْفِيكَ أَنْ تَأْخُذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَتَنْضَحَ بِهِ ثَوْبَكَ حَيْثُ تَرَى أَنَّهُ أَصَابَ مِنْهُ " قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَسَنٌ صَحِيحٌ۔ تو ایک چلو پانی لے اور اسے کپڑے پر جہاں مذی کو دیکھے کہ وہ لگی ہے بہا لے یہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔ امام ترمذی کہتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ان کے نزدیک یہاں دھونا ہی ضروری ہے۔

(سنن ترمذی باب ماجاء فی المذی یصب الثوب حدیث نمبر ۱۱۵ / سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ حدیث نمبر ۲۱۰، سنن ابن ماجہ

کتاب الطہارۃ حدیث نمبر ۵۰۶)

رش کا معنی: رش بھی دو معانی کا احتمال رکھتا ہے ایک چھڑکنا اور دوسرا دھونا۔

دلیل

(۱): عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ، أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الثَّوْبِ يُصِيبُهُ الدَّمُ مِنَ الْحَيْضَةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُتِّيهِ ثُمَّ اقْرُصِيهِ بِالْمَاءِ ثُمَّ رُشِّيهِ وَصَلِّي فِيهِ "حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کپڑے کے بارے میں پوچھا جس میں حیض کا خون لگ جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے کھرچ دو، پھر پانی سے مل دو، پھر اس سے پانی سے دھوؤ اور اس میں نماز پڑھو۔

(سنن ترمذی باب ما جاء في غسل دم الحيض من الثوب حديث نمبر ۱۳۸ / الصحيح البخاری کتاب الوضوء حديث نمبر ۲۲۷)

سب کے نزدیک یہاں خون حیض کو دھویا جائے گا مگر یہاں اس کے لیے رش کا لفظ استعمال ہوا۔ اور جو دیگر الفاظ احادیث مبارکہ میں آئے مثلاً صاب الماء اور اتباع الماء ان کا مطلب واضح و محکم ہے اور وہ پانی بہانا ہے۔ احناف کے نزدیک بہانا ہی دھونا ہے۔

تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے موقف کی بنیاد واضح اور محکم الفاظ پر رکھی جس میں کوئی شک و شبہ نہ تھا۔ نضح اور رش کی تاویل صبت کے ساتھ فرما کر اس سے بھی دھونا مراد لیا تا کہ آثار کے درمیان تطبیق دی جاسکے اور احادیث کے اندر باہم تضاد کو ختم کیا جاسکے۔ اور سب حتیٰ کہ فی زمانہ وہابیہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ احتیاط یہی ہے کہ بچے کے پیشاب کو بھی دھویا جائے۔ اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ عبادات میں بہت محتاط مزاج کے مالک ہیں، اس لیے آپ نے بچہ اور بچی کے پیشاب میں کسی فرق کو نہ کیا اور دونوں کو دھونے کا فتویٰ ارشاد فرمایا۔

اور یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ اگر کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس کے بارے میں روایات مختلف ہوں تو تطبیق یا ترجیح کے اصول پر عمل کرتے ہوئے۔ ان روایات میں تطبیق دی جاتی ہے اگر یہ ممکن نہ ہو تو یا کسی ایک روایت کو رائج قرار دے کر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ اور یہ سب کا مسلمہ اصول ہے۔ جیسا کہ تدریب الراوی اور شرح نخبہ میں ہے کہ



أَنْ يَأْتِيَ حَدِيثَانِ مُتَضَادَّانِ فِي الْمَعْنَى ظَاهِرٌ أَفْوَقُ بَيْنَهُمَا أَوْ يُرْجَحُ أَحَدُهُمَا.

(تدریب الراوی شرح تقریب للامام جلال الدین سیوطی النوع السادس والثلاثون ص ۱۸۵)

هو أن يأتي حديث مصاد لا آخر في الظاهر فيوفق بينهما

(تحقیق الرغبة فی توضیح النخبة ص ۶۰)

یعنی دو حدیثیں ظاہری معنی میں ایک دوسرے کے مخالف ہوں تو ان کے درمیان تطبیق دی جاتی ہے یا ان میں سے ایک کو ترجیح دے کر اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ دودھ پیتے بچے اور بچکی کے پیشاب کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ نجس ہے۔

احناف نے یہی تطبیق بین الروایات کا اصول اپناتے ہوئے کہا کہ بچے کے پیشاب کو دھونے اور اس پر پانی چھڑکنے کی دونوں روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ بچے کے پیشاب کو دھونے اور مطلق پیشاب سے بچنے کی روایات صریح اور عام ہیں اور سند بھی مضبوط ہیں اور ہر طرح کے احتمال اور ادراج سے بھی مبرا و پاک لہذا ان پر عمل کرتے ہوئے جن روایات میں رش اور نضح کے الفاظ آئے ہیں ان کو پانی بہانے کے معنی میں لیں گے کیونکہ ان کا ایک معنی بہانا بھی ہے جو کہ سب کو مسلم ہے۔ اس طرح تمام احادیث قابل عمل ہو گئیں اور سب پر عمل ہو گیا۔ جیسا کہ التمهید میں ہے کہ۔ قال أبو عمر النضح في هذا الموضع صب الماء من غير عر كاس مقام في نضح كالمعنى بهانا بغیر ملنے کریں گے۔

(التمهيد لما في الموطا للحديث العاشر ص ۱۰۸)

### علامہ ابن حجر صاحب فتح الباری شرح صحیح بخاری کی تشریح

آئے اب یہ سب کچھ علامہ ابن حجر صاحب فتح الباری سن لیتے ہیں جن کی وہابیہ چھپ چھپ کر تقلید کرتے اور ان کی بحثوں کو چرا کر اپنے من گھڑت مذہب کی بنیاد مضبوط کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

لا تخالف بين الروايتين أي بين نضح ورش لأن المراد به أن الابتداء كان بالرش وهو تنقيط الماء وانتهى إلى النضح وهو صب الماء ويؤيده رواية مسلم في حديث عائشة من طريق جرير عن هشام فدعا بماء فصبه عليه ولأبي عوانة فصبه على البول يتبعه إياه.

آپ فرماتے ہیں کہ جن روایات میں رش کے الفاظ آئے ہیں وہ ان کے خلاف نہیں جن میں نضح کے الفاظ ذکر ہوئے کیونکہ ابتداء رش سے ہی ہوتی ہے یعنی پانی پہلے چھڑکا جاتا ہے اور انتہاء نضح پر ہوتی ہے۔ اور نضح کا مطلب پانی کو بہانا ہے امام مسلم کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے پانی منگوا کر اس پر بہایا اور ایسا ہی ابو عوانہ کی روایت میں آیا۔

اور امام خطابی فرماتے ہیں کہ قُلْتُ النُّضْحُ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ الْغَسْلُ مِمَّنْ كَهْتَا هُوْنَ كَمَا اس جگہ نضح سے مراد دھونا ہے۔

## اب کچھ اشکالات کے جوابات

اشکال

جب بچہ اور بچی دونوں کے پیشاب کو دھویا ہی جائے گا تو احادیث میں ان کے الگ الگ الفاظ کیوں استعمال ہوئے اور دونوں کے بارے میں یغسل (دھویا جائے) کیوں نہ آیا؟

جواب:

اس کے فقہاء نے دو جواب دیئے ہیں۔

(1) بچی کے پیشاب میں بدبو زیادہ ہوتی ہے اس لیے اس کو مبالغہ کے ساتھ دھونا ضروری ہے اگر ایسا نہ کیا گیا تو دھونے کے بعد بھی بدبو باقی رہ جائے گی۔ اس لیے اس کے لیے یغسل کا صیغہ استعمال ہوا جب کہ بچے کے پیشاب میں عفونت کی کمی کی وجہ سے بدبو زیادہ نہیں ہوتی اس لیے اسے تھوڑا دھونے سے ہی اس کی بو زائل ہو جائے گی۔ اس وجہ سے اس کے لیے صب (پانی بہانا) کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

(2) لڑکے کے پیشاب کا مخرج تنگ ہوتا ہے اس وجہ سے وہ اس کا پیشاب ایک جگہ پر گرتا ہے تو اس پر اگر خالی پانی بہا دیا جائے تو کپڑا اھل جائے گا اور جبکہ لڑکی کے پیشاب کا مخرج کشادہ ہوتا ہے اور اس کا پیشاب کپڑے کی مختلف جگہوں پر گرتا ہے جس کی وجہ بعض اوقات سارے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا ہے اور سارے کو دھونا



پڑتا ہے۔ اس وجہ احادیث میں ان کے لیے الگ الگ الفاظ استعمال ہوئے۔

### اشکال

بعض روایات میں بچے کے پیشاب کے بارے میں لم یغسلہ (اسے دھویا نہ جائے گا) کے الفاظ آئے ہیں جیسا کہ بخاری کی روایت میں یہ الفاظ مذکور ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے۔

### جواب

بخاری شریف میں جو لَمْ يَغْسِلْهُ کے الفاظ آئے ہیں ان کے بارے میں علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔  
قوله ولم يغسله ادعى الأصيلي أن هذه الجملة من كلام ابن شهاب راوى الحديث وأن المرفوع انتهى عند قوله فنضحه قال وكذلك روى معمر عن ابن شهاب وكذا أخرجه بن أبي شيبه قال فرشه لم يزد على ذلك انتهى. وقد أخرجه عبد الرزاق عنه بنحو سياق مالك لكنه لم يقل ولم يغسله:

امام اصیلی فرماتے ہیں کہ امام بخاری کا لم یغسلہ کہنا حدیث کے الفاظ نہیں بلکہ ابن شہاب راوی حدیث کے الفاظ ہیں حدیث مرفوع صرف فضحہ تک ہے اور ایسے ہی معمر نے ابن شہاب سے روایت کی اور ابن ابی شیبہ نے فرشہ تک حدیث مبارکہ کو لکھا اس پر زائد کوئی لفظ نہیں کیا اور دلیل یہ دی کہ مصنف عبد الرزاق میں یہی روایت امام مالک ہی سے ہے اور اس میں لَمْ يَغْسِلْهُ کے الفاظ نہیں ہیں۔  
(فتح الباری باب بول الصبیان ج ۱ ص ۳۲۷)

اگر یہ الفاظ روایت کے بھی ہوں تو امام مالک اس روایت کے راوی ہیں اور قاعدہ ہے کہ راوی اپنی مروی روایت کے خلاف نہیں کرتا ورنہ اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی۔ جبکہ امام مالک بچے کے پیشاب کے دھونے کے قائل ہیں تو انہوں نے لَمْ يَغْسِلْهُ کو دھونے میں مبالغہ کی نفی پر محمول کیا ہے۔ یعنی دھونے میں مبالغہ نہیں کیا جائے گا۔ اور راوی روایت کا معنی دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے۔ اس لئے مطلق دھونے کی نفی نہیں بلکہ مبالغہ کے ساتھ دھونے کی نفی ثابت ہوتی ہے جس کے احناف بھی قائل ہیں۔

اس پر ہمارے پاس مسلم شریف کی روایت دلیل ہے۔ جس میں لَمْ يَغْسِلْهُ غَسَلًا کے الفاظ موجود ہیں۔

نحو پڑھنے والے جانتے ہیں کہ مفعول مطلق تاکید کے لئے آتا ہے جو مبالغہ کا معنی دیتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب فعل موکد ہو اور اس پر نفی داخل ہو تو نفی فعل کی نہیں بلکہ تاکید کی ہوتی ہے۔ یعنی یہاں پر نفی دھونے کی نہیں بلکہ تاکید کی نفی مراد ہے یعنی مبالغہ کے ساتھ نہیں دھویا جائے۔

یزدانی صاحب آپ نے تو اپنی کتاب احناف کا رسول اللہ ﷺ سے اختلاف میں بیہودہ اشعار کی بھرمار کردی میں اس بات کو سمجھتا ہوں کہ کتاب کو مرتب کرنے کے لیے کسی حد تک صفحات کی تعداد مقصود ہوتی ہے اور آپ نے بعض اوقات تو اپنے زعم باطل کے ثبوت میں وزن و بحر بھی توڑ ڈالی۔ حضرت اگر میں چاہتا تو تیری مدح بمعنی ذم میں یہاں بہت سے اشعار لکھتا کہ میں عالم بحر بھی ہوں اور اللہ عزوجل کے کرم سے علم عروض بھی جانتا ہوں لیکن میں اپنے قلم کو صرف اپنے آقا و مولیٰ کی نعت میں ہی استعمال کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

### غیر مقلدین کی بددیانتی

غیر مقلدین نے بددیانتی سے اپنا دامن آلودہ کرتے ہوئے نسائی شریف کی روایت نمبر 305 پیش کی مگر اسی روایت سے پچھلی حدیث صریح نمبر 304 ان کو نظر نہ آئی جو احناف کے موقف کو ثابت کرتی تھی اور جس میں بچے کے پیشاب پر پانی بہانے کا ذکر ہے۔

اور ہم بار بار کہہ چکے ہیں کہ نجاست کو بہانا ہی ہمارے نزدیک نجاست کو دھونا ہے۔ اگر یہ حدیث اسی کتاب میں آگے کسی جگہ ہوتی تو ہم حسن ظن کرتے ہوئے اس کو اس بات پر محمول کرتے کہ شاید مصنف کو یہ حدیث نظر نہ آئی ہو۔ مگر افسوس کے اسی حدیث کے پیچھے یہ حدیث موجود ہے۔ اس کے باوجود بھی اس صریح حدیث مبارکہ سے احتراز کرنا کتنی بڑی بددیانتی ہے۔ اور پھر بعض کو چھوڑنا اور بعض پر عمل کرنا نہ ہوا۔

### غیر مقلدوں کی عجیب ٹیڑھی سوچ

یہاں پر بچے کا پیشاب پاک ظاہر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے مگر رسول اللہ ﷺ کے پاک و طاہر



پیشاب کے بارے میں نظریہ پڑھیے اور استغفار کیجئے۔ غیر مقلدین کے امام حافظ عبد اللہ محدث روپڑی علیہ ما علیہ صاحب سے سوال ہوا کہ کیا نبی کریم ﷺ کا پیشاب پاک ہے۔ کیونکہ ایک عورت نے آپ ﷺ کا پیشاب پیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس دن کے بعد تجھے کبھی پیٹ درد نہیں ہوگا۔

اس سوال کے جواب میں محدث عبد اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس روایت سے آپ ﷺ کے پیشاب کا پاک ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ غلطی سے پیا گیا ہے۔ رہا آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ تیرے پیٹ میں درد نہیں ہوگا۔ یہ علاج ہے بعض نجس چیز بھی علاج بن جاتی ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ (فتاویٰ اہل حدیث جلد اول ص ۲۵۰-۲۵۱)

## غیر مقلدین سے میرے چند سوالات

سوال (1)

اگر آپ لوگ یعنی غیر مقلدین احناف کی دی ہوئی تطبیق بین الاحادیث اور دیئے گئے ان جوابات کا انکار کریں اور یہ تسلیم نہ کریں تو آپ لوگوں سے میری عرض یہ ہے کہ وہ اوپر پیش کی گئی تمام احادیث میں مطابقت کی صورتوں کو پیش کرو اور تمام احادیث میں یوں تطبیق دے کر دکھاؤ کہ سب پر عمل ممکن ہو سکے جیسے کہ احناف نے اپنے اس فریضے کو ادا کیا ہے اور سب میں تطبیق دے کر ان سب احادیث پر عمل کر کے دکھایا ہے۔

سوال (2)

آپ کے نزدیک بچے کا پیشاب نجس ہے یا نہیں؟ اگر نجس نہیں پھر تو مسئلہ ہی حل ہو گیا کیونکہ اَلْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ۔

سوال (3)

اگر نجس نہیں تو اس پر پانی چھڑکنے کا پھر کیا مطلب ہوا؟ کیونکہ پاک چیز تو پاک ہی ہے اس پر پانی چھڑکنے کی بھی حاجت نہیں۔

سوال (4)

اگر بچے کا پیشاب تمہارے نزدیک نجس ہے تو کس عمر تک بچے کے پیشاب کو نہیں دھویا جائے گا بلکہ اس پر صرف پانی چھڑکا جائے گا؟

سوال (5)

کتنا کھانا کھانے لگے تو اس کا پیشاب دھویا جائے گا۔ مثلاً دو یا تین ماہ کا بچہ اگر سیریل وغیرہ کھانے لگے اور اپنی ماں کا دودھ بھی پیتا ہو تو کیا اس کا پیشاب دھویا جائے گا یا نہیں۔ پھر وہ بچے جو سیریل کھاتے ہیں وہ بھی مختلف ہیں کچھ تو ایک یا دو چمچ کھاتے ہیں اور دودھ زیادہ پیتے ہیں اور کچھ سیریل زیادہ کھاتے ہیں اور دودھ کم پیتے ہیں۔ تو پھر ان دونوں میں سے کس کا پیشاب دھویا جائے اور کس کا نہیں؟

سوال (6)

یہ بھی بتایا جائے کہ بچے غذاؤں میں سے کوئی غذا کھائے تو اس کا پیشاب دھویا جائے گا؟ اگر تم کہتے ہو کہ دودھ کے علاوہ جو بھی کھائے تو اس کا پیشاب نجس اور اس کو دھویا جائے گا پھر میرا سوال یہ ہے کہ شہد یا کھجور تو بچے کو پہلے دن ہی گھٹی کے طور پر کھلا دی جاتی ہے تو اب اس بچے کے پیشاب کے بارے میں تمہارا فیصلہ کیا ہوگا؟ اور ان تمام سوالات کے جوابات حدیث مبارکہ سے مطلوب ہیں کیونکہ تقلید تمہارے نزدیک شرک ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ فقہ حنفی احادیث پر عمل کرتی ہے نہ کہ ان کی مخالفت۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2015



## اگر یوزڈ واٹر آرگنز کو لگ جائے تو کیا دوبارہ ان کو دھونا پڑھے گا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 34

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد کے وضو خانوں کے فلورز (Floors) پر یوزڈ واٹر (Used water) کے قطرے پڑے ہوتے ہیں جو وضو مکمل کرنے والوں کے آرگنز سے گرتے ہیں اور پھر وہ لوگوں کے پاؤں کو لگتے ہیں تو کیا اس صورت میں انہیں پاؤں دوبارہ دھونے پڑیں گے۔  
سائل: عبد اللہ کونٹری یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ  
پاؤں پر وضو کا مستعمل پانی (Used water) کے لگ جانے سے اسے دھونا ضروری نہیں ہے کیونکہ  
مستعمل پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

## حدث اکبر کی صورت میں نماز کا وقت مختصر ہو تو؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 35

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر غسل واجب تھا

لیکن اسے پتا نہیں چلا جب وہ سوکراٹھا تو نماز کا وقت ختم ہونے کے قریب تھا۔ اگر غسل کرتا ہے تو نماز کا وقت ختم ہو جائے گا۔ ایسے شخص کے لیے کیا حکم شریعت ہے؟  
سائل: جنید فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر وقت اتنا تنگ ہو کہ غسل میں مصروف ہوگا تو نماز قضا ہو جائے گی تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے اور بعد میں غسل کر کے نماز کو دوبارہ پڑھے اور دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ وضو یا غسل کریگا تو نماز قضا ہو جائے گی تو چاہیے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر وضو یا غسل کر کے اعادہ کرنا لازم ہے۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۵۲]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-9-2016

الجواب صحیح والجبیب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## پیریڈز کی حالت میں مسجد میں جانا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 36

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کے لیے مسجد میں

میلاد کی محفل میں جانا جائز ہے جب وہ حیض کی حالت میں ہو؟  
سائل: نجم فرام لنڈن - انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَ وَالصَّوَابَ

حالت حیض میں عورت کے لیے مسجد میں جانا ناجائز و حرام ہے اگرچہ وہ محفل میلاد میں شرکت کے لیے ہو جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "وَيَحْرُمُ بِالْحَدِيثِ الْاَكْبَرِ دُخُولَ مَسْجِدٍ وَلَوْ لِلْعُبُورِ اَمَّا الْمُرُورُ" جسے حدیث اکبر ہو یعنی جنبی یا حیض و نفاس والی عورت کو مسجد میں داخل ہونا حرام ہے اگرچہ مسجد سے گزرنے کے لیے ہی ہو۔

[درمختار مع رد المحتار باب سنن الغسل ج ۱ ص ۹۳]

اور اس بارے میں حدیث بھی موجود ہے جسے علامہ شامی نے دلیل بنایا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُجُوهُ بُيُوتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةً فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: وَجَّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَصْنَعْ الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءً أَنْ تَنْزَلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ، فَخَرَجَ إِلَيْهِمْ بَعْدُ، فَقَالَ: وَجَّهُوا هَذِهِ الْبُيُوتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، فَإِنِّي لَا أَجِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حال یہ تھا کہ بعض صحابہ کے گھروں کے دروازے مسجد سے لگتے ہوئے کھل رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان گھروں کے رخ مسجد کی طرف سے پھیر کر دوسری جانب کر لو۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم [مسجد میں یا صحابہ کرام کے گھروں میں] داخل ہوئے اور لوگوں نے ابھی کوئی تبدیلی نہیں کی تھی، اس امید پر کہ شاید ان کے متعلق کوئی رخصت نازل ہو، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ ان کے پاس آئے تو فرمایا: "ان گھروں کے رخ مسجد کی طرف سے پھیر لو کیونکہ میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد کو حلال نہیں کرتا۔

[سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب فی الجنب یدخل المسجد رقم الحدیث 232]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 25-12-2016

## فلوٹنگ ٹیٹھ کا مسئلہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 37

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دو دانتوں کے درمیان گیپ کوفل کرنے کے لیے میرے ڈینٹسٹ ڈاکٹر نے فلوٹنگ ٹیٹھ [Floating teeth] لگانے کا کہا ہے اس کے علاوہ اس کا کوئی حل نہیں۔ میری پریشانی یہ ہے کہ یہ نقلی دانت اصلی دانتوں کی دونوں سائڈز کو چھپالے گا اور اب وضو میں کلی کے دوران پانی اس نقلی دانت کو چھوئے گا جبکہ اصلی دانتوں کی دونوں سائڈز کو نہیں چھوئے گا کیا وضو ہو جائے گا اور دانت لگانے کا حکم کیا ہے؟

سائلہ: شبینہ فرام برمنگھم۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَّ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

وضو تو ہو جائے گا کیونکہ وضو میں کلی سنت موکدہ ہے نہ کہ فرض۔ البتہ فرض غسل میں کلی کرنا فرض ہے۔ اگر وہ فلوٹنگ دانت اس طرح لگایا گیا ہے کہ بوقت ضرورت نکالا جاسکتا ہے تو اس کو اتار کر کلی کے دوران اچھی طرح پانی منہ کے پرزوں اور دانتوں کے خلا کے درمیان بہانا ضروری ہے اور اگر وہ دانت اس طرح لگایا گیا ہے کہ اسے نکالنا دشوار ہے اور حرج میں ڈالتا ہے یا نکالا ہی نہیں جاسکتا بلکہ توڑنا ہی پڑے گا تو اسے نکالنے کی ضرورت نہیں اس کو نکالے بغیر بھی غسل ہو جائے گا۔ ہماری شریعت ایسے معاملات میں آسانی عطا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے کہ مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ۔ اللہ تمہیں حرج [تنگی] میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ [المائدہ: ۶]

موضع حرج معاف ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت بیان فرماتے ہیں کہ بالجملہ تمام ظاہر بدن ہر ذرہ ہر رو نگئے پر سر سے پاؤں تک پانی بہنا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر مواضع حرج معاف ہیں۔



اس کے آگے سیدی اعلیٰ حضرت نے کئی مواضع حرج کو بیان فرمایا مثلاً۔ ہلتا ہوا دانت اگر تار سے جکڑا ہے معافی ہونی چاہئے اگرچہ پانی تار کے نیچے نہ بہے کہ بار بار کھولنا ضرر دے گا نہ اس سے ہر وقت بندش ہو سکے گی۔ یوں ہی اگر اکھڑا ہوا دانت کسی مسالے مثلاً برادہ آہن و مقناطیس وغیرہ سے جمایا گیا ہے جسے ہوئے چُونے کی مثل اس کی بھی معافی چاہئے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲-۱ ص ۶۰۹]

جب اس مسالے کے نیچے پانی بہانا معاف ہے جس سے دانت کو جمایا گیا تو اس خلا میں بھی پانی بہانا معاف ہو جائے گا جس کو مصنوعی دانت نے بند کر دیا کیونکہ جس طرح اس مسالے کو اکھاڑنے میں حرج ہے اسی طرح اس مصنوعی دانت کو اکھاڑنے میں حرج۔

اور دانت لگانے میں بھی کوئی حرج نہیں انسان اپنا ٹوٹا ہوا دانت بھی لگا سکتا ہے اور کسی شرعی طور پر مذہب و جانور کا بھی اور پتھر وغیرہ کا دانت لگانے میں تو بالکل حرج نہیں۔ کیونکہ آئمہ احناف میں اختلاف تو اپنا دانت لگانے میں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کو مکروہ کہتے اور امام یوسف فرماتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور فتویٰ امام یوسف کے قول پر ہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قول سے رجوع کر چکے۔ سیدی اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ والصحيح انه عظم فلا ينجس ولو من ميتة وقد نص في البدائع والكافي والبحر والد رو غيرهما ان سن الانسان طاهرة على ظاهر المذهب وهو الصحيح وان ما في الذخيرة وغيرها من انها نجسة ضعيف فارتفع الاشكال كيف لا وقد رجع عنه الامام۔

اور صحیح یہ ہے کہ دانت ایک ہڈی ہے، تو وہ اگرچہ ایک مردے ہی کا ہونجس نہ ہوگا۔ اور بدائع، کافی، بحر، درمختار وغیرہا میں تصریح ہے کہ انسان کا دانت پاک ہے، یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی صحیح ہے اور ذخیرہ وغیرہا میں جو لکھا کہ نجس ہے یہ قول ضعیف ہے، تو اشکال دور ہو گیا۔ پھر یہ کیسے نہ ہو جب کہ امام اس سے رجوع کر چکے ہیں۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۲-۱ ص ۶۱۰]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-6-2016

## عورت کے کان یا ناک میں زیور ڈالنے کے سوراخ بند نہ ہوں تو؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 38

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی عورت کے کانوں اور ناک میں جیولری پہننے کے سوراخ ہوں تو کیا فرض غسل کرتے وقت ان میں پانی بہانا ضروری ہے۔

سائلہ: سارا فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

اگر جیولری پہننے سے یہ سوراخ بند نہیں ہوئے تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اگر زیور کے پہننے کی وجہ سے یہ سوراخ تنگ ہوں تو پانی ڈالتے وقت اس زیور [کانٹوں یا نتھ] کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں اور کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا یہی حکم ہے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ نتھ کا سوراخ اگر بند نہ ہو تو اس میں پانی بہانا فرض ہے اگر تنگ ہو تو پانی ڈالنے میں نتھ کو حرکت دے ورنہ ضروری نہیں۔ کانوں میں بالی وغیرہ زیوروں کے سوراخ کا وہی حکم ہے۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۱۷]

اگر زیور وغیرہ نہ پہننے کی وجہ سے کانوں اور ناک کے زیور ڈالنے کے سوراخ بند ہو گئے ہوں تو اب ان کے بارے میں کسی پریشانی کی ضرورت نہیں اور نہ کسی ایکسٹرا احتیاط کی حاجت کیونکہ ان میں پانی بہانا ضروری نہیں۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ بالجملہ تمام ظاہر بدن ہر ذرہ ہر روگٹے پر سر سے پاؤں تک پانی بہانا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر موضع حرج معاف ہیں [یہاں پانی بہانا ضروری



نہیں [مثلاً: آنکھوں کے ڈھیلے، عورت کے گندھے ہوئے بال، ناک کان کے زیوروں کے وہ سوراخ جو بند ہو گئے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲-۱ ص ۲۰۶]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-1-2016

قدح الجواب

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## غسل کا طریقہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 39

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل فرض کا سنت طریقہ کیا ہے؟

سائل: محمد فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

غسل کے تین فرائض ہیں جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ وَهِيَ ثَلَاثَةٌ الْمَضْمَضَةُ وَالْإِسْتِنْشَاقُ،

وَعَسْلُ جَمِيعِ الْبَدَنِ عَلَى مَا فِي الْمَثُونِ (1) کلی کرنا (2) ناک میں پانی چڑھانا (3) تمام ظاہر بدن پر پانی

(فتاویٰ ہندیہ ج 1 ص 13)

بہانا۔

(1) کلی کرنا

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کی کلی کرنے کے بارے میں تحریر کا خلاصہ ہے کہ کلی اس

طرح کرے کہ منہ کے ہر پرزے، گوشے، ہونٹ سے حلق کی جڑ تک ہر جگہ پانی بہ جائے۔ اسی طرح

داڑھوں کے پیچھے گالوں کی تہ میں، دانتوں کی کھڑکیوں اور جڑوں اور زبان کی ہر کروٹ پر بلکہ خلق کے کنارے تک پانی بہے۔ روزہ نہ ہو تو غرغره بھی کر لیجئے کہ سنت ہے۔ دانتوں میں چھالیہ کے دانے یا بوٹی کے ریشے وغیرہ ہوں تو ان کو چھڑانا ضروری ہے۔ ہاں اگر چھڑانے میں ضرر (یعنی نقصان) کا اندیشہ ہو تو معاف ہے۔ غسل سے قبل دانتوں میں ریشے وغیرہ محسوس نہ ہوئے اور رہ گئے نماز بھی پڑھ لی بعد کو معلوم ہونے پر چھڑا کر پانی بہانا فرض ہے، پہلے جو نماز پڑھی تھی وہ ہو گئی۔ جو ہلکا دانت مسالے سے جمایا گیا یا تار سے باندھا گیا اور تار یا مسالے کے نیچے پانی نہ پہنچتا ہو تو معاف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج 1 ص 440-439)

## (2) ناک میں پانی چڑھانا

ناک میں پانی چڑھاتے وقت یہ خیال رہے کہ ناک کی سخت ہڈی کے شروع تک دھلنا لازمی ہے اور یہ اس وقت ممکن ہے جب پانی کو سونگھ کر اوپر کھینچئے۔ یہ خیال رہے کہ بال برابر بھی جگہ دھلنے سے نہ رہ جائے ورنہ غسل نہ ہوگا۔ ناک کے اندر اگر ریٹھ سٹو کھ گئی ہے تو اس کا چھڑانا فرض ہے۔ نیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج 1 ص 440-439)

## (3) تمام ظاہری بدن پر پانی بہانا

سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر حصہ پر پانی کا بہ جانا ضروری ہے، جسم کی بعض جگہیں ایسی ہیں کہ اگر احتیاط نہ کی تو وہ سٹو کھی رہ جائیں گی اور غسل نہ ہوگا۔

فقہ حنفی میں غسل کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے دل میں اس طرح نیت کیجئے کہ میں پاکی حاصل کرنے کیلئے غسل کرتا ہوں۔ پہلے دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین تین بار دھویئے، پھر استنجے کی جگہ دھویئے خواہ نجاست ہو یا نہ ہو، پھر جسم پر اگر کہیں نجاست ہو تو اس کو دُور کیجئے پھر نماز کا سا وضو کیجئے اگر پاؤں رکھنے کی جگہ پر پانی جمع ہے تو پاؤں نہ دھویئے، اور اگر سخت کنکریٹ کے فرش پر جیسا کہ آج کل ہوتا ہے پر غسل کر رہے ہیں تو پاؤں بھی دھو لیجئے، پھر بدن



پرتیل کی طرح پانی چھڑ لیجئے، خصوصاً سردیوں میں پھرتین بارسیدھے کندھے پر پانی بہائیے، پھرتین بار اٹے کندھے پر، پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار، پھر غسل کی جگہ سے الگ ہو جائیے، اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے تو اب دھو لیجئے۔ تمام بدن پر ہاتھ پھیر کر مل کر نہائیے، ایسی جگہ نہائیے کہ کسی کی نظر نہ پڑے، دورانِ غسل کسی قسم کی گفتگو مت کیجئے، کوئی دُعا بھی نہ پڑھے، نہانے کے بعد تولیہ وغیرہ سے بدن پونچھنے میں خرچ نہیں۔ نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لیجئے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 2-7-2016

## غسل کرتے وقت دانتوں کو فلوس کرنا ضروری ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 40

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فرض غسل کرنے سے پہلے مجھے دانتوں کے خلا کو تنکے یا کسی اور چیز سے صاف کرنا ضروری ہے؟  
سائل: یوسف فرام انڈیا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کوئی سخت چیز دانتوں کے درمیان موجود ہو جو پانی کے بہنے کو روکے گی تو فرض غسل کرتے وقت اس چیز کو

نکالنا ضروری ہے تاکہ دانتوں کے درمیان پانی پہنچ سکے اگر ایسا نہ کیا تو غسل ادا نہ ہوگا بشرطیکہ اس کے جدا کرنے میں

ضرر یا حرج لاحق نہ ہو۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ فرماتے ہیں ”اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی دانتوں کی جڑ یا کھڑکیوں وغیرہ میں حائل ہو تو لازم ہے کہ اُسے جدا کر کے کُلی کرے ورنہ غسل نہ ہوگا۔“

ہاں اگر اُس کے جدا کرنے میں حرج و ضرر و اذیت ہو جس طرح پانوں کی کثرت سے جڑوں میں چونا جم کر متحجر ہو جاتا ہے کہ جب تک زیادہ ہو کر آپ ہی جگہ نہ چھوڑ دے چھڑانے کے قابل نہیں ہوتا یا عورتوں کے دانتوں میں مٹی کی ریخیں جم جاتی ہیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑھوں کی مضرت کا اندیشہ ہے تو جب تک یہ حالت رہے گی اس قدر کی معافی ہوگی فان الحرج مدفوع بالنص (اس لیے کہ نص سے ثابت ہے کہ جہاں حرج ہو اسے دفع کیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 1-2 ص 593)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 16-11-2017

## غسل کے بعد وضو کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 41

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فرض غسل کے بعد نماز وغیرہ

سائل: یسین فرام انگلینڈ

کے لیے وضو کرنا ضروری ہے؟



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

فرض غسل کے بعد نماز کے لیے نیا وضو کرنے کی حاجت نہیں ہے، اگر غسل سے لے کر نماز تک کوئی ناقض وضو [وضو توڑنے والی شے] نہ پایا گیا ہو۔ کیونکہ غسل میں سارے جسم پر پانی بہایا جاتا ہے جس میں ضمنا وہ اعضاء دھل جاتے ہیں جن کا دھونا وضو میں فرض ہوتا ہے۔ لہذا فرض غسل کے بعد بغیر نیا وضو کیے نماز پڑھ سکتا ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-1-2016

قدح الجواب

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## کانوں کے سوراخ [Piercing] بند ہوں تو غسل کرنے میں احتیاط

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 42

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے کانوں اور ناک کے سوراخ بند ہو گئے ہیں لیکن ابھی بھی کوئی چیز کچھ پریش کے ساتھ دبا کر ڈالی جائے تو چلی جائے گی کیا مجھے غسل میں اس کے بارے میں کوئی ایکسٹرا احتیاط کرنی چاہیے۔

سائلہ: فرزانہ فرام لندن - انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

آپ کو غسل کرتے وقت کسی ایکسٹرا احتیاط کی حاجت نہیں کیونکہ آپ کے کانوں اور ناک کے زیور ڈالنے کے

سورخ بند ہو گئے ہیں۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ بالجملہ تمام ظاہر بدن ہر ذرہ ہر روٹھے پر سر سے پاؤں تک پانی بہنا فرض ہے ورنہ غسل نہ ہوگا مگر موضع حرج معاف ہیں [یہاں پانی بہانا ضروری نہیں] مثلاً: آنکھوں کے ڈھیلے، عورت کے گندھے ہوئے بال، ناک کان کے زیوروں کے وہ سورخ جو بند ہو گئے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-1-2016

## کتا کپڑے کو چاٹ لے تو؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 43

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم انگلیٹنڈ کے رہائشی ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ ادھر کتے ہر جگہ ہوتے ہیں تو اگر کوئی کتا ہمیں چاٹ لے اور ہم نماز کو جا رہے ہوں تو کیا ہمیں اپنے کپڑے تبدیل کرنے ہوں گے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کتے نے کپڑے کو فقط چھوا ہے تو کپڑا پاک ہے۔ لیکن اگر کتے نے کپڑے کو چاٹ لیا اور اس کا لعاب بقدر

درہم کپڑے کو لگ گیا تو کپڑا ناپاک ہو جائے گا کیونکہ اس کا لعاب ناپاک ہے۔



جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ کتا نجس ہے کیونکہ اس کا گوشت اور خون اور لعاب اور سور (جوٹھا) اور عرق (پسینہ) ہمارے نزدیک نجس ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج 4 ص 408)

اور بہار شریعت میں ہے کہ کتا بدن یا کپڑے سے چھو جائے، تو اگرچہ اس کا جسم تر ہو بدن اور کپڑا پاک ہے، ہاں اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے یا اس کا لعاب لگے تو ناپاک کر دے گا۔

(بہار شریعت ج 1 حصہ 2 ص 395)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-11-2016

## بچہ موزوں پر مسح کی مدت سونے سے شروع ہوگی یا اٹھنے سے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 44

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی وضو کر کے موزے پہن کر سویا تو اس کی مدت مسح سونے سے شروع ہوگی یا اٹھنے سے۔

سائل: عثمان فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جب وضو ٹوٹا ہے اس وقت سے مسح کی مدت کا شمار ہوتا ہے مثلاً صبح کے وقت وضو

کر موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے کیونکہ اس کا وضو گزشتہ ظہر کے

وقت ٹوٹا تھا۔

غافل ہو کر لیٹ کر سونے سے وضو ٹوٹتا ہے لہذا جب وہ غافل ہو کر لیٹ کر سویا تو اسی وقت سے موزوں پر مسح کی مدت شروع ہوگی نہ کہ اٹھنے سے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2016

## میت کو غسل دینے کا طریقہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 45

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حنفی سکول آف تھاٹ میں میت کو غسل دینے کا طریقہ کیا ہے؟  
سائل: عکاش فرام شیفلڈ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

احناف کے مطابق میت کو غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے جس تختہ پر میت کو غسل دینے کا ارادہ ہو اُس کو تین یا پانچ یا سات بار دھونی دیں یعنی کسی چیز میں سلگتی ہوئی خوشبو لے کر اُسے اتنی بار تختے کے گرد پھرائیں اور اُس پر میت کو لٹا کر ناف سے گھٹنوں تک کسی کپڑے سے چھپا دیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر پہلے استنجا کرائے پھر نماز کا سا وضو کرائے یعنی منہ پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئیں پھر سر کا مسح کریں پھر پاؤں دھوئیں مگر میت کے



وضو میں گٹوں تک پہلے ہاتھ دھونا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا نہیں ہے ہاں کوئی کپڑا یا روئی کی پھریری بھگو کر دانتوں اور مسوڑوں اور ہونٹوں اور نتھنوں پر پھیر دیں پھر سر اور داڑھی کے بال ہوں تو پاک صابون سے دھوئیں صابون نہ ہو تو خالی پانی سے دھونا بھی کافی ہے، پھر بائیں کروٹ پر لٹا کر سر سے پاؤں تک بیری کے پتوں سے جوش دیا ہو پانی بہائیں کہ تختہ تک پہنچ جائے پھر داہنی کروٹ پر لٹا کر یو ہیں کریں اور بیری کے پتے جوش دیا ہو پانی نہ ہو تو خالص پانی نیم گرم کافی ہے پھر ٹیک لگا کر بٹھائیں اور نرمی کے ساتھ نیچے کو پیٹ پر ہاتھ پھیریں اگر کچھ نکلے دھو ڈالیں دوبارہ وضو غسل کروانے کی حاجت نہیں پھر آخر میں سر سے پاؤں تک کافور کا پانی بہائیں پھر اس کے بدن کو کسی پاک کپڑے سے آہستہ پونچھ دیں۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

يُوضَأُ وَضُوءُهُ لِلصَّلَاةِ... وَلَا يُمَضَّبُ وَلَا يَسْتَنْشَقُ، كَذَا فِي فِتَاوَى قَاضِي حَانَ، وَمَنْ الْعُلَمَاءُ مَنْ قَالَ يَجْعَلُ الْغَاسِلُ عَلَى أَصْبَعِهِ خُرْقَةً رَقِيقَةً وَيُدْخِلُ الْأَصْبَعَ فِي فَمِهِ وَيَمْسَحُ بِهَا أَسْنَانَهُ وَشَفَتَيْهِ وَلَهَاتَهُ وَلِثَّتَهُ وَيُنْقِئُهَا وَيُدْخِلُ فِي مَنْخَرِيهِ أَيْضًا... وَالصَّحِيحُ أَنَّهُ يَمْسَحُ رَأْسَهُ وَلَا يُؤْخِرُ غَسْلَ رِجْلَيْهِ وَالْغُسْلُ بِالْمَاءِ الْحَارِّ أَفْضَلُ عِنْدَنَا، كَذَا فِي الْمَحِيطِ، وَيُغْلَى الْمَاءُ بِالسِّدْرِ أَوْ بِالْحَرْصِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْمَاءُ الْقَرَّاحُ، كَذَا فِي الْهِدَايَةِ وَيُغَسَّلُ رَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ بِالْخُطْبِيِّ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَبِالصَّابُونِ وَنَحْوِهِ كَذَا فِي التَّبْيِينِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فَيَكْفِيهِ الْمَاءُ الْقَرَّاحُ، كَذَا فِي شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ ثُمَّ يُضَجُّ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْسَرِ فَيُغَسِّلُ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ حَتَّى يَرَى أَنَّ الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ إِلَى مَا يَلِي التَّخْتِ مِنْهُ ثُمَّ يُضَجُّ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ فَيُغَسِّلُ بِالْمَاءِ وَالسِّدْرِ حَتَّى يَرَى أَنَّ الْمَاءَ قَدْ وَصَلَ إِلَى مَا يَلِي التَّخْتِ مِنْهُ؛ لِأَنَّ السُّنَّةَ هِيَ الْبَدَاءَةُ بِالْمِيَامِ ثُمَّ يُجْلِسُهُ وَيُسْنِدُهُ إِلَيْهِ وَيَمْسَحُ بَطْنَهُ مَسْحًا رَفِيقًا تَحَرُّزًا

عَنْ تَلْوِيثِ الْكَفْرِ فَإِنْ خَرَجَ مِنْهُ شَيْءٌ غَسَلَهُ وَلَا يُعِيدُ غَسْلَهُ وَلَا وُضُوءَهُ ثُمَّ يُنَشِّفُهُ  
بِثَوْبٍ كَيْ لَا تَبْتَلَأَ أَكْفَانُهُ"

("الفتاوى الهندية"، كتاب الصلاة، الباب الحادى والعشرون في الجنائز، الفصل الثاني، ج ١، ص ١٥٨)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-09-2017

## نپاکی کی حالت میں ذکر اللہ کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 46

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مرد یا عورت کو نپاکی  
[جنابت] کی حالت میں ذکر اللہ کرنا جائز ہے؟  
سائل: یوسف فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

قرآن پاک کی قرات کے علاوہ نپاکی [جنابت وغیرہ] حالت میں تمام اذکار کلمہ و درود شریف وغیرہ کرنا جائز  
ہے بہتر یہ ہے کہ وضو یا گلی کر کے کیا جائے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ

درود شریف اور دعاؤں کے پڑھنے میں انھیں حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ وضو یا گلی کر کے پڑھیں۔

[بہار شریعت ج ١ حصہ ٢ مسئلہ ٢١ ص ٣٢٤ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ]



بلکہ عورتوں کے لیے تو مستحب ہے کہ ایام حیض میں کلمہ شریف یا درود شریف و زباناں رہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ اور تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف وغیرہ پڑھنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحب ہے اور ان چیزوں کو وضو یا گلی کر کے پڑھنا بہتر اور ویسے ہی پڑھ لیا جب بھی خرچ نہیں اور ان کے چھونے میں بھی خرچ نہیں۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ مسئلہ ۷ ص ۳۷۹ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافناء کنز الایمان یو کے

Date: 12-06-2017

## نائیلون کے بنے ہوئے موزوں پر مسح کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 47

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہم نائیلون کے بنے ہوئے واٹر پروف موزوں پہن کر پاؤں پر مسح کر سکتے ہیں جس طرح چمڑے کے موزوں پر مسح کیا جاتا ہے۔

سائل: آرخلیق فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں ان پر مسح کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اگر پاؤں پر پہنی جانے والی چیز درج ذیل شرائط کی حامل ہے تو اس پر

مسح جائز ہے اور وہ موزوں کے حکم میں ہے۔

[1]: اس کا ایسا دبیز [موٹا] اور مضبوط ہونا ضروری ہے کہ اگر صرف انہیں کو پہن کر کچھ مسافت طے کریں تو پھٹ نہ جائیں۔

[2]: اتنے بڑے ہوں کہ پاؤں کے ٹخنے چھپ جائیں۔

[3]: وہ موزے پنڈلی پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بغیر باندھے رکے رہیں ڈھلک نہ آئیں

[4]: اور ان پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پانی اندر پاؤں کی طرف نہ چلا جائے۔

اگر کوئی چیز ان شرائط کی حامل ہے اس پر مسح کرنا جائز ہے اور یہ صاحبین کا قول ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ جبکہ امام صاحب کے نزدیک موزے چمڑے کے ہوں یا صرف ان کا تلاء چمڑے کا ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو بالاتفاق ان پر مسح جائز ہے۔

جیسا کہ غنیۃ اور منیۃ میں ہے کہ "(المسح علی الجوارب لایجوز عند ابی حنیفۃ الا ان یکونا مجلدین) ای استوعب الجلد ما یستقر القدم الی الکعب (او منعلین) ای جعل الجلد علی ما یلی الارض منہما خاصۃ کالنعل للرجل (وقال لایجوز اذا کانا ثخنین لایشفان) فان الجوارب اذا کان بحیث لایجاوز الماء منہ الی القدم فهو بمنزلۃ الادیم والصرم فی عدم جذب الماء الی نفسه الا بعد لبث او ذلك بخلاف الرقیق فانه یجذب الماء وینفذہ الی الرجل فی الحال"

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے (یا منعل ہوں) یعنی جرابوں کا جو حصہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چمڑے کا ہو، جیسے پاؤں کی جوتی ہوتی ہے (اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرابیں) ایسی دبیز ہوں کہ نہ کھلتی ہوں تو مسح جائز ہے کیونکہ اگر جراب اس طرح کی ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کر کے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔

(غنیۃ المستملی، فصل فی المسح علی الخفین ص ۱۲۰)



"وَالشَّخِينُ مِنَ الْجَوْرِ أَنْ يَسْتَمْسِكَ عَلَى السَّاقِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَشُدَّ بِشَيْءٍ" اور وہ شخصین

[المبسوط ج 1 ص 102]

جو کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹھہر جائے۔

اور سیدی اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ شخصین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پائتا بے ان تینوں وصف مجملہ منعل شخصین سے خالی ہوں اُن پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے۔ ہاں اگر اُن پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تالا لگا لیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اُس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج 4 ص 346]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-2-2016

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غسل اور وضو میں کتنا پانی استعمال کرتے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 48

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وضو و غسل میں کتنا پانی استعمال کیا کرتے تھے؟

سائل: کبیر فرام شیفلڈ۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں موجودہ پیمانے نہ تھے۔ اُس وقت مدا و رصاع وغیرہ پیمانے استعمال ہوا۔

کرتے تھے اسی وجہ روایات سے میں انہیں کا ذکر ملتا ہے۔ ان کے بارے میں بھی روایات میں اختلاف موجود ہے۔ جن روایات کی علماء کرام نے تصحیح فرمائی ان روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ ایک مد کی مقدار پانی سے وضو اور ایک صاع کی مقدار پانی سے غسل فرمایا کرتے تھے اور جب غسل وضو اکٹھا فرمانا ہوتا جیسا کہ غسل جنابت میں ہوتا ہے تو ایک صاع اور ایک مد یعنی پانچ 5 مد پانی سے مجموعہ غسل فرمایا کرتے تھے کماحقہ الامام احمد رضا فی الفتاویٰ الرضویہ۔ اگر جدید پیمانوں کے مطابق اس کا اندازہ لگائیں تو آپ ﷺ تقریباً ۱ لیٹر پانی سے وضو فرمایا کرتے اور پانچ لیٹر پانی سے صرف اکیلا غسل اور سو اچھ لیٹر پانی سے مجموعہ غسل فرماتے اور کبھی اس سے زیادہ اور کم بھی ہو جاتا۔ جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث مبارک میں ہے کہ

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خُمْسَةِ أَمْدَادٍ، وَكَانَ يَتَوَضَّأُ بِالْمُدِّ" نبی کریم ﷺ ایک صاع سے لے کر پانچ مد تک پانی سے غسل فرماتے اور ایک مد پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے۔

[الصحيح البخاري باب الوضوء بالمدرقم الحديث 198]

احادیث کا قاری اس بات پر بخوبی واقف ہے کہ نبی کریم ﷺ کے وضو اور غسل میں پانی کے استعمال کرنے کے حوالے سے روایات مختلف ہیں۔ ایک مد پانی سے آپ ﷺ کا وضو کرنا ثابت ہے اور بعض روایات میں ایک سے زائد مد کا ذکر بھی موجود ہے اور آپ غسل ایک صاع کی مقدار پانی سے فرمایا کرتے اور بعض روایات میں دو اور تین صاع اور اس کے علاوہ کسی اور پیمانے کا بھی ذکر موجود ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ اکثر احادیث میں ایک صاع اور حدیث انس میں پانچ مد ہے اُس میں یہ تطبیق دی کہ ایک مد وضو کا اور ایک صاع بقیہ غسل کا، یوں [مجموع] غسل میں پانچ مد ہوئے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۴۹۵]

ایک صاع چار مد کے برابر ہوتا ہے۔ جدید پیمانوں کے مطابق ایک صاع 3 کلو 840 گرام یعنی تقریباً 4 کلو گرام۔ یعنی رسول اللہ ﷺ غسل کے لیے ایک ایسے پیمانے میں سے پانی استعمال فرماتے کہ جس میں تقریباً چار کلو گرام گندم آتی تھی کیونکہ صاع ایک گندم ماپنے کا آلہ ہے۔ اگر ایسے پیمانے میں پانی ڈالا جائے تو وہ تقریباً 5 لیٹر آئے



گا کما فی فتاویٰ یورپ۔ کیونکہ جس میں ایک کلو گرام گندم آتی ہے اس میں تقریباً 25 فیصد زیادہ پانی آئے گا یعنی تقریباً سو ایک لیٹر آئے گا کیونکہ پانی کا وزن گندم سے 25% زیادہ ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً سو ایک لیٹر پانی سے وضو اور پانچ لیٹر پانی سے اکیلا غسل فرمایا کرتے اور سو اچھ لیٹر پانی سے مجموعہ غسل فرماتے اور کبھی اس زیادہ اور کم بھی ہو جاتا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-2-2016

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## نجس کپڑوں میں پاک کپڑے دھونا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 49

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اپنے پاک اور ناپاک کپڑے اکٹھے دھوتی رہی ہوں۔ مگر جب مجھے پتا چلا کہ اس طرح کرنے سے سارے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں تو میں نے اپنے تمام کپڑوں کو دھولیا۔ میں بڑے مسئلہ میں پھنس گئی ہوں کہ ان نمازوں کا کیا ہوگا جو میں نے ان کپڑوں میں ادا کیں تھیں ان کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ وہ پاک تھے یا نہیں۔

سائلہ: مدیحہ فرام پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پاکستان میں واشنگ مشینز ایسی نہیں جیسی انگلینڈ میں ہیں کیونکہ انگلینڈ میں مشینیں ہر بار کپڑے دھونے کے

بعد پانی نچوڑ کر نکالتی رہتی ہیں مگر پاکستان میں ایسا نہیں ہوتا وہاں کی مشینیں پانی کو اندر ہی رکھتی ہیں جس سے ناپاک کپڑوں کی نجاست پانی میں حل ہو کر پاک کپڑوں کو بھی لگ جاتی ہے اور پاک کپڑے بھی نجس ہو جاتے ہیں۔ مگر پاکستان کے عرف کو جاننے والا ضرور اس بات کو جانتا ہے کہ وہاں کی مشین جب کپڑے دھو کر بند ہو جاتی ہے تو کپڑوں سے سرف یا صابن والا پانی نکالنے کے لیے انہیں بڑے ٹب میں رکھ کر ان پر نل کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے اور خوب مٹل مٹل کر ان کپڑوں سے صابن یا سرف کا اثر نکالا جاتا ہے۔ اب ان پر بہنے والا پانی صابن نکالنے کے ساتھ ساتھ نجاست کو بھی نکال دیتا ہے لہذا ایسا کرنے سے سارے کپڑے پاک ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی مشینوں میں احتیاط اسی میں ہے کہ ان میں کپڑے ڈالتے وقت ناپاک کپڑوں کو شرعی طریقے سے پاک کرنے کے بعد ہی ڈالا جائے۔ اگر آپ اپنے کپڑے دھوتے وقت ایسا ہی کیا کرتی تھیں تو گھبرانے کی حاجت نہیں۔

کیونکہ اگر بہت سا پانی کپڑوں پر بہا لیا جائے اور ظن غالب ہو جائے کہ نجاست بہہ گئی ہوگی یا نل کو کپڑوں پر کھول دیا جائے کہ نل کا بہتا ہوا پانی جاری پانی کے حکم میں ہے اور جب کسی نجاست کو جاری پانی یا حوض کبیر میں دھویا جائے تو اس میں تین بار دھونا اور نچوڑنا شرط نہیں ہوتا بلکہ اگر ظن غالب ہو جائے کہ نجاست بہہ گئی تو کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔ فتاویٰ امجدیہ میں ہے کہ یہ [تین بار دھونے اور نچوڑنے کا] حکم اس وقت ہے جب تھوڑے پانی میں دھویا ہو اور اگر حوض کبیر [یعنی دہ درودہ، نہر یا ندی] میں دھویا ہو یا بہت سا پانی اس پر بہا یا ہو یا بہتے پانی میں دھویا ہو تو اس میں نچوڑنے کی شرط نہیں۔ [فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۳۵]

اور بہار شریعت میں ہے اور اصل یہ ہے کہ جتنی دیر میں یہ ظن غالب ہو جائے کہ پانی نجاست کو بہا لے گیا پاک ہو گیا، کہ بہتے پانی سے پاک کرنے میں نچوڑنا شرط نہیں۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۳۹]

اور اگر آپ مشین سے کپڑے نکالنے کے بعد ایسا نہیں کرتی تھیں جیسے اوپر بیان ہوا بلکہ ان ناپاک کپڑوں کو ہی خشک کرنے والی مشین میں ڈالا کر خشک کر لیا کرتیں یا ویسے ہی نچوڑ کر ہوا میں خشک کر لیا کرتی تھیں تو پھر ایسے کپڑے ضرور نجس ہی رہے۔ پھر اگر آپ کو یقین Sure ہو کہ آپ نے انہیں نجس کپڑوں میں نمازیں ادا کیں ہیں تو جو



نمازیں انہیں نجس کپڑوں میں ادا کی ہیں وہ نمازیں نہ ہوئیں لہذا ان کو دہرایا جائے۔

ردالمحتار میں ہے کہ شئی مُمْتَصِلٌ بِهِ يَتَحَرَّكُ بِحَرَكَتِهِ كَمُنْدِيلٍ طَرَفُهُ عَلَى عُنُقِهِ وَفِي الْآخِرِ نَجَاسَةٌ مَانِعَةٌ إِنْ تَحَرَّكَ مَوْضِعُ النَّجَاسَةِ بِحَرَكَاتِ الصَّلَاةِ مَنَعَ "نمازی کے جسم سے کوئی شئی ایسے متصل ہے کہ اس کی حرکت سے وہ بھی حرکت کرے جیسے رومال کہ اس کا ایک سرانمازی کی گردن میں اور دوسرے پر نجاست قدر مانع ہو تو ایسی صورت میں نماز نہیں ہوگی۔

[الدر المختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب شروط الصلاة، ج ۲، ص ۱۴۷]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 8-11-2016

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## وضو میں اعضاء اربعہ ہی کیوں دھوئے جاتے ہیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 50

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں چہرہ، بازو، سر کا مسح اور پاؤں ہی کو دھونا فرض کیوں کیا گیا۔ اس کا مختصر اور لو جیکلی آنس کیا ہے؟

سائل: آفتاب - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

وضو کے پانی سے خطائیں معاف ہوتیں اور گناہ چھڑتے ہیں جیسا کہ کثیرہا احادیث میں وارد ہوا اور اکثر گناہ

ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، دماغ سے ہی گناہ کیے جاتے ہیں۔ ہمیں حکم ہوا کہ وضو کا پانی ان پر بہایا جائے تاکہ یہ اعضاء گناہوں سے پاک ہو جائیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 3-12-2017

## نیند سے کب وضو ٹوٹتا ہے اصل مذہبِ احناف

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 51

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کے سرین مضبوطی سے زمین پر جمے ہوئے ہوں اور وہ کسی دیوار یا کسی چیز پر ایسے ٹیک لگائے ہوئے ہو کہ وہ چیز ہٹ جائے تو یہ گر جائے تو کیا اس طرح سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا؟ امام قدوری نے یہی فرمایا ہے کہ ایسے شخص کا وضو ٹوٹ جائے گا۔ مگر میں نے ایک حنفی سکالر سے سنا ہے کہ امام قدوری کا یہ قول مختار نہیں ہے کیونکہ یہ مذہبِ احناف کے خلاف ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟ کیا علامہ حصکفی نے ایسا لکھا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر سرین زمین پر خوب جمے ہوئے ہوں اور ایسے کسی چیز سے ٹیک لگائے سویا ہوا ہو کہ اگر وہ چیز ہٹا دی جائے

تو یہ گر جائے۔ ایسی نیند بھی وضو کو نہیں توڑتی یہی مفتی بہ قول ہے اور حنفی سکالر کا قول درست ہے اور صاحب درمختار علامہ



حکمتی نے بھی اس بات کو لکھا ہے کیونکہ نیند و شرطوں کے ساتھ ہی ناقض وضو ہوتی ہے ان میں سے ایک بھی کم ہو تو وضو نہ ٹوٹے گا۔

[1]: دونوں سرین اس وقت خوب جھے نہ ہوں۔

[2]: ایسی حالت پر سو یا ہو جو غافل ہو کر نیند آنے کو مانع نہ ہو۔

جب یہ دونوں شرطیں جمع ہوں گی تو سونے سے وضو ٹوٹ جائے گا اور ایک بھی کم ہے تو نہیں ٹوٹے گا مثلاً کسی کے سرین زمین پر جھے ہونے کی حالت میں دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہوئے سو جائے کہ وہ شے ہٹا لی جائے تو یہ گر پڑے ایسی حالت میں بھی اس کا وضو نہ ٹوٹے گا کیونکہ اس کے سرین زمین پر جھے ہوئے ہیں یہی ہمارے امام رحمہ اللہ کا اصل مذہب اور ظاہر الروایۃ ہے اور یہی مفتی بہ صحیح و معتمد ہے۔ اگرچہ قدوری و ہدایہ اور شرح وقایہ میں ٹیک لگا کر سونے کو ناقض وضو لکھا۔

جیسا کہ درمختار مع رد المحتار میں ہے کہ "(لَا يَنْقُضُ وَإِنْ تَعَمَّدَهُ فِي الصَّلَاةِ أَوْ غَيْرِهَا عَلَى الْمُخْتَارِ كَالنُّوْمِ قَاعِدًا وَلَوْ مُسْتَنِدًا إِلَى مَا لَوْ أُزِيلَ لَسَقَطَ عَلَى الْمَذْهَبِ أُنْى عَلَى ظَاهِرِ الْمَذْهَبِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ وَبِهِ أَخَذَ عَامَّةُ الْمَشَائِخِ، وَهُوَ الْأَصَحُّ كَمَا فِي الْبَدَائِعِ وَاخْتَارَ الطَّحَاوِيُّ وَالْقُدُورِيُّ وَصَاحِبُ الْهَدَايَةِ النَّقَّضُ، وَمَشَى عَلَيْهِ بَعْضُ أَصْحَابِ الْمُتُونِ" نماز میں جان بوجھ کر سونا بھی وضو نہیں توڑتا اور اسی طرح نماز کے علاوہ ایسی حالت پر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا جیسا کہ بیٹھے ہوئے سونا اگرچہ وہ ایسی کسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے ہو کہ وہ چیز ہٹا دی جائے تو وہ شخص گر جائے یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور اسی کو عام مشائخ نے اختیار کیا ہے لیکن امام طحاوی و قدوری اور صاحب ہدایہ نے وضو ٹوٹنے کا قول کیا ہے اور اسی طرف کچھ صاحب متون گئے ہیں۔

[درمختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۱۴۱]

اور نور الایضاح میں ہے کہ "ونوم لم تتبکن فيه المقعدة من الارض لانوم متمكن ولو

مستندا الى شيء لو ازيل سقط ومصل ولورا كعا وساجدا على جهة السنة"

ایسی نیند جس میں سرین کا زمین پر قرار نہ ہونا قضا و ضو ہے اور قرار والے کی نیند ناقض وضو نہیں اگرچہ کسی ایسی چیز کی طرف ٹیک لگائے ہو جو ہٹا دی جائے تو گر جائے اور نماز پڑھنے والے کی نیند بھی ناقض وضو نہیں اگرچہ وہ رکوع میں یا سنت طریقے پر سجدے میں ہو۔

(نور الایضاح فصل عشرة اشیاء الخ کتاب الطہارۃ مطبع علمی لاہور ص ۹)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ان سب صورتوں میں دونوں سرین جمے رہیں گے لہذا وضو نہ جائیگا اگرچہ کتنا ہی غافل ہو جائے اگرچہ سر بھی قدرے جھک گیا ہو نہ اتنا کہ سرین نہ جمے رہیں اگرچہ دیوار وغیرہ کسی چیز پر ایسا تکیہ لگائے ہو کہ وہ شے ہٹا لی جائے تو یہ گر پڑے یہی ہمارے امام رضی اللہ عنہ کا اصل مذہب و ظاہر الروایۃ و مفتی بہ و صحیح و معتمد ہے اگرچہ ہدایہ و شرح وقایہ میں حالت تکیہ کو ناقض وضو لکھا۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۴۸۹]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 26-6-2016

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## نماز کے لیے وضو کے ضروری ہونے کا لوجیکل جواب

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 52

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز کے لیے وضو کیوں ضروری ہے۔ اس کا لوجیکل جواب کیا ہے؟

سائل: آفتاب - انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

نماز کے لیے وضو اس لیے ضروری ہے کہ نماز دل کو پاک کرتی ہے۔ لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم پہلے جسم کو پاک کریں کیونکہ ظاہری پاکی باطنی پاکی کا باعث ہوتی ہے۔ خارش کی بیماری والے کا کپڑا، مکان، بدن صاف رکھواتے ہیں تاکہ اسے تندرستی حاصل ہو یعنی باہر کی صفائی سے اندر کی صفائی ہو جائے۔ اور اس کے علاوہ جب کسی نے کسی عزت والے ذی مرتبہ کے پاس جانا ہو تو وہ صاف ستھرا ہو کر جاتا ہے اور نماز بارگاہ الہ میں حاضری کا نام ہے جو سب کا شہنشاہ و بادشاہ ہے لہذا اس کی بارگاہ میں بھی صاف ستھرا ہو کر پیش ہونا ضروری ہے اور اصل وجہ یہی ہے کہ اللہ عز و جل نے نماز کے لیے وضو کا حکم ارشاد فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ. اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ۔ (لمائدہ: 6)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-11-2017

پیو کے کی واشنگ مشین کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 53

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگلینڈ میں واشنگ مشین ایک

مرتبہ کپڑے دھونے کے بعد سارا گندھا پانی نکال دیتی ہے۔ پھر دوسری بار نیا پانی لیتی ہے اور دھو کر پھر سارا گندھا پانی نکال دیتی ہے اور اسی طرح تیسری بار کرتی ہے کیا اس سے کپڑے پاک ہو جائیں گے؟ سائل: عثمان فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں اگر کوئی مشین ایسا کرتی ہے تو ضرور کپڑے پاک ہو جائیں گے۔ نجاست کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ [1] مرئیہ یعنی نظر آنے والی جیسے گوبر اور منی [2] غیر مرئیہ یعنی نظر نہ آنے والی جیسے پیشاب مرئیہ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ عین نجاست دور کر دی جائے تو نجس کپڑا پاک ہو جائے گا۔ ایک یا دو بار اچھی طرح دھونے سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے اور مذکورہ بالا مشین میں بقدر اولیٰ یہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔

غیر مرئیہ کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نجس کپڑا کو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ پوری طاقت سے نچوڑنے سے پاک ہوگا۔ تو ایسی صورت میں بھی یہ مشین اس کپڑے کو تین بار دھو اور نچوڑ کر پاک کر دے گی۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے: وَالنَّجَاسَةُ ضَرْبَانِ: مَرِيَّةٌ وَغَيْرُ مَرِيَّةٍ فَمَا كَانَ مِنْهَا مَرِيَّةً فَطَهَارَتْهُ زَوَالُ عَيْنِهَا وَمَا لَيْسَ بِمَرِيَّةٍ فَطَهَارَتْهُ أَنْ يُغْسَلَ حَتَّى يَغْلِبَ عَلَى ظَنِ الْغَاسِلِ أَنَّهُ قَدْ طَهَّرَ. وَإِنَّمَا قَدَّرُوا بِالثَّلَاثِ. ثُمَّ لَا بُدَّ مِنَ الْعَصْرِ فِي كُلِّ مَرَّةٍ فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ.

نجاست کی دو قسمیں ہیں مرئیہ اور غیر مرئیہ۔ مرئیہ کے عین کو دور کرنے سے وہ چیز پاک ہو جائے گی اور غیر مرئیہ کو اتنی بار دھو یا جائے کہ دھونے والی کو نجاست کے دور ہونے کا ظن غالب ہو جائے ظن غالب کا اندازہ علماء کرام نے تین بار دھونے اور ہر بار خوب اچھی طرح نچوڑنے سے لگایا ہے۔

[الہدایہ ج ۱ کتاب الطہارات باب الانجاس و تطہیر ھاص ۳۶]

بہار شریعت میں ہے کہ نجاست اگر دلدل ہو (جیسے پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ) تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط

نہیں بلکہ اس کو دور کرنا ضروری ہے، اگر ایک بار دھونے سے دور ہو جائے تو ایک ہی مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا



[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۹۷]

اور اگر چار پانچ مرتبہ دھونے سے دور ہو تو چار پانچ مرتبہ دھونا پڑے گا۔

اگر نجاست رقیق ہو تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ بقوت نچوڑنے سے پاک ہوگا اور قوت کے ساتھ نچوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے، اگر کپڑے کا خیال کر کے اچھی طرح نہیں نچوڑا تو پاک نہ ہوگا۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۹۸]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-11-2017

الْاِسْتِفْتَاءُ 54

**QUESTIONER: USMAN**

What do the scholars and muftis of the mighty Shari'ah say regarding this matter: in England, when the washing machine has washed the clothes once, it removes all the dirty water, then fresh water is taken in and after washing, the water is removed again and the same procedure occurs for the third time. Will clothes become pure through this

**ANSWER:**

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

Yes, indeed! If a washing machine does as mentioned above, then the clothes will definitely become pure. Impurity is of two types:

1. Mar-iyah that which can be seen e.g. dung and semen.
2. Ghayr Mar-iyah that which cannot be seen e.g. urine.

The method of purifying a visible impurity [mar-iyah] is that if the essence of the impurity be done away with, then an impure garment will become pure. This can be achieved by thoroughly washing it once or twice, and this can be achieved to higher degree via a washing machine, as is mentioned.

The method of purifying an impurity which cannot be seen [ghair mar-iyah] is that the impure garment be washed three times and that it be wrung with full strength each time. In this case, the machine will also wash strain the garment three times and cause it to become pure.

It is mentioned in the well-known Hanafī book of law, al-Hidāyah:

“Impurity is of two types: mar-iyah [visible] and ghair mar-iyah [not visible]; the removal of the essence of the mar-iyah will cause that thing to become pure. And ghair mar-iyah should be washed as many times as it takes for the washer to have pre-dominant assumption [dhanghālib] of the impurity being removed. The ‘Ulemā



state that dhanghālib can be estimated by washing it three times and wringing to the best of one's ability each time."

[ pg 36, Bāb al-Injās waTathīrihā, Kitāb al-Tahārāt, Volume 1, al-Hidāyah]

It is stated in Bahār-e-Sharī'at that:

"If the impurity is thick (e.g. faeces, dung, blood etc [then there is no stipulated number of times that it be washed, it is necessary to do away with it [impurity]. If it removed through one washing, then one washing will be sufficient to make it pure, and if it takes four or five washings to remove it, then it must be washed four or five times."

[pg 397, Part 2, Volume 1, Bahār-e-Sharī'at]

"If the impurity is thin, then washing it three times and wringing it with full force will cause it to become pure. To wring with full force means that one wring it with such strength that if he were to squeeze it again, no drop would come out. If he is concerned about the garment and does not wring it properly, it will not be purified."

[pg 398, Part 2, Volume 1, Bahār-e-Sharī'at]

والله تعالى اعلم ورسوله اعلم ﷺ

Answered by Mufti Qasim Zia al-Qādrī

Date: 13-11-2017

## کتاب الصلوٰۃ

## حکم اذان و اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 55

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اذان سے پہلے یا بعد میں درود شریف پڑھنا کس جگہ سے ثابت ہے۔ اگر نہیں تو کیوں پڑھا جاتا ہے کیونکہ دوسرے مذہب کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ بدعت ہے کہ اسلام میں کسی چیز کا اضافہ کرنا بدعت ہے اور بعض لوگ اقامت سے پہلے بھی پڑھنے لگے ہیں۔ کیا ایسا کرنا مستحب ہے فقط۔

سائل: ہاشم فرام لٹڈن۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اذان و اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز اور مستحب کام ہے۔ کیونکہ درود شریف پڑھنا کسی بھی وقت منع نہیں کیا گیا اور نہ ہی اسے کسی وقت کے ساتھ مقید کیا گیا ہے کہ اس وقت پڑھنا جائز اور اس وقت مکروہ اور اس وقت پڑھنا جائز ہے ایسا تو کچھ نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے درود شریف کسی بھی وقت سے مقید کیے بغیر ہر وقت پڑھنے کی اجازت دی۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَلُّواْ عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا۔ بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

(الاحزاب: 56)

اذان کے بعد درود شریف پڑھنا تو حدیث سے ثابت ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ



حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص روایت کرتے ہیں کہ والد محترم عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ یَقُولُ: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن کو سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود و سلام بھیجو، جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔

(الصحيح المسلم باب القول مثل قول المؤذن... رقم الحديث 384)

بدعت بدعت کا نعرہ لگانے والے بد مذہبوں سے عرض ہے کہ وہ اذان کے بعد درود شریف پڑھ لیا کریں کیونکہ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا تو حدیث سے ثابت ہے۔ لیکن وہ نہ اذان سے پہلے پڑھیں اور نہ ہی اذان کے بعد تو آخر مرض کیا ہے۔ اگر وہ کہیں کہ ہم دل میں پڑھتے ہیں تو ان دل میں درود شریف پڑھنے کی دلیل قرآن یا حدیث سے پیش کریں۔

الغرض درود شریف ہر وقت پڑھنا جائز ہے خواہ اذان سے پہلے ہو یا اذان کے بعد۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اذان سے پہلے اس طرح درود شریف پڑھنا بدعت ہے تو ٹھیک ہے یہ بدعت حسنہ ہے اور بدعت حسنہ کے اجراء میں ثواب ہی ہے گناہ تو نہیں جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کی باقاعدہ جماعت کا اہتمام کیا اور اس کو خود اچھی بدعت بھی قرار دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی جو اچھا نیا کام جاری کریں وہ بھی بدعت حسنہ کہلاتا ہے۔ اور پہلے مسجد میں امام کیلئے طاق نما محراب نہیں ہوتی تھی سب سے پہلے حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے مسجد النبوی الشریف علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں محراب بنانے کی سعادت حاصل کی اس نئی ایجاد (بدعت حسنہ) کو اس قدر مقبولیت حاصل ہے کہ اب دنیا بھر میں مسجد کی پہچان اسی سے ہے اور اسی طرح مساجد پر گنبد و مینار بنانا بھی بعد کی ایجاد ہے۔ بلکہ کعبے کے منارے بھی سرکار مدینہ و صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم علیہم الرضوان کے دور میں نہیں تھے اور ایمان مفصل و ایمان مجمل اور قرآن پاک کے تیس پارے بنانا، اعراب لگانا ان میں رکوع بنانا، رُکُوز

اَوَقَاف کی علامات لگانا۔ بلکہ نقطے بھی بعد میں لگائے گئے، خوبصورت جلدیں چھاپنا وغیرہ اور احادیث مبارکہ کو کتابی شکل دینا، اس کی اسناد پر جرح کرنا، ان کی صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع وغیرہ اقسام بنانا اور فقہ، اصول فقہ و علم کلام اور زکوٰۃ و فطرہ سکہ رائج الوقت بلکہ باتصویر نوٹوں سے ادا کرنا اونٹوں وغیرہ کے بجائے سفینے یا ہوائی جہاز کے ذریعے سفر حج کرنا یہ سب کام بدعتِ حسنہ ہیں۔ جب یہ سب کام جائز ہیں تو اذان سے پہلے درود شریف کیونکر ناجائز ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

## اگر امام تیز قرآن پڑھتا ہو تو تراویح میں سورتوں کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 56

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری لوکل مسجد میں امام تراویح میں بہت فاسٹ قرآن پڑھتا ہے کہ اسے سننا مشکل ہے کہ وہ کیا پڑھ رہا ہے تو ایسی صورت میں کیا مجھے محلہ کی مسجد چھوڑ کر کسی اور مسجد میں جہاں سورتیں پڑھی جاتی ہیں وہاں تراویح پڑھنا جائز ہے اور وہاں سورتیں آہستہ اور واضح پڑھی جاتی ہیں کہ آپ آسانی سے سن سکتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر آپ کی لوکل مسجد میں اتنی تیز قرآن پڑھا جاتا ہے کہ حروف کو چبایا جا رہا ہے اور بعض کو بالکل صحیح ادا ہی نہیں



کیا جا رہا تو آپ کے لیے محلہ کی مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں جانا جائز ہے جہاں سورتیں تجوید کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔  
جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: إِذَا كَانَ إِمَامُهُ لَحْنًا لَا بَأْسَ بِأَنْ يَتْرُكَ مَسْجِدَهُ "اگر امام لحن کرتا ہو یعنی حروف کو صحیح ادا نہ کرتا ہو تو اس کی مسجد کو چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

مگر تراویح میں ایک بار قرآن مجید ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اگر کسی اور مسجد میں جانے میں آسانی ہے جہاں پورا قرآن صحیح پڑھ کر ختم کیا جاتا ہے تو وہاں جا کر سنت مؤکدہ کا ثواب حاصل کیا جائے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "وَالْحُتْمُ مَرَّةً سُنَّةٌ وَلَا يُتْرَكُ الْحُتْمُ لِكَسَلِ الْقَوْمِ"

("الدر المختار"، کتاب الصلاة، باب الوتر والنوافل، ج ۲، ص ۶۰۱)

اور اگر اُس مسجد میں جایا نہیں جاسکتا یا دور ہونے کی وجہ سے جانا مشکل ہے تو اسی مسجد میں تراویح پڑھ لی جائے جہاں سورتیں صحیح طور پر پڑھی جاتی ہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 3-4-2016

## اگر کوئی نماز سونے کی وجہ سے رہ گئی تو کیا اسے گناہ ہوگا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 57

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمیں کسی نے یہ بتایا ہے کہ اگر کسی کی ریگولر فجر مَس ہو جائے تو جیسے ہی وہ اٹھے اسے فجر پڑھنا جائز ہے اگرچہ کوئی سا بھی نائم ہو کیا یہ صحیح ہے؟ اگر نیند کی وجہ سے فجر چھوٹ گئی تو کیا اس کا گناہ ہوگا؟

سائل: زہیرہ فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بلاعذر شرعی ریگولر فجر کی نماز قضا کر کے پڑھنا کبیرہ گناہ اور حرام ہے بلکہ فقہاء احناف نے یہاں تک فرمایا کہ جب یہ اندیشہ ہو کہ صبح کی نماز قضا ہو جائے گی تو بلا ضرورت شرعیہ اُسے رات میں دیر تک جاگنا ممنوع ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ جب یہ اندیشہ ہو کہ صبح کی نماز جاتی رہے گی تو بلا ضرورت شرعیہ اُسے رات میں دیر تک جاگنا ممنوع ہے۔ (بہار شریعت ج 1 حصہ 4 ص 701 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اور ہاں اگر کبھی سوتے ہیں یا بھولے سے نماز قضا ہو گئی اور اس کی جانب سے کوئی قصور نہ تھا (یعنی رات دیر تک جاگتا نہ رہا ہو) تو اس پر ضروری ہے کہ اس کی قضا پڑھے البتہ قضا کا گناہ اس پر نہیں مگر بیدار ہونے اور یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو اُسی وقت پڑھ لے تاخیر مکروہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أَوْ نَامَ عَنْهَا، فَكَفَّارَتُهَا أَنْ يُصَلِّيَهَا إِذَا ذَكَرَهَا"

(الصحيح المسلم كتاب الصلوة باب قضاء الفائتة... رقم 684)

اور بہار شریعت میں ہے کہ سوتے ہیں یا بھولے سے نماز قضا ہو گئی تو اس کی قضا پڑھنی فرض ہے، البتہ قضا کا گناہ اس پر نہیں مگر بیدار ہونے اور یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو اُسی وقت پڑھ لے تاخیر مکروہ ہے۔

اور آگے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر اکثر حصہ رات کا جاگنے میں گزرا اور ظن ہے کہ اب سو گیا تو وقت میں آنکھ نہ کھلے گی (تو سونے کی اجازت نہیں) (بہار شریعت ج 1 حصہ 4 ص 701 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 18-09-2017



## اگر یونیورسٹی گھر سے 90 ماٹرز دور ہو تو اس میں 15 دن ٹھہرنے سے کونسی نماز پڑھنا ہوگی؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 58

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں یونیورسٹی سٹوڈنٹ ہوں اور یونیورسٹی گھر سے 90 ماٹرز دور ہے تو بعض اوقات میں یونیورسٹی میں 15 دنوں سے زائد رہتا ہوں تو مجھے یونیورسٹی میں مسافر جیسی نماز پڑھنی ہے یا مقیم جیسی اور گھر میں دو چار دنوں کے لیے آتا ہوں تو گھر میں مجھے کونسی نماز پڑھنی ہے؟  
سائل: احسن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ التُّوَرَّ وَالصَّوَابَ

اگر یونیورسٹی میں پندرہ یا اس سے زائد دن رہنے کی نیت ہو تو یونیورسٹی میں بھی آپ پوری نماز پڑھیں گے کیونکہ آپ وہاں مقیم ہو چکے ہیں اور آپ کا گھر آپ کا وطنی اصلی ہے وہاں اگرچہ ایک دن کے لیے آئیں سفر ختم ہو جائے گا اور نماز پوری پڑھنی ہوگی۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ "وَإِذَا دَخَلَ الْمَسَافِرُ مَضْرَعَهُ أَتَمَّ الصَّلَاةَ وَإِنْ لَمْ يَنْوِ الْإِقَامَةَ" مسافر جب اپنے شہر میں پہنچ گیا تو نماز پوری پڑھے گا اگرچہ اقامت کی نیت نہ کی ہو۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الخامس عشر فی صلاۃ المسافر، ج ۱، ص ۱۳۲)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-09-2017

## امام کے پیچھے کیا پڑھنا چاہیے اور کیا نہیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 59

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے قرات کا کیا حکم ہے اور ہمیں کیا پڑھنا چاہیے اور کیا نہیں پڑھنا چاہیے؟

سائل: ایک بھائی فرام انڈیا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ہر نماز میں مقتدی کا امام کے پیچھے قرآن کی قرات کرنا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے حتیٰ کہ فاتحہ پڑھنا بھی۔ بلکہ مقتدی خاموش رہ کر سنیں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: **وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَبِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**۔ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے سُنو اور چپ رہو، اس امید پر کہ رحم کیے جاؤ۔

(پ ۹، الاعراف: ۲۰۴)

اصحیح مسلم شریف میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **"اذ صلیتہ فاقیموا صفوکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا"** یعنی جب تم نماز پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تم چپ رہو۔

(الصحيح المسلم باب التشهد في الصلوة مطبوعه قديمي کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۴)

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ مذہب حنفیہ دربارہ قرات مقتدی عدم اباحت و کراہت تحریمیہ ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 6 ص 237)



اور قرآن کے علاوہ ثناء، تسبیحات رکوع و سجود و تکبیرات انتقال اور ربنا لک الحمد اور اس کے علاوہ تشہد اور درود شریف اور درود کے بعد پڑھے جانی والی دعا وغیرہ کا پڑھنا جائز ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-12-2016

## امام کے فجر و ظہر میں آہستہ اور بقیہ میں بلند آواز سے قرات کرنے کی وجہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 60

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام ظہر و عصر میں آہستہ قرات کیوں کرتا ہے اور باقی میں زور سے کیوں؟  
سائل: آفتاب - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں کفار کا غلبہ تھا۔ وہ قرآن شریف سن کر رب تعالیٰ اور جبریل اور حضور علیہا السلام کی شان میں بکواس بکتے تھے۔ ان ہی دو وقتوں میں وہ آوارہ گھومتے رہتے تھے۔ اس لیے ان دو نمازوں میں آہستہ قرات کا حکم ہوا۔ اور مغرب میں کھانے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ عشاء میں سو جاتے تھے۔ فجر میں جاگتے نہ تھے۔ اب اگرچہ وہ حالت نہ رہی مگر حکم وہ ہی رہے گا تا کہ مسلمان اس مغلوبیت کو یاد کر کے اب غلبہ اسلام پر خدا کا شکر کرتے رہیں اور اصل فقہی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحالت جماعت ہمیشہ ایسا ہی کیا یعنی ظہر و عصر میں آہستہ

قرات فرمائی اور بقیہ تین نمازوں میں بلند آواز سے قرات فرمائی اور مسلمانوں پر آپ ﷺ کی اتباع فرض ہے۔  
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضنیہ القادری

Date: 4-12-2016

## امامت کی شرائط

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 61

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ کونسی شرائط ہیں جو امامت کے لیے ضروری ہیں۔  
سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

امامت کی شرائط درج ذیل ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا (۲) بالغ ہونا (۳) عاقل ہونا (۴) مرد ہونا (۵) قرات یعنی اتنی قرات جانتا ہو کہ نماز صحیح ہو جائے (۶) معذور نہ ہونا۔

جیسا کہ نورالایضاح میں ہے۔ "صحۃ الإمامة للرجال الأصحاء ستة الإسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقرءة والسلامة من الأعذار" تندرست مردوں کی امامت کے لیے چھ شرائط ہیں اسلام، بلوغ، عقل، مرد ہونا، قرات، اعذار سے سلامت ہونا۔  
(نورالایضاح ص 109)

غیر مسلم امامت کا اہل نہیں یہ تو واضح ہے اور اسی طرح بد مذہب جس کی گمراہی حد کفر تک ہو اس کے پیچھے بھی



نماز باطل ہے اور نابالغ بالغ مردوں کی امامت نہیں کروا سکتا اور اسی طرح مجنون و پاگل امامت کا اہل نہیں ہے اور عورت بھی مردوں کی امام نہیں ہو سکتی۔ غیر قاری یعنی جو بالکل قرآن صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے امامت کا اہل نہیں۔ معذور یعنی جس کا کسی عذر کی وجہ سے وضو نہ رہتا ہو وہ بھی امامت کا اہل نہیں کمافی کتب المتون۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضنیہ القادری

Date: 13-5-2016

## ایک بھائی اور دو بہنوں کی جماعت کیسے کروائی جائے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 62

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گھر میں جماعت کروانا چاہتا ہوں۔ شرکاء جماعت میرا بھائی اور دو بہنیں ہیں تو ان کو کیسے نماز پڑھاؤں؟

سائل: اسامہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

اگر مسجد قریب ہے تو آپ دونوں بھائی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز بجالائیں کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے اور اگر مسجد قریب نہیں یا کوئی اور مانع شرعی ہے تو گھر میں جماعت سے نماز پڑھنا اکیلے اکیلے نماز پڑھنے سے اولیٰ ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہوگا کہ آپ اپنے بھائی کو اپنے دائیں جانب تھوڑا سا پیچھے کھڑا کریں اور بہنوں کو

پچھلی صف میں کھڑا کریں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-11-2017

## پب کو مسجد بنالیا گیا ہو تو وہاں نماز کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 63

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا پب کو مسجد بنایا جاسکتا ہے اور اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے جو پہلے پب (Pub) ہوا کرتی تھی دلیل سے وضاحت فرمادیجئے؟

سائل: عدیل فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں! پب (شراب خانہ) کو خرید کر مسجد میں بدلا جاسکتا ہے۔ جس پب کو مسجد بنالیا گیا وہاں نماز پڑھنا بالکل جائز ہے اب وہ مسجد ہو چکی ہے اور اس پر مسجد کے سارے احکام لگیں گے۔ جو جگہ مسجد نہ ہو جب وہاں نماز پڑھنا جائز ہے تو جو مسجد ہو وہاں تو بقدر اولی نماز جائز۔ آج جس جگہ مسجد نبوی موجود ہے وہ ایک باغ تھا اور اس میں مشرکین کی قبریں تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اکھڑا کر اسے مسجد شریف میں بدل دیا جیسا کہ بخاری شریف میں ہے۔

فَقَالَ اَنَسٌ: فَكَانَ فِيْهِ مَا اَقُوْلُ لَكُمْ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَفِيْهِ خَرْبٌ وَفِيْهِ نَخْلٌ، فَاَمَرَ



النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ" حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں جیسا کہ تمہیں بتا رہا تھا یہاں مشرکین کی قبریں تھیں، اس باغ میں ایک ویران جگہ تھی اور کچھ کھجور کے درخت بھی تھے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کو اکھڑا دیا۔

(صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب هل تنبش قبور مشركى الجاهلية... الحديث: ۴۲۸، ج ۱، ص ۱۶۵)

جب مشرکوں کا قبرستان مسجد میں بدلا جاسکتا ہے تو پب کیونکر مسجد نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ لہذا پب کو خرید کر مسجد بنانا بالکل جائز ہے اور اس کی آباد کاری مسجدوں کی طرح ضروری ہے لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اس میں نمازیں پڑھیں اور اسے آباد کریں۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2017

## خون کو پلاسٹر سے روک کر نماز پڑھنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 64

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر زخم سے خون نہ رکے اور نماز کا ٹائم جارہا ہو تو کیا پلاسٹر لگا کر زبردستی خون روک کر نماز شروع کر سکتا ہے؟  
سائل: قاسم فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں ایسا کر سکتے ہیں بلکہ اگر کوئی پلاسٹر یا کسی کپڑے کو باندھ کر اتنی دیر تک خون روک سکتا ہے کہ وضو

کر کے فرض پڑھ لے تو ایسا کرنا ضروری ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ "مَتَى قَدَّرَ الْمَعْذُورُ عَلَى رَدِّ السَّيْلَانِ بِرِبَاطٍ أَوْ حَشْوٍ أَوْ كَانَ لَوْ جَلَسَ لَا يَسِيلُ وَلَوْ قَامَ سَالَ وَجَبَ رَدُّهُ"

اگر معذور پٹی باندھ کر یا اس زخم کو کسی طرح بند کر کے خون کے بہنے کو روک سکتا ہے یا بیٹھ کر پڑھے تو نہ بہے گا اور کھڑے ہو کر پڑھنے سے خون بہتا ہے تو ایسا کرنا فرض ہوگا۔

[الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الطہارۃ، الباب السادس فی الدماء المختصۃ بالنساء، الفصل الرابع، ج ۱، ص ۱۴۱]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-11-2016

## پہلی رکعت میں آیت الکرسی پڑھنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 65

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی پہلی رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی پڑھے اور دوسری رکعت میں کوئی اور سورت پڑھے تو کیا یہ جائز ہے؟ سائل: زید فرام برنگھم۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

پہلی رکعت میں آیت الکرسی پڑھنا اور دوسری میں کوئی اور سورت پڑھنا بالکل جائز ہے مگر اس میں یہ ضروری



ہے کہ وہ دوسری رکعت میں کوئی ایسی صورت پڑھے جو قرآن پاک میں ترتیب کے لحاظ سے آیت الکرسی کے بعد آتی ہو۔ کیونکہ جان بوجھ کر الٹا قرآن پڑھنا ناجائز و مکروہ تحریمی ہے یعنی پہلی رکعت میں آگے والی صورت پڑھی اور دوسری رکعت میں اس صورت سے پچھلی صورت پڑھی۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ قرآن مجید الٹا پڑھنا کہ دوسری رکعت میں پہلی والی سے اوپر کی صورت پڑھے، یہ مکروہ تحریمی ہے، مثلاً پہلی میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ پڑھی اور دوسری میں اَلَمْ تَرَ كَيْفَ۔ اس کے لیے سخت وعید آئی، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جو قرآن الٹ کر پڑھتا ہے، کیا خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا دل الٹ دے۔"

[بہار شریعت حصہ ۳ ج ۱ ص ۵۴۹]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2016

## تحریری کے حوالے سے ایک فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 66

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی نماز کے لیے کسی کمرے میں گیا تو وہاں کچھ لوگ کسی ایک ڈائرکشن میں نماز پڑھ رہے تھے تو کیا اس شخص کو اسی سمت کی طرف نماز پڑھ لینی چاہیے یا پھر اس پر تحریری کرنا واجب ہے؟ کیونکہ یہاں انگلینڈ میں ہر جگہ مساجد نہیں ہوتی کہ قبلہ معلوم ہو سکے۔

سائل: کبیر فرام شیفلڈ - انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر وہ لوگ وہاں کے رہائشی نہیں اور تحری کر کے نماز پڑھ رہے ہیں تو ایسی صورت میں ان کی پیروی نہیں کی جائے گی بلکہ اس شخص پر خود تحری کرنا ضروری ہے اور جدھر دل جے اس طرف نماز پڑھے اور اگر تحری نہ کی بلکہ ان کی اتباع کی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ ایک شخص تحری کر کے (سوچ کر) ایک طرف پڑھ رہا ہے، تو دوسرے کو اس کا اتباع جائز نہیں، بلکہ اسے بھی تحری کا حکم ہے، اگر اس کا اتباع کیا تحری نہ کی، اس کی نماز نہ ہوگی۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ مسئلہ ۴۵ ص ۴۹۰]

اور اگر کمرے میں موجود نماز پڑھنے والے لوگ اسی علاقے کے رہنے والے ہیں تو اب اس کے لیے ان کی اتباع ضروری ہے کیونکہ اہل علاقہ قبلے سے یقینی طور پر واقف ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے "وَأَهْلُ الْبَلَدِ لَهُمْ عِلْمٌ بِمَجْهَةِ الْقِبْلَةِ الْمُبَيَّنَةِ عَلَى الْأَمَارَاتِ الدَّالَّةِ عَلَيْهِمَا مِنَ النُّجُومِ وَغَيْرِهَا فَكَانَ فَوْقَ الثَّابِتِ بِالتَّحَرِّيِّ" شہر کے رہائشیوں کو قبلہ کا علم حاصل ہوتا ہے ایسی نشانیوں کے پائے جانے کی وجہ سے جو قبلہ پر رہنمائی کرتی ہیں لہذا اہل علاقہ کا قبلہ کو جاننا تحری سے بڑی دلیل ہے۔

[رد المحتار مطلب مسائل التحری فی القبلة ج ۲ ص ۱۴۳]

جب ایک مسلمان بھی قبلہ کو یقینی طور پر جاننے والا موجود ہو تو تحری کی اجازت نہیں۔

جیسا کہ ردالمحتار میں ہے "هُوَ إِلَّا سِتْدَالٌ بِالْمَحَارِبِ وَالنُّجُومِ وَالسُّؤَالِ مِنَ الْعَالِمِ بِهَا، فَأَقَادَ أَنَّهُ لَا يَتَحَرَّى مَعَ الْقُدْرَةِ عَلَى أَحَدِ هَذِهِ" محرابوں سے یا علم النجوم کے ذریعے قبلہ معلوم کرنے پر قادر ہے یا کوئی قبلہ کو جاننے والا ہے اور یہ سوال کر کے قبلہ معلوم کرنے پر قادر ہے تو یہ تحری نہیں کر سکتا۔

[رد المحتار مطلب مسائل التحری فی القبلة ج ۲ ص ۱۴۳]



اگر اہل علاقہ بھی قبلہ کو نہ جانتے ہوں اور تحری کر کے نماز پڑھ رہے ہوں تو ان کی اتباع جائز نہیں بلکہ اس پر خود تحری کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اپنے مثل کی اتباع نہیں کی جاسکتی۔ جیسا کہ رد المحتار میں ہے کہ "وَلَا يُقْلَدُ مِثْلُهُ لِأَنَّ الْمُجْتَهِدَ لَا يُقْلَدُ مُجْتَهِدًا"

[رد المحتار مطلب مسائل التحری فی القبلہ ج ۲ ص ۱۴۳]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 15-3-2016

## تشہد کا ایک مسئلہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الِاسْتِفْتَاءُ 67

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ " کو آلا کی بجائے اَنْ لا پڑھتا رہا تو کیا میری نمازیں ہو گئیں؟

سائل: ایک بھائی - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں! آپ کی نمازیں ہو گئیں کیونکہ اسے ادغام کے قاعدہ و کلیہ کے مطابق پڑھنا ضرورت قرأت سے ہے مگر فرض نماز سے نہیں ہے دوسرا یہ کہ اس طرح (اَنْ لَا) پڑھنے سے معنی بھی فاسد نہیں ہوتا لہذا نماز تو ہو جائے گی مگر بہتر یہی ہے کہ اسے اَلَّا اِلَهَ اِلَّا اللهُ پڑھے۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: خطابی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمہ اللہ علیہم اجمعین کا فتویٰ تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔۔۔ اگرچہ علمائے متقدمین و خودائمه مذہب رضی اللہ عنہم در صورت فساد معنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اقوی، اور اسی پر عمل احوط و احری۔ (فتاویٰ رضویہ ج 6 ص 248)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-12-2017

## ٹرانسپورٹ کی وجہ سے نماز قضاء کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 68

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک فیمیل ٹیچر ہوں۔ ٹرانسپورٹ کی وجہ سے مجھے گاڑی وغیرہ کا سکول میں انتظار کرنا پڑتا ہے اور پھر میں گھر میں دوپہر کے بعد پہنچی ہوں۔ کیا میں ظہر نماز قضاء کر کے پڑھ سکتی ہوں۔

سائلہ: سسٹر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جی نہیں۔ بلا عذر شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ اور حرام ہے۔ بہر صورت آپ کو ظہر کی نماز اس کے وقت

میں ہی پڑھنا ہوگی اگرچہ سکول میں ہی ادا کر لی جائے۔ کیونکہ یہ ایسا عذر نہیں جس کی وجہ سے نماز کو قضا کرنے کا حکم کیا



جائے۔ اگر ایسی صورت میں کوئی نماز قضا کی ہے تو اس پر سچے دل سے توبہ کرنا ہوگی اور اس کی قضا بھی ادا کرنا ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-4-2016

## جلسہ اور قعدہ اخیرہ میں پاؤں کی انگلیوں کو بینڈ (Bend) کرنے کے بارے فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 69

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جلسہ اور قعدہ اخیرہ میں بیٹھنے کا طریقہ کیا ہے۔ اس میں ایک پاؤں کھڑا کرنا اور انگلیوں کو بینڈ کرنے کا کیا حکم ہے۔ اگر کوئی کسی عذر کی وجہ سے بینڈ نہیں کر سکتا تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔ ان میں عورت کے لیے کیا حکم ہے؟  
سائل: اشرف۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

دوسجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں اور آخری تشہد کے وقت بیٹھنے کو قعدہ اخیرہ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں بیٹھنے کا سنت طریقہ یہ ہے کہ بائیں (Left) پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھنا علیحدہ سنت ہے اور دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا بھی سنت ہے اور یہ سب مرد کے لیے ہے۔

جیسا کہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: "يَفْتَرِشُ الرَّجُلُ رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَجْلِسُ عَلَيْهَا وَيَنْصِبُ

رَجُلُهُ الْيُمْنَى وَيُوجِّهُ أَصَابِعَهُ فِي الْمَنْصُوبَةِ (نَحْوَ الْقِبْلَةِ) هُوَ السُّنَّةُ فِي الْفَرَضِ وَالنَّفْلِ

مرد بایاں (Left) پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھے اور دائیں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرے اور یہ فرض و نفل دونوں میں سنت ہے۔ (درمختار مع رد المحتار ج 1 ص 494)

بلا عذر دایاں پاؤں کھڑا نہ کرنا یا اس کی انگلیوں کو بینڈ کر کے قبلہ رخ نہ کرنا خلاف سنت اور ثواب سے محرومی ہے البتہ عذر ہو تو حرج نہیں۔

جیسا کہ رد المحتار میں ہے: "فَلَوْ تَرَبَّعَ أَوْ تَوَزَّكَ خَالَفَ السُّنَّةَ" جس نے (مذکورہ بالا طریقہ کے خلاف کیا) ترلع کیا یا تورک کیا اس نے سنت کی مخالفت کی۔ (درمختار مع رد المحتار ج 1 ص 494)

اور جلسہ اور قعدہ میں عورت کیلئے سنت یہ ہے کہ وہ بائیں سرین پر بیٹھے اور دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: اور عورت دونوں پاؤں داہنی جانب نکال دے اور بائیں سرین پر بیٹھے۔

(بہار شریعت ج 1 ص 530)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-12-2017

جماعت کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 70

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز کے بعد کچھ مساجد



والے لوگ بلند آواز سے کلمہ درود شریف پڑھتے ہیں اور کچھ استغفار کرتے ہیں۔ اور کچھ لوگ کچھ نہیں پڑھتے بلکہ سیدھا کرواتے دیتے ہیں۔ میں کنفیوز ہوں کہ یہ سب مختلف کیوں ہوتا ہے حالانکہ سب سنی مساجد ہیں۔ اگر اس کا جواب عطا فرمائیں تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا۔  
سائل: ہاشم فرام لٹڈن - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جماعت کے بعد ذکر بالجہر یعنی بلند آواز سے کلمہ واستغفار پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل پیدا نہ ہو اور کسی مریض یا سونے والے کو ایذا نہ ہو۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔ ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریاء ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف، یونہی درود شریف جہراً جائز و مستحب ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج 6 ص 234)

جوسنی حضرات جماعت کے بعد ذکر کرتے ہیں ان کو انہیں شرائط کے ساتھ بلند آواز کے ساتھ ذکر کی اجازت ہے اور وہ ضرور ان شرائط کی رعایت کرتے ہوں گے اور جوسنی حضرات جماعت کے بعد بلند آواز سے کلمہ شریف نہیں پڑھتے یا ذکر بالجہر نہیں کرتے تو احتیاطاً اس سے اجتناب کرتے ہیں تاکہ کسی نمازی کی نماز میں خلل پیدا نہ ہو لہذا دونوں کے افعال کو نیک نیتی پر ہی محمول کیا جائے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

## حنفی مقتدی کا کسی اور مذہب والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 71

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں حنفی ہوں کیا حنفی کی نماز کسی اور مذہب والے امام یعنی شافعی امام کے پیچھے جائز ہے۔ اگر جائز ہے حنفی مقتدی کس کس فعل میں شافعی امام کی پیروی کرے۔  
سائل: احمد فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

اگر شافعی امام کسی ایسے کام کا ارتکاب کرے جو ہمارے مذہب میں طہارت کو ختم کرنے والا یا نماز کو توڑنے والا ہو تو شافعی کے پیچھے حنفی کی نماز جائز نہیں مثلاً اس شافعی امام نے تھوڑے نجس یا مستعمل پانی سے وضو یا غسل فرض کیا یا چوتھائی سر سے کم کا مسح یا زخم وغیرہ سے خون نکلنے اور قے آنے پر وضو نہ کیا یا درہم کی مقدار سے زائد منی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھائی یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اسی نماز میں امام ہو گیا ہو۔ ان تمام صورتوں میں حنفی کو سرے سے اس کی اقتداء جائز ہی نہیں اور اسکے پیچھے نماز محض باطل ہے۔

غنیۃ میں ہے "اما الاقتداء بالمخالف في الفروع كالشافعي فيجوز ما لم يعلم منه ما يفسد الصلاة على اعتقاد المقتدي عليه الاجماع انما اختلف في الكراهة" فروعات میں مخالف مثلاً شافعی المسلک کی اقتداء اس وقت جائز ہوگی جب اس سے ایسے عمل کا علم نہ ہو جو اعتقاد مقتدی میں مفسد نماز ہو جو از پر اجماع ہے البتہ کراہت میں اختلاف ہے۔  
(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المستملی فصل فی الامامة ص ۵۱۶)

اگر وہ شافعی امام ایسے امور کا ارتکاب نہ کرے جو مذہب احناف میں ناقض طہارت اور مفسد نماز ہوں



تو ایسے شافعی امام کی حنفی کو اقتداء کرنا جائز ہے۔ مگر اُس وقت بھی ان باتوں میں شافعی امام کی پیروی نہ کرے جو حنفی مذہب میں ناجائز و نامشروع قرار پا چکی ہیں۔ اگر حنفی ان باتوں کی متابعت کرے گا تو اُس کی نماز اس نامشروع کی مقدار کراہت پر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ امام پیروی مشروع میں ہوتی ہے نہ کہ غیر مشروع میں۔

ردالمحتار میں ہے: "تكون المتابعة غير جائزة اذا كانت في فعل بدعة او منسوخ او ما لا تعلق له بالصلوة" امام کی متابعت بدعت، عمل منسوخ اور ہر اس عمل میں جائز نہیں جس کا تعلق نماز سے نہ ہو۔

(ردالمحتار مطلب مهم فی تحقیق متابعة الامام مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۳۳۸)

جیسے رکوع وغیرہ میں رفع یدین ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک منسوخ ہو چکا ہے اور منسوخ پر عمل نامشروع، تو اس میں شافعی امام کی پیروی نہ کرے۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کا شانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں: "لو اقتدى بمن يرفع يديه عند الركوع او بمن يقنت في الفجر او بمن يري خمس تكبيرات في صلوة الجنائز لا يتابعه لظهور خطيئته بيقين لان ذلك كله منسوخ"

اگر کسی نے ایسے امام کی اقتداء کی جو رکوع کے وقت رفع یدین کرتا ہے یا نماز فجر میں قنوت پڑھتا ہے یا تکبیرات جنائزہ پانچ کہتا ہے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کرے کیونکہ اس کا غلطی پر ہونا یقینی ہے کیونکہ یہ تمام منسوخ ہیں۔

(بدائع الصنائع فصل فی بیان قدر صلوة العیدین ۱/۲۷۸)

قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شوافع کے نزدیک نماز فجر کی آخری رکعت میں ہمیشہ اور رمضان المبارک کے نصف اخیر میں وتر کی تیسری رکعت میں مروج ہے کہ وہ ان میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ قنوت فجر تو ہمارے ائمہ کے نزدیک منسوخ یا بدعت ہے، بہر حال ہمارے نزدیک یقیناً نامشروع ہے۔ لہذا اس میں شافعی امام کی پیروی ممنوع، اور جب اصل قنوت میں پیروی منع ہے تو ہاتھ اٹھانے میں بھی منع ہے کہ یہ اس کی فرع ہے لہذا وہ جب تک نماز فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چپ کر کے کھڑا ہے۔

علامہ شرنبلالی نور الایضاح میں فرماتے ہیں: "اذا اقتدى بمن يقنت في الفجر قام معه في قنوته"

ساکتا علی الاظهر ویرسل یدیدہ فی جنبیہ "اگر کسی نے ایسے امام کی اقتدا کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے تو مختار قول کے مطابق اس کے ساتھ خاموش کھڑا رہے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں کی طرف چھوڑ دے۔

(نور الابصاح باب الوتر ص ۳۸)

شافعی کے قنوت پڑھنے کی حالت میں خفی ہاتھ باندھے یا چھوڑے یا دعا کی طرح اٹھائے، کیا کرنا چاہئے، اس کی تصریح کتب احناف میں نہیں ہے مگر سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا میلان اس طرف ہے کہ خفی مثل قیام ہاتھ باندھے کھڑا رہے۔

آپ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام ذی قرار و صاحب ذکر، مشروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً و شرعاً سنت اور عقلاً و عرفاً ادب حضرت اور ترک سنت میں امام کی پیروی نہیں۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۱۱]

یوں ہی خفی ہر وہ سنت بجالائے جس سے امام کی کسی واجب فعلی میں مخالفت لازم نہ آئے اور ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آمین میں سنت اخفا ہے۔ یعنی اگر شافعی امام بلند آواز سے آمین کہے تو خفی مقتدی آہستہ آواز میں آمین کہے۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آمین میں سنت اخفا ہے اور اس کی بجا آوری میں امام سے کسی واجب فعلی میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۱۵]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-9-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے



## سجدہ تلاوت کا طریقہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 72

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی پر کئی سجود تلاوت واجب ہوں۔ کیا ہر سجدہ کے بعد کھڑا ہونا اس پر ضروری ہے یا بیٹھے بیٹھے تمام سجدے کر سکتا ہے؟ اور سجدہ تلاوت کا صحیح طریقہ کیا ہے؟  
سائل: حسنین شفیق فرام مانچسٹر۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں بیٹھے بیٹھے تمام سجود کر سکتا ہے کیونکہ کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب ہیں کر لے تو اچھا ہے نہ کرے تو گناہ نہیں۔ مگر سجدے میں جاتے اور اس سے اٹھتے وقت تکبیر یعنی اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہ چھوڑے کہ ایسا کرنا سلف کے خلاف ہے۔

بہار شریعت میں ہے کہ سجدہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ کھڑا ہو کر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین بار سُبْحٰنَ رَبِّيْ الْاَعْلٰی کہے، پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتا ہوا کھڑا ہو جائے، پہلے پیچھے دونوں بار اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا سنت ہے اور کھڑے ہو کر سجدہ میں جانا اور سجدہ کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب۔ (عائگیری، درمختار وغیرہما)

اگر سجدہ سے پہلے یا بعد میں کھڑا نہ ہو یا اَللّٰهُ اَكْبَرُ نہ کہے یا سُبْحٰنَ اللہ نہ پڑھا تو ہو جائے گا مگر تکبیر چھوڑنا نہ چاہیے کہ سلف کے خلاف ہے۔

[بہار شریعت ج 1 حصہ 4 ص 731]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017

## سجدہ میں انگلش میں دعا کرنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 73

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سجدہ میں انگلش اور عربی میں دعائیں کرنا کیسا ہے؟  
سائل: یسین فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

نماز کے سجدہ میں توسیع پڑھی جاتی ہے اگر سائل محترم کی مراد نماز کے علاوہ سجدہ میں دعا مانگنا ہے تو نماز کے علاوہ سجدہ میں بھی عربی زبان میں ہی دعا کرے، کیونکہ یہ قبولیت کے زیادہ قریب ہے۔

احسن الوعاء میں والد اعلیٰ حضرت علامہ رئیس المتکلمین مفتی نقی عیسیٰ فرماتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو دعا بہ زبان عربی کرے "غیر الافکار" وغیرہ میں ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ غیر عربی میں دعا مکروہ ہے۔ امام ولوالحی فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ غیر عربی کو دوست نہیں رکھتا" اور فرماتے ہیں: "عربی میں دعا اجابت سے زیادہ قریب ہوتی ہے۔"

[احسن الوعاء بنام فضائل دعاء ص ۱۰۸]

ہاں اگر کوئی عربی دعا کا معنی نہ جانتا ہو یا معنی کے لیے اسے تکلف کرنا پڑتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی ہی زبان میں دعا مانگے۔

احسن الوعاء میں والد اعلیٰ حضرت علامہ رئیس المتکلمین مفتی نقی علی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں: مگر جو

عربی نہ سمجھتا ہو اور معنی سیکھ کر بتکلف انکی طرف خیال لے جانا مشوش خاطر (ارادے کو تشویش میں ڈالتا) و مخل حضور



(یکسوئی میں رکاوٹ) ہو وہ اپنی ہی زبان میں اللہ تعالیٰ کو پکارے کہ حضور و یکسوئی اہم امور ہے۔

[احسن الرعاء بنام فضائل دعاء ص ۱۰۹]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 6-2-2016

الجواب صحیح والمجیب نحیح  
مفتی شمس الہدی عفی عنہ  
خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## سنن موکدہ کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 74

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اوقات جُوپ کے دوران ہمیں نماز پڑھنی پڑتی ہے اور ہمارے پاس ٹائم کم ہوتا ہے تو کیا ہم ظہر و عصر اور مغرب کی سنن وغیرہ کو چھوڑ سکتے ہیں۔ ان کو چھوڑنے کا حکم بھی بیان کر دیں؟

سائل: الیاس فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

ظہر کی چار سنت قبلہ، دو بعد یہ اور مغرب کی دو سنت بعد یہ سنن موکدہ میں سے ہیں۔ ان کے چھوڑنے کا حکم یہ ہے کہ بلا عذر ایک بار بھی ترک کرے تو مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق، مردود الشہادۃ، مستحق نار ہے۔ اور بعض ائمہ نے فرمایا: کہ 'وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور گنہگار ہے، اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔ کما فی بہار شریعت الکتب العلمیۃ۔

لہذا سنتِ موکدہ ضرور پڑھی جائیں۔ میری معلومات کے مطابق جتنا نام یو کے میں نماز پڑھنے کے لیے دیا جاتا ہے اس میں بندہ آسانی کے ساتھ فرائض کے ساتھ ساتھ سننِ موکدہ ادا کر سکتا ہے۔ خصوصاً ظہر کی سنتِ قبلہ و بعد یہ کی تو بہت فضیلت ہے۔ جیسا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم: "مَنْ رَكَعَ أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَأَرْبَعًا بَعْدَهَا حَرَّمَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَحْمَهُ عَلَى النَّارِ" جو شخص ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتوں پر محافظت کرے، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام فرمادے گا۔

(سنن النسائي، كتاب قيام الليل... إلخ، باب الاختلاف على اسماعيل بن أبي خالد، الحديث: ۱۸۱۳، ص ۳۱۰)

لیکن اگر کمپنی والے نماز پڑھنے کے لیے بالکل کم وقت دیں جس میں صرف فرائض پڑھے جاسکتے ہوں تو فرائض پڑھے اور سنن کو چھوڑ دے اس صورت میں سننِ موکدہ کا چھوڑنا جائز ہے۔ اور سننِ غیر موکدہ جیسے عصر کی چار سنتِ قبلہ کا حکم نفل جیسا ہے ان کو چھوڑ دینے میں گناہ نہیں ہے اور پڑھنے پر ثواب ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017

## شیعوں کی اذان کا محاسبہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 75

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعوں نے اپنی اذان کو تبدیل کیا ہے وہ لوگ اذان کچھ اس طرح کہتے ہیں۔



اللہ اکبر اللہ اکبر

اللہ اکبر اللہ اکبر

اشھدان لا الہ الا اللہ

اشھدان لا الہ الا اللہ

اشھدان محمد رسول اللہ

اشھدان محمد رسول اللہ

اشھدان امیر المؤمنین و امام المتقین علی ولی اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل

اشھدان امیر المؤمنین و امام المتقین علی حجة اللہ وصی رسول اللہ خلیفۃ بلا فصل

یعنی وہ لوگ اس میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمہ خلیفۃ بلا فصل کہتے ہیں۔ اس کا کیا معنی ہے اور کیا ان کی یہ اذان سننا جائز ہے؟  
سائل: خادم حسین۔ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ان کی اذان میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ کلمہ خلیفۃ بلا فصل خالص بڑا ہے۔ بڑا کے معنی اظہارِ برأت و بیزاری ہے۔ یعنی حضرات خلفاء ثلاثہ (ابو بکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی) رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافت سے براءت بیزاری ہے۔ اس کلمہ کا معنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ ہیں۔ اور حضرات خلفاء ثلاثہ (ابو بکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی) رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زبردستی آپ سے خلافت چھینی ہے۔ اور اس کا سننا سنی کے لئے حقیقتہً تبرا (صحابہ کرام کے لیے گالی) سننا ہے۔ لہذا اس کو قصدِ اسننا ناجائز ہے۔ شیعوں کو زیادہ عداوت یہی ہے کہ ان کے زعمِ باطل میں خلافت کے حقدار حضرات مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تھے۔ جب بحکمِ الہی خلافت راشدہ حضرات خلفاء ثلاثہ (ابو بکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی) رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پہنچی تو روافض (شیعوں) نے انھیں معاذ اللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا ٹھہرایا اور ترقیہ کی بدولت حضرت اسد اللہ الغالب علی بن طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو نعوذ باللہ سخت بزدل و تارکِ حق بتایا۔ حالانکہ یہ کلمات جو شیعوں نے سنیوں کی ایذا رسانی کو اذان میں بڑھائے ہیں ان کے مذہب کے بھی خلاف ہیں۔

ان کی حدیث و فقہ کی رو سے بھی اذان ایک محدود عبارت معدود کلمات کا نام ہے جن میں یہ ناپاک لفظ داخل نہیں۔ شیعوں کے بڑے خود لکھ گئے کہ ان زیادتیوں کی موجب ایک ملعون قوم ہے جنہیں امامیہ (شیعوں کا ایک فرقہ) بھی کافر جانتے ہیں۔

جیسا کہ شرائع الاسلام شیخ علی میں ہے:

الْأَذَانُ عَيْشُ الْأَشْهُرِ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ فَضْلًا التَّكْبِيرُ أَرْبَعٌ وَالشَّهَادَةُ بِالتَّوْحِيدِ ثُمَّ بِالرِّسَالَةِ  
ثُمَّ يَقُولُ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ثُمَّ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ثُمَّ حَيَّ عَيْرَ خَيْرِ الْعَمَلِ وَالتَّكْبِيرُ بَعْدَهُ ثُمَّ  
التَّهْلِيلُ كُلُّ فَضْلٍ مَرَّتَانٍ:

ترجمہ

اذان مشہور تر قول پر اٹھارہ کلمے ہیں: تکبیر چار بار اور گواہی توحید کی پھر رسالت کی گواہی پھر حی علی الصلوٰۃ پھر حی علی الفلاح پھر حی علی خیر العمل اور اس کے بعد اللہ اکبر پھر لا الہ الا اللہ ہر کلمہ دو بار۔

(شرائع الاسلام المقدمة السابقة فی الاذان والاقامة جلد 1 ص 57 مطبعة الآداب فی النجف الاشرف)

اس پر مزید دلائل فتاویٰ رضویہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اور بعض شیعوں نے تو تصریح کی اذان میں کوئی کلمہ بڑھانا نئی شریعت گھڑنا اور ناجائز ہے۔

جیسا کہ شیعوں کا مجتہد شیخ صدوق شیعہ ابن بابویہ قمی اپنی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے باب الاذان والاقامة للمؤذنین میں لکھتا ہے:

ابوبکر حضرمی وکلب اسدی حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اس جناب نے ان کے سامنے اذان یوں کہہ کر سنائی اللہ اکبر اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان محمدا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی خیر العمل، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، مصنف اس کتاب کا کہتا ہے یہی اذان صحیح ہے نہ اس میں کچھ بڑھایا جائے نہ اس سے کچھ گھٹایا جائے۔ آگے لکھتا ہے کہ والمفوضة لعنہم اللہ قد

وضعوا اخبارا وزادوا فی الاذان محمدا وال محمد خیر البریۃ مرتین، وفی بعض روایاتہم بعد



اشھد ان محمدا رسول اللہ اشھد ان علیا ولی اللہ مرتین، ومنہم من روی بدل ذلك واشھد ان علیا امیر المومنین حقاً مرتین ولا شک فی ان علیا ولی اللہ وانه امیر المومنین حقاً وان محمدا والہ صلوات اللہ علیہم خیر البریة ولكن لیس ذلك فی اصل الاذان وانما ذکر ذلك ليعرف بهذه الزیادة المتہمون بالتفویض المدلسون انفسہم فی جملتنا "

اور فرقہ مفوضہ نے کہ اللہ ان پر لعنت کرے کچھ جھوٹی حدیثیں اپنے دل سے گھڑیں اور اذان میں محمد وال محمد خیر البریہ دوبار بڑھایا اور انھیں کی بعض روایات میں اشھد ان محمدا رسول اللہ کے بعد اشھد ان علیا ولی اللہ دوبار آیا اور ان کے بعض نے اس کے بدلے اشھد ان علیا امیر المومنین حقاً دوبار روایت کیا اور اس میں شک نہیں کہ علی ولی اللہ ہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل علیہم السلام تمام جہاں سے بہتر ہیں مگر یہ کلمے اصل اذان میں نہیں، اور میں نے اس لئے ذکر کر دیا کہ اس زیادتی کے باعث وہ لوگ پہچان لئے جائیں جو مذہب تفویض سے متہم ہیں اور براہ فریب اپنے آپ کو ہمارے گروہ (یعنی فرقہ امامیہ) میں داخل کرتے ہیں۔

(من لا یحضر الفقیہ باب الاذان والاقامة جلد 1 ص 188 دار الکتب الاسلامیہ تہران ایران)

دیکھو! شیعوں کا امام شیخ صدوق کیسی صاف صاف شہادت دے رہا ہے کہ اذان کے شروع میں وہی اٹھارہ کلمے ہیں اور ان پر یہ زیادتیاں فرقہ مفوضہ کی تراشی ہوئی ہیں اور صاف کہتا لعلہم اللہ تعالیٰ ان پر اللہ لعنت کرے۔ جب اس میں صحابہ کرام کو گالی دینے والا کلمہ کہا جاتا ہے تو سنی کے لیے کیسے روا ہو سکتا ہے کہ وہ ان کی یہ اذان سنے۔ جب شیعوں کی اذان ہو کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں یا ایسی جگہ چلے جائیں جہاں یہ منحوس آواز پہنچنے نہ پائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

## ظہر کی نماز کو عصر میں مکمل کرنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 76

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس نماز ظہر کا کیا حکم ہے جو ظہر کے وقت میں شروع کی تھی مگر عصر کے وقت میں ختم کی۔ کیا نماز ظہر ادا ہوگی یا قضاء کیونکہ اس کا اکثر حصہ دوسری نماز کے وقت میں ادا ہوا ہے؟

سائل: وقاص فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النَّوْرَ وَالصَّوَابَ

اس صورت میں نماز ظہر ہو جائے گی اور وہ ادا ہی ہوگی قضاء نہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک کسی نماز کے ادا کرنے کے لیے صرف تکبیر تحریمہ کا وقت میں کہنا ضروری ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ

"وَبِالتَّحْرِيمَةِ فَقَطْ بِالْوَقْتِ يَكُونُ اَدَاءٌ عِنْدَنَا" یعنی اگر تکبیر تحریمہ وقت میں ہو تو وہ ادا ہے قضاء نہیں۔

[الدر المختار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج ۲، ص ۶۲۷-۶۳۲]

اور بہار شریعت میں ہے کہ وقت میں اگر تحریمہ باندھ لیا تو نماز قضا نہ ہوئی بلکہ ادا ہے۔ مگر نماز فجر و جمعہ و عیدین کہ ان میں سلام سے پہلے بھی اگر وقت نکل گیا نماز جاتی رہی۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۳ مسئلہ نمبر ۶ ص ۷۰۱]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 22-12-2016

الجواب صواب

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے



## عورتوں کو مسجدوں سے کیوں روکا گیا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 77

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت کا فقہ حنفی میں مسجد میں جا کر نماز پڑھنا کیسا اور عورت کو مسجد میں نماز باجماعت سے کیوں روکا گیا ہے؟ اور ان لوگوں کو ہم کیا جواب دیں جو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں عورتیں مسجدوں میں آکر نماز پڑھتی تھیں۔ سائل: بلال فرام لیسٹر۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

عورتوں کا مسجد میں نماز کے لیے جانا ناجائز ہے کیونکہ شریعت کو پردے کی حرمت کا بے حد لحاظ ہے۔ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری کے دور میں عورت مسجد میں باجماعت نمازیں ادا کرتی تھی پھر حالات کی تبدیلی کے سبب علمائے کرام (رَحِمَهُمُ اللّٰهُ السَّلَام) نے عورتوں کو مسجد کی حاضری سے منع فرمادیا۔

جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مساجد سے بہتر عام محفل کہاں ہوگی! اور (مسجد کی نماز میں) بشر بھی کیسا (یعنی پردے کیلئے ترکیب بھی کیسی زبردست) کہ (نماز کے دوران) مردوں کی ادھر ایسی پیٹھ کہ (وہ عورتوں کی طرف) منہ نہیں کر سکتے اور انہیں (یعنی مردوں کو یہ بھی) حکم کہ بعد سلام جب تک عورتیں (مسجد سے باہر) نہ نکل جائیں نہ اٹھو۔ مگر علمائے اولیاء (یعنی شروع شروع میں) کچھ تخصیصیں کیں (یعنی کچھ شرائط مقرر فرمائیں) جب زمانہ فتن کا (یعنی فتنوں کا دور) آیا (عورتوں کی حاضری کو) مطلقاً ناجائز فرمایا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۲۹)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں: اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد اپنے زمانے میں تھا کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ملاحظہ فرماتے جو باتیں عورتوں نے اب پیدا کی ہیں تو ضرور انھیں مسجد سے منع فرمادیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کر دی گئیں۔ پھر تابعین ہی کے زمانے سے ائمہ (یعنی اماموں) نے (مساجد میں آنے کی بند رنج) ممانعت شروع فرمادی، پہلے جوان عورتوں کو پھر بوڑھیوں کو بھی، پہلے دن میں پھر رات کو بھی، یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔ کیا اُس زمانے کی عورتیں گربے والیوں کی طرح گانے ناچنے والیاں یا فاحشہ دلالہ تھیں (اور) اب (یعنی موجودہ دور میں) صالحات (یعنی نیک پرہیزگار) ہیں یا جب (یعنی گزشتہ دور میں) فاحشات (بے حیا عورات) زائد تھیں اب صالحات (نیک عورات) زیادہ ہیں یا جب (یعنی گزشتہ دور میں) فیوض و برکات نہ تھے اب ہیں یا جب (یعنی گزشتہ دور میں) کم تھے اب زائد ہیں، حاشا (یعنی ہرگز نہیں) بلکہ قطعاً یقیناً اب معاملہ بالعکس (یعنی گزشتہ سے الٹ) ہے۔ اب اگر ایک صالحہ (نیک خاتون) ہے تو جب (یعنی گزشتہ دور میں) ہزار تھیں، جب (یعنی گزشتہ دور میں) اگر ایک فاحشہ تھی اب ہزار ہیں، اب (یعنی موجودہ دور میں) اگر ایک حصہ فیض ہے جب (یعنی گزشتہ دور میں) ہزار حصے تھا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: لَا يَأْتِي عَامٌ إِلَّا وَالَّذِي بَعْدَهُ شَرٌّ مِنْهُ "جو سال بھی آئے اس کے بعد والا اس سے بُرا ہی ہوگا۔"

بلکہ عنایہ امام اکمل الدین بابر ترقی میں ہے کہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عورتوں کو مسجد سے منع فرمایا، وہ اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت لے گئیں، (تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تائید میں) فرمایا: اگر زمانہ اقدس میں بھی حالت یہ ہوتی (تو حضور ﷺ) عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

(فتاویٰ رضویہ منجز ج ۹ ص ۵۴۹)

جو لوگ عورتوں کو نماز کے لیے مسجدوں میں آنے کی اجازت دیتے ہیں ان لوگوں کو یہی جواب دیا جائے جو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیا کہ «لَوْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحْدَثَ النِّسَاءُ لَمَنَعَهُنَّ الْمَسْجِدَ كَمَا مَنَعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ»

آپ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ دیکھتے جو آج عورتوں احداث کیا ہے تو وہ ضرور عورتوں کو مسجد سے روک دیتے



جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔

[الصحيح المسلم باب خروج النساء الى المساجد ص 183 رقم 445]

اب عورت کو چاہیے کہ وہ گھر میں ہی نماز پڑھے اور اس میں بھی جس قدر زیادہ پوشیدہ ہو کر پڑھے گی اس قدر افضل ہے جیسا کہ حدیث میں آیا کہ "عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي مَجْرَتِهَا، وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا"

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "عورت کی اپنے گھر کی نماز اس کی اپنے صحن کی نماز سے افضل ہے، اور اس کی اپنی کوٹھری کی نماز اس کے اپنے گھر کی نماز سے افضل ہے۔"

[سنن ابی داؤد باب التشديد في ذلك رقم 570]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 8-12-2016

## عینک پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 78

(Sun glasses) پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے؟ سائل: ابرار-یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ایسے (glasses) پہن کر اگر سجدہ کرنے میں ناک کی ہڈی اور پیشانی آسانی سے لگ جاتی ہے تو نماز پڑھنے

میں کوئی حرج نہیں، اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

صاحب دارالافتاء کنز الایمان UK مفتی شمس الہدی مصباحی صاحب زید مجاہد نے ان دو جزیوں کو زائد فرمایا۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص عینک لگا کر نماز پڑھاتا ہے تو مقتدیوں کی نماز میں کچھ قصور تو نہیں؟ آپ نے جواب ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ اگر عینک کا حلقہ یا قیمیں چاندی یا سونے کی ہیں تو ایسی عینک ناجائز ہے اور نماز اس کی اور مقتدیوں سب کی سخت مکروہ ہوتی ہے ورنہ تانبے یا اور دھات کی ہوں تو بہتر یہ کہ نماز پڑھتے میں اتار لے

اور یہ جواز کے منافی نہیں اسی لیے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاویٰ امجدیہ میں ارقام فرماتے ہیں کہ چشمہ لگا کر نماز پڑھنا جائز ہے ضرورت سے ہو یا بغیر ضرورت۔ [فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۱۳۷] انتہی کلام المفتی شمس الہدی المصباحی دامت فیوضہم۔

نماز کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں مگر نماز میں بلا ضرورت ایسی عینک پہننے سے احتراز کیا جائے لہذا بہتر یہی ہے کہ ایسے عینک اتار کر نماز پڑھی جائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 22-6-2016

الجواب صحیح  
شمس الہدی عفی عنہ  
خادم الافتاء کنز الایمان یو کے

فوت شدہ والد کی نمازوں کا فدیہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 79

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کے والد فوت ہو گے ہوں



اور ان کی کئی نمازیں قضا ہو گئی ہوں تو اس کی اولاد اس کے لیے کیا کرے کیا وہ ان کی طرف سے نمازیں پڑھیں یا کچھ صدقہ خیرات کریں اور اگر وہ ایسا کریں تو کیا ان کی نمازیں معاف ہوں جائیں گی۔ سائل: کبیر۔ شیفلڈ یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

میت کی طرف سے نمازیں نہیں پڑھی جائیں گی بلکہ اس کی نمازوں کا فدیہ دیا جائے گا اگر اولاد ایسا کرے تو یہ اپنے والد پر بہت بڑا احسان ہے۔ مرد و عورت کی نمازوں کا فدیہ کا یہ طریقہ ہے کہ سب سے پہلے میت کی عمر معلوم کر کے اس میں سے نو سال عورت کیلئے اور بارہ سال مرد کیلئے نابالغی کے نکال دیجئے۔ باقی جتنے سال بچے ان میں حساب لگائیے کہ کتنی مدت تک وہ (یعنی مرحومہ یا مرحوم) بے نمازی رہا یا کتنی نمازیں اس کے ذمہ قضا باقی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اندازہ لگا لیجئے۔ بلکہ چاہیں تو نابالغی کی عمر کے بعد بقیہ تمام عمر کا حساب لگا لیجئے۔ اب فی نماز ایک ایک صدقہ فطر خیرات کیجئے۔ ایک صدقہ فطر کی مقدار تقریباً دو کلو 80 گرام کم گیہوں (گندم) یا اس کا آٹا یا اس کی رقم ہے۔ اور ایک دن کی چھ نمازیں ہیں۔ پانچ فرض اور ایک وتر نماز جو کہ واجب ہے۔

مثلاً دو کلو 80 گرام کم گیہوں کی رقم 3 پونڈ ز ہے تو ایک دن کی نمازوں کے 18 پونڈ ز ہوئے اور 30 دن کے 540 پونڈ ز ہوئے اور ایک سال کے تقریباً 6480 پونڈ ز ہوئے۔ اب کسی میت پر 50 سال کی نمازیں باقی ہیں تو فدیہ ادا کرنے کیلئے 324000 پونڈ ز خیرات کرنے ہوں گے۔

حیلہ

ظاہر ہے ہر کوئی اتنی رقم خیرات کرنے کی استطاعت (طاقت) نہیں رکھتی، اس کیلئے علمائے کرام رَحْمَتُہُمُ اللہُ السّلام نے شرعی حیلہ ارشاد فرمایا ہے۔ مثلاً وہ 30 دن کی تمام نمازوں کے فدیہ کی نیت سے 540 پونڈ ز کسی فقیر یا فقیرنی کی ملک کر دے، یہ 30 دن کی نمازوں کا فدیہ ادا ہو گیا۔ اب وہ فقیر یا فقیرنی یہ رقم اُس دینے والی ہی کو ہبہ کر دے (یعنی تحفے میں دیدے) یہ قبضہ کرنے کے بعد پھر فقیر یا فقیرنی کو 30 دن کی نمازوں کے فدیہ کی نیت سے قبضہ

میں دے کر اس کا مالک بنا دے۔ اس طرح بار بار لوٹ پھیر کرتے رہیں یوں ساری نمازوں کا فدیہ ادا ہو جائے گا۔

(کما فی الفتاویٰ الرضویہ، ج ۸، ص ۱۶۷)

30 دن کی رقم کے ذریعے ہی حیلہ کرنا شرط نہیں وہ تو سمجھانے کیلئے مثال دی ہے۔ بالفرض 50 سال کے فدیوں کی رقم موجود ہو تو ایک ہی بار لوٹ پھیر کرنے میں کام ہو جائے گا۔ نیز فطرہ کی رقم کا حساب بھی گئیہوں کے موجودہ ریٹ سے لگانا ہوگا۔ اسی طرح روزوں کا فدیہ بھی فی روزہ ایک صدقہ فطر ہے نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کے بعد روزوں کا بھی اسی طریقے سے فدیہ ادا کر سکتے ہیں۔ غریب و امیر سبھی فدیہ کا حیلہ کر سکتے ہیں۔ اگر وراثت اپنے مرحومین کیلئے یہ عمل کریں تو یہ میت کی زبردست امداد ہوگی۔

اور جہاں تک فدیہ دینے سے میت کی نمازوں کے معاف ہونے کا معاملہ ہے تو ان شاء اللہ عزوجل اس کی رحمت سے امید ہے کہ وہ میت کو اس فرض کے بوجھ سے آزاد فرما دے گا اور وراثت بھی اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ بعض لوگ مسجد وغیرہ میں ایک قرآن پاک کا نسخہ دے کر یا کچھ صدقہ خیرات کر کے اپنے من کو منالیتے ہیں کہ ہم نے مرحوم کی تمام نمازوں کا فدیہ ادا کر دیا یہ ان کی غلط فہمی ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

## قبر پر اذان دینا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 80

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دفن کے بعد قبر پر جو اذان کہی



جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ آپ جب ڈر بی آئے تھے تو آپ نے بھی حاجی افضل کی قبر پر اذان کہنے کا کہا۔ ایسا کرنا کیسا ہے دلائل سے وضاحت کر دیں کیونکہ کچھ لوگ اسے ناجائز کہتے ہیں۔  
سائل: عبد اللہ۔ ڈر بی یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

دفن کے بعد قبر پر اذان دینا جائز و مستحب ہے اور اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ اس وقت اذان کا جائز ہونا یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا قائلانِ جواز کے لئے اسی قدر کافی ہے۔  
(فتاویٰ رضویہ جلد ۵ ص ۶۵۴)

جو اس کے ناجائز ہونے کا دعویدار ہے وہ دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے لیکن آپ کے اطمینان قلب کے لیے کچھ دلائل عرض کرتا ہوں۔

دلیل 1

جب بندہ قبر میں رکھا جاتا تو نکرین کے سوال ہوتے ہیں تو شیطان وہاں بھی خلل انداز ہوتا ہے اور جواب میں بہکا تا ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے:

إِذَا سُئِلَ الْمَيِّتُ مِنْ رَبِّكَ تَرَأَى لَهُ الشَّيْطَانُ فِي صُورَةِ فَيْشِيرٍ إِلَى نَفْسِهِ أَيْ أَنَا رَبُّكَ فَهَذِهِ فِتْنَةٌ عَظِيمَةٌ... فَلِذَلِكَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِالشَّبَاتِ

یعنی جب مُردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اُس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں یہ فتنہ عظیم ہے، اس لئے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے لئے جواب میں

ثابت قدم رہنے کی دعا کرتے تھے۔ (نوادراصول فی معرفۃ احادیث الرسول دار الکتب بیروت ج 3 ص 227)

اور صحیح حدیثوں سے ثابت کہ اذان شیطان کو دفع کرتی ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتَّى لَا يَسْمَعَ التَّأَذِينَ "جب اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوزماتے ہوئے بھاگتا ہے۔"

(الصحيح البخارى باب فضل التاذين ج 1 ص 125 رقم الحديث 608/ الصحيح لمسلم باب فضل الاذان جلد 1 ص 167 مطبوعه قديمى كتب خانہ)

اور حدیث میں حکم آیا جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان کہو کہ وہ دفع ہو جائے گا

(الصحيح لمسلم باب فضل الاذان جلد 1 ص 167 مطبوعه قديمى كتب خانہ)

اور جب ثابت ہو گیا کہ سوالات نکرین کے وقت شیطان بہکانے کے لیے آتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور حکم ملا کہ اُس کو دفع کرنے کیلئے اذان کہو تو قبر پر اذان دینا عین شریعت کے مطابق ہوا۔

## دلیل 2

امام احمد و طبرانی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال له ادفن سعد بن معاذ وسوى عليه سبوح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وسبح الناس معه طويلا ثم كبر وكبر الناس ثم قالوا يا رسول الله لم سبحت (زاد في رواية) ثم كبرت قال لقد تضايق على هذا الرجل الصالح قبره حتى فرج الله تعالى عنه۔

یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ



کہتے رہے، پھر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور اول تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر اُس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اُس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔  
(مسند احمد بن حنبل جلد 3 ص 377 بیروت)

اعلیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لئے دفن کے بعد قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا، اور اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طیبات زائد ہیں سو اُن کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضر (نقصان دہ) نہ اس امر مسنون کے منافی ہے بلکہ زیادہ مفید ہے۔

### دلیل 3

یہ بات بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سُن کر اس کو بھی یاد آ جائے گا کہ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:  
لَقِنُّوْا مَوْتَكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ "اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔"

(الصحيح المسلم باب تلقين الموتى لا اله الا الله ج 2 ص 631 رقم 916)

اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے اور اُسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت ہے کہ خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقتہً مُردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت ہے کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد آ جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اذان کے تمام کلمات تکرین کا جواب یاد دلاتے ہیں۔ درج ذیل تین سوالات قبر میں کیے جاتے ہیں۔

(۱) من ربک: تیرا رب کون ہے؟ (۲) ما دینک: تیرا دین کیا ہے؟ (۳) ما کنت تقول فی هذا الرجل تُواس

مرد یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟

اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان

لا الہ الا اللہ اور آخر میں اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربک کا جواب ہے کہ ان کے سننے سے یاد آئیگا کہ میرا رب اللہ ہے۔

اور اشہد ان محمدا رسول اللہ اشہد ان محمدا رسول اللہ میں سوال ما کنت تقول فی هذا الرجل کا جواب ہے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا۔

اور حتیٰ علی الصلاة حی علی الفلاح سوال مادینک کی طرف اشارہ کرے گا کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز کو رکن و ستون کی حیثیت حاصل ہے

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام یا تابعین عظام مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں کہیں۔

اللَّهُمَّ أَعِزَّهُ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ "اے اللہ تو اسے شیطان ملعون کے شر سے پناہ بخش۔

(نوادراصول فی معرفۃ احادیث الرسول 323 بیروت)

#### دلیل 4

ابوداؤد امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: «اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ، وَسَلُّوْا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ»

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد کرتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے جواب نکیرین میں ثابت ہوا قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔

(سنن ابوداؤد باب استغفار عند القبر للمیت جلد 2 ص 103)

ان حدیثوں اور احادیث دلیل پنجم وغیرہ سے ثابت ہوا کہ دفن کے بعد دعا کرنا مستحسن ہے۔



اذان ذکر الہی ہے اور ذکر الہی دافع عذاب (عذاب کو دور کرنے والا) ہے۔  
رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ما من شیء انجی من عذاب اللہ من ذکر اللہ" کوئی چیز خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات بخشنے والی نہیں۔  
(مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص 239 بیروت)

اور خود اذان کی نسبت بھی وارد ہوا کہ جہاں اذان کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دن عذاب سے مامون ہو جاتی ہے۔  
ان دلائل سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ قبر پر اذان دینا اچھا عمل ہے اور اس سے صاحب قبر کو فائدہ ہوتا ہے  
لہذا قبر پر اذان دینا میت کے لیے بہت بڑی خیر خواہی ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-12-2017

## قضاء نمازوں کا کس عمر سے حساب کریں گے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک بالغ کی کئی نمازیں قضاء ہو گئی ہیں اور اسے یہ بھی یاد نہیں ہے کہ وہ کب بالغ ہوا تو وہ اپنی نمازوں کا کیسے حساب لگائے؟ یہ سوال بہت مشہور ہے اور میں کئی علماء سے پوچھا مگر تشفی طلب جواب نہ ملا۔ کچھ کہتے ہیں کہ جب بالغ ہونا زیادہ متوقع تھا اس (Date) کا

حساب لگا کر نمازیں قضاء کرے اور کچھ کہتے ہیں کہ 14 سال کی عمر سے حساب شروع کرے۔ مفتی صاحب میں آپ کے کام سے بہت متاثر ہوں میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اگر آپ اسے (Clear) فرمادیں۔ سائل: اولیس یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

جس کی نمازیں قضا ہوئی ہوں اور وہ اب قضاے عمری کرنا چاہتا ہے تو اگر اسے اپنی بلوغت کی (Date) یا دے تو وہ جب سے بالغ ہوا یا بالغ ہوئی ہے اُس وقت سے نمازوں کا حساب لگائے۔ اگر بلوغت کی (Date) یاد نہیں کہ کب بالغ یا بالغ ہوئے ہیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ قمری سالوں کے حساب سے لڑکی 9 برس اور لڑکا 12 برس کی عمر سے حساب لگائے۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں سوال ہوا کہ اگر کسی شخص نے عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی اب یہ شخص مر گیا تو اس وقت اس کی قضاے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے؟ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اگر وقت بلوغ معلوم نہ ہو تو مرد کے لئے اس عمر سے بارہ برس اور عورت کے لئے ۹ برس کم کریں۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۸ ص ۱۵۴]

فتاویٰ رضویہ شریف کی عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ لڑکی ۹ برس کی عمر سے اور لڑکا ۱۲ برس کی عمر سے اپنی قضا نمازوں کا حساب لگائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-11-2016



## کارپیٹ پر سجدے میں پیشانی کا جمانا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 82

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگلیٹنڈ کی مساجد میں کارپیٹ ہوتے ہیں۔ میں نے سنی بہشتی زیور میں سجدہ کے دوران پیشانی جمانے کے بارے میں پڑھا ہے۔ کیا کارپیٹ پر ہلکی سی پیشانی لگانے سے سجدہ ہو جائے گا یا خوب دبانے پڑے گی۔  
سائل: احمد فرام انگلیٹنڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

سجدے میں پیشانی نہ نما ضروری ہے۔ جنمے کے معنی یہ ہیں کہ زمین کی سختی محسوس ہو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ پیشانی نہ جمی تو سجدہ نہ ہوگا۔ اگر کسی نے کسی نرم چیز مثلاً روئی یا فوم کے گدیلے یا قالین (CARPET) وغیرہ پر سجدہ کیا اور پیشانی جم گئی یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو سجدہ ہو جائے گا اور اگر پیشانی نہ جمی تو سجدہ ادا نہیں ہوگا جس کی وجہ سے نماز بھی نہ ہوگی۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ

"وَلَوْ سَجَدَ عَلَى الْحَشِيشِ أَوْ التِّبْنِ أَوْ عَلَى الْقُطْنِ أَوْ الطَّنْفَسَةِ أَوْ الشَّلَجِ إِنْ اسْتَقَرَّتْ جَبْهَتُهُ وَأَنْفُهُ وَيَجِدُ حُجْمَهُ يَجُوزُ وَإِنْ لَمْ تَسْتَقِرَّ لَا" اگر کسی نرم چیز مثلاً گھاس یا روئی یا قالین (CARPET) وغیرہ پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی اور اس نے اس کی سختی کو پایا تو سجدہ ادا ہو گیا ورنہ سجدہ ادا نہیں ہوگا۔

[الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الرابع فی صفة الصلاۃ، الفصل الأول، ج ۱، ص ۷۰]

اور بہار شریعت میں ہے کہ کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی، قالین وغیرہ پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی یعنی اتنی

دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔ بعض جگہ جاڑوں میں مسجد میں پیال [چاول کا بھس] بچھاتے ہیں،

ان لوگوں کو سجدہ کرنے میں اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ اگر پیشانی خوب نہ دبی، تو نماز ہی نہ ہوئی اور ناک ہڈی تک نہ دبی تو مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی۔

[بہار شریعت ج 1 ص 514]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 19-2-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## کام کے دوران نمازوں کی قضا اور ان کی ادا کا طریقہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 83

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کام کے دوران میری دن کی نمازیں یعنی ظہر، عصر اور مغرب قضا ہو جاتی ہیں کیونکہ کام میں نماز پڑھنے کا کوئی آپشن موجود نہیں ہے۔ کیا میں ان کی قضا عشاء سے پہلے کر سکتا ہوں اور ان کی قضا کیسے کروں گا۔

سائل: نور افراہم انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اپنے اس کام کی خاطر نمازوں کو قضا کرنا جائز نہیں ہے۔ کسی بھی ترکیب سے آپ کو نماز وقت میں ہی ادا کرنا ہوگی۔ اگرچہ ان نمازوں کے صرف فرض ادا کریں۔ یعنی چار ظہر کے فرض اور چار عصر کے فرض اور تین مغرب کے۔ اور اس میں صرف تین تین منٹ خرچ ہوں گے اور آپ کے کام میں بھی حرج نہیں ہوگا۔ اور اگر وہاں اس کی بھی اجازت نہیں ہے تو ایسے کام کو ہی چھوڑ دیجیے، اللہ عزوجل رزاق ہے۔ وہ رزق حلال کا کوئی سبب پیدا فرمادے گا۔ جب وہ اپنے



منکروں کو رزق دے رہا ہے تو اس کے ماننے والوں کو کیونکر نہ نوازے گا بلکہ یقیناً زیادہ اور دل و جان میں سکون پیدا کرنے والا رزق عطا فرمائے گا۔

اگر شرعی عذر کے بغیر نمازیں قضا ہو جائیں تو توبہ کریں اور ان کی قضا ادا کریں اور قضا نمازوں کو مکروہ وقت کے علاوہ کسی بھی ٹائم پر ادا کرنا جائز ہے۔ آپ اپنی نمازوں کو عشاء سے پہلے بھی قضا کر سکتے ہیں۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ قضا کی نیت سے پہلے ظہر کے چار فرض پڑھیں پھر عصر کے چار فرض اور پھر مغرب کے تین فرض پڑھ لیے جائیں۔

إِذَا التَّأْخِيرُ بِلَا عُدَّةٍ كَبِيرَةٍ لَا تَزُولُ بِالْقَضَاءِ بَلْ بِالتَّوْبَةِ أَمَّا بَعْدَ الْقَضَاءِ أَمَّا بِدُونِهِ فَالتَّأْخِيرُ بَاقٍ، فَلَمْ تَصِحَّ التَّوْبَةُ مِنْهُ لِأَنَّ مِنْ شُرُوطِهَا الْإِقْلَاعُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ

بلا عذر شرعی نماز قضا بہت سخت گناہ ہے، یہ گناہ صرف قضا سے زائل نہ ہوگا بلکہ سچے دل سے توبہ کرے، توبہ سے گناہ تاخیر معاف ہو جائے گا اور توبہ اس وقت ہی صحیح ہے جب نمازوں کی قضا ادا کرے بغیر قضا ادا کیے توبہ کرے تو تاخیر تو ابھی باقی ہے اور اس کی توبہ صحیح نہیں ہوگی کیونکہ توبہ کی شرط میں ایک یہ ہے کہ گناہ کو ختم کرنا وہ تو نہیں پایا گیا۔ یعنی قضا کو ادا کرے پھر توبہ قبول ہوگی۔ [درمختار مع رد المحتار، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج ۲، ص ۶۷]

اور بہار شریعت میں ہے کہ بلا عذر شرعی نماز قضا کر دینا بہت سخت گناہ ہے، اُس پر فرض ہے کہ اُس کی قضا پڑھے اور سچے دل سے توبہ کرے، توبہ یا حج مقبول سے گناہ تاخیر معاف ہو جائے گا۔

[بہار شریعت ج 1 حصہ 4 ص 700]

اور مکروہ وقت کے علاوہ قضا کسی بھی ٹائم میں کی جاسکتی ہے لیکن جلد از جلد اسے ادا کیا جائے۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ

لَيْسَ لِلْقَضَاءِ وَقْتُ مُعَيَّنٍ بَلْ بِجَمِيعِ أَوْقَاتِ الْعُجْرِ وَقْتُ لَهُ إِلَّا ثَلَاثَةٌ، وَقْتُ طُلُوعِ الشَّمْسِ، وَقْتُ الزَّوَالِ، وَقْتُ الْغُرُوبِ فَإِنَّهُ لَا تَجُوزُ الصَّلَاةُ فِي هَذِهِ الْأَوْقَاتِ

قضا کے لیے کوئی وقت معین نہیں بلکہ تمام عمر اس کا وقت ہے مگر سورج کے طلوع و غروب اور زوال کے وقت کہ

ان وقتوں میں نماز جائز نہیں۔

[الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب الأول فی المواقیت وما یصل بہا، الفصل الثالث، ج ۱، ص ۵۲]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-1-2016

## کرسی پر نماز کا تفصیلی حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 84

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرسی پر نماز کا کیا حکم ہے اور اگر امام اہلسنت کی کوئی تحریر اس بارے میں ہو تو وہ بھی عطا فرمادیں۔ کیونکہ ہمارے یہاں لوگ مسجدوں میں کرسیوں پر نماز پڑھتے ہیں۔ چند دن پہلے مجھے ایک پرچہ ملا جس پر لکھا تھا کہ کرسی پر نماز ناجائز ہے۔ کیا واقعہ ہی ایسا ہے؟  
سائل: زبید اختر فرام ڈھاکہ۔ بنگلہ دیش

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! کرسی پر نماز پڑھنے کی صورت میں قیام اور رکوع و سجود کا ترک کرنا لازم آتا ہے لہذا بلا عذر شرعی کرسی پر نماز پڑھنے سے نماز نہ ہوگی۔ کیونکہ فرائض و واجبات اور سنت فجر کھڑے ہو کر پڑھنا فرض ہے۔ اگر ان کو بلا عذر شرعی بیٹھ کر پڑھیں گے تو ادا نہ ہوں گی اور اگر خود کھڑا ہونا ممکن نہیں مگر کسی لاٹھی یا کسی دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن



ہو تو جتنی دیر اس طرح کھڑا ہو سکتا ہو اتنی دیر کھڑا ہونا ضروری ہے۔

کیونکہ نماز میں قیام نص قرآنی فرض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى وَقُومُوا لِلَّهِ قَنِتِينَ۔ سب نمازوں کی نگہبانی کرو [حفاظت کرو] اور بیچ کی نماز کی اور کھڑے ہو کر اللہ کے حضور ادب سے۔ [البقرة: 283]

آیت مبارکہ میں پانچ فرض نمازوں کو ان کے اوقات پر ارکان و شرائط کے ساتھ پابندی کے ساتھ کھڑے ہو کر ادا کرنے کا حکم ہوا ہے۔ اس سے نماز کے اندر قیام کا فرض ہونا ثابت ہوا۔

امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نماز میں قیام کی اہمیت کو بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ آج کل بہت جہال [جاہل لوگ] ذرا سی بے طاقتی مرض یا کبر سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اولاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمت کریں تو پورے فرض کھڑے ہو کر ادا کر سکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہونہ گر پڑنے کی حالت ہونہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے وہی لوگ جنہوں نے بحلیہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھتے اور وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کر لیتے ایسی حالت میں ہرگز قعود کی اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پورے فرض قیام سے ادا کریں۔ آگے فرماتے ہیں کہ [اگر وہ] تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقیناً طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا کہ جتنے قیام کی طاقت تھی اتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی تو بیٹھ جاتے یہ ابتدا سے بیٹھ کر پڑھنا بھی ان کی نماز کا مفسد ہوا۔

مثلاً ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار یا تکیہ لگا کر کل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے

سے کر سکے بجالائے، ہر توکل یا بعض تو بعض ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی۔

[فتاویٰ رضویہ ج 6 ص 160]

کرسی پر نماز پڑھنے کے جواز کی دو صورتیں ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

[1]: ایک شخص نماز میں بالکل کھڑا نہیں ہو سکتا یا صرف تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہے پھر طاقت نہیں رہتی مگر نماز کے رکوع و سجود صحیح ادا کر سکتا ہے۔

ایسے شخص کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ جتنی دیر کھڑا ہو سکتا ہے اتنی دیر کھڑا ہو کر نماز پڑھے اگرچہ کھڑے ہو کر صرف تکبیر ہی کہے باقی نماز بیٹھ کر پڑھ لے اور چونکہ یہ رکوع اور سجدے کرنے پر قادر ہے تو اسے صحیح طریقے رکوع اور زمین پر یا ایسی چیز پر جو زمین سے زیادہ سے زیادہ بار انگل اونچی ہو سجدہ کرنا ضروری ہوگا یعنی اسے سجدہ زمین پر ہی کرنا ہوگا اگرچہ کرسی پر بیٹھا ہو کیونکہ اس سے عذر کی وجہ قیام ساقط ہوا ہے نہ کہ سجدہ کہ سجدہ کرنے پر تو یہ قادر ہے۔

لہذا اسے سجدہ کرنے کے لیے کرسی سے اترنا پڑے گا اگر نہ اترے گا اور کرسی پر اشارے سے سجدہ کرے گا یا کرسی پر بنی ہوئی سلیٹ پر سجدہ کرے گا تو وہ سجدہ نہ ہوگا جس سے اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لہذا اسے چاہیے کہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھے نہ کہ کرسی پر تاکہ اسے بار بار اترنا چڑھنا نہ پڑے جو کئی طرح سے موجب کراہت اعمال کا سبب ہو سکتا ہے۔

درمختار میں ہے کہ "وَإِنْ قَدَرَ عَلَى بَعْضِ الْقِيَامِ وَلَوْ مُتَّكِئًا عَلَى عَصَا أَوْ حَائِطٍ (قَامَ) لَزُوْمًا بِقَدْرِ مَا يَقْدِرُ وَلَوْ قَدَرَ آيَةً أَوْ تَكْبِيرَةً عَلَى الْمَذْهَبِ لِأَنَّ الْبَعْضَ مُعْتَبَرٌ بِالْكُلِّ" اگر وہ کچھ قیام پر بھی قادر ہے اگرچہ کسی لاٹھی یا دیوار سے ٹیک لگا کر قیام ممکن ہو سکے تو ضرور کرے جس قدر کر سکتا ہو اگرچہ ایک آیت کی مقدار یا تکبیر کہنے کی مقدار ہی کرے کیونکہ بعض کا حکم کل کی طرح ہے۔

["الدر المختار" و "رد المحتار"، کتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج 2، ص 684]

[2]: اگر وہ نماز کے رکوع اور سجدے دونوں ادا نہ کر سکتا ہو یا صرف سجدہ پر قدرت نہ ہو اگرچہ کھڑا ہونے پر قادر



ہو۔ ایسے شخص سے کھڑا ہونا ساقط ہو جاتا ہے۔ لہذا یہ مریض کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ مگر بلا وجہ پیچھے ٹیک لگانے سے بچے اور ادب و تعظیم سے اعمال نماز بجالائے۔

در مختار میں ہے کہ (وَإِنْ تَعَذَّرَ) لَيْسَ تَعَذُّرُهُمَا شَرْطًا بَلْ تَعَذُّرُ السُّجُودِ كَافٍ (لَا الْقِيَامُ أَوْ مَأً بِالْهَمْزِ قَاعِدًا) وَهُوَ أَفْضَلُ مِنَ الْإِيْمَاءِ قَائِمًا لِقُرْبِهِ مِنَ الْأَرْضِ

اگر وہ رکوع و سجود سے معذور ہو یعنی ان سے عاجز ہو۔ دونوں سے عاجز ہونا شرط نہیں بلکہ صرف سجدہ ہی سے عاجز ہو تو وہ بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے۔ بیٹھ کر نماز پڑھنا کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھنے سے بہتر ہے کیونکہ بیٹھنے کی صورت میں زمین کے زیادہ قریب ہے۔

[الدر المختار "و" رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صلاة المريض، ج 2، ص 684]

اور بہار شریعت میں ہے کہ [اگر کوئی] کھڑا ہو سکتا ہے مگر رکوع و سجود نہیں کر سکتا یا صرف سجدہ نہیں کر سکتا مثلاً حلق وغیرہ میں پھوڑا ہے کہ سجدہ کرنے سے بہتر گاتو بھی بیٹھ کر اشارہ سے پڑھ سکتا ہے بلکہ یہی بہتر ہے۔

[بہار شریعت ج 1 حصہ 4 ص 721]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 6-3-2016

## کمرے میں تصاویر ہونے کی حالت میں نماز کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 85

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص ایک کمرے میں نماز

پڑھتا ہے جس میں جانداروں کی تصاویر ہوں تو اس کی نماز کا حکم کیا ہے۔ اگر وہ تصاویر نمازی کے پیچھے ہوں تو پھر اس کی نماز کا حکم کیا ہے اگر اس بارے میں مکمل تحقیق سے جواب عطا فرمادیں تو عنایت ہوگی۔

سائل: نظام فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر نمازی کے سامنے کسی جاندار کے پورے قد کی تصویر بطور تعظیم لگائی گئی ہو یا مُصَلًّى (جائے نماز) پر سجدہ کی جگہ پر تصویر بنی ہو کہ نمازی اس پر سجدہ کر رہا ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اگر نمازی کے سامنے جاندار کے نصف قد یا صرف چہرے کی تصویر ہو تو نماز مکروہ تنزیہی ہے اور اسی طرح اگر وہ تصویر پورے قد کی ہو مگر وہ نمازی کے سامنے نہ ہو بلکہ اس کے دائیں بائیں یا پیچھے یا اوپر (چھت یا دیوار وغیرہ پر) بطور تعظیم لگائی گئی ہو تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی اگرچہ ایسے تصویر لگانا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے اور ایسے ہی جب تصویر جائے نماز پر سجدہ گاہ کے علاوہ کسی اور جگہ پر بنی ہوئی ہو تو نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔

اور اگر کمرے میں تصویر اتنی چھوٹی ہو کہ زمین پر رکھ کر کھڑے ہو کر دیکھنے سے اعضاء کی تفصیل نظر نہیں آتی یا تصویر موضح اہانت (زمین یا بچھے ہوئے قالین و بچھونے) پر ہے یا تصویر کا چہرہ مٹایا یا کاٹا ہوا ہے یا تصویر کسی کپڑے میں چھپی ہوئی ہے یا غیر جاندار کی تصویر ہے تو ان سب صورتوں میں اس کمرے میں نمازی کی نماز بلا کراہت جائز ہے۔ اگر تصویر نصف قد کی ہو اگرچہ اسے بطور تعظیم لگانا یا لگانا مکروہ تحریمی ہیں مگر ایسی تصویر والے کمرے میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہوگی جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جد الممتار میں فرماتے ہیں۔

"فتعلیق امثال صور النصف او وضعها فی القرازا و تزیین البیت بہا کما ہو متعارف عند الکفرة و الفسقة کل ذالک مکروہ تحریم و مانع عن دخول الملائكة و ان لم تکرہ الصلاوة ثم تحریماً بل تنزیہاً"



پس نصف قد کی تصویروں کا لٹکانا پھر ان کا خزانوں میں رکھنا اور ان کے ساتھ گھر کو مزین کرنا وغیرہ جیسا کہ کفار و فساق میں عام ہے یہ تمام کام مکروہ تحریمی ہیں اور فرشتوں کے دخول کو مانع ہیں اگرچہ اس سے نماز مکروہ تحریمی نہیں ہوگی بلکہ مکروہ تنزیہی ہوگی۔

(جد الممتار ج 2 ص 366 مکتبۃ المدینہ)

اگر تصویر سجدہ کی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ پر ہو تو نماز مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

الصلوة على سجادة فيها تصاویر اذا لم يسجد عليها نفى الامام محمد الكراهة في الجامع الصغير، واثبتها في الاصل والكل صحيح بالتوزيع ای يكره تنزيها لا تحريما " ایسی جانماز پر نماز پڑھنا کہ جس میں تصویریں ہوں جبکہ ان پر سجدہ نہ کرے تو اس صورت میں حضرت امام محمد نے جامع صغیر میں کراہت کی نفی فرمائی۔ لیکن کتاب الاصل میں کراہت کو ثابت کیا ہے، اور یہ سب کچھ بلحاظ توزیع (تقسیم) صحیح ہے یعنی نماز مکروہ تنزیہی ہوگی نہ کہ تحریمی۔

(فتاویٰ رضویہ مخرجہ ج 24 ص 614)

اور اگر تصویر موضع اہانت میں ہو تو نماز بلا کراہت جائز جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔ نعم فی بساط غیرہ لایکرہ اذا صلی علیہ ولم يسجد علیہا وان لم تکن تحت قدمیه بل ولو كانت امامه لوجود الاهانة مطلقاً مع عدم التعظيم " ہاں کسی دوسرے تصویر والے بچھونے پر نماز پڑھے اور تصویر پر سجدہ نہ کرے تو کراہت نہ ہوگی اگرچہ تصویر اس کے قدموں کے نیچے نہ ہو، بلکہ اگرچہ تصویر اس کے آگے ہی ہو اس لئے کہ اس حالت میں مطلقاً توہین پائی گئی تعظیم کسی وجہ سے بھی نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مخرجہ ج 24 ص 616)

پتا چلا کہ جس کمرے میں تصویر ہو تو نماز صرف دو ہی صورتوں میں مکروہ تحریمی ہوگی۔ (1) جب یہ تصویر کسی

جاندار کی مکمل تصویر ہوں اور تعظیماً نمازی کے سامنے والی دیوار پر لٹکائی گئی ہو (2) جب نمازی کے سجدہ کی جگہ پر ہو کہ

وہ اس پر سجدہ کرتا ہو۔ اس تحقیق کو یاد کرنے سے تصویر سے متعلقہ بہت سے فروعی مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 3-2-2016

## کیا میں کالج تیمم کر سکتا ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 86

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کالج میں کوئی وضو کی سہولت نہیں یعنی باقاعدہ سیٹس (Seats) اور ٹپس (Taps) نہیں ہیں اور نہ ہی مسجد ہے تو کیا میں وہاں تیمم کر سکتا ہوں۔  
سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

کالج میں تیمم کی بجائے وضو کرنا ہی ضروری ہوگا کہ وہاں پانی بہر صورت موجود ہوتا ہے۔ لہذا آپ پینے والی جگہ یا کسی اور جگہ سے بوتل وغیرہ میں پانی لے کر کالج کے گارڈن یا ٹولیٹ میں وضو کرے۔ وضو کی فہلٹی (Facility) کا نہ ہونا شرعی عذر نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 3-12-2017

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافتاء كنز الایمان یو کے



## گھر میں تراویح پڑھنے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 87

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں صرف تراویح گھر میں پڑھتا ہوں جماعت کے ساتھ نہیں پڑھتا تو کیا ایسا کرنا گناہ کا کام ہے اور کیا میں اس سے گناہگار ہوں گا؟  
سائل: کبیر فرام شیفلڈ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

تراویح میں جماعت سنت کفایہ ہے کہ اگر مسجد کے سب لوگ جماعت چھوڑ دیں تو سب گناہگار ہوں گے اور اگر کسی ایک نے گھر میں تنہا پڑھ لی تو وہ گھر میں پڑھنے کی وجہ گناہگار نہیں ہے۔ لہذا آپ اس وجہ سے گناہگار نہیں ہوں گے مگر گھر میں پڑھنے سے آپ اس فضیلت سے محروم ہو جائیں گے جو مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنے سے حاصل ہوتی ہے۔  
جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ وَالْجَمَاعَةُ فِيهَا سُنَّةٌ عَلَى الْكِفَايَةِ وَلَوْ تَرَكَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ كُلُّهُمْ الْجَمَاعَةَ فَقَدْ أَسَاءُوا وَأَثَمُوا وَإِنْ تَخَلَّفَ وَاحِدٌ مِنَ النَّاسِ وَصَلَّاهَا فِي بَيْتِهِ فَقَدْ تَرَكَ الْفَضِيلَةَ وَلَا يَكُونُ مُسِيئًا وَلَا تَارِكًا لِلْسُنَّةِ"

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الصلاۃ، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح، ج ۱، ص ۱۱۶)

لہذا بہتر یہی ہے کہ آپ مسجد میں جماعت کے ساتھ تراویح پڑھیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2016

## نماز کے لیے قبلہ معلوم نہ ہو تو

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 88

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ انگلینڈ جیسے ملک میں ہوں اور آپ کے پاس کوئی (Mat) وغیرہ نہ ہو تو کیا اس کے بغیر فلور پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور آپ کو قبلہ کا بھی علم نہ ہو تو پھر کیا حکم ہے؟  
سائل: شہزاد فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

نماز کے لیے (Mat) وغیرہ ضروری نہیں صرف فرش کا پاک ہونا ضروری ہے اگر وہ پاک ہے تو آپ نماز پڑھ سکتے ہیں اگر آپ وہاں کوئی نجاست نہیں دیکھ رہے تو نماز پڑھ لیں۔ اگر آپ کو قبلہ کا علم نہیں تو کسی سے دریافت کریں اور اگر علم کی کوئی صورت نہیں بنی تو آپ تحریر کریں یعنی سوچیں کہ قبلہ کس طرف ہوگا جس طرف دل جمعی اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لیں نماز ہو جائے گی اگرچہ بعد میں معلوم ہوا کہ اس طرف قبلہ نہیں تھا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "وَيَتَحَرَّى عَاجِزٌ عَنْ مَعْرِفَةِ الْقِبْلَةِ فَإِنْ ظَهَرَ خَطُؤُهُ لَمْ يُعَدَّ قِبْلَةً لِّمَنْ يَبْجَانُ عَنْ عَاجِزٍ شَخْصٍ تَحَرَّى كَرِهَ" اور اگر بعد میں اسے اپنی خطا ظاہر ہوگئی تو نماز کا اعادہ نہیں کرے گا کیونکہ اس کی نماز ادا ہوگئی۔

{الدر المختار باب شروط الصلوة السادس ج 3 ص 346}

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-6-2016

الجواب صحیح والمحب صحیح  
شمس الہدی عفی عنہ  
خادم الافقاء کنز الایمان یو کے



## نماز میں کتنی بار ہاتھ کو حرکت دے سکتے ہیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 89

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنی نماز میں تین بار ہاتھ کو ہلائے یعنی خارش یا کسی اور کام سے ہاتھ (Move) کرے تو کیا اس کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

سائل: آدم۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کوئی شخص ارکان نماز (قیام، رکوع، سجدہ یا تشهد) میں سے کسی ایک رکن میں تین بار اس طرح ہاتھ کو حرکت دے کہ ایک بار کسی کام کے لیے ہاتھ کھولا مثلاً خارش کی اور وہاں سے ہاتھ اٹھالیا اور پھر کسی کام کے لیے ہاتھ کھولا اور کام کیا اور وہاں سے ہاتھ اٹھالیا۔ اس طرح کرنے سے دوبار ہو گیا اور پھر اگر اسی رکن میں تیسری بار ایسا کیا تو نماز ٹوٹ گئی۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: ایک رکن میں تین بار کھجانے سے نماز جاتی رہتی ہے، یعنی یوں کہ کھجا کر ہاتھ ہٹا لیا پھر کھجا یا پھر ہاتھ ہٹا لیا و علیٰ ہذا اور اگر ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دی تو ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائے گا۔

(بہار شریعت ج 1 ص 614 مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-12-2017

## نماز میں نیچے یا اوپر سے ٹروزر فولڈ کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 90

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جس نے اپنے ٹروزر کو نیچے یا اوپر سے فولڈ کر کے نماز پڑھی تو اس کو دوہرائی پڑے گی یا نہیں اور اگر کسی نے نماز سے پہلے وضو کے لیے ٹروزر کو فولڈ کیا اور پھر کھولنا بھول گیا اور ایسے ہی اپنی نماز مکمل کر لی تو کیا اس کی نماز بھی مکروہ ہوگی اور اسے دوہرائی پڑے گی؟  
سائل: وقاص فرام شیفلڈ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النَّوْرَ وَالصَّوَابَ

ٹروزر کو نیچے سے فولڈ کرنے یا نیچے سے اڑسنے کی حالت میں پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس حالت میں پڑھی گئی نمازوں کو دوہرایا جائے گا۔

صحاح ستہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "امرت ان اسجد على سبعة اعضاء وان لا اكف شعرا ولا ثوبا" مجھے سات اعضا پر سجدہ کا حکم ہے اور اس بات کا کہ میں بال اکٹھے نہ کروں اور نہ کپڑا سمیٹوں۔  
(صحیح مسلم باب اعضاء السجود ۱/۱۹۳)

اور تمام متون مذہب میں ہے: کرہ کف ثوبہ کپڑوں کو سمیٹنا مکروہ ہے۔

در مختار میں کف ثوب کا معنی اٹھانا بھی کیا ہے: كُرَّةٌ كَفُّهُ اَمَّا رَفْعُهُ وَلَوْ لَتَرَابٍ كَمُشْرِ كُهُ اَوْ ذَيْلٍ۔  
کپڑے کا اٹھانا اگر چہ مٹی کی وجہ سے ہو مکروہ ہے جیسا کہ آستین اور دامن کا چڑھانا۔

(الدر المختار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها ۱/۹۱)

لہذا ٹروزر کو نیچے سے اڑسنا، نیچے سے فولڈ کرنا، رکوع و سجود میں جاتے وقت کپڑا اوپر کھینچ کر سمیٹنا اور دامن کو مٹی



سے بچانے کے لیے اٹھانا یا آدھی کلائی سے زیادہ آستین کو چڑھانا جسے عربی میں تشمیر کہتے ہیں۔ سب مکروہ اور کف ثوب میں داخل ہیں۔

کف ثوب مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے "وَحَرَّرَ الْحَيُّوُ الرَّمْلِيُّ مَا يُفِيدُ أَنَّ الْكَرَاهَةَ فِيهِ تَحْرِيْمِيَّةٌ" شیخ خیر الدین ربلی کی عبارت اس بات کی مفید ہے کہ اس میں کراہت تحریمی ہے۔

(ردالمحتار مطلب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۴۷۳)

نماز سے پہلے وضو وغیرہ کے لیے ٹروز رکوفولڈ کیا تھا پھر کھولنا یا دنہ رہا اور اسی حالت میں ہی نماز پڑھ لی تو ایسی نماز بھی مکروہ ہی ہوئی۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ "وَهَذَا لَوْ شَمَّرَهُمَا خَارِجَ الصَّلَاةِ ثُمَّ شَرَعَ فِيهَا كَذَلِكَ" جس نے نماز سے باہر آستینوں کو چڑھا رکھا تھا پھر ایسے ہی نماز شروع کر دی تو وہ بھی مکروہ ہی ہوگی۔

(ردالمحتار مطلب مکروہات الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۴۷۳)

اور ہر نماز جو کراہت تحریمی سے ادا کی گئی تو اس کا اعادہ [دوبارہ پڑھنا] کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "كُلُّ صَلَاةٍ أُدِّيَتْ مَعَ كَرَاهَةٍ التَّحْرِيمِ تَجِبُ إِعَادَتُهَا" ہر نماز جو کراہت تحریمی سے ادا کی گئی تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-12-2016

## نماز میں ولا الضالین میں حرف ضاد کو ظاد پڑھنے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 91

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کئی لوگ ولا الضالین کو ولا

التالین پڑھتے ہیں، ایسے کی نماز کا کیا حکم ہے اور اس طرح کرنے کا کیا حکم ہے؟ فقہی کتب میں اس بارے میں مختلف اقوال موجود ہیں مہربانی فرما کر صحیح قول کو واضح کر دیں۔

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جو شخص قصدِ اضا کو ظاد میں تبدیل کر کے پڑھے اور ولا الضالین کو ولا التالین پڑھے اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ تبدیل قرآن ہے۔

جیسا کہ منیۃ المصلیٰ میں ہے: اَمَّا اِذَا قَرَأَ مَكَانَ الذَّالِ ظَاءً اَوْ مَكَانَ الضَّادِ ظَاءً اَوْ عَلَى الْقَلْبِ تَفْسُدُ الصَّلَاةُ وَعَلَيْهِ اَكْثَرُ الْاِثْمَةِ "بہر حال جب ذال کی ظاء یا ضاء کی جگہ ظاد پڑھا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی پر اکثر ائمہ کا مسلک ہے۔ (منیۃ المصلیٰ ص 188)

اور ملا علی قاری فرماتے ہیں: وَفِي الْمُحِيطِ سُئِلَ الْاِمَامُ الْفَضْلِيُّ عَمَّنْ يَقْرَأُ الظَّاءَ الْمُعْجَمَةَ مَكَانَ الضَّادِ الْمُعْجَمَةِ اَوْ يَقْرَأُ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ مَكَانَ اَصْحَابِ النَّارِ اَوْ عَلَى الْعَكْسِ فَقَالَ لَا تَجُوزُ اِمَامَتُهُ وَلَوْ تَعَمَّدَ اَيْ كُفْرًا۔ اور محیط میں ہے کہ امام فضلی سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جو ضاد کی جگہ ظاء اور اصحاب الجنۃ کی جگہ اصحاب النار پڑھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کی امامت جائز نہیں اور اگر قصد ایسا کرے تو کافر ہے۔ (شرح فقہ اکبر ص 167)

در حقیقت اس بارے میں ائمہ مشائخ کے تین طرح کے اقوال موجود ہیں:

- (1) امام فضلی ضاد کی جگہ ظاد پڑھنے کو کفر قرار دیتے ہیں۔
  - (2) اکثر و جمہور ائمہ اسے نماز کے فاسد ہونے کا سبب قرار دیتے ہیں۔
  - (3) بعض مشائخ فرماتے ہیں ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔
- ان میں تطبیق کچھ یوں ہوگی۔ ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے والا تین حال سے خالی نہیں۔

- (1) یا تو وہ عمداً (جان بوجھ کر) غیر قرآن کو قرآن سمجھ کر پڑھ رہا ہے اور یہ کفر ہے کیونکہ یہ اللہ عزوجل پر افترا ہے۔



اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِباً - ترجمہ کنز الایمان: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ عزوجل پر جھوٹ باندھے۔  
(بارہ 21 سورة النعکوت: 88)

پس جن فقہاء کرام نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو کفر قرار دیا ہے۔ وہ اس صورت پر محمول ہے۔

(2) اور یا وہ غیر قرآن کو غیر قرآن ہی جانتا ہے لیکن جان بوجھ کر ضاد کو ظاد پڑھتا ہے یعنی غیر قرآن (انسانی کلام) کو نماز میں داخل کرتا ہے۔ پس اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ کیونکہ کلام سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ" ترجمہ: بے شک ہماری ان نمازوں میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔

(الصحيح المسلم باب تحريم الكلام في الصلوة - ج 1 ص 391 رقم 537)

(3) اور اکثر ائمہ جنہوں نے ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کو فساد نماز کا سبب قرار دیا ہے۔ وہ اسی صورت پر محمول ہوگا۔ یا وہ نمازی انتہائی کوشش سے ضاد کو صحیح مخرج سے نکالنے کی کوشش کرتا ہو لیکن ظاد نکل جاتا ہو۔ پس اس صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اس پر کوشش کرتے رہنا ضروری ہے کیونکہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا - اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔

(بقرہ: 286)

اور بعض مشائخ جنہوں نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ ضاد کو ظاد پڑھے۔ تو ان کا قول اسی صورت پر محمول ہوگا۔

جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "إِذَا قَرَأَ مَكَانَ الظَّاءِ ضَادًا وَ مَكَانَ الضَّادِ ظَاءً فَقَالَ الْقَاضِي الْمُحْسِنُ الْأَحْسَنُ أَنْ يُقَالَ إِنَّ تَعَمُّدَ ذَلِكَ تَبْطُلُ صَلَوَتُهُ عَالِمًا كَانَ أَوْ جَاهِلًا إِمَّا لَوْ كَانَ مُخْطِئًا أَرَادَ الصَّوَابَ فَجَرَحَى هَكَذَا عَلَى لِسَانِهِ أَوْ لَمْ يَكُنْ مِمَّنْ يُمَيِّزُ بَيْنَ الْحَرْفَيْنِ فَظَنَّ أَنَّهُ أَدَّى الْكَلِمَةَ كَمَا هِيَ فِيهِ غَلَطٌ جَاوَزَتْ بِهِ الصَّلَاةُ."

جب ظاد کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاد پڑھا پس قاضی محسن نے کہا بہترین قول یہ ہے کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ خواہ عالم ہو یا جاہل۔ اگر صحیح حرف ادا کرنے کی کوشش میں غلط حرف ادا ہو گیا اور زبان پر غلط جاری ہو گیا یا دو حروف میں تمیز نہ کر سکتا تھا تو وہ لفظ تو اس نے غلط ہی ادا کیا مگر گمان کیا کہ وہ صحیح ادا کر رہا ہے تو اس کے ساتھ نماز جائز ہو جائے گی۔

(عالمگیری جلد 1 ص 79، در المختار جلد 1 ص 44)

اب واضح ہو گیا کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جان بوجھ کر ضاد کو ظاء پڑھنے والا سخت گنہگار ہے اور ضاد کو ظاء پڑھنے سے نماز فاسد ہو (ٹوٹ) جاتی ہے۔ البتہ جو ضاد کو صحیح ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے مگر صحیح ادا نہیں کر پاتا تو اس کی نماز درست ہے۔

اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت پر وانہ شمع رسالت مجدد دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ (نیا گروہ یعنی دیوبندی اور وہابی) جس نے قصداً (جان بوجھ کر) ضاد کو ظاد پڑھنا ٹھہرا لیا ہے۔ ان کی نماز تو بالاجماع آئمہ متقدمین و اتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولا الضالین تک پہنچتی ہی نہیں۔ پہلی ہی رکعت میں مغضوب کی جگہ مغضوب پڑھا اور نماز رخصت ہوئی۔ اب افعال بے معنی کیے جاؤ۔ اسی طرح ضاد کو دال پڑھنے والے کا حکم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 6 ص 322)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-7-2013



## باب الجنائز

## غائبانہ نماز جنازہ کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 92

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جائز ہے کیونکہ پاکستان میں جنرل ضیاء الحق کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا گیا۔ مسئلہ کا جواب مدلل درکار ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

غائبانہ نماز جنازہ ناجائز ہے۔ اس پر سب احناف کا اجماع ہے۔ اگرچہ وہ جنازہ جنرل ضیاء الحق کا ہو یا کسی اور کا۔ نماز جنازہ پڑھنے کی مندرجہ ذیل شرائط ہیں ان میں اسے ایک شرط یہ ہے کہ میت کا موجود ہونا (اگر نصف بدن مع سر مل جائے تو بھی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے) اور میت کا امام و مصلیٰ (جنازہ پڑھنے) کے آگے ہونا (اگر میت مصلیٰ کے پیچھے ہوگی نماز نہ ہوگی) (رد المحتار، کتاب الصلوٰۃ جلد 3 ص 121)

غائبانہ نماز جنازہ کی صورت میں میت یا تو موجود ہی نہیں ہوتی جب جسم مکمل جل جائے یا مصلیٰ کے آگے نہیں ہوتی۔ اسی لیے دونوں صورتوں میں نماز جنازہ پڑھنا ناجائز ہے۔

جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔ وَشَرْطُ صِحَّتِهَا وَضَعُهُ اَمَامَ الْمُصَلِّي فَلِهَذَا الْقَيْدُ لَا تَجُوزُ عَلَى غَائِبٍ "نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ میت نمازی کے آگے ہو۔ اس شرط کے عدم کی وجہ سے غائبانہ نماز جنازہ جائز نہیں۔

(فتح القدیر جلد 2 ص 80)

اور در مختار میں ہے۔ فَلَا تَصِحُّ عَلَى غَائِبٍ

ترجمہ کسی غائب پر نماز جنازہ صحیح نہیں۔

(در مختار جلد 1 ص 121)

اور ملتقى الابحر میں ہے۔

”لَا يُصَلِّي عُضْوٌ وَلَا غَائِبٌ“ میت کا کوئی عضو کسی جگہ سے ملے اور غائب پر نماز جنازہ جائز

نہیں۔“

(ملتقى الابحر جلد 1 ص 161)

اس کے علاوہ ایک سو سے زائد کتب کی واضح عبارات موجود ہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ ناجائز ہے۔

سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ساری زندگی سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد اغائبانہ نماز جنازہ کو ترک فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو فعل قصد ترک فرمائیں اس پر عمل ضروری ہے جیسا کہ امام اہل سنت ارشاد امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ الرحمن کا فرماتے ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قصد کسی کام سے باز رہے تو اس میں ان کی پیروی ضروری ہے (یعنی اس سے باز رہنا ضروری ہے) اور یوں کوئی کام سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں نہ آیا تو وہ ممنوع نہ ہوگا اور نہ اس سے بچنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 9 ص 344)

اس فرمانِ ذیشان سے پتہ چل گیا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قصد کسی کام کو ترک کیا ہو تو امت کو بھی اس سے باز رہنا ضروری ہے۔ کتب تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان ایسے ہیں جنہوں نے بلا وغیرہ میں وفات پائی اور سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کی فرقت میں روئے بھی مگر پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غائبانہ نماز جنازہ نہ کروائی۔ واقعہ بزمِ معونہ کو دیکھئے جب مدینہ پاک کے ستر 70 جگر پاروں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص پیاروں، اجلہ علمائے کرام رضی اللہ عنہم کو کفار نے دھوکے سے بلا کر بے دردی سے شہید کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا شدید غم ہوا۔ ایک پورا مہینہ نمازِ فجر کے اندر کفارِ ناجار پر لعنت فرماتے رہے۔ مگر یہ کہیں منقول نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پیارے محبوبوں پر نماز پڑھی ہو۔



ان کے علاوہ بہت سی جنگوں میں صحابہ کرام دوسرے شہروں میں شہید ہوئے۔ حضور ﷺ نے مدینہ پاک میں ان کے لیے نماز نہ پڑھی، کیونکہ ان کی میتیں حاضر نہ تھیں اور نہ ہی ان کو مدینہ میں لایا گیا۔ سرکارِ مدینہ ﷺ کا غائبانہ نمازِ جنازہ سے باز رہنا اس بات پر دلیل ہے کہ غائبانہ نمازِ جنازہ جائز نہیں ہے حالانکہ حضور پاک ﷺ اپنے تمام صحابہ پر مشفق اور حریصِ علیکم کی صفتِ عظیمہ کے مالک ہیں اور حضور پاک ﷺ اپنے صحابہ کے جنازے میں شرکت کا کمال کا اہتمام فرماتے تھے۔ اگر کسی وقت رات کی تاریکی یا دوپہر کی گرمی یا حضور ﷺ کے آرام فرمانے کے سبب صحابہ کرام نمازِ جنازہ کروادیتے اور دفن کردیتے تو سرکارِ مدینہ ﷺ کو اطلاع نہ کرتے تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے:

لَا تَفْعَلُوا إِلَّا يَمُوتَنَّ فِيكُمْ مَيِّتٌ مَا كُنْتُ بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ إِلَّا أَذَنْتُمُونِي بِهِ، فَإِنَّ صَلَاتِي عَلَيْهِ لَهُ رَحْمَةٌ "ایسا نہ کرو جب تک میں تم میں تشریف فرما ہوں ہرگز کوئی میت تم میں نہ مرے جس کی اطلاع مجھے نہ دو (یعنی ہر میت کی اطلاع مجھے دو) کہ اس پر میری نماز موجبِ رحمت ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص 388 رقم 19452)

صحیح مسلم شریف کی حدیث پاک ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلُمَةً عَلَى أَهْلِهَا، وَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ۔

بے شک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر تاریکی سے بھری ہیں اور میں ان پر نماز پڑھ کر ان کو روشن کر دیتا ہوں۔“

(صحیح مسلم باب الصلوة علی القبر جلد 1 ص 310 رقم الحدیث 956)

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہو گیا کہ غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے اگرچہ وہ جنازہ جنرل ضیاء الحق کا ہو۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضور ﷺ نے نجاشی بادشاہ (جو اپنے ملک میں فوت ہوا) کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھائی لہذا غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب نجاشی بادشاہ کا حبشہ میں انتقال ہوا تو حضور ﷺ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے تو نجاشی کا جنازہ حضور ﷺ کے سامنے ظاہر کر دیا گیا۔ حضور ﷺ نے مصلیٰ کے اندر چار تکبیروں سے نجاشی کا جنازہ پڑھایا۔

اس کے علاوہ امام واحدی نے اسباب نزول قرآن میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کی کہ فرمایا:

كُشِفَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سِرِّهِ النَّجَاشِيُّ حَتَّى رَأَاهُ وَصَلَّى عَلَيْهِ

ترجمہ: ”نجاشی کا جنازہ حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ظاہر کر دیا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا اور اس پر نماز پڑھی۔“

(شرح زرقانی علی المواہب جلد 8 ص 87/ فتاویٰ رضویہ جلد 9 ص 348)

خود صحابہ کرام کا یہی گمان تھا۔ جیسا کہ فتح الباری میں ہے۔

”فَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ وَنَحْنُ لَا نَرَى إِلَّا انْجَازَ قَدَامُنَا“

ترجمہ: ”ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی اعتقاد کرتے تھے کہ جنازہ ہمارے آگے موجود ہے۔“

(فتح الباری جلد 3 ص 432)

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہو گیا کہ نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں ہوئی بلکہ ان کی میت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر تھی۔ لہذا اس واقعہ سے غیر مقلدین (وہابیوں) کا دلیل پکڑنا درست نہیں ہے۔

اس حوالے سے ایک اور اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں نہیں تھے تو معاویہ بن معاویہ لیشی رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں انتقال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ پر ہی معاویہ لیشی رضی اللہ عنہ کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھا۔ ایک جواب تو اس کا یہی ہے کہ اس صحابی کی میت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر کر دی گئی تھی۔

جیسے کہ حدیث ابی امامہ میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ معاویہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں انتقال کیا۔ أَ تُحِبُّ أَنْ أُطَوِّى لَكَ الْأَرْضَ فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَضَرَبَ بِمِجْنَاهِ عَلَى الْأَرْضِ فَرَفَعَ لَهُ سِرِيرَهُ، فَصَلَّى عَلَيْهِ، وَخَلْفَهُ صَفَّانِ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِي كُلِّ صَفٍّ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ" کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین لپیٹ دی جائے تاکہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم ان پر نماز پڑھیں۔ فرمایا: ہاں۔ جبریل امین علیہ السلام نے اپنا پر زمین پر مارا۔ جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو



گیا اس وقت حضور ﷺ نے ان پر نماز پڑھی اور فرشتوں کی دو صفیں حضور ﷺ کے پیچھے تھیں اور ہر صف میں 70 ہزار فرشتے تھے۔“  
(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد 4 ص 46)

پتا چلا کہ حضرت معاویہ بن معاویہ لیشی رضی اللہ عنہ کا جنازہ بھی حضور ﷺ کے سامنے کر دیا گیا۔ جب میت امام کے سامنے ہو تو نماز حاضر پر ہوئی ہے نہ کہ غائب پر۔  
لہذا معلوم ہوا کہ اس واقعہ سے بھی غیر مقلدین کا غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کرنا غلط و باطل ہے اور غائب پر نماز جنازہ جائز نہیں۔

دوسرا جواب:

اس واقعہ (معاویہ پر نماز غائب پڑھنے) کی اسناد میں بہت اضطراب ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ کی روایت کے ضعیف ہونے پر سب محدثین کا اجماع ہے۔ جب یہ روایت ہی ضعیف ہے تو اس سے استدلال کر کے غائبانہ نماز جنازہ کا جواز ثابت کرنا ہی غلط و باطل ہے۔ اس سے استدلال درست نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 3-5-2016

## عورتوں کا نماز جنازہ پڑھنا کیسا ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 93

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صرف عورتیں نماز جنازہ پڑھ

سکتی ہیں اور کیا یہ مردوں کے ساتھ نماز جنازہ میں شریک ہوں تو جائز ہے؟  
سائل: عثمان فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر مرد موجود نہ ہوں تو عورتوں کا نماز جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ تنہا عورتوں کا نماز جنازہ کی جماعت کروانا مکروہ نہیں ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے۔ "وَاعْلَمَ أَنَّ جَمَاعَتَهُنَّ لَا تُكْرَهُ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ لِأَنَّهَا فَرِيضَةٌ" جان کہ فقط عورتوں کا نماز جنازہ کی جماعت کروانا مکروہ نہیں ہے کہ نماز جنازہ فرض ہے۔

(درمختار مع رد المحتار باب الامامة ج 1 ص 565)

بلکہ تنہا ایک عورت بھی نماز جنازہ پڑھ لے تو فرض ساقط ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ اگر عورت نے نماز جنازہ پڑھائی اور مردوں نے اس کی اقتدا کی تو لوٹائی نہ جائے کہ اگرچہ مردوں کی اقتدا صحیح نہ ہوئی مگر عورت کی نماز تو ہو گئی، وہی کافی ہے۔

مگر عورتوں کا مردوں کی جماعت میں حاضر ہو کر نماز جنازہ ادا کرنا مطلقاً مکروہ ہے: جیسا کہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے۔ وَيُكْرَهُ حُضُورُهُنَّ الْجَمَاعَةَ مُطْلَقًا "عورتوں کا مردوں کی جماعت میں حاضر ہونا مطلقاً مکروہ ہے۔

(تنویر الابصار مع درمختار باب الامامة ج 1 ص 566)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-5-2016

میت پر دو جنازے پڑھنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 94

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کسی میت کو دو بار غسل دینا اور

اس پر دو جنازے پڑھنا جائز ہے۔ انگلینڈ میں یوں ہوتا ہے کہ جب کوئی مسلمان فوت ہوتا ہے تو وہاں اس کو غسل دے



کر جنازہ پڑھ دیا جاتا ہے اور پھر اسی میت کو پاکستان میں لا کر غسل دے کر جنازہ پڑھا جاتا ہے کیا ایسا کرنا جائز ہے۔  
سائل: نسارت فرام شوک۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَّ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

میت کو ایک ہی بار غسل دیا جائے گا کسی بھی حال میں میت کو دوبارہ غسل دینے کی حاجت نہیں اور حنفی مذہب کے مطابق میت پر نماز جنازہ کی تکرار [یعنی دوبارہ اس پر جنازہ پڑھنا] ناجائز ہے۔ مگر جب کسی اجنبی غیر احق نے ولی کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کر سکتا ہے اور یہ صورت بہت نادر ہے۔ انگلینڈ میں دیکھا ہے کہ پہلی نماز جنازہ میں اولیاء میت خود شریک ہوتے ہیں یا نماز ان کی اجازت سے پڑھی جاتی ہے اور یہی لوگ بباغ دہل پاکستان میں دوسری نماز جنازہ کرواتے اور جہالت کی بناء پر اپنے ہی مذہب کا خلاف کرتے ہیں اور ایک غیر مشروع کام کو ثواب جانتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک

جہاں تک میت کو دوبارہ غسل دینے کا تعلق ہے اس کے بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال کیا گیا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا غسل ایک دیا جائے گا۔ اور ایک دوسرے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ غسل دوبارہ دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست برآمد ہو دھودی جائے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۹۷]

ایک میت پر دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کی حوالے سے امام اجل برہان الملتہ والدین صاحب ہدایہ ابو بکر اپنی کتاب ہدایہ میں فرماتے ہیں:

"ان صلی غیر الولی والسلطان اعاد الولی ان شاء لان الحق للاولیاء وان صلی الولی لم یجز لاحد ان یصلی بعدہ لان الفرض یتادی بالاول والتنفل بہا غیر مشروع ولہذا رأینا الناس ترکوا من اخرهم الصلوۃ علی قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو الیوم کہا وضع"

اگر ولی و حاکم اسلام کے سوا اور لوگ نماز جنازہ پڑھ لیں تو ولی کو اعادہ کا اختیار ہے کہ حق اولیاء کا ہے اور اگر ولی پڑھ چکا تو اب کسی کو جائز نہیں کہ فرض تو پہلی نماز سے ادا ہو چکا اور یہ نماز بطور نفل پڑھنی مشروع نہیں لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ تمام جہان کے مسلمانوں نے نبی ﷺ کے مزار اقدس پر نماز چھوڑ دی حالانکہ حضور آج بھی ویسے ہی ہیں جیسے جس دن قبر مبارک میں رکھے گئے تھے۔

(الہدایہ فصل فی الصلوٰۃ علی المیت ۱/۱۶۰)

اس کی شرح میں امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: "لو کان مشرعو عالماء عرض الخلق کلہم من العلماء والصالحین والراغبین فی التقرب الیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بأنواع الطرق عنہ فہذا دلیل ظاہر علیہ فوجب اعتباره" یعنی اگر نماز جنازہ کی تکرار مشروع ہوتی تو مزار اقدس پر نماز پڑھنے سے تمام جہان اعراض نہ کرتا جس میں علماء و صلحاء اور وہ بندے ہیں جو طرح طرح سے نبی ﷺ کی بارگاہ میں تقرب حاصل کرنے کی رغبت رکھتے ہیں تو یہ تکرار کی مشروعی پر کھلی دلیل ہے پس اس کا اعتبار واجب ہوا۔

(فتح القدیر فصل فی الصلوٰۃ علی المیت مطبوعہ المکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۸۴)

درمختار میں ہے: "تکرار ہا غیر مشروع" نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں۔

(درمختار باب صلوٰۃ الجنائز ۱/۱۲۳)

غنیۃ شرح منیہ میں ہے: "تکرار الصلوٰۃ علی میت واحد غیر مشروع" ایک میت پر دوبارہ نماز ناجائز ہے۔

(غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الجنائز ص ۵۹)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اپنے رسالہ نبی الحجاز میں فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ کی تکرار ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک تو مطلقاً ناجائز و نامشروع ہے، مگر جب کہ اجنبی غیر احق نے بلا اذن و بلا متابعت ولی پڑھ لی ہو تو ولی اعادہ کر سکتا ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۲۶۹]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 3-1-2016

الجواب صواب والنجیب مشاب

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے



## کتاب الصوم

## روزے کا معنی کیا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 95

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزہ کا معنی رکنا ہے کیا یہ صحیح ہے اور اس کی تعریف کیا ہے۔  
سائل: عبد اللہ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں! لغت میں صوم کا مطلب ہے الْاِمْسَاكُ وَالْكَفُّ عَنِ الشَّيْءِ کسی شے سے رک جانا اور کسے شے سے باز رہنا۔ اور اصطلاحی تعریف "الامساكُ نَهَارًا عَنِ الْمُفْطَرَاتِ بِذِيَّةٍ مِنْ اَهْلِهِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ اِلَى غُرُوبِ الشَّمْسِ" شریعت میں روزہ سے مراد یہ ہے کہ طلوع فجر سے لے کر غروب شمس تک ایسی تمام چیزوں سے باز رہنا جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس کی طرف سے جو روزہ کی نیت کا اہل ہو۔ ایسی حیثیت کو روزہ کہا جاتا ہے۔

(الباب 162)

وَاللهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

## انجکشن اور ڈرپ سے روزے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 96

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا انجکشن یا ڈرپ سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ دلائل سے جواب دیا جائے کیونکہ مجھ سمیت بہت سے کئی لوگ اس بارے کنفیوز ہیں۔

سائل: کبیر فرام شیفلڈ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

روزے کی حالت میں انجکشن یا ڈرپ لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ وہ رگ میں لگایا جائے یا پٹھوں میں لگایا جائے۔ کیونکہ اس بارے میں فقہ حنفی کا مشہور ضابطہ یہ ہے کہ منفذ [Route] کے ذریعے کسی چیز کا معدے تک پہنچنا روزہ توڑ دیتا ہے اور اگر کوئی چیز منفذ [Route] کے بجائے مسام کے ذریعے معدے یا جسم میں جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور انجکشن یا ڈرپ میں بھی دواء مساموں کے ذریعے ہی جسم میں داخل ہوتی ہے اور اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اس پر تین طرح کے دلائل پیش خدمت ہیں۔

[1]: سانپ کے کاٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا حالانکہ سانپ کے کاٹنے پر بھی زہر جسم میں داخل ہو جاتا ہے مگر اس کے باوجود بھی فقہائے کرام نے اسے مفسد صوم نہیں کہا بلکہ اسے ان اعذار میں شمار فرمایا جن کی وجہ سے روزہ توڑنا جائز ہو جاتا ہے۔

الدر المختار میں روزہ توڑنے کے اعذار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

:"فَصُلِّ فِي الْعَوَارِضِ الْمُبِيحَةِ لِعَدَمِ الصَّوْمِ وَقَدْ ذَكَرَ الْمُصَنِّفُ مِنْهَا خَمْسَةً وَبَقِيَ



الْإِكْرَاهُ وَخَوْفُ هَلَالٍ أَوْ نُقْصَانُ عَقْلٍ وَلَوْ بَعْطِشٍ أَوْ جُوعٍ شَدِيدٍ وَلَسَعَةُ حَيَّةٍ"

ترجمہ: اور مصنف نے روزہ توڑنے کے اعذار میں سے پانچ ذکر کیے ہیں اور باقی یہ ہیں اکراہ اور ہلاکت کا خوف یا عقل کے ضائع ہو جانے کا خوف اگرچہ پیاس یا شدید بھوک کی وجہ سے ہو اور سانپ کے کاٹنے کی وجہ سے۔  
(الدر المختار مع حاشیہ الطحاوی جلد 1 صفحہ 438)

علامہ سید احمد طحاوی رحمہ اللہ لسعة حیہ کی شرح میں فرماتے ہیں "إِنَّ الرَّجُلَ إِذَا لَدَغَتْهُ حَيَّةٌ فَأَقْطَرَ لِيَشْرَبَ الدَّوَاءَ" یعنی اگر کسی آدمی کو سانپ کاٹ لے تو دوا پینے کے لیے روزہ توڑنا جائز ہے۔

(حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار جلد 1 صفحہ 438)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوا کہ سانپ کے کاٹنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بلکہ اس کے بعد دوا پینے سے روزہ ٹوٹا ہے کیونکہ سانپ کا زہر مساموں کے ذریعے جسم میں جاتا ہے نہ کہ منفذ کے ذریعے لہذا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

معدے میں انجکشن کے ذریعے دوا نہیں بلکہ اس کا اثر پہنچتا ہے اور معدے تک دوا کا اثر پہنچنے سے روزہ نہیں

ٹوٹتا۔ اگر ہم مان لیں کہ دوا ہی معدے تک جاتی ہے تو یہ دواءِ رگوں یا پٹھوں کے ذریعے ہی مسام کے ذریعے پہنچتی ہے اور پہلے بیان ہو چکا کہ فقہ حنفی کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ جو چیز معدے تک مساموں کے ذریعے سے

داخل ہو وہ روزے کو فاسد نہیں کرتی۔ جیسا کہ تیل لگانے اگرچہ اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔ کیونکہ یہ کسی مَنْفَذ [Route] کے ذریعے حلق تک نہیں بلکہ مساموں کے ذریعے حلق تک پہنچتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے:

"(أَوْ أَذْهَنَ أَوْ اكْتَحَلَ أَوْ احْتَجَمَ) وَإِنْ وَجَدَ طَعْمَهُ أَيْ طَعْمَ الدُّهْنِ فِي حَلْقِهِ لِأَنَّ الْمَوْجُودَ فِي حَلْقِهِ أَكْثَرُ دَاخِلٍ مِنَ الْمَسَامِ الَّذِي هُوَ خَلَّلَ الْبَدَنَ وَالْمُفْطِرُ إِنَّمَا هُوَ الدَّاخِلُ مِنَ الْمَنَافِذِ"

اگر کسی نے تیل یا سرمہ یا پچھنا لگا یا اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ تیل کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا اور کیونکہ حلق میں اس کا اثر مسام کے ذریعے پہنچا ہے جب کہ روزہ تو اس وقت ٹوٹتا ہے جب

کوئی چیز منافذ کے ذریعے اندر جائے۔

[رد المحتار باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسدہ ج 2 ص 396]

[3]:

ہماری فقہ کی کتابوں میں ہے کہ غسل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ اس کی ٹھنڈک محسوس کرے۔ حالانکہ غسل کرنے سے پانی جسم کی جلد میں موجود باریک سوراخوں یعنی مساموں کے ذریعے جسم کے اندر جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے کہ "لَا تَفْقَاقُ عَلَى أَنَّ مَنْ اغْتَسَلَ فِي مَاءٍ فَوَجَدَ بَرْدَهُ فِي بَاطِنِهِ أَنَّهُ لَا يُفْطِرُ" اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی پانی میں غسل کرے اور وہ اس کی ٹھنڈک پیٹ میں محسوس کرے پھر بھی اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

[رد المحتار باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده ج 2 ص 396]

ان دلائل سے واضح ہوا کہ روزے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اس موقف کے قائل کئی علماء کرام اور مفتیانِ عظام ہیں جیسا کہ فتاویٰ فقہ ملت میں ہے روزے میں انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے گوشت میں لگوائے یا رگ میں اور تھوڑا آگے لکھا ہے کیونکہ اس کی دوا کسی منفذ کے ذریعے داخل نہیں ہوتی بلکہ مسامات کے ذریعے پورے بدن میں جاتی ہے۔

(فتاویٰ فقہ ملت ج 1 ص 344)

اور اسی طرح ہی وین میں انجکشن لگانے سے دواء وینز سے آگے باریک وینز میں داخل ہو کر مساموں کے ذریعے ہی معدے تک پہنچتی ہے۔ لہذا وین میں انجکشن یا ڈرپ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور ہاں روزے میں انجکشن لگانے سے احتراز بہتر ہے اور ضرورتِ شدیدہ کے بغیر انجکشن یا ڈرپ نہیں لگانی چاہیے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017



## روزے کی حالت میں خون کا نکالنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 97

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزے کی حالت میں بعض امراض کی تشخیص کے لیے مریض کے جسم سے خون نکالنا کیسا ہے؟  
سائل: ایک بھائی - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

اس قسم کی ضرورت کے لیے روزہ دار کے جسم سے خون نکالنے کے عمل سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ ہاں البتہ اتنی مقدار میں خون نکالنا جو کہ کمزوری کا باعث ہو کر وہ ہے۔ اس مسئلے کی مثال کتب فقہ میں سینگلی لگوانے کا مسئلہ ہے جو کہ قدیم طبی طریقہ کا تھا۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "وَلَا بَأْسَ بِالْحِجَامَةِ اَمِنْ عَلَى نَفْسِهِ الضَّعْفُ اَمَّا اِذَا خَافَ فَاِنَّهُ يَكْرَهُ"

ترجمہ: اگر کمزوری کا خوف نہ ہو تو سینگلی لگوانے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کمزوری کا خوف ہو تو مکروہ ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص 200-199)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-11-2016

## افطاری کی دعا کب پڑھی جائے پہلے یا بعد میں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 98

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ افطاری کے وقت پڑھی جانے والی دعا بعد میں پڑھے جائے یا پہلے۔  
سائل: کبیر دین فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

افطاری کے وقت پڑھی جانے والی دعا افطاری کرنے کے بعد پڑھی جائے نہ کہ پہلے جیسا کہ آج کل بعض حضرات افطاری سے پہلے دعا پڑھتے ہیں ایسا نہ کیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ روزہ افطار فرماتے اور پھر دعا پڑھا کرتے۔ جیسا کہ امام طبرانی نے معجم کبیر اور دارقطنی نے سنن میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا افْطَرَ قَالَ اللَّهُمَّ لَكَ صَمْنَا وَعَلَى رِزْقِكَ افْطَرْنَا فَتَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

رسول اللہ ﷺ جب افطار فرما لیتے تو یہ دعا پڑھتے: اے اللہ! ہم نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر افطار کیا، ہماری طرف سے قبول فرما تو سننے اور جاننے والا ہے۔

(کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب ما یقول اذا افطر حدیث ۴۸۰ معارف نعمانیہ حیدر آباد دکن ص ۱۲۸)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فرماتے ہیں کہ مقتضائے دلیل یہ ہے کہ دعا روزہ افطار کر کے پڑھے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 10 ص 634)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 4-8-2017



## دوا (Medicin) کے ذریعے حیض و نفاس بند کر لینا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 99

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عورت دوا کھا کر حیض و نفاس بند کر لے تو کیا اس کے لیے روزہ رکھنا جائز ہے؟  
سائل: ایک بھائی - پاکستان

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

اگر دوا کھانے سے یا کسی اور وجہ سے حیض و نفاس بند ہو جائیں تو روزہ رکھنا جائز ہے۔ خیال رہے کہ اس طرح حیض و نفاس کو روکنا طبی نقطہ نظر سے سخت نقصان دہ ہو سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-11-2016

## دمہ کے مریض کے لیے ان ہیملر کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 100

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کو دمہ کی بیماری ہو کیا وہ ان

ہیلر استعمال کر سکتا ہے؟ روزے کے دوران اس کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

سائل: محمد کبیر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النَّوْرَ وَالصَّوَابَ

ان ہیلر کے ذریعے سے سانس لینے سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ بات مشاہدے سے ثابت ہے کہ ان ہیلر میں موجود دوائی جو مائع کی صورت میں ہوتی ہے وہ گیس کی شکل اختیار کر کے مریض کے پھیپھڑوں میں پہنچتی ہے اور اس کی نالیاں کھول دیتی ہے جس سے مریض آسانی سے سانس لینے لگتا ہے۔ لہذا ان ہیلر کی دوائی کے حلق سے نیچے اترنے کی وجہ سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ ایک دھوئیں کی شکل میں اندر جاتی ہے تو یہ مسئلہ قصد دھواں لینے کی طرح ہے۔ جس طرح قصد دھواں لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اسی طرح ان ہیلر کے استعمال سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔

درمختار میں ہے: "لَوْ أَدْخَلَ حَلَقَهُ الدُّخَانَ أَفْطَرَ أَمَّا دُخَانٌ كَانَ وَلَوْ عَوْدًا أَوْ عُنْبَرًا لَمْ يَكُنْ إِذَا كَرَّ لَا مَكَانَ التَّحَرُّزِ عَنْهُ" اگر کسی نے خود قصد دھواں حلق میں پہنچایا تو روزہ ٹوٹ گیا خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اگرچہ عود یا عنبر کا دھواں ہو جبکہ روزے دار ہونا یاد ہو کیونکہ قصد دھواں اندر لے جانے سے بچا جاسکتا ہے۔

(الدر المختار "و" رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج ۳، ص ۲۲۰)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 3-8-2017



## روزے کی حالت میں لپ اسٹک لگانا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 101

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزے کی حالت میں لپ اسٹک لگانا کیسا ہے؟ کیا اس کے ذرات پیٹ میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟  
سائلہ: شبنم - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

لپ اسٹک مفسدِ صوم نہیں ہے یعنی اس کے لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر ہونٹوں پر زبان پھیرنے کی عادت ہے اور اس سے لپ اسٹک کے ذرات پیٹ میں چلے جاتے ہیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لہذا احتیاط بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-11-2016

## Gums bleeding کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 102

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسوڑھوں (Gums)

سائل: بلال - انگلینڈ

سے خون نکالا اور حلق سے نیچے اتر اتور روزہ ٹوٹ جائے گا؟

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ جیسا کہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔ دانتوں سے خون نکل کر حلق سے نیچے اتر اور خون تھوک سے زیادہ یا برابر یا کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو ان سب صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور اگر کم تھا اور مزہ بھی محسوس نہ ہوا تو نہیں ٹوٹا۔

(بہار شریعت جلد 1 حصہ 5 صفحہ 59)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-11-2016

بچے کو روزہ رکھوایا جائے یا نہیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 103

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں انگلینڈ میں 20

گھنٹے کا روزہ ہوتا ہے۔ کیا بچے کو روزہ رکھوایا جائے یا نہیں؟ اور اسے کس عمر سے روزے کا حکم دیا جائے؟

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بچہ کی عمر دس 10 سال کی ہو جائے اور اس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے روزہ رکھوایا جائے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ وَيَوْمَ مَرُّ الصَّبِيِّ بِالصَّوْمِ إِذَا أَطَاقَهُ وَيُضْرَبُ عَلَيْهِ ابْنُ عَشْرِ كَالصَّلَاةِ "بچے کو روزے کا حکم دیا جائے گا اور دس سال کے بچے کو نہ رکھنے پر مارا جائے گا جیسا کہ نماز کے بارے میں ہے۔"

(درمختار، کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، ج 3، ص 342)

مگر بچے پر روزہ بالغ ہونے پر ہی فرض ہے۔ وہ کسی علامتِ بلوغت سے بالغ ہو جائے یا اس کی عمر پندرہ 15 سال ہو جائے دونوں صورتوں میں وہ بالغ ہے اور اس پر روزہ فرض ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-8-2017

## پچھلے رمضان کے کچھ روزوں کا فدیہ دیا جاسکتا ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 104

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پچھلے رمضان کے کچھ روزے رہتے ہیں کیونکہ میں حاملہ تھی اور میرے 20 روزے رہ گئے میں نے تین رکھے اور سترہ 17 رہتے ہیں تو کیا میں ان کا فدیہ دی سکتی ہوں کیونکہ اگلے رمضان آنے والا ہے میں اس سے پہلے یہ سترہ روزے نہیں رکھ سکتی؟

سائل: لبنی فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

آپ کو پچھلے رمضان کے سترہ روزوں کی قضا اس رمضان کے بعد کرنی ہی ہوگی اور ان کے بدلے میں فدیہ دینا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ فدیہ کا حکم شیخ فانی کے لیے ہے نہ کہ حمل والی کے لیے۔ حمل والی کو روزوں کی قضا کرنا ضروری ہے اور اگر قضا کرتے کرتے دوسرا رمضان آجائے تو وہ دوسرے رمضان کے فرض روزے رکھے اور رمضان کے بعد پچھلے رمضان کے بقیہ روزوں کی قضا کرے۔

جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب الدر المختار میں ہے: "وَلَوْ جَاءَ رَمَضَانُ الثَّانِي قُدِّمَ الْأَدَاءُ عَلَى الْقَضَاءِ وَلَا فِدْيَةَ" اگر دوسرا رمضان آگیا تو رمضان کے روزوں کی ادا کو قضا روزے پر مقدم کرے اور قضا روزوں کے بدلے فدیہ نہیں ہے۔ ("الدر المختار"، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۲۶۵)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

حمل یا دودھ پلانے والی عورت کو روزے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 105

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حاملہ اور دودھ پلانے والی

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

عورت پر روزہ رکھنا ضروری ہے؟



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر حمل والی یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا بچہ کی جان جانے کا ظن غالب ہو تو اسے روزہ چھوڑنا جائز ہے مگر بعد میں اس کی قضا رکھنی پڑے گی۔ جیسا کہ تنویر الابصار میں ہے کہ "حَامِلٍ أَوْ مُرْضِعٍ خَافَتْ بِغَلَبَةِ الظَّنِّ عَلَى نَفْسِهَا أَوْ وَلَدِهَا" اگر حمل والی یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا بچہ کی جان جانے کا ظن غالب ہو تو اسے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔

(تنویر الابصار مع درمختار ج ۳ ص ۴۰۳)

ظن غالب کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اس کی ظاہر نشانی پائی جاتی ہے

(۲) اس کا ذاتی تجربہ ہے

(۳) کسی مسلمان طبیب حاذق مستور یعنی غیر فاسق نے اُس کی خبر دی ہو۔ کمافی بہار شریعت

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2016

وہ اعذا جن کی وجہ روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 106

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزہ نہ رکھنے کی معتبر شرعی اعذار

کون سے ہیں؟

سائل: کبیر فرام شیفلڈ - انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بعض ایسے اعذار ہیں جن کے سبب رَمَضَانُ الْمُبَارَك میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ مگر وہ عذر ختم ہو جانے کے بعد اس کی قضا رکھنا فرض ہے۔ البتہ قضا کا گناہ نہیں ہوگا اور وہ شرعی معتبر اعذار درج ذیل ہیں۔

(1): سفر [Travelling]: مسافر کو روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ اگر خود اُس مسافر کو اور اُس کے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں ضرر (یعنی نقصان) نہ پہنچے تو روزہ رکھنا سفر میں بہتر ہے اور اگر دونوں یا اُن میں سے کسی ایک کو نقصان ہو رہا ہو تو روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔ (ذم مختار ج ۳ ص ۴۰۳ سے ۴۰۵)

شرعاً سفر کی مقدار ساڑھے ستاون میل (یعنی تقریباً بانوے کلومیٹر) ہے جو کوئی اتنی مقدار کا فاصلہ طے کرنے کی غرض سے اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہر نکل آیا، وہ اب شرعاً مسافر ہے۔ اُسے روزہ قضا کر کے رکھنے کی اجازت ہے۔ (ملخص فتاویٰ رضویہ مخرجہ ج ۸ ص ۲۷۰)

(2): حمل [PREGNANCY]: حمل والی یا دودھ پلانے والی عورت کو اگر اپنی یا بچہ کی جان جانے کا صحیح اندیشہ ہے تو اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھے۔ خواہ دودھ پلانے والی بچہ کی ماں ہو یا دانی، اگرچہ رَمَضَانُ الْمُبَارَك میں دودھ پلانے کی نوکری اختیار کی ہو۔ (ذم مختار، رد المحتار ج ۳ ص ۴۰۳)

(3-4): بھوک اور پیاس [Hunger and Thirst]: بھوک اور پیاس ایسی ہو کہ ہلاک کا خوف صحیح ہو یا عقل میں کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھیں۔ (ذم مختار، رد المحتار ج ۳ ص ۴۰۲)

(5): مرض [Illness]: مریض کو مرض بڑھ جانے یا دیر میں اچھا ہونے یا تندرست کو بیمار ہو جانے کا گمان غالب ہو تو اجازت ہے کہ اُس دن روزہ نہ رکھے۔ (بلکہ بعد میں قضا کر لے) (ذم مختار ج ۳ ص ۴۰۳)

(6): حیض و نفاس [Menstruation]: حیض یا نفاس کی حالت میں نماز، روزہ حرام ہے اور ایسی حالت میں نماز و روزہ صحیح ہوتے ہی نہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۲ ص ۸۸، ۸۹)



(7-8): شیخ فانی [OLDNESS]: "شیخ فانی" یعنی وہ مُعمر بزرگ جن کی عمر اتنی بڑھ چکی ہے کہ اب وہ بے

چارے روز بروز کمزور رہی ہوں گے اور اب روزے کی طاقت آنے کی اُمید نہ رہی۔ اُنہیں اب روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ لہذا ہر روزہ کے بدلہ میں بطورِ فدیہ ایک صدقہ فطر کی مقدار (دو کلو سے 80 گرام کم) گیہوں یا اُس کا آٹا یا اُن گیہوں کی رقم (مسکین کو دیدیں۔ (ذم مختار ج ۳ ص ۱۰۴)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-8-2017

## حیض و نفاس والی چھپ کر کھائے یا ظاہراً

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 107

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن عورتوں کو رمضان کے دوران حیض آجائے اور دوران حیض وہ روزہ نہیں رکھ سکتیں تو وہ چھپ کر کھائیں پئیں یا سب کے سامنے بھی کھاپی سکتی ہیں۔

سائل: کبیر فرام شیفیلڈ۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

حیض و نفاس والی عورت کو اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً کھائے پیئے، اس پر روزہ دار کی طرح رہنا

ضروری نہیں مگر چھپ کر کھانا بہتر ہے۔

جیسا کہ جوہرہ میں ہے کہ "وَهَلْ تَأْكُلُ سِرًّا أَوْ جَهْرًا قِيلَ سِرًّا وَقِيلَ جَهْرًا وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِ التَّشَبُّهُ" حیض و نفاس والی چھپ کر کھائے یا ظاہراً تو کہا گیا ہے کہ چھپ کر کھائے اور کہا گیا ہے کہ ظاہراً کھائے پیئے اور اس پر روزہ دار کے ساتھ تشبیہ واجب نہیں ہے۔

اور بہار شریعت میں ہے کہ حیض و نفاس والی کے لیے اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً، روزہ کی طرح رہنا اس پر ضروری نہیں۔ مگر چھپ کر کھانا اولیٰ ہے خصوصاً حیض والی کے لیے۔ (بہار شریعت ج 1 حصہ 5 ص 1004)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-7-2017

## دعائے تراویح میں وَالْعُظْمَةِ کا صحیح تلفظ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 108

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا تراویح میں لفظ وَالْعُظْمَةِ صحیح ہے یا وَالْعُظْمَةِ یعنی اس میں ظ ساکن ہے یا متحرک؟

سائل: جنید فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

اس میں صحیح تلفظ وَالْعُظْمَةِ ہے یعنی ظ متحرک بالفتح ہے نہ ساکن۔ کیونکہ ظ کے سکون کے ساتھ "وَالْعُظْمَةِ"



کا معنی ”ایک ہڈی“ ہے۔ دعائے تراویح میں یہ معنی لائق بارگاہِ خدا نہیں۔ لہذا تمام مسلمانوں کو اس کا تلفظ درست کرنا چاہیے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-8-2017

قدمح الجواب  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## زیابیطس کی بیماری اور روزہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 109

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں انگلینڈ میں رہتا ہوں مجھے زیابیطس کی بیماری ہے جس میں تھوڑی تھوڑی دیر میں انسولین کا انجکشن لگانا پڑتا ہے۔ کیا مجھ پر روزہ فرض ہے۔ یہاں کے ڈاکٹر اس بیماری میں روزے سے منع کرتے ہیں کیونکہ اس میں شدید پیاس لگتی ہے۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

رمضان مبارک کا روزہ فرض قطعی ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَتَوَمَّلْ فِيْهِ مَنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ يَدٌ اَوْ مَرَضٌ ۖ فَاُولَٰئِكَ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِمْ حَرَجٌ ۚ وَتَوَمَّلْ فِيْهِ مَنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهِ يَدٌ اَوْ مَرَضٌ ۚ

(البقرة: 185)

اور احادیث میں روزہ رکھنے کی شدید تاکید وارد ہوئی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "أَرْبَعٌ فَرَضَهُنَّ اللَّهُ فِي الْإِسْلَامِ، فَمَنْ جَاءَ بِثَلَاثٍ، لَمْ يُغْنَيْنِ عَنْهُ شَيْئًا، حَتَّى يَأْتِيَ بِهِنَّ جَمِيعًا الصَّلَاةُ، وَالزَّكَاةُ، وَصِيَامُ رَمَضَانَ، وَحُجُّ الْبَيْتِ" اللہ عزوجل نے اسلام میں چار چیزوں کو فرض کیا جس نے تین پر عمل کیا تو یہ اسے کچھ فائدہ نہیں دیں گی۔ جب تک وہ تمام پر عمل نہ کرے (1): نماز (2): زکوٰۃ (3): روزہ (4): حج

(مسند امام احمد بن حنبل حدیث زیاد بن نعیم الحضرمی ج 29 رقم 17789)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی بلا عذر روزہ چھوڑے تو اس کے دیگر اعمال اکارت ہونے کا اندیشہ ہے اور خوفِ خدا رکھنے والا کوئی مسلمان بھی ایسی وعید سن کر بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑنے کی جرات نہیں کر سکتا ہے۔ اور یاد رکھیے کافر یا بد مذہب یا فاسق ڈاکٹروں کا قول شریعت میں قبول نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کہنے سے روزہ چھوڑا جاسکتا ہے اور آپ کے ملک میں سنی مسلمان حاذق ڈاکٹر ڈھونڈنا بھی مشکل ہے لہذا ایسی صورت حال میں خود تجربہ کیجئے کہ اگر روزہ رکھنے میں مرض بڑھتا ہے یا ناقابل برداشت پیاس لگتی ہے تو روزہ نہ رکھیے بلکہ مرض ٹھیک ہونے پر ان روزوں کے قضا کر لیجیے یا سردیوں کے موسم میں جب انگلینڈ میں دن نہایت چھوٹا ہو جاتا ہے اور سردی کی وجہ سے زیادہ پیاس بھی نہیں لگتی تو ان ایام میں روزوں کی قضا کر لی جائے۔ کیونکہ اللہ عزوجل معذور لوگوں کو رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں روزوں کی قضا کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔

فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، تَوْجَسُ قَدَرُ رُوزَے چھوٹے ہیں اتنے روزے اور دنوں میں (قضا کرو) اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ (البقرہ: 185)

اور اگر روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسی شدید پیاس لگتی ہے جو برداشت سے باہر ہو تو آپ پر رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے۔ اور ویسے بھی روزہ صحت کا ضامن ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صَوْمُ مَوَاتٍ صَحْوٌ أَيْ رُوزَہ رکھو صحتیاب ہو جاؤ گے۔ (ذکر منشور ج 1 ص ۴۴۰)

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ روزے کی حالت میں انسولین یا کسی اور دوائی کا انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا



کماحققناہ فی فتاونا کیونکہ اس بارے میں فقہ حنفی کا مشہور ضابطہ یہ ہے کہ منفذ [Route] کے ذریعے کسی چیز کا معدے تک پہنچنا روزہ توڑ دیتا ہے اور اگر کوئی چیز منفذ [Route] کی بجائے مسام کے ذریعے معدے یا جسم میں جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ "وَمَا يَدْخُلُ مِنْ مَسَامٍ الْبَدَنِ مِنَ الدُّهْنِ لَا يُفْطِرُ" اور جو چیز یا تیل وغیرہ بدن کے مسام کے ذریعے جسم میں ہو وہ روزہ نہیں توڑتا۔

[الفتاویٰ الہندیہ الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد ج 1 ص 203]

اور انجکشن میں بھی دواء مساموں کے ذریعے ہی جسم میں داخل ہوتی ہے اور اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-9-2017

## روزہ چھوڑنے میں کس ڈاکٹر کا قول معتبر ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِثْنَاءُ 110

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں انگلینڈ میں ایسے شہر میں رہتا ہوں جہاں کوئی سنی مسلمان ڈاکٹر موجود نہیں ہے تو بیماری کا ایسا عذر کیسے ثابت ہوگا جس میں روزہ معاف ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم ڈاکٹر میرے بیماری کی وجہ سے مجھے کہتا ہے کہ میں روزہ نہ رکھوں؟ تو کیا اس کا کہنا شریعت میں قبول ہے؟

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

### الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کافر یا بد مذہب یا فاسق ڈاکٹروں کا قول شریعت میں قبول نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کہنے سے رمضان کا فرض روزہ چھوڑا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ شامی ہے: "أَمَّا الْكَافِرُ فَلَا يُعْتَمَدُ عَلَى قَوْلِهِ لِاحْتِمَالِ أَنْ غَرَضَهُ إِفْسَادُ الْعِبَادَةِ" (رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۴)

اور آپ کے ملک میں سنی مسلمان حاذق ڈاکٹر ڈھونڈنا بھی مشکل ہے۔ لہذا ایسی صورت حال میں روزہ چھوڑنے کی رخصت کے عذر کے ثبوت کے لیے خود کا تجربہ بھی کافی ہے کیونکہ جس طرح ایک مسلمان غیر فاسق حاذق ڈاکٹر کے کہنے سے روزہ چھوڑنے کے عذر کا ثبوت ہوتا ہے اسی طرح اپنے ماضی کے تجربہ سے بھی عذر کا ثبوت ہو جاتا ہے یعنی ماضی میں اس بیماری میں روزہ رکھا تھا تو مرض بڑھ گیا تھا یا شدید تکلیف ہو گئی تھی اس بیماری کے دوبارہ ہونے سے روزہ چھوڑ سکتا ہے اور اگر ماضی کا کوئی تجربہ نہ ہو تو اب تجربہ کر لیجئے کہ اگر روزہ رکھنے میں مرض بڑھتا ہے یا شدید ناقابل برداشت تکلیف ہوتی ہے تو نہ رکھیں۔

اور اگر مرض ایک ہی ہو تو کسی کے تجربہ سے بھی روزہ چھوڑنے کی اجازت ہو جائے گی مثلاً زید کو ایک مرض ہوا اور اس نے اس مرض میں روزہ رکھا جس سے مرض بڑھ گیا اور اب بکر کو بھی وہی مرض ہوا لہذا زید کے تجربے سے بھی بکر کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت ثابت ہو جائے گی۔ جیسا کہ شامی میں ہے: "تَجَرِبَةٌ وَلَوْ كَانَتْ مِنْ غَيْرِ الْمَرِيضِ عِنْدَ اتِّحَادِ الْمَرَضِ" اس کا اپنا تجربہ ہو یا مرض کے ایک ہونے سے صورت میں کسی غیر کا تجربہ ہو

(رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۴)

اور مرض کے ٹھیک ہونے پر ان روزوں کے قضا کرنا بھی ضروری ہے لہذا مرض ٹھیک ہونے پر ان کی قضا کر لیجئے یا سردیوں کے موسم میں جب انگلینڈ میں دن نہایت چھوٹا ہو جاتا ہے اور سردی کی وجہ سے زیادہ بھوک یا پیاس بھی زیادہ محسوس نہیں ہوتی تو ان ایام میں روزوں کی قضا کر لی جائے۔ کیونکہ اللہ عز و جل معذور لوگوں کو رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں روزوں کی قضا کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔



فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ، تَوْجَسُ قَدَرُ رُوزِے چھوٹے

ہیں اتنے روزے اور دنوں میں (قضا کرو) اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ (البقرة: 185)

اور اگر روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسی شدید پیاس لگتی ہے جو برداشت سے باہر ہو تو

آپ پر رمضان کا روزہ رکھنا فرض ہے اور ویسے بھی روزہ صحت کا ضامن ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

کہ صَوْمُ مَوَاتٍ صَحْوٌ أَيْ رُوزَہ رُکھو صَحْتِیَاب ہو جاؤ گے۔ (ذکر منشور ج ۱ ص ۴۴۰)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-8-2017

## ماسٹر بیشن کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 111

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا روزے کے دوران ماسٹر بیشن سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا یا نہیں۔ اور اگر کوئی اسے ایک سے زیادہ بار کرے تو کیا اس صورت میں اس پر کفارہ واجب ہوگا یا نہیں۔

سائل: اویس فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

روزے کی حالت میں ماسٹر بیشن یعنی ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور ایسے شخص پر اس روزے

کی قضا واجب ہوگی یعنی رمضان کے بعد وہ روزہ دوبارہ رکھنا پڑے گا مگر اس پر کفارہ واجب نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب درمختار ان صورتوں کو بیان کرتے ہوئے جن میں روزہ ٹوٹنے سے صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ نہیں کہتے ہیں: "وَكَذَا إِلَّا سِتْمَنَاءُ بِالْكَفِّ" اسی طرح ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(الدرا المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج ۳، ص ۴۳۱-۴۳۹)

اور بہار شریعت میں ہے کہ ہاتھ سے منی نکالی یا مباشرت فاحشہ سے انزال ہو گیا تو ان سب صورتوں میں صرف قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔ (بہار شریعت ج 1 حصہ 5 ص 989)

اور جو اس گندی عادت سے روزہ توڑنے کو معمول بنالے تو بعض علماء نے کہا کہ اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔ لہذا اس ناجائز گندی عادت سے اجتناب ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-9-2016

## روزے کے دوران آئی ڈراپس، نوزل اور ایئر ڈراپس کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 112

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آئی ڈراپس، نازل ڈراپس

اور کان میں ڈالنے والے ڈراپس روزے میں ڈالنا جائز ہیں۔ سائل: کبیر فرام شیفلڈ - انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

آنکھ میں ڈالنے والے آئی ڈراپس اور ناک میں ڈالنے والے نوزل ڈراپس روزے میں ڈالنے کی اجازت نہیں کہ جدید تحقیق اور علم تشریح الاعضاء (Anatomy) کے مطابق آنکھ اور حلق کے درمیان منفذ (Route) ہے لہذا آنکھ میں ڈراپس ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اسی طرح نوزل ڈراپس ناک میں ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ناک اور حلق کے درمیان منفذ (Route) ہے اور یہ بات تو واضح ہے۔ اور یہ فقہ حنفی کا مسلمہ اصول ہے کہ منافذ (Routes) کے ذریعے کسی چیز کے معدے تک پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

جبکہ جدید تحقیق کے مطابق کان اور حلق کے درمیان منفذ (Route) نہیں ہے لہذا کان میں ڈراپس وغیرہ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹے گا بشرطیکہ اس کے کان کا پردہ پھٹا نہ ہو۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017

## روزے کے دوران حلق سے خون کا مسئلہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 113

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایسی بیماری میں مبتلا ہوں کہ میرے حلق سے خون نکلتا ہے اور کبھی میں اس خون کا ٹیسٹ (ذائقہ) حلق میں محسوس کرتا ہوں۔ کیا میرا روزہ ہو جائے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

سائل: سفیان فرام انگلیٹ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر خونِ حلق سے نکل کر حلق سے نیچے اتر جائے خونِ تھوک سے زیادہ یا برابر ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک سے کم ہو مگر اس کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو پھر بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک سے کم ہونے کی صورت میں حلق میں ذائقہ محسوس نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "خَرَجَ الدَّمُ مِنْ بَيْنِ أَسْنَانِهِ وَدَخَلَ حَلَقَهُ يَغْنِي وَلَمْ يَصِلْ إِلَى جَوْفِهِ أَمَّا إِذَا وَصَلَ فَإِنْ غَلَبَ الدَّمُ أَوْ تَسَاوَا فَسَدَ وَالْأَلَا، إِلَّا إِذَا وَجَدَ طَعْمَهُ" دانتوں سے خون نکل کر حلق میں داخل ہوا اور پیٹ تک نہیں پہنچا تو روزہ نہیں ٹوٹا اگر پیٹ تک پہنچ جائے تو اگر خونِ تھوک سے زیادہ یا برابر تھا تو روزہ ٹوٹ گیا اور اگر تھوک سے کم تھا مگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر مزہ محسوس نہ ہوا، تو نہیں ٹوٹا۔

وَاللّٰهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-8-2017

روزے کے دوران عورت کو انٹرئل اسٹراساؤنڈ کروانا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 114

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا روزے میں ایک عورت گائنا



کالوجسٹ کے پاس جاسکتی ہے۔ یہ ایسی ڈاکٹر ہوتی ہے جو انٹرنل سٹراساؤنڈ کر کے بچہ کی پیدائش کے معاملات کو دیکھتی ہے۔ انٹرنل سٹراساؤنڈ میں ڈاکٹر عورت کی شرمگاہ کے اندر کچھ آلات ڈال کر چیک کرتی ہے۔ ایسا کرنے سے روزہ تو نہیں ٹوٹے گا۔

سائل: حارث فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

اگر ڈاکٹر انٹرنل سٹراساؤنڈ کے دوران آلات پر کوئی دوائی یا کوئی مائع شی لگائے بغیر یعنی خشک آلات عورت کی شرمگاہ میں داخل کرتی ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان خشک آلات کا ایک سرا باہر ہوتا ہے اور دوسرا اندر تو یہ مکمل طور پر اندر داخل ہونا نہیں ہے لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور ہاں اگر کوئی آلہ غلطی سے مکمل طور پر شرمگاہ میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اسی طرح اگر ان آلات پر کوئی دوائی یا کوئی مائع چیز لگا کر اندر داخل کیا گیا تو تری کے اندر پہنچتے ہیں روزہ ٹوٹ جائے گا۔

در مختار میں ہے: "أَدْخَلَ عُوْدًا وَنَحْوَهُ فِي مَقْعَدَتِهِ وَطَرَفُهُ خَارِجٌ وَإِنْ غَيَّبَهُ فَسَدَ: اگر کسی نے پاخانے کے مقام کے اندر کوئی لکڑی یا اس جیسی کوئی چیز ڈالی اور اس کا ایک سرا باہر تھا تو روزہ نہیں ٹوٹا اور اگر وہ پوری اندر چلی گئی کہ دوسرا سرا بھی اندر غائب ہو گیا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

(الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۳)

(و "الفتاویٰ الہندیہ"، کتاب الصوم، الباب الرابع فیما یفسد وما لا یفسد، ج ۱، ص ۲۰۴)

اور در مختار میں ہی ہے: "أَوْ أَدْخَلَ أَصْبَعَهُ الْيَابِسَةَ فِيهِ أَمَّا دُبُرُهُ أَوْ فَرْجُهَا وَلَوْ مُبْتَلًةً فَسَدَ" خشک انگلی پاخانہ یا عورت کی اگلی شرمگاہ کے مقام میں رکھی تو روزہ نہ ٹوٹا اور اگر انگلی تر تھی تو روزہ ٹوٹ گیا۔

(الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ، ج ۳، ص ۴۲۳)

اور بہار شریعت میں ہے کہ کوئی چیز پاخانہ کے مقام میں رکھی، اگر اس کا دوسرا سرا باہر رہا تو نہیں ٹوٹا، ورنہ جاتا

رہا لیکن اگر وہ تر ہے اور اس کی رطوبت اندر پہنچی تو مطلقاً جاتا رہا، یہی حکم شرم گاہ زن کا ہے، شرم گاہ سے مراد اس باب میں فرج داخل ہے۔  
(بہار شریعت ج 1 حصہ 5 ص 986)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-8-2017

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافتاء كنز الایمان یو کے

## روزے میں افضل اعمال

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 115

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان شریف میں روزے کے دوران کون سے اعمال کو ترجیح دینی چاہیے کیونکہ ہم انگلینڈ میں رمضان کے مہینے میں کام پر ہوتے ہیں اور ہمارے پاس وقت تھوڑا ہوتا ہے۔ لہذا مہربانی فرما کر ہمیں بتا دیں کہ اس میں ہم کن اعمال کو زیادہ کثرت سے کریں؟  
سائل: کبیر فرام شیفلڈ۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

عبادت کے لیے رمضان میں وقت نکالے کیونکہ یہ لحاظ معلوم نہیں دو بار انصیب ہوں یا نہ ہوں۔ میں آپ کو انہیں چار اعمال کی کثرت کرنے کی دعوت دوں گا جن کی نبی کریم ﷺ نے خود دی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:  
"فَاسْتَكْبِرُوا فِيهِ مِنْ اَرْبَعٍ خِصَالٍ، خَصَلْتَانِ تُرْضَوْنَ بِهَارِبِكُمْ، وَخَصَلْتَانِ لَا غِنَى لَكُمْ عَنْهُمَا، فَاَمَّا الْخَصَلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضَوْنَ بِهَارِبِكُمْ: فَشَهَادَةُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُوْهُ،



وَأَمَّا اللَّتَانِ لَا غِنَى لَكُمَا عَنْهُمَا فَتَسْأَلُونَ اللَّهَ الْجَنَّةَ، وَتَعُوذُونَ بِهِ مِنَ النَّارِ "

اس مہینے میں چار باتوں کی کثرت کرو۔ ان میں سے دو ایسی ہیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزَّ وَّجَلَّ کو راضی کرو گے اور بقیہ دو سے تمہیں بے نیازی نہیں۔ پس وہ دو باتیں جن کے ذریعے تم اپنے رب عزَّ وَّجَلَّ کو راضی کرو گے وہ یہ ہیں۔

(۱) لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی دینا (۲) استغفار کرنا۔ جبکہ وہ دو باتیں جن سے تمہیں غنا (بے نیازی) نہیں وہ

یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ سے جنت طلب کرنا (۲) جہنم سے اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی پناہ طلب کرنا۔ "

(صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۱۸۸۷)

یعنی کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اور استغفار کی کثرت کی جائے استغفار سے مراد اللہ عزَّ وَّجَلَّ سے اپنی مغفرت کی کثرت سے دعا کی جائے اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ سے جنت کو طلب کرنے اور جہنم سے اللہ عزَّ وَّجَلَّ کی پناہ مانگنے کی کثرت سے دعا کی جائے۔ اور ان چاروں چیزوں سے پہلے اور آخر میں سو سو بار درود شریف پڑھا جائے جو ان کے مقبول ہونے کا سبب بنے گا۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-8-2017

## روزے میں ایر فریشنز کی خوشبو کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفَاءُ 116

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

[1]: روزے کی حالت میں ایر فریشنز کی خوشبو سونگھنے کا وہی حکم ہے جو اگر بتی کے دھواں سونگھنے کے بارے میں ہے

کہ اگر کوئی جان بوجھ کر دھواں سوگھنے کا تو روزہ ٹوٹ جائے گا؟

[2]: فقہ کی کتابوں میں یہ قید موجود ہے کہ اگر کوئی یہ کام [دھواں اندر لے جانا] اپنے فعل سے خود کرے تو روزہ

ٹوٹ جائے گا۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر زید اگر بتی Sticks کو خود جلائے اور پھر بعد میں بلا

قصد [Unintentionally] اس کا دھواں اس کے حلق میں چلا جائے تو کیا اس کا روزہ ٹوٹ جائے

گا۔ کیونکہ اس نے خود اپنے فعل سے اگر بتیوں کو جلا یا تھا۔

سائل: آدم فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

آج کل جو انگلینڈ کی مساجد میں نماز سے پہلے ایر فریشنز کے ذریعے خوشبو کو چھڑک دیا جاتا ہے۔ روزے کی حالت میں ایسی خوشبو سوگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ ریح معطر کی مثل ہے۔

اسی طرح اگر بتی [Incense stick] کی خوشبو ہوا میں شامل ہو کر آپ تک آ رہی ہے تو قصداً [intentionally]

یا بلا قصد [Unintentionally] اس کی خوشبو سوگھنے سے روزہ نہ جائے گا۔ لیکن روزہ یاد ہوتے ہوئے اس کے دھوئیں کو قصداً اندر لے جانے سے روزہ ضرور ٹوٹ جائے گا۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ اگر کی بتی [Incense stick] وغیرہ خوشبو سلگتی تھی، اُس نے منہ قریب کر کے دھوئیں کو ناک سے کھینچا روزہ جاتا رہا۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۳ ص ۹۸۲]

ایر فریشنز کی خوشبو نکل کر ہوا میں شامل ہو جاتی ہے۔ اس کی خوشبو سوگھنے سے روزہ نہ ٹوٹے گا کیونکہ یہ خوشبو معطر ہوا کی مثل ہے جبکہ اگر بتی [Incense stick] کا دھواں ایک مادے سے مرکب ہے جس کو قصداً کھینچنے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔

علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں کہ "وَلَا يُتَوَهَّمُ أَنَّهُ كَشَمِّ الْوَرْدِ وَمَائِهِ وَالْهَسَكِ لَوْ صُوجِ



الْفَرْقِ بَيْنَ هَوَاءٍ تَطْيَبُ بِرِيحِ الْمِسْكِ وَشَبْهِهِ وَبَيْنَ جَوْهَرٍ دُخَانٍ وَصَلَّ إِلَى جَوْفِهِ بِفِعْلِهِ"

یہ ہم نہیں ہونا چاہیے کہ گلاب یا اس کے پانی یا مشک کی خوشبو قصد اسو گھننے سے روزہ ٹوٹتا ہے کیونکہ مشک یا اس سے مشابہہ کسی چیز کی خوشبو سے معطر ہوا اور دھوئیں کے مادے میں فرق ہے۔ دھواں کھینچنے سے وہ مادہ اس کے اپنے فعل سے پیٹ میں گیا ہے [جس سے روزہ ٹوٹا ہے]

[الدرا المختار "و" رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج ۳، ص ۴۲۰]

پتا چلا کہ خوشبو سے معطر ہوا کو جان بوجھ کر سو گھننے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ مثل ہوا ہے اسی طرح ہی ایرفریشن کی خوشبو ہوا میں مل کر ناک تک آئے یا جان بوجھ کر اندر کھینچی جائے دونوں صورتوں میں روزہ نہیں ٹوٹے گا بلکہ ایسا کرنا مکروہ بھی نہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ گلاب یا مشک وغیرہ سو گھنا داڑھی مونچھ میں تیل لگانا اور سرمہ لگانا مکروہ نہیں۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۴ ص ۹۹]

ہاں اگر کوئی ایرفریشن کی بوتل کو اپنے ناک کے پاس کر کے اس سے نکلنے والے سفید سے دھوئیں کو سو گھنتا ہے تو ضرور اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ یہ دھواں مادے سے مرکب ہے ایسی صورت میں وہ مادہ اس کے اپنے فعل سے اندر میں جائے گا۔

در مختار مع رد المحتار میں ہے کہ "لَوْ أَدْخَلَ حَلَقَهُ الدُّخَانَ أَفْطَرَ أَمَّا دُخَانٌ كَانَ بِأَيِّ صُورَةٍ كَانَ الْإِدْخَالُ، حَتَّى لَوْ تَبَخَّرَ بِبُخُورٍ وَأَوَاكَ إِلَى نَفْسِهِ وَاشْتَمَّهُ ذَا كِرًا لِصَوْمِهِ أَفْطَرَ" اگر خود قصد دھواں حلق میں پہنچایا تو روزہ فاسد ہو گیا جبکہ روزہ دار ہونا یا دھواں خواہ وہ کسی چیز کا دھواں ہو اور کسی بھی طرح پہنچایا ہو مثلاً وہ بخور کی طرح اڑ رہا تھا اور اس نے اسے اپنے پاس کر کے اس دھواں کو سو گھنتا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

[الدرا المختار "و" رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج ۳، ص ۴۲۰]

[2]: آپ نے فقہ کی کتب میں موجود اس "بِفِعْلِهِ" کی قید سے غلط سمجھا جبکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خود اپنے فعل سے اگر بتی اپنے ناک کے پاس لا کر قصداً [intentionally] خوشبو سو گھنئے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

اسی لیے علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے **وَاشْتَبَهَهُ** کی قید لگائی جس کا معنی قصد اسوگھنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "لَوْ تَبَخَّرَ بِبَخُورٍ وَأَوَاكَ إِلَى نَفْسِهِ وَاشْتَبَهَهُ ذَا كِرِّ الصُّومِ أَفْطَرَ" اس نے بخور کو جلایا پھر اس نے اسے اپنے پاس کر کے اس کے دھوئیں کو قصد اسوگھنا تو روزہ ٹوٹ گیا۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 3-9-2016

## چاند روزے میں بیوی کو چھونے کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 117

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بیوی اور شوہر کے لیے روزے کے دوران کوئی بونڈ ریز ہیں؟ کیا چہرے پر بوسہ لینا، بدن کو چھونا، ہونٹوں پر (Kiss) کرنا اور چوسنا اور شرمگاہوں کو چھونا درست ہے؟

سائل: بے فرام یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر انزال ہونے یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو روزے کی حالت میں عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، اور اگر انزال یا جماع میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو چہرے پر بوسہ لینے، گلے لگانے اور بدن چھونے میں کوئی حرج نہیں مگر بچنا اولیٰ ہے جبکہ قبلہ فاحشہ یعنی ہونٹ کو منہ سے دبانا اور چوسنا اور زبان چوسنا روزہ میں



مطلقاً مکروہ ہے اور یونہی مباشرت فاحشہ یعنی شرمگاہوں کا آپس میں ٹکرانا روزے میں مطلقاً مکروہ ہے۔

ردالمحتار مع ردالمحتار میں ہے کہ (وَكُرِّهَ قُبْلَةً) وَمَسَّ وَمَعَانَقَةً وَمُبَاشَرَةً فَاحِشَةً إِنَّ لَهَا يَأْمَنُ الْمُفْسِدَ وَإِنْ أَمِنَ لَا بَأْسَ ظَاهِرُهُ أَنَّ الْأُولَى عَدَمُهَا۔

[ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب: فيما يكره للصائم، ج 3، ص 454]

ردالمحتار میں ہے کہ أَنَّ الْقُبْلَةَ الْفَاحِشَةَ بِأَنْ يَمْضُغَ شَفَتَيْهَا تُكْرَهُ عَلَى الْإِطْلَاقِ أَمَّا سَوَاءُ أَمِنَ أَوْ لَا قَالَ فِي التَّهْرِ وَكَذَا الْمُبَاشَرَةُ الْفَاحِشَةُ فِي ظَاهِرِ الرَّوَايَةِ۔

[ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسده، مطلب: فيما يكره للصائم، ج 3، ص 455]

بہار شریعت میں ہے کہ عورت کا بوسہ لینا اور گلے لگانا اور بدن چھونا مکروہ ہے، جب کہ یہ اندیشہ ہو کہ انزال ہو جائے گا یا جماع میں مبتلا ہوگا اور ہونٹ اور زبان چوسنا روزہ میں مطلقاً مکروہ ہے یوہیں مباشرت فاحشہ۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۵ ص ۹۹]

اگر روزے میں عورت کی شرمگاہوں کو ہاتھ سے کپڑے کے اوپر سے چھوا اور کپڑے کے موٹے ہونے کی وجہ سے بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوئی تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

بہار شریعت میں ہی ہے کہ عورت کو کپڑے کے اوپر سے چھو اور کپڑا اتنا دبیز ہے کہ بدن کی گرمی محسوس نہیں ہوتی تو فاسد نہ ہوا اگرچہ انزال ہو گیا۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۵ ص ۹۸]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2016

قدح الجواب

مفتی شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے

## روزے میں سفر کے متعلق فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 118

- سوال 1: بندہ کب سفر شروع کرے تو وہ اس پر روزہ رکھنا ضروری نہیں ہوگا؟
- سوال 2: اگر کوئی یہ سمجھ کر روزہ چھوڑ دے کہ سفر یا کسی اور وجہ سے روزہ اس پر فرض نہیں مگر روزہ اس پر فرض تھا تو کیا اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے؟
- سائل: اشفاق بلیک برن یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کوئی شخص ساڑھے ستاون میل 571/2 (تقریباً بنوے کلومیٹر) سفر کا ارادہ کر کے اپنے شہر یا گاؤں کی آبادی سے باہر نکل آیا، وہ شرعاً مسافر ہے ایسا مسافر اگر روزہ نہ رکھے تو اس پر گناہ نہیں کیونکہ اسے خود اس کے رب ذوالجلال عزوجل نے رخصت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود قرآن میں فرماتا ہے کہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے دوسرے دنوں میں رکھ لے۔ [بقرہ: ۱۸۳] مگر جتنے روزے سفر کی وجہ سے چھوٹے بعد میں اسے وہ تمام رکھنے پڑیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ فرما کر خود اس کا حکم ارشاد فرمادیا۔

آج کا روزہ چھوڑنے کیلئے مسافر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا سفر طلوع فجر سے پہلے [یعنی سحری کے وقت] شروع کرے۔ اگر وہ طلوع فجر کے بعد شروع کرتا ہے تو آج کا روزہ اس پر فرض ہے اگر نہیں رکھے گا تو گناہ گار ہوگا۔ فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے کہ یَجِبُ عَلَى مُقِيمٍ اِتِّمَامُ صَوْمِ رَمَضَانَ سَافِرٍ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ يَعْنِي فَلَوْ سَافَرَ بَعْدَ الْفَجْرِ لَا يَحِلُّ الْفِطْرُ۔ مقیم پر آج کے رمضان کے روزے کو پورہ کرنا واجب ہے اگر اس نے آج سفر شروع کیا یعنی اگر اس نے طلوع فجر کے بعد سفر شروع کیا تو اسے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

[درمختار مع رد المحتار باب ما یفسد الصوم فصل فی العوارض ج ۱ ص ۱۵۴]



اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ شریف میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ مسافر کو جس دن کی صبح صادق مسافرت کے حال میں آئے اُس دن کے روزہ کا ناغہ کرنا اور پھر کبھی اس کی قضا رکھ لینا جائز ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۳۷۷]

صبح صادق حالت سفر میں اسی صورت میں آئے گی جب سفر صبح صادق سے پہلے یعنی سحری یا اس سے پہلے شروع کیا ہوگا۔

[2]: اگر کسی شخص کا سفر شرعی نہ تھا یا اس نے طلوع فجر کے بعد سفر شروع کیا اور رمضان کا روزہ چھوڑ دیا ایسا شخص گناہ گار اور اس پر توبہ واجب اور بعد میں ایک روزہ قضا کا رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ اس نے اپنی جہالت کی وجہ سے فرض روزہ چھوڑا ہے۔ مگر اس پر کفارہ نہیں کیونکہ تارکِ صوم پر کفارہ واجب نہیں ہوتا، کفارہ تو روزہ توڑنے والے پر واجب ہوتا ہے جب کفارے کی شرائط پائی جائیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

قدح الجواب

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

روزے میں غیبت اور گالی سے روزہ ٹوٹتا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 119

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غیبت اور گالی گلوچ سے روزہ

سائل: کبیر فرام شمیفلڈ - انگلینڈ

ٹوٹ جاتا ہے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

غیبت، چغلی اور گالی دینا وغیرہ ناجائز و حرام ہیں اور روزہ میں اور زیادہ حرام مگر ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ ان کی وجہ سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے: "اِغْتَابَ مِنَ الْغَيْبَةِ وَاِنْ كُرِّهًا لَمْ يُفْطَرْ" غیبت کی تو روزہ نہ ٹوٹا اگرچہ مکروہ ہو گیا۔

(الدر المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج ۳، ص ۴۲۱، ۴۲۸)

حدیث میں غیبت کو تو زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ کہا گیا اور اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی طرح قرار دیا گیا بلکہ ایک حدیث میں تو روزے میں کی جانے والی غیبت کا بڑا عبرت ناک واقعہ بیان ہوا ہے۔

اس کو ملخصاً عرض کرتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام علیہم السلام رضوان کو ایک دن روزہ رکھنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: "جب تک میں تمہیں اجازت نہ دوں، تم میں سے کوئی بھی افطار نہ کرے۔" لوگوں نے روزہ رکھا۔ شام کو لوگ افطاری کی اجازت طلب فرماتے اور آپ ﷺ افطار کی اجازت عطا فرماتے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کی، آقا ﷺ! میرے گھر والوں میں سے دونو جوان لڑکیاں بھی ہیں جنہوں نے روزہ رکھا۔ انہیں اجازت دیجئے تاکہ وہ بھی روزہ کھول لیں اللہ کے محبوب ﷺ نے اُن سے رُخ انور پھیر لیا، انہوں نے تین بار یہی عرض کی۔ تو غیب دان رسول ﷺ نے (غیب کی خبر دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا:

"مَا صَامَتَا، وَكَيْفَ صَامَ مَنْ ظَلَّ يَأْكُلُ لُحْمَ النَّاسِ، اِذْ هَبَ فَمُرُّهُمَا اَنْ كَانَتَا صَائِمَتَيْنِ اَنْ يَسْتَقِيئَا» فَفَعَلَتَا، فَقَاءَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلَقَةً"

اُن لڑکیوں نے روزہ نہیں رکھا وہ کیسی روزہ دار ہیں؟ وہ تو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں! جاؤ، ان دونوں کو حُلْمِ دو کہ وہ اگر روزہ دار ہیں تو قے کر دیں۔ "وہ صحابی رضی اللہ عنہ اُن کے پاس تشریف لائے اور انہیں فرمانِ شاہی سنایا۔ ان دونوں نے قے کی، تو قے سے خُون اور گوشت کے چھچھڑے نکلے۔



جب یہ بات نبی کریم ﷺ کو پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا: "اُس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔"

"لَوْ مَاتَتَا وَهُمَا فِيهِمَا لَأَكَلَتْهُمَا النَّارُ" اگر یہ اُن کے پیٹوں میں باقی رہتا، تو اُن دونوں کو آگ کھاتی۔" (کیوں کہ انہوں نے غیبت کی تھی)

(الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۹۵ الحدیث ۸)

غیبت سے توبہ کرنی چاہیے اور آئندہ کرنے سے پرہیز ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضنی القادری

Date: 13-8-2017

## رمی روزے میں کریم یا منجن کے ساتھ ٹوتھ برش استعمال کرنا کونسا مکروہ ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 120

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ روزے کے دوران ٹوتھ برش کرنے کا کیا حکم ہے۔ ایک فتویٰ میں لکھا ہے کہ یہ مکروہ ہے تو اگر یہ مکروہ ہے تو کونسا مکروہ ہے مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی؟  
سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

روزے کے دوران دانتوں پر کریم یا منجن کے بغیر خالی برش کرنا بلا کراہت جائز ہے اور کریم کے ساتھ بھی

برش ناجائز نہیں جب یہ یقین ہو کہ برش پر لگائی جانے والی کریم یا منجن کا کوئی جز حلق سے نیچے نہیں اترے گا مگر بلا

ضرورت کریم یا منجن لگا کر ٹوتھ برش کرنا مکروہ ہے کیونکہ کریم یا منجن ذائقہ دار ہوتے ہیں اور روزے میں بلا ضرورت کسی چیز کو چکھنا مکروہ ہے اور یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے "وَكِرْكَا لَهُ ذَوْقُ شَيْءٍ وَكَذَا مَضْغُهُ بِلَا عُنْدٍ" (الدر المختار "ورد المختار کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج ۳، ص ۴۵۳)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ منجن (ٹوتھ برش) پر لگایا جانے والا پاؤڈر (ناجائز و حرام نہیں بلکہ اطمینان کافی ہو کہ اس کا کوئی جز حلق میں نہ جائے گا، مگر بے ضرورت صحیحہ کراہت ضرور ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج 10 ص 551)

اور علامہ شامی درمختار کے لفظ "کِرْکَا" کی شرح کرتے ہوئے ردالمحتار میں لکھتے ہیں کہ "الظَّاهِرُ أَنَّ الْكَرَاهَةَ فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ تَنْزِيهِيَّةٌ" ظاہر یہی ہے کہ ان اشیاء میں کراہت تنزیہی ہے۔

(الدر المختار "ورد المختار کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج ۳، ص ۴۵۳)

لیکن کریم کے ساتھ ٹوتھ برش نہ ہی کیا جائے تو بہتر ہے کیونکہ اس میں اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی جز حلق سے نیچے اتر جائے گا۔ اگر کریم کی جھاگ یا اس کا کوئی جز حلق سے نیچے اتر گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 23-8-2017

## روزے میں کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 121

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غسل فرض میں کلی کرنا اور



ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا یعنی کلی میں حلق تک اور ناک میں اوپر تک پانی پہنچانا فرض ہے۔ اگر ایسا ہے تو روزے میں کیا کرنا ہوگا۔ اگر پانی پیٹ یا دماغ میں چلا گیا تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر ٹوٹے گا تو روزے کے دوران غسل فرض کیسے ادا کیا جائے۔ مہربانی فرما کر اس کا حل ارشاد فرمادیں۔  
سائل: پرویز فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

روزے کے دوران شریعت کلی میں غرغہ کر کے مبالغہ کرنے سے روکتی ہے کہ کہیں پانی اندر نہ چلا جائے۔ جبکہ غسل فرض کرتے ہوئے کلی میں حلق کے کنارے تک پانی بہانا فرض ہے اور یہ روزہ دار کے لیے بھی ضروری ہے اور یہاں تک پانی پہنچانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر حلق تک نہ پہنچایا تو غسل ادا نہ ہوگا۔ اور جس کا روزہ نہ ہو اسے کلی میں غرغہ کر کے مبالغہ کرنا سنت ہے۔ اور جہاں تک ناک میں پانی ڈالنے کا تعلق ہے۔ روزے کی حالت میں یا روزہ نہ ہونے کی حالت میں یعنی دونوں حالتوں میں دونوں نکتوں میں جہاں تک نرم جگہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع ہونے تک پانی سے دھونا فرض ہے۔ ہاں روزہ دار اس سے اوپر تک نہ لے کر جائے کہ کہیں پانی دماغ کو نہ چڑھ جائے اور روزہ نہ ہو تو سخت ہڈی سے اوپر تک لے جانا بھی سنت ہے۔

کلی کرنے کے حوالے سے سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ آج کل بہت بے علم اس مضمضہ کے معنی صرف گلی کے سمجھتے ہیں، کچھ پانی منہ میں لے کر اُگل دیتے ہیں کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارہ تک نہیں پہنچتا، یوں غسل نہیں اُترتا، نہ اس غسل سے نماز ہو سکے نہ مسجد میں جانا جائز ہو بلکہ فرض ہے کہ داڑھوں کے پیچھے گالوں کی تہ میں دانتوں کی جڑ میں دانتوں کی کھڑکیوں میں حلق کے کنارے تک ہر پرزے پر پانی بہے یہاں تک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی دانتوں کی جڑ یا کھڑکیوں وغیرہ میں حائل ہو تو لازم ہے کہ اُسے جدا کر کے گلی کرے ورنہ غسل نہ ہوگا، بالجملہ غسل میں ان احتیاطوں سے روزہ دار کو بھی چارہ نہیں ہاں غرغہ اسے نہ چاہئے کہ کہیں پانی حلق سے نیچے نہ اتر جائے۔ غیر روزہ دار کے لیے غرغہ سنت ہے۔ اور درمختار میں ہے: سنتہ

المبالغة بالغرغرة لغير الصائم لاحتمال الفساد۔ وضوء غسل میں غرغره کر کے مبالغہ سنت ہے اس کے لئے جو روزہ دار نہ ہو، روزہ دار کے لئے نہیں کیونکہ اس میں روزہ جانے کا احتمال ہے۔ (الدر المختار کتاب الطہارت ۲۱/۱)

[فتاویٰ رضویہ ج ۲-۱ ص ۵۹۷]

غسل فرض ادا کرنے کے لیے ناک میں پانی دونوں نٹھنوں کی پوری نرم جگہ تک بہانا فرض ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ غسل تو ہرگز اترے ہی گا نہیں [کلی میں] جب تک سارا منہ حلق کی حد تک اور سارا نرم بانسہ سخت ہڈی کے کنارہ تک پورا نہ دھل جائے۔ اس احتیاط سے بھی روزہ دار کو مفر نہیں، ہاں اس سے اوپر تک اُسے نہ چاہئے کہ کہیں پانی دماغ کو نہ چڑھ جائے غیر روزہ دار کے لئے یہ بھی سنت ہے۔ درمختار میں ہے: سنتہ المبالغة بمجاوزة المارن لغير الصائم غیر روزہ دار کے لئے نرمہ سے اوپر پانی پہنچا کر مبالغہ سنت ہے۔ [الدر المختار کتاب الطہارۃ مطبع مہتابی دہلی ۲۱/۱ فتاویٰ رضویہ ج ۲-۱ ص ۵۹۷]

اور ردالمحتار میں بحر الرائق سے نقل کیا گیا ہے: الاستنشاق اصطلاحاً ایصال الماء الى المارن، ولغة من النشق وهو جذب الماء ونحوه بريح الانف الى داخله۔ اصطلاح میں استنشاق کا معنی ناک کے نرم حصہ تک پانی پہنچانا۔ اور لغت میں یہ لفظ نشق سے لیا گیا ہے جس کا معنی پانی اور اس جیسی چیز کو سانس کے ذریعہ ناک کے اندر کھینچنا۔ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/۱ و ۷۹)

اگر غسل کے دوران کلی کرتے یا ناک میں پانی ڈالتے وقت پانی پیٹ یا دماغ میں چلا گیا تو روزہ ضرور ٹوٹ جائے گا۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ کلی کر رہا تھا بلا قصد پانی حلق سے اتر گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور دماغ کو چڑھ گیا روزہ جاتا رہا، مگر جبکہ روزہ ہونا بھول گیا ہو تو نہ ٹوٹے گا اگرچہ قصد اہو۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۵ مسئلہ ۱ ص ۹۸۷]

اور پرویز نام اچھا نہیں اسے بدل لیں

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-6-2016

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافقاء کنز الایمان یو کے



## بچے صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 122

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ صدقہ فطر کس پر واجب اور کس عمر سے شروع ہو جاتا ہے؟  
سائل: قاسم فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

صدقہ فطر ہر مالک نصاب آزاد مسلمان پر واجب ہے اور اس میں زکوٰۃ کی طرح بالغ ہونا شرط نہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "تَجِبُ عَلَى كُلِّ حُرٍّ مُّسْلِمٍ ذِي نِصَابٍ فَاضِلٍ عَنْ حَاجَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ" صدقہ فطر ہر مسلمان آزاد مالک نصاب پر جس کا نصاب حاجت اصلیہ سے فارغ ہو واجب ہے۔

[الدرا المختار، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، ج ۳، ص ۳۶۵۳۶۲]

اس کے تحت علامہ شامی فرماتے ہیں کہ "وَأَمَّا الْعَقْلُ وَالْبُلُوْغُ فَلَيْسَا مِنْ شَرَائِطِ الْوُجُوْبِ فِي قَوْلِ أَبِي حَنِيفَةَ وَأَبِي يُوسُفَ، حَتَّى تَجِبَ عَلَى الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ إِذَا كَانَ لَهُمَا مَالٌ وَيُخْرِجُهَا الْوَلِيُّ مِنْ مَالِهِمَا"

شیخین کے قول کے مطابق اس میں عاقل و بالغ ہونا ضروری نہیں۔ صدقہ فطر بچے اور پاگل پر بھی واجب ہوتا ہے جب ان کی ملکیت میں مال ہو ان کا ولی ان کے مال سے ان کا صدقہ فطر ادا کرے گا۔

[الدرا المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، ج ۳، ص ۳۶۵]

معلوم ہوا کہ اگر بچے یا پاگل کی ملکیت میں مال ہے تو ان کا ولی ان کے مال سے صدقہ فطر ادا کرے گا اور اگر

بچے یا پاگل کی ملکیت میں مال نہیں تو صدقہ فطر اس کے ولی [والد یا اور وہ نہیں تو دادا] پر واجب ہوگا۔ جیسا کہ رد المحتار

میں ہے کہ "فَلَوْ كَانَا فَقِيرَيْنِ لَمْ تَجِبْ عَلَيْهِمَا بَلَّ عَلَى مَنْ يَمُوتُهُمَا"

[الدرا المختار مع رد المحتار، کتاب الزکاة، باب صدقة الفطر، ج ۳، ص ۳۶۵]

ایسا ہی بہار شریعت میں ہے کہ مرد مالک نصاب پر اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے بچے کی طرف سے واجب ہے، جبکہ بچہ خود مالک نصاب نہ ہو، ورنہ اس کا صدقہ اسی کے مال سے ادا کیا جائے اور مجنون اولاد اگرچہ بالغ ہو جبکہ غنی نہ ہو تو اُس کا صدقہ اُس کے باپ پر واجب ہے اور غنی ہو تو خود اس کے مال سے ادا کیا جائے، جنون خواہ اصلی ہو یعنی اسی حالت میں بالغ ہو یا بعد کو عارض ہو ادونوں کا ایک حکم ہے۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۵ صدقہ فطر کا بیان مسئلہ نمبر ۷ ص ۹۳۶]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017

## حجۃ آنے کے بعد کھالیا تو کیا کفارہ واجب؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 123

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے رمضان کا روزہ رکھا اور اسے الٹی آگئی تو اس نے سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اور اس نے کھانا کھالیا تو اب اس پر کفارہ واجب ہے یا نہیں اور کیا قے سے روزہ ٹوٹے گا؟

سائل: عثمان عطاری فرام انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

کسی کو قے ہوئی اور اس نے یہ گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب قصداً کھالیا تو اس پر صرف اس روزے کی قضا فرض ہے یعنی ایک روزہ قضاء کی نیت سے رکھے۔

ردالمحتار میں ہے کہ لَوْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ وَظَنَّ أَنَّهُ يُفْطِرُهُ فَأَفْطَرَ، فَلَا كَفَّارَةَ عَلَيْهِ لَوْ جُودَ شُبْهَةً إِلَّا شُبْهًا بِالنَّظِيرِ۔ قے ہوئی اور اس نے گمان کیا کہ روزہ جاتا رہا اب قصداً کھالیا تو اس پر کفارہ نہیں صرف قضا فرض ہے کیونکہ اسے اس کی نظیر استنقاء [جان بوجھ کر قے کرنا] سے شبہ ہو گیا۔

{ردالمحتار کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج ۳، ص ۴۳۱}

بلا اختیار قے ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر قصداً منہ بھرتے کی تو روزہ یاد ہونے کی صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر منہ بھر نہیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ قصداً کی ہو۔

بہار شریعت میں ہے کہ قصداً منہ بھرتے کی اور روزہ دار ہونا یاد ہے تو مطلقاً روزہ جاتا رہا اور اس سے کم کی تو نہیں اور بلا اختیار قے ہو گئی تو منہ بھر ہے یا نہیں اور بہر تقدیر وہ لوٹ کر حلق میں چلی گئی یا اس نے خود لوٹائی یا نہ لوٹی، نہ لوٹائی تو اگر منہ بھر نہ ہو تو روزہ نہ گیا۔

{بہار شریعت ج ۱ حصہ ۴ ص ۹۸۸}

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-9-2017

الجواب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## انگلینڈ کے ٹیکسی ڈرائیورز اور روزہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 124

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ٹیکسی ڈرائیورز کو روزہ رکھنا ضروری ہے اگر انہوں نے لمبے سفر پر جانا ہو۔ اگر ڈرائیونگ کے دوران روزہ رکھنے سے اسے اپنی اور دوسروں کی جان کا خطرہ ہو تو کیا وہ پھر بھی روزہ رکھیں۔ یہ سوئٹھ ویلز انگلینڈ کے ٹیکسی ڈرائیورز کے سوالات ہیں۔ سائل: عنایت فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کوئی ٹیکسی ڈرائیور ساڑھے ستاون میل 1/2-57 (تقریباً بانوے 92 کلومیٹر) یا اس سے زیادہ دور کسی شہر کے سفر کا ارادہ کر کے اپنے شہر کی آبادی سے باہر نکل آیا، وہ شرعاً مسافر ہے ایسا مسافر اگر روزہ نہ رکھے تو اس پر گناہ نہیں کیونکہ اسے خود اس کے رب ذوالجلال عزوجل نے رخصت عطا فرمائی ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود قرآن میں فرماتا ہے کہ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ تو تم میں جو کوئی بیمار یا سفر میں ہو تو اتنے روزے وہ دوسرے دنوں میں رکھ لے۔ [بقرہ: ۱۸۳]

مگر جتنے روزے سفر کی وجہ سے چھوٹے اسے بعد میں وہ تمام رکھنے پڑیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ فرما کر خود اس کا حکم ارشاد فرمادیا۔

آج کا روزہ چھوڑنے کے لیے مسافر کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنا سفر طلوع فجر سے پہلے [یعنی سحری کے وقت] شروع کرے۔ اگر وہ طلوع فجر کے بعد شروع کرتا ہے تو آج کا روزہ اس پر فرض ہے اگر نہیں رکھے گا تو گناہ گار ہوگا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار میں ہے کہ یَجِبُ عَلَى مُقِيمٍ اِثْمَانُ صَوْمِ رَمَضَانَ سَافِرٍ فِي ذَلِكَ



الْيَوْمِ يَعْنِي فَلَوْ سَافَرَ بَعْدَ الْفَجْرِ لَا يَحِلُّ الْفِطْرُ - مقیم پر آج کے رمضان کے روزے کو پورہ کرنا واجب ہے اگر اس نے آج سفر شروع کیا یعنی اگر اس نے طلوع فجر کے بعد سفر شروع کیا تو اسے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

[درمختار مع رد المحتار باب ما یفسد الصوم فصل فی العوارض ج ۱ ص ۱۵۴]

اگر ٹیکسی ڈرائیور کسی دوسرے شہر جانے کے لیے اتنا لمبا سفر نہیں کرتے یا اپنا سفر طلوع فجر سے پہلے شروع نہیں کرتے تو رمضان کے اس دن کا روزہ رکھنا ان پر فرض ہے۔ نہیں رکھیں گے تو گناہگار ہوں گے اور چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا بھی ان پر واجب ہوگی۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ ایک ہی شہر میں گھومتے رہے اور ٹیکسی کے میٹر پر ساڑھے ستاون مالٹز سفر ہو گیا تو بھی شرعی مسافر نہیں اگرچہ میٹر پر ستاون ہزار مالٹز بن جائیں۔ کیونکہ شریعت نے صرف ایک شہر سے دوسرے شہر تک درمیان فاصلے کے ساڑھے ستاون مالٹز کا اعتبار کیا ہے۔

اور باقی رہا ٹیکسی ڈرائیور کا یہ عذر کہ روزے کی حالت میں ڈرائیونگ کے دوران انہیں اپنی اور دوسروں کی جان کا خطرہ ہے تو ایسے لوگوں کے لیے عرض ہے کہ وہ اپنے کام کو تھوڑا کر دیں مگر روزہ نہ چھوڑیں اور رمضان میں ایسا کام جائز ہی نہیں ہے کہ جس سے ایسی کمزوری آجائے کہ روزہ نہ رکھنے یا توڑنے کا ظن غالب ہو جائے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے: "لَا يَجُوزُ أَنْ يَعْمَلَ عَمَلًا يَصِلُ بِهِ إِلَى الضَّعْفِ فَيُخْبِرَ نِصْفَ النَّهَارِ وَيَسْتَوِيحَ الْبَاقِي" رمضان کے دنوں میں ایسا کام کرنا جائز نہیں، جس سے ضعف آجائے۔ اور روزہ نہ رکھ سکنے کا ظن غالب ہو۔ لہذا انہیں کو چاہیے کہ دوپہر تک روٹی پکائے پھر باقی دن میں آرام کرے۔

(الدرا المختار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسده، ج ۳، ص ۴۶۰)

یہی حکم ہر اس شخص کا ہے جو مشقت کا کام کرتے ہیں جس سے زیادہ کمزوری کا اندیشہ رہتا ہے لہذا وہ لوگ کام میں کمی کر دیں تاکہ روزے ادا کر سکیں۔

اور یاد رکھیں جس طرح مال کی زکوٰۃ سے مال پاک اور ہلاکت سے محفوظ ہو جاتا ہے اسی طرح روزے سے جسم

بیماریوں سے بچ کر ہلاکت و تباہی سے محفوظ ہو جاتا کیونکہ روزہ بھی جسم کی زکوٰۃ ہے۔ لہذا روزے میں اپنی جان کی

حفاظت ہے نہ کہ جان جانے کا خطرہ۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-6-2016

## کیا گرمیوں کے رمضان کے روزے بعد میں رکھے جاسکتے ہیں؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 125

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی اپنی صحت کے خراب ہونے کی وجہ سے رمضان میں روزہ نہ رکھ سکے کیونکہ رمضان گرمیوں میں آتا ہے گرمی کی وجہ سے اسے اپنی بیماری کے بڑھنے کا خطرہ ہے اور ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر وہ مریض روزہ رکھے گا تو اس کی بیماری بڑھ جائے گی یا پرمائیٹ صورت اختیار کر جائے گی تو کیا ایسا مریض سردیوں میں روزہ رکھ سکتا ہے؟

سائل: عمر فرام ہولینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کافر یا بد مذہب یا فاسق ڈاکٹروں کا قول شریعت میں قبول نہیں ہے اور نہ ہی ان کے کہنے سے رمضان کا فرض روزہ چھوڑا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ شامی ہے: "أَمَّا الْكَافِرُ فَلَا يُعْتَمَدُ عَلَى قَوْلِهِ لِاحْتِمَالِ أَنْ غَرَضُهُ إِفْسَادُ الْعِبَادَةِ" (رد المحتار، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، ج ۳، ص ۴۶۳)

اور آپ کے ملک میں سنی مسلمان حاذق ڈاکٹر ڈھونڈنا بھی مشکل ہے۔ لہذا ایسی صورت حال میں وہ مریض

خود تجربہ کرے اگر روزہ رکھنے میں مرض بڑھتا ہے یا شدید نا قابل برداشت تکلیف ہوتی ہے یا روزے رکھنے سے مرض



پر مانیٹ صورت اختیار کر سکتا ہے اور اس کی کوئی واضح علامت موجود ہے تو ایسا مریض روزہ نہ رکھے اور مرض کے ٹھیک ہونے پر ان روزوں کے قضا کرنا بھی ضروری ہے لہذا مرض ٹھیک ہونے پر ان کی قضا کر لیجیے۔

اسی طرح سردیوں کے موسم میں جب ہولینڈ میں دن نہایت چھوٹا ہو جاتا ہے اور سردی کی وجہ سے بھوک یا پیاس بھی زیادہ محسوس نہیں ہوتی تو ایسا مریض ان ایام میں روزوں کی قضا کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مریض مرض کی وجہ سے گرمیوں کے رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتا لہذا اس پر قضا واجب ہے۔ قضا کا حکم یہ ہے جب مرض ٹھیک ہونے کی وجہ سے مریض روزوں پر قادر ہو وہ روزوں کی قضا کرے اور اگر کوئی سردیوں میں قضا پر قادر ہوتا ہے تو وہ سردیوں میں اپنے روزوں کی قضا کر لے۔

کیونکہ اللہ عزوجل معذور لوگوں کو رمضان کے علاوہ دوسرے ایام میں روزوں کی قضا کرنے کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے۔ **فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ** تو جس قدر روزے چھوٹے ہیں اتنے روزے اور دنوں میں (قضا کرو) اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ (البقرة: 185) جیسا کہ رد المحتار میں ہے کہ **أَمَّا لَوْ لَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ لِشِدَّةِ الْحَرِّ كَانَ لَهُ أَنْ يُفْطِرَ وَيَقْضِيَهُ فِي الشِّتَاءِ** ("رد المحتار"، كتاب الصوم، فصل في العوارض، ج ۳، ص ۴۷۲)

اور اگر رمضان میں روزہ رکھنے سے مرض میں اضافہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ایسی شدید پیاس لگتی ہے جو برداشت سے باہر ہو تو ایسے شخص پر گرمیوں کے رمضان کا روزہ رمضان میں ہی رکھنا فرض ہے۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ تھوڑی بہت بیماری سے نہ گھبرائے بلکہ روزوں کے لیے تیار ہو جائے اور ویسے بھی روزہ صحت کا ضامن ہے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ **صُومُوا لِيَصُحُّوا** یعنی روزہ رکھو صحتیاب ہو جاؤ گے۔ (ذکر منثور ج ۱ ص ۴۴۰)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2017

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافناء کنز الایمان یو کے

## کتاب الزکوٰۃ

## پچھلے سالوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا آسان طریقہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 126

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہ مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بلوغت کے بعد میں نے اپنے مال سے چند سالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کی۔ اب اس زکوٰۃ کی ادائیگی کا کیا طریقہ ہوگا۔ سائل: عدنان یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

آپ پر ضروری ہے کہ فوراً سے پہلے جس قدر زکوٰۃ آپ کے ذمہ ہے، اس کو ادا کریں۔ اب تک جو تاخیر کی ہے اس سے سچے دل سے اس سے توبہ کریں اور آئندہ ایسا نہ کرنے کا عہد کریں۔

پچھلے سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس پہلے سال کی آپ نے زکوٰۃ نہیں دی اُس سال جتنا مال آپ کے پاس تھا، اس سارے مال یعنی مال تجارت، سونا چاندی کی اُس وقت کی قیمت کو یا روپے پیسوں کو 40 پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے وہ اُس سال کی زکوٰۃ ہوگی۔ پھر جس قدر زکوٰۃ پہلے سال میں ادا کر دی ہے دوسرے سال کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس رقم کو منہا کریں گے یعنی اسے نکال کر اگر وہ صاحب نصاب ہے تو جتنا مال باقی بچے اگر وہ روپے پیسوں کی شکل میں ہے تو بنفسہ اس کو اور اگر سونا چاندی کی شکل میں ہے تو اس کی قیمت کو 40 پر تقسیم کریں گے جو جواب آئے وہ اس دوسرے سال کی زکوٰۃ ہوگی۔ اسی طرح دیگر سالوں کی زکوٰۃ ادا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے ذمہ کچھ بھی زکوٰۃ باقی نہ رہے۔ ہر سال کی زکوٰۃ ادا کرتے وقت نصاب مکمل ہونے کے بعد جو مال نصاب سے زائد ہو جائے تو اگر

وہ چُمس یعنی پانچویں حصہ سے کم ہے تو معاف ہے یعنی اس کی زکوٰۃ دینا لازم نہیں۔ چالیس پر تقسیم کا اس لیے کہا کیونکہ مال



کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ کے طور پر فرض ہوتا ہے۔

جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ارشاد ہوتا ہے: "فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ" جب دو سو درہم ہو جائیں تو ان میں زکوٰۃ پانچ درہم ہیں۔ [سنن الترمذی باب ما جاء في زكاة الذهب والورق حديث نمبر 620] پانچ درہم دو سو کا چالیسواں حصہ ہی ہوتے ہیں۔

اور سیدی اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی جب تک نصاب سے کم نہ رہ جائے، یہ اس لیے کہ جب پہلے سال کی زکوٰۃ نہ دی دوسرے سال اس قدر کا مدیون ہے تو اتنا کم کر کے باقی پر زکوٰۃ ہوگی، تیسرے سال اگلے دونوں برسوں کی زکوٰۃ اس پر دین ہے تو مجموعہ کم کر کے باقی پر ہوگی، یوں اگلے سب برسوں کی زکوٰۃ منہا کر کے جو بچے اگر خود یا اس کے اور مال زکوٰۃ سے مل کر نصاب ہے تو زکوٰۃ ہوگی ورنہ نہیں۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۱۴۴] اور فتح القدیر میں ہے کہ

يلزم بتأخير من غير ضرورة الاثم كما صرح به الكرخي والحاكم الشهيد في المنتقى، وهو عين ما ذكره الفقيه ابو جعفر عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه انه يكره ان يؤخرها من غير عذر فان كراهة التحريم هي المحمل عند اطلاق اسمها عنهم وكذا عن ابي يوسف وعن محمد ترد شهادته بتأخير الزكاة حق الفقراء فقد ثبت عن الثلث وجوب فورية الزكاة مخلصاً۔

بغیر مجبوری کے تاخیر سے گناہ لازم آتا ہے جیسا کہ امام کرخی اور حاکم شہید نے المنتقی میں تصریح کی ہے۔ یہ بعینہ وہی بات ہے جس کا تذکرہ فقیہ ابو جعفر نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے کیا ہے کہ بغیر عذر ادا نیگی کو مؤخر کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ جب کراہت کا ذکر مطلقاً ہو تو اس وقت وہ مکروہ تحریمی پر محمول ہوتی ہے، امام ابو یوسف سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ تاخیر زکوٰۃ کی وجہ سے گواہی مردود ہو جائیگی کیونکہ زکوٰۃ فقراء کا حق ہے، تو تینوں

بزرگوں سے یہ ثابت ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی فی الفور لازم ہوتی ہے۔ [فتح القدیر کتاب الزکوٰۃ ج ۲ ص ۱۱۴] اور سیدی اعلیٰ

حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی مذہب کو صحیح فرماتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ مذہب صحیح و معتمد پر زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے تو جو اس سال کی زکوٰۃ نہ دے یہاں تک کہ دوسرا سال گزر جائے گنہگار ہے، یونہی قول اصح و ارجح پر حج کا وجوب، تو جس سال استطاعت ہو اسی سال جائے ورنہ گنہگار ہوگا۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱۶ ص ۵۵۹]

اور یہ بھی یاد رہے کہ نصاب کے پہلے سال تاریخ مہینے اور دن و وقت کا تعین کر کے پھر اسلامی سال کے اعتبار سے زکوٰۃ کا سارا حساب کریں۔ کیونکہ زکوٰۃ میں اسلامی سال معتبر ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد تقی صاحب رضی اللہ عنہ

Date: 30-9-2016

## حج کے لیے بجائے گئے پیسوں پر بھی زکوٰۃ ہوگی یا نہیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 127

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اس سال حج کرنے کی نیت کی ہے اور میں نے اپنا پاسپورٹ ٹریول ایجنٹ کو بھیج دیا ہے۔ مگر کوئی پیپر ورک نہیں ہوا صرف ویزہ کی اپلیکیشن کے لیے پاسپورٹ دیا ہے۔ اب میں اپنی زکوٰۃ نکالنے لگا ہوں کیا میں حج کے اخراجات تقریباً 5200 پاؤنڈ منہا کر کے بقیہ پر زکوٰۃ دوں گا یا سارے مال پر زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر رقم ادا کر دی ہو تو کیا حکم ہے۔

سائل: عمر فرام انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر نصاب پر سال گزر چکا ہے تو آپ پر پورے مال کی زکوٰۃ دینا ضروری ہوگی حج کے اخراجات کو زکوٰۃ سے منہا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ابھی تک آپ کا ٹریول ایجنٹ سے کوئی ایسا کنٹریکٹ نہیں ہوا جس میں آپ نے پورے پیسے کی قیمت بطور اجرت ان کو ادا کر دی ہو۔ اور اگر آپ نے رقم پیشتر ادا کر بھی دی ہو پھر بھی وہ رقم اس کے پاس قرض اور آپ پر اس کی زکوٰۃ فرض ہوگی کہ جب تک آپ کا جانا ویزہ لگ کر یا کسی اور حتمی کنٹریکٹ کے ذریعے یقینی نہیں ہو جاتا تو آپ کی رقم ان کے پاس قرض کی حیثیت سے ہوگی اور جب آپ کا جانا کسی حتمی کنٹریکٹ کے ذریعے یقینی ہو جائے گا اس وقت وہ جمع کردہ رقم آپ کی ملکیت سے نکل کر پیسے کی اجرت قرار پائے گی اور اس رقم پر زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

جیسا کہ فتاویٰ اہلسنت کتاب الزکوٰۃ میں ہے: جب تک حتمی طور پر آپ کا نام منتخب نہیں ہو جاتا آپ کی جمع کردہ رقم حج منتظمین کے پاس قرض کے حکم میں ہے ایسی حالت میں اگر نصاب کا سال پورا ہو کر زکوٰۃ نکالنے کی تاریخ آ جاتی ہے تو آپ کو اس جمع شدہ رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

(فتاویٰ اہلسنت کتاب الزکوٰۃ ص 170)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 3-1-2017

رینٹ پر زکوٰۃ کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 128

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے پاکستان میں دو دکانوں

کو خریدا ہے ان کا مجھے ریٹ ملتا ہے کیا ان کی فل ویلیو پر مجھے زکوٰۃ دینا ہوگی یا صرف ریٹ پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟  
سائل: طالب فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

صورتِ مسئلہ میں جبکہ ان دکانوں کو ریٹ پر دیا گیا ہے۔ لہذا ان دکانوں کی اصل قیمت (Value) پر زکوٰۃ نہیں ہوگی بلکہ ان کے کرائے پر زکوٰۃ واجب ہوگی جبکہ دیگر شرائطِ زکوٰۃ بھی پائی جائیں۔ کیونکہ زکوٰۃ مالِ نامی پر ہوتی ہے اور دکانیں مالِ نامی نہیں ہیں مگر جب انہیں تجارت کی غرض سے خریدا ہو یعنی بیچنے کے لیے تو پھر مالِ تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ جیسا کہ مبسوطِ سرخسی میں ہے۔

"لَاَنَّ نِصَابَ الزَّكَاةِ الْمَالُ النَّاهِي وَمَعْنَى الْمَالِ فِي هَذِهِ الْأَشْيَاءِ لَا يَكُونُ بِدُونِ نِيَّةِ التَّجَارَةِ" کیونکہ زکوٰۃ کا نصاب مالِ نامی ہے اور نموکا معنی ان اشیاء میں تجارت کے بغیر نہیں پایا جاتا۔

(کتاب المبسوط ج 2 ص 264 مطبوعہ کوئٹہ)

اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں مفتی محمد وقار الدین صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں جو مکان بیچنے کی غرض سے تعمیر نہیں کیا گیا بلکہ اپنے استعمال کے لیے بنایا گیا ہے اس کے کرائے پر زکوٰۃ ہوگی مکان کی مالیت پر نہیں۔

(وقار الفتاویٰ ج 2 ص 391)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-8-2016



## کیا زکوٰۃ کی رقم ویڈنگ سرمئی پر خرچ کی جاسکتی ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 129

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میں اپنی زکوٰۃ کی رقم کزن کی ویڈنگ سرمئی پر خرچ کر سکتا ہوں۔  
سائل: طالب فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

زکوٰۃ کی رقم کزن کی ویڈنگ سرمئی (شادی کی تقریب) پر نہیں خرچ کی جاسکتی کیونکہ زکوٰۃ میں کسی فقیر شرعی کو مالک بنانا شرط ہے۔ بغیر تملیک کے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی جیسا کہ تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: وَيُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ الصَّرْفُ تَمْلِيْكًا لَا إِبَاحَةً تَرْجُمَةً: زکوٰۃ ادا کرنے میں شرط یہ ہے کہ یہ بطور تملیک ادا کی جائے نہ کہ بطور اباحت۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار ج 3 ص 341)

اگر کزن فقیر شرعی ہو تو اس کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنانے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کہ اس صورت میں زکوٰۃ کی شرط تملیک پائی جائے گی۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-2-2016

## کیا گھر خریدنے کے لیے رکھی ہوئی رقم پر زکوٰۃ ہوگی

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 130

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنا گھر سیل کر دیا ہے اور نیا خریدنے کی کوشش میں ہوں اس کی رقم کو میرے پاس پڑے ایک سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہے جو میری ملک میں ہے کیا اس ساری رقم کی زکوٰۃ مجھے دینا ہوگی اور میں آج کل رینٹ پر رہ رہا ہوں؟  
سائل: طالب فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں! آپ کو اس ساری رقم کی زکوٰۃ نکالنا ہوگی کیونکہ انگلینڈ میں گھر اچھی خاصی رقم سے خریدا جاتا ہے اور وہ نصاب زکوٰۃ سے لاکھوں گنا زیادہ ہوتی ہے جبکہ صاحب نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے اور وہ شخص بھی صاحب نصاب ہے جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی (grams 15.612 تقریباً) یا اس کی قیمت ہو۔ جو آج کے ریٹ کے مطابق 86Ponds.244 تقریباً ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ چاندی کا نصاب دو سو 200 درہم یعنی ساڑھے باون تولے ہے۔  
(بہار شریعت ج 1 حصہ 5 ص 902)

اور مکان کے لیے جمع رقم حاجتِ اصلیہ میں شمار نہیں ہوگی اس سے زکوٰۃ نکالنا ضروری ہے کمافی فتاویٰ اہلسنت۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-8-2017



## کتاب الحج والعمرة

اگر کسی نے احرام کی نیت کرتے ہوئے تلبیہ  
نہیں پڑھا تو اس بارے میں کیا حکم ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 131

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے احرام باندھتے وقت تلبیہ نہیں پڑھا اب اس نے عمرہ مکمل کر کے تقصیر کر لی اب تلبیہ نہ پڑھنے پر اس پر کیا جرمانہ پڑتا ہے جواب دلائل کی روشنی میں عطا کیا جائے ؟

سائل: حافظ عبد الرحمن سلطانی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر اس عورت نے احرام کی نیت کر کے تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ایسا کلمہ جو ذکر الہی ہو سکتا ہو مثلاً سبحان اللہ یا الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ یا اردو زبان میں اے اللہ پاک، اے پروردگار وغیرہ کہا تو اس کا احرام شروع ہو گیا اور اس کا عمرہ صحیح ہے۔ اور اگر اس نے نیت احرام کے بعد نہ تلبیہ پڑھا اور نہ ہی اردو، عربی یا کسی اور زبان میں کوئی ایسا کلمہ کہا جو ذکر الہی ہو سکے تو اس کا احرام شروع نہیں ہوگا جس کی وجہ سے اس کا عمرہ بھی صحیح نہیں ہوگا۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"وَلَا يَصِيْرُ شَارِعًا مُّجَرَّدِ النِّيَّةِ مَا لَمْ يَأْتِ بِالتَّلْبِيَةِ أَوْ مَا يَقُوْمُ مَقَامَهَا مِنْ الدِّكْرِ"

محض نیت سے ہی وہ احرام کو شروع کرنے والا نہیں ہوگا جب تک تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر نہ لائے۔

(الفتاویٰ الہندیہ الباب الثالث فی الاحرام ج 1 ص 222)

اب اگر وہ اس حالت میں میقات سے گزر کر عمرہ کرنے آئی تھی تو اس پر دم واجب ہوا اور گنہگار بھی ہوئی کیونکہ اس نے میقات کے احرام کو ترک کیا ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔ فَإِنْ أَحْرَمَ بِالْحَجِّ أَوْ الْعُمْرَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَزِجَّ إِلَى الْمِيقَاتِ، فَعَلَيْهِ دَمٌ لَتَرْكِ حَقِّ الْمِيقَاتِ

(الفتاویٰ الہندیہ الباب العاشر فی مجاز و المیقات بغير الاحرام ج 1 ص 253)

اب وہ توبہ کرے اور کسی قریبی میقات میں جا کر احرام باندھے اور عمرہ کرے تو اس طرح کرنے سے دم بھی ساقط ہو جائے گا۔

لیکن اگر وہ ایسے احرام میں میقات سے گزر کر نہیں آئی بلکہ اس نے حل سے احرام باندھا تھا یعنی مسجد عائشہ یا حمرانہ سے تو بھی صرف احرام کی نیت کافی نہیں بلکہ نیت کے ساتھ ساتھ تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر الہی کسی زبان میں کرنا ضروری ہے اور اس نے نہیں کیا لہذا اس کا احرام شروع ہی نہیں ہوا اس وجہ سے اس کا عمرہ بھی صحیح نہیں ہوا۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ "وَلَا يَصِيدُ شَارِعًا مُجَرَّدِ النِّيَّةِ مَا لَمْ يَأْتِ بِالتَّلْبِيَةِ أَوْ مَا يَقُومُ مَقَامَهَا مِنَ الذِّكْرِ" محض نیت سے ہی وہ احرام کو شروع کرنے والا نہیں ہوگا جب تک تلبیہ یا اس کے قائم مقام کوئی ذکر نہ لائے۔

(الفتاویٰ الہندیہ الباب الثالث فی الاحرام ج 1 ص 222)

مگر اس صورت اس پر دم واجب نہیں ہوگا کیونکہ اس نے کسی واجب کا ترک نہیں کیا اور صرف حل تک جانا آنا اور مطاف و سعی میں چلنا پھرنا پایا گیا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 12-12-2016



## پہلے مدینہ منورہ جانا اور بعد میں حج کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 132

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ حج پیگزر والے پہلے مدینہ منورہ لے کر جاتے ہیں اور بعد میں حج کے لیے مکہ مکرمہ لے کر جاتے ہیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟ کیا حج کے بعد مدینہ منورہ میں جانا ضروری تو نہیں۔  
سائل: علی محمود فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ایسا کرنا جائز تو ہے مگر بہتر یہ ہے کہ پہلے حج کیا جائے اور پھر زیارت کے لیے مدینہ منورہ حاضری دی جائے کہ یہی ہمارے اسلاف کا طریقہ تھا۔ حدیث میں بھی اسی ترتیب کی طرف اشارہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "مَنْ حَجَّ إِلَى مَكَّةَ ثُمَّ قَصَدَنِي فِي مَسْجِدِي كُتِبَتْ لَهُ حَجَّتَانِ مَبْرُورَتَانِ" (نیل الاوطار ج 5 ص 114) لہذا جس نے حج سے پہلے مدینہ منورہ حاضری دی تھی اگر اسے کوئی مجبوری نہ ہو تو وہ حج کے بعد بھی خاک بوسی آستانِ عرشِ نشان (روضہ رسول کی حاضری) کے لیے حاضر ہو۔

اور ادب بھی یہی ہے کہ پہلے حج کے ذریعے اپنے آپ کو پاک کیا جائے پھر نبی اکرم ﷺ کے پاک بارگاہ میں حاضر ہوا جائے۔ کیونکہ حج بندے کے گناہ کو دھو کر ایسے پاک کر دیتا ہے جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَزِفْهُ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ" جس

نے حج کیا اور فحش بات نہ کہی اور گناہ نہ کیا تو وہ اس طرح لوٹا جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

(الصحيح البخاري باب فضل الحج المبرور رقم 1521)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضنیاء القادری

Date: 16-11-2017

## سٹڈی لون والا سٹوڈنٹ حج کر سکتا ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 133

اگر سٹوڈنٹ پر سٹڈی لون study loan [قرضہ] ہو تو کیا وہ حج پر جاسکتا ہے اگر وہ حج کرے تو اس کا فریضہ ادا ہو جائے گا؟ وہ حج پر اس قرض سے کچھ بھی خرچ نہیں کر رہا اور دوسرا یہ کہ اس قرض کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ جب سٹوڈنٹ ایک خاص مقدار میں [earning] کرے گا تو ہی اس پر قرض دینا ضروری ہوگا۔

سائل: حمزہ احمد یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

اگر ایسا سٹوڈنٹ حج کرے گا تو اس کا حج ادا ہو جائے گا۔ اس پر قرض ہونا اس کے حج کے صحیح ہونے کے لیے مانع نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی قرض حسنہ لے کر بھی حج کرے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ مال حرام سے حج مردود ہے، تو چارہ کار سو اس کے کیا ہے کہ کسی ذریعہ سے حلال مال حاصل کر کے حج کو جائے اور فرض ادا کرے، قرض بھی ذریعہ حلال ہے، بہر حال اس سے فرض تو ادا ہو گیا۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ حج یا جہاد یا نکاح کے لیے قرض لے وہ قرض اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے۔

[ملفوظات فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۷۱۰]



جب قرض لے کر حج کو جانے میں حرج نہیں تو جس مقروض کے پاس اپنا مال حلال ہے اور قرض خواہ کی طرف سے بھی اجازت ہے تو اس کا حج کرنا بطریق اولیٰ جائز ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم  
 الجواب صحیح والمحبب نجیح  
 شمس الہدیٰ عفی عنہ  
 خادم الافقاء کنز الایمان یو کے  
 کتبہ  
 ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری  
 Date: 21-6-2016

## عمرہ کے بعد ایک دوسرے کے بال کاٹنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 134

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمرہ مکمل کرنے کے بعد ایک دوسرے کے بال کاٹنا کیسا؟  
 سائل: مومن فرام عرب

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ  
 جائز ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آ گیا تو اب محرم اپنا یا دوسرے کا سر مونڈ سکتا ہے، اگرچہ یہ دوسرا بھی محرم ہو۔

[ "باب المناسک"، (باب مناسک منی، فصل فی الحلق والتقصیر ص ۲۳۰ بہار شریعت ج ۱ حصہ 6 ص 1142 )

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم  
 ہذا ہوا الجواب  
 شمس الہدیٰ عفی عنہ  
 خادم الافقاء کنز الایمان یو کے  
 کتبہ  
 ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری  
 Date: 6-12-2016

## عورت کا بغیر محرم کے سفر کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 135

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سعودی عرب میں کام کر رہا ہوں اور میں اپنی والدہ کو عمرہ کے لیے یہاں لانا چاہتا ہوں۔ میرے والد اور والدہ اکٹھے نہیں ہیں۔ کیا دوسرے ملک سے یہاں تک آنے کے لیے میری والدہ کو محرم کی حاجت ہوگی؟ اور کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ یہاں اکیلی آجائیں اور میں ان کو مکہ میں لے آؤں اور بعد میں بطور محرم ان کو عمرہ کرا دوں؟

سائل: مومن فرام عرب

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

آپ کی والدہ بغیر محرم کے اکیلی عرب شریف کا سفر نہیں کر سکتی۔ کیونکہ عورت کے لیے بغیر محرم کے تین دن کی مسافت [92 کلومیٹر] کا سفر کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے، احناف کا یہی مذہب ہے اور یہی ظاہر الروایہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا۔ "عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا مَعَ ذِي فَحْرٍ" نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت تین دن کی مسافت کا سفر نہیں کر سکتی مگر اپنے کسی محرم کے ساتھ۔

[الصحيح البخارى باب فى كم يقصر الصلوة رقم الحديث 1086]

بلکہ عورت بغیر محرم کے ایک دن کی مسافت [730 کلومیٹر] کے سفر کرنے سے بھی بچے کیونکہ فقہاء متأخرین نے ایک دن کی مسافت پر عورت کے بے محرم جانے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت جلد اول صفحہ 752 پر ہے کہ عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا، ناجائز ہے بلکہ ایک دن کی راہ جانا بھی۔ نابالغ بچہ یا



مَعْتُوہ کے ساتھ بھی سفر نہیں کر سکتی، ہمراہی میں بالغ محرم یا شوہر کا ہونا ضروری ہے۔

(بہار شریعت ج 1 ص 752، عالمگیری ج 1 ص 132)

فتاویٰ رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ اُسے بغیر شوہر یا محرم کے ساتھ لیے، سفر کو جانا حرام، اس میں کچھ حج کی خصوصیت نہیں، کہیں ایک دن کے راستہ پر بے شوہر یا محرم جائے گی تو گنہگار ہوگی۔

[فتاویٰ رضویہ ج 10 ص 654]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-6-2016

قدح الجواب

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے

## کتاب النکاح

## لڑکا خود لڑکی کو نکاح کا پروپوزل دے سکتا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 136

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی لڑکی کو نکاح کا پروپوزل دینے کا اسلامک وے کیا ہے۔ کیا میں کسی لڑکی کو ڈائریکٹ اپنی سے نکاح کی تجویز دے سکتا ہوں کہ وہ مجھ سے نکاح کرے یا میں اپنے والدین کو ان کے حوالے سے رابطہ کرنے کا کہوں کیا جس سے نکاح کرنا ہوا سے دیکھنے کا ذکر حدیث میں ملتا ہے۔ آج کل کیا غلطیاں ہو رہی ہیں ان کو بھی بیان کر دیں۔

سائل: عبد اللہ فرام مانچسٹر۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

بہتر یہی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے والدین کو لڑکی کے والدین سے رابطہ کرنے کا کہے۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو لڑکا خود اس لڑکی کو اپنے سے شادی کرنے کی تجویز کسی معتبر بندے یا منیج کے ذریعے دے سکتا ہے۔ عربی میں اسے خطبہ کہتے ہیں جس کا مطلب ہے کہ کسی لڑکی کو پیغام نکاح دینا۔

اور جس سے شادی کا ارادہ ہوا اسے ایک نظر دیکھنے کا ذکر بھی احادیث میں ملتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا۔ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ



وَسَلَّمَ: "انْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أُخْرَى أَنْ يُودَعَ بَيْنَكُمَا" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "تم اسے دیکھ لو کہ یہ تم دونوں کے درمیان محبت پیدا کرنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔"

[سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء في النظر إلى المخطوبة، الحديث: ۱۰۸۷، ج ۲، ص ۳۲۶]

لیکن اس کے لیے لڑکا اور لڑکی کا ہوٹل بک کرنا اور کمرہ خاص میں اپنے اپنے خیالات شیر کرنا اور ایک ہی کار میں گھومنا اور کافی پینے کے بہانے لمبی لمبی سیٹنگ اور کئی کئی ماہ تک ایک ساتھ ڈنر میٹنگ اور کبھی ٹی سیٹنگ۔ اس طرح کی سیٹنگ اور میٹنگ کر کے ہوئے نفس کو پورا کرنے کی شریعت ہرگز اجازت نہیں دیتی۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-4-2016

## مسلم لڑکی کا غیر مسلم سے شادی کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 137

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسلم عورت کا غیر مسلم کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے۔ میری سسٹر نے ایک غیر مسلم کے ساتھ شادی کی ہے وہ جانتی بھی ہے کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر وہ ابھی تک اس کے ساتھ ہی رہتی ہے۔ اگر میں اپنے بچوں کو اس کے گھر لے کر جاؤں تو شاید وہ سمجھے کہ غیر مسلم سے شادی کرنا صحیح ہے اور ان کی تربیت غلط ہوگی لہذا اب ہمیں ان کی مختلف تقریبات میں ان کے گھر چاہیے یا ان سے قطع تعلق کرنا چاہیے۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مسلمان عورت کا نکاح مسلمان مرد کے سوا کسی دین والے سے نہیں ہو سکتا نہ عیسائی سے اور نہ ہی یہودی سے اگرچہ وہ اہل کتاب ہوں۔ اگر مسلم عورت نے کسی کافر سے نکاح کر لیا تو ایسا نکاح باطل اور حرام حرام جہنم میں لے جانے والا کام ہے اور زنائے خالص کا موجب ہے۔  
جیسا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا

(البقرة: 221)

اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔

اس آیت کریمہ میں عورت کے اولیاء کو خطاب ہے کہ تم اپنی عورتوں کو کافر کے نکاح میں مت دینا کہ مسلمان عورت کا نکاح مشرک و کافر کے ساتھ باطل و حرام ہے۔ کمافی تفسیر خزائن العرفان  
اے مسلم بہن! تو اس بات سے نہیں ڈرتی کہ تو نے صرف اپنے بیس سے تیس سال مزے میں گزارنے کے لیے کیسا بھیا نک قدم اٹھایا اور کس کافر سے منہ لگایا ہے۔ جب تو پندرہ سال سے زائد کی ہو جاؤ گی کہ جیسا ہی تیرا جمال ڈھلے گا ادھر اس کی وفا کا سورج بھی غروب ہو جائے گا۔ پھر یہ تمہیں ایسا رلائے گا کہ تجھے چھوڑ کر کسی اور سے رنگ رنگیلیاں منائے اور وفا کے وعدے نبھائے گا۔

اولاد ہوئی بھی تو وہ بھی ایسی نافرمان ہوگی کہ زندگی میں عذاب کے لیے کافی ہوگی۔ بڑھاپہ اولڈ ہوس میں گزرے گا یا ہوسپٹل میں۔ زندگی کی آخری آہوں کو کوئی سننے والا بھی نہ ہوگا۔ کیونکہ جب ہم خالق حقیقی سے وفاداری نہ کر سکتے تو یہ اولاد جس کی صرف ظاہری خلقت میں ماں کا کام ہے وہ کیسے وفادار ہوگی۔ میرے سامنے ایسے بیسیوں واقعات ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل کی حدوں کو توڑا اور اتنی جرات سے قرآن و اسلام سے منہ موڑا وہ ایسی بھیا نک بیماریوں میں مبتلا ہوئے کہ زمانے کے لیے عبرت بن گئے۔



اے مسلم بہن! تو نے کیسے غفور و رحیم رب کے فرمان کو ٹالا اور شریعت کے دائرے سے خود کا نکالا ہے۔ وہ رب کریم جس نے عورت پر رحم و کرم کرنے اور اس سے حسن سلوک سے پیش آنے کا بار بار قرآن میں حکم دیا۔ عورت پر آنے والی تینوں سٹچ میں اس کے حقوق کو بیان کیا۔ یعنی جب عورت بچپن میں تھی تو اسے قتل کرنے سے روکا۔ قتل تو کجا بلکہ اسے بوجھ سمجھنے سے منع کیا۔ بچی کی اچھی تربیت پر جنت کا وعدہ کیا اور جب یہ کسی کی بیوی بنی تو اس سے حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیا اور اس کے اپنے شوہر کو تنگ کرنے کے باوجود بھی رب کریم نے اسے گلے لگانے ساری زندگی اس کا وفادار رہنے کا ارشاد کیا۔ تیرا رب کریم فرماتا ہے۔

وَعَاثِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾

اور ان (یعنی اپنی بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو (کھلانے پہنانے میں بات چیت میں اور زوجیت کے امور میں) پھر (اے شوہرو!) اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں (یعنی وہ تمہارے ساتھ بد اخلاقی کریں جس کی وجہ سے تمہیں پسند نہ آئیں یا کسی اور وجہ سے) تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے۔ (النساء: 16)

اے عورتو! دیکھو تمہارا رب کریم کس طریقے سے شوہروں کے دل میں تمہاری اہمیت کو اجاگر کر رہا ہے کہ تمہاری بد خلقی کے باوجود بھی مردوں کو صبر کرنے اور تم سے وفادار رہنے، تم سے اچھا سلوک کرنے حکم استحبانی فرما رہا ہے۔

اور وہ بھی ایسے پیارے جملوں میں کہ شوہرو! قریب ہے کہ اللہ عز و جل نے تمہارے لیے اس بیوی میں خیر کثیر (کثیر بھلائی) رکھی ہو۔ لہذا تمہارا کام ہے صبر کے ساتھ انہیں گلے سے لگانا، ان کے روکھے لہجے کو بھی محبت کی تراوٹ سے بدلنا، یہ توڑیں تم ان سے جوڑنا یہ غلطی کریں تو تم انہیں معاف کرنا پھر دیکھنا کہ اللہ عز و جل کی خیر کثیر کس طرح پہنچتی ہے وہ نیک اور صالح اولاد کی شکل میں ہوگی جو تمہاری ساری مشقتیں دور کر دے گی۔

جب عورت پر آخری سٹچ آتی ہے یعنی بڑھاپہ کہ بڑھاپہ آنے پر جیسے ہی اپنے اور بیگانے دور ہٹنے لگے اسلام

عورت کا سہارا بننا ایسے وقت میں بھی اللہ عزوجل نے اولاد کو اس عورت کی خدمت کرنے اور ہر وقت اس کا فرمانبردار نوکر و غلام بن کر رہنے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ کبھی بھی ان کو اذیت دینے والا کام تو کجا بلکہ ایسا کوئی لفظ بھی نہ بولنا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَبِالْوَلَدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكَبَرَّ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ﴿٢٣﴾

اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے ہوں نہ کہنا (یعنی ایسا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالنا جس سے یہ سمجھا جائے کہ ان کی طرف سے طبیعت پر کچھ گرانی ہے) اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ (بنی اسرائیل: 23)

اے مسلم بہنو! دیکھو اللہ عزوجل کس طرح عورت کے حقوق کو بیان فرما رہا ہے اور اس نے ہر حالت میں مردوں کو تمہارا خدمتگار بنایا، ہر حالت میں تمہارے احترام کو ان پر لازم کیا، تمہیں شوہروں کی وراثت کا حقدار کیا اور اب تمہیں بھی یہ حق پہنچتا ہے کہ اس رب کریم کی ہر حالت میں فرمانبردار رہو اور اس کے فرامین کے مطابق زندگی گزارو۔ یہ تمہارے لیے دنیا میں بہتر اور آخرت میں بہتر سے بھی بہتر ہے۔

اگر مسئول عنہا عورت سمجھانے پر سمجھ جائے اور اس غیر مسلم سے ہر طرح کا رشتہ و نااطہ توڑ لے تو فیہا اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے گا جو دوسرے بہن بھائیوں سے کیا جاتا ہے۔ اور اگر سمجھانے پر بھی نہ سمجھے تو اس سے ہر قسم کی قطع تعلقی ضروری ہے۔ جیسا کہ ایسی عورت کے بارے میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا تو آپ نے فرمایا۔ زید اور شخص ثالث اور وہ عورت تینوں میں سے جو شخص ان احکام کی تعمیل نہ کرے مسلمان اسے اپنی صحبت سے نکال دیں اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کریں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَأَمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٤﴾



(انعام: 68)

(فتاویٰ رضویہ ج 11 ص 316)

جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date 8-6-2017

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے

## منگنی کے متعلق فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 138

- سوال 1: حنفی فقہ میں منگنی کا حکم کیا ہے اور اس موقع پر انگوٹھیوں وغیرہ کا تبادلہ کرنا جائز ہے؟
- سوال 2: کیا ایسی کوئی روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منگنی ہوئی تو جنت سے انگوٹھیوں کے تحائف آئے تھے۔ یہ کہانی مجھے میرے دادی نے بتائی تھی۔ اور کوئی کتاب مجھے ایسی بتائے جو شادی وغیرہ کے مسائل پر لکھی گئی ہو۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

- [1] منگنی دراصل نکاح کا وعدہ ہے۔ اگر یہ رسم شرعی تقاضوں کے مطابق کی جائے تو جائز ہے اور اس میں لڑکے والوں کا لڑکی کے لیے سونے کی انگوٹھی یا دیگر تحائف یا لڑکی والوں کا لڑکے کے لیے کپڑے یا چاندی کی انگوٹھی وہ بھی ایک نگینہ والی اور ساڑھے چار ماشہ سے کم دینا جائز ہے مگر ضروری نہیں۔ اس میں بھی یہ ضروری ہے کہ لڑکا خود لڑکی کو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی وغیرہ نہ پہنائے۔ کیونکہ منگنی سے وہ میاں بیوی نہیں بن جاتے بلکہ ان کا آپس میں شرعی پردہ کرنا ضروری ہے۔

اگر نکاح میں منگنی نہ بھی ہو جب بھی کوئی حرج نہیں۔ لوگوں نے اسے نکاح کا ایک حصہ بنا دیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے نہ یہ نکاح کا حصہ ہے اور نہ ہی نکاح کے لیے ضروری۔ مروجہ منگنی کی رسم سب سے پہلے ہندوستان میں ہی شروع ہوئی اور ہندوؤں سے ہی مسلمانوں میں آئی۔ کما قال المفتی احمد یار خان فی کتابہ اسلامی زندگی۔

آج کل دیکھا یہ گیا ہے منگنی جیسی رسم بہت سی غیر شرعی رسموں کا مجموعہ ہے۔ مثلاً میوزک بجانا، لڑکوں لڑکیوں کا بے پردہ ایک گھر میں جمع ہونا، آپس میں ہنسی مذاق کرنا یہ سب کچھ حرام ہے اور اس میں لڑکے کو سونے کی انگوٹھی پہنائی جاتی ہے حالانکہ مرد پر سونا پہننا حرام ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ حَرِيرًا فَجَعَلَهُ فِي يَمِينِهِ، وَأَخَذَ ذَهَبًا فَجَعَلَهُ فِي شِمَالِهِ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّ هَذَيْنِ حَرَامٌ عَلَى ذُكُورِ أُمَّتِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ نے دہنے ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا پھر یہ فرمایا کہ "یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔"

[سنن أبی داود کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، الحدیث: ۴۰۵۷، ج ۳، ص ۷۱]

اور سونے کی انگوٹھی مرد کو پہنانا بھی گناہ کیونکہ یہ گناہ پر مدد کرنا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ وَلَا تَعَاوُنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

[2] مولا مشکل کشا حضرت علی شیر خدا اور حضرت فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہما کی منگنی کی رسم پر جنت سے تحائف وغیرہ کا آنا یہ سب من گھڑت ہے۔ ہاں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نکاح کے بعد رخصت ہو کر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کا شانہ اقدس میں تشریف لے آئیں تو شب زفاف جنت سے طعام اور دیگر تحائف کے آنے کی روایات ملتی ہیں مگر وہ بھی بہت ضعیف ہیں۔ معاملات نکاح پر سنی علماء کی بہت سے کتابیں موجود ہیں۔ آپ بہار شریعت کا ساتواں حصہ یا قانون شریعت یا سنی بہشتی زیور خریدان میں موجود باب الزکاح پڑھیں۔ قانون



شریعت انگلش میں بھی دستیاب ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ہذا ہوا الجواب والمجیب مثاب

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

شمس الہدیٰ عفی عنہ

Date: 8-6-2017

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## اگر بیوی کو [Veganism's] کی بیماری ہو تو مرد کیا کرے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 139

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری زوجہ مجھے ہمبستری نہیں کرنے دیتی وہ کہتی ہے کہ اسے [Veganism's] کی بیماری ہے جس میں عورت سے ہمبستری کرنا ناممکن یا عورت کے لیے کافی تکلیف دے ہوتا ہے۔ میں اس کو طلاق دے کر دونوں فیملیوں کو توڑنا بھی نہیں چاہتا اور مرد ہونے کے ناطے میں بہت سی ڈزائزز ہیں۔ اگر اس کے علاوہ کسی جگہ خواہش نفس پوری کروں تو حرام ہے۔ میری بیوی کہتی ہے کہ مجھے چھوڑ دو اور کسی اور سے شادی کرلو۔ مفتی صاحب اب میں کیا کروں؟

سائل: عبداللہ فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اس بیماری کا علاج کروایا جائے کیونکہ [Veganism's] ایک نفسیاتی بیماری ہے اور اتنی عام نہیں اور اس کا علاج بھی ممکن ہے۔ اس علاج میں عورت کا ڈر اور خوف ختم کیا جاتا ہے۔ ایک بہت بڑے ڈاکٹر کے بقول اس کے پاس اس بیماری میں مبتلا ایک ایسا جوڑا بھی آیا کہ جو سات سال سے آپس میں وطی نہ کر سکے تھا۔

اگر علاج کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو اور اسلام میں پہلی بیوی کو رکھتے ہوئے آپ کا دوسری شادی کرنا بھی جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن میں ہے کہ **فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّا مَلَئَتْ وَلَثَّ وَرُبَعٌ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوْحَدَةً**: نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں [پسند آئیں] دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔ [سورۃ النساء: 3]

دوسری شادی پہلی بیوی کی اجازت سے ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ اور پہلی بیوی کو بلا کراہت طلاق دینا بھی جائز ہے۔ کیونکہ مقصد نکاح پورا نہیں ہو رہا اور یہ ایک وجہ ہے۔ لہذا یہ طلاق بلا وجہ نہیں ہے۔ بہار شریعت میں ہے کہ طلاق دینا جائز ہے مگر بے وجہ شرعی ممنوع [منع] ہے اور وجہ شرعی ہو تو مباح [جائز ہے]

[بہار شریعت ج 2 حصہ 8 ص 110]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-4-2016

## غیر سید کا سیدہ سے شادی کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 140

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سیدہ لڑکی کسی غیر سید شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔ جواب تفصیلاً ارشاد فرمائیے۔ اور کیا اس کا الٹ کرنا (یعنی سید لڑکے کا کسی غیر سیدہ سے شادی کرنا) جائز ہے۔

سائل: طلحہ فرام انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَّ النَّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر سیدہ لڑکی کا نکاح غیر سید لڑکے سے سیدہ کے ولی یعنی والد کی اجازت سے ہو یا والد کے نہ ہونے کی صورت میں دادا کی اجازت سے ہو تو یہ نکاح بالکل درست ہے۔ اگرچہ غیر سید لڑکا سیدہ لڑکی کا کفو نہیں مگر کفایت ولی کا حق ہے لہذا جب ولی خود غیر کفو خاندان میں اپنی لڑکی کا نکاح کرنے پر راضی ہے تو ایسے نکاح میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ "وَالْكَفَاءُ هِيَ حَقُّ الْوَلِيِّ لَا حَقُّهَا" (الدر المختار ج 3 ص 93)

اور اگر ولی کی اجازت کے بغیر سیدہ لڑکی نے اپنا نکاح کسی غیر سید شخص سے کیا مگر وہ سنی صحیح العقیدہ عالم باعمل ہے تو یہ نکاح بھی درست اور شرعاً جائز و منعقد ہے کیونکہ عالم لڑکا سیدہ لڑکی کا کفو ہے کہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے۔ جیسا کہ اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

"نعم اذا كان ديننا متدينا لان فضل العلم فوق فضل النسب" ہاں، جب عجمی عالم دیندار عامل ہو، کیونکہ علم کی فضیلت نسب کی فضیلت سے فائق ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ۔ اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ (المجادلہ: 11)

وقال اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے۔ (الزمر: 9)

فی وجیز الامام الکردری، "العجمی العالم کفو للعربی الجاہل لان شرف العلم اقوی وارفع، وکذا العالم الفقیر لغنی الجاہل، وکذا العالم الذی لیس بقرشی کفو للجاہل القرشی والعلوی"

امام کردری کی وجہ میں ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی کا کفو ہوگا کیونکہ علمی شرافت اقویٰ و ارفع ہے، اور یوں ہی عالم فقیر ہو تو وہ جاہل غنی کا کفو ہوگا اور یوں ہی غیر قرشی عالم جاہل علوی اور جاہل قرشی کا کفو بنے گا۔

(وجیز الامام الکردی علی هامش فتاویٰ ہندیہ الخامس فی الکفاءۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۱۱۶)

وفي الفتح والنهر وغيرهما عن جامع الامام قاضي خان العالم العجمي يكون كفوا لجاهل العربي والعلوية لان شرف العلم فوق شرف النسب "فتح اور نہر وغیرہا میں جامع الامام قاضی خان سے منقول ہے کہ عجمی عالم، جاہل عربی اور جاہل علوی کا کفو ہے کیونکہ علمی شرافت نسبی پر غالب ہے۔

(فتح القدیر فصل فی الکفاءۃ نوریدہ رضویہ سکھر ۳/۱۹۰)

"وفي النهر والدر جزم به البزازی وارتضاہ الکمال وغیرہ والوجه فیہ ظاہر "نہر اور در میں ہے کہ بزازی نے اس پر جزم کیا ہے اور کمال وغیرہ نے اس کو پسند فرمایا ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے۔

(در مختار باب الکفاءۃ مطبع مجتہانی دہلی ۱/۱۹۸)

وفي ردالمحتار عن الخیر الرملي عن مجمع الفتاوى عن المحيط العالم يكون كفو اللعلوية لان شرف الحسب اقوى اور ردالمحتار میں خیر الدین رملی سے انھوں نے مجمع الفتاویٰ سے نقل کیا کہ محیط میں ہے کہ عالم، علوی لڑکی کا کفو ہے کیونکہ عہدہ کی شرافت اقویٰ ہے۔

(ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۳) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۷۱۴)

اور عالم کا سنی صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ کسی انتہائی حقیر قوم سے نہ ہونا بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اسی فتوے میں فرماتے ہیں۔

قلت وانما قید نابکونه دینا متدینا لانه هو العالم حقیقة واما اصحاب الضلال فشر من الجهال فان الجهل المركب اشنع واخنع وصاحبه في الدارين احقر واوضح، صغارهم كالانعام بل هم اضل وکبارهم کالکلاب لابل اذل "قلت (میں کہتا ہوں) ہم عالم کو



دین کا عالم اور دین دار عالم سے مقید کریں گے کیونکہ حقیقت عالم یہی ہے جبکہ گمراہ علماء تو جاہلوں سے بدتر ہیں کیونکہ جاہل مرکب، انتہائی برا، رسوا، اور دونوں جہاں میں وہ حقیر اور ذلیل ہیں، ان کے چھوٹے چوپایوں کی طرح بلکہ اس سے بھی گئے گزرے، اور ان کے بڑے، کتے بلکہ ذلیل ترین ہیں۔

ثم اقول يجب التقييد ايضا بما اذا لم يكن من المتناهين في الدنائة المعروفين بها كالحائك و الدباغ و الخصاف و الحلاق و نظرائهم، فان المدار على وجود العار في عرف الامصار كما صرح به العلماء الكبار. قال المحقق على الاطلاق في فتح القدير الموجب هو استنقاص اهل العرف فيدور معه"

ثم اقول (میں پھر کہتا ہوں کہ) وہ عالم اس قید سے بھی مقید ہونا ضروری ہے کہ وہ انتہائی حقیر اور مشہور کمتر نہ ہو، جیسا کہ جولابا، نائی، موچی، چڑا رنگنے والا اور ان کی مثل نہ ہو کیونکہ دار و مدار اس بات پر ہے کہ علاقے کے عرف میں وہ حقیر شمار نہ ہو، جیسا کہ اکابر علماء نے تصریح فرمائی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدير میں فرمایا کہ اہل عرف کا ناقص سمجھنا سبب ہے لہذا حکم کا دار و مدار اس پر ہی ہوگا۔

(فتح القدير فصل في الكفاءة نورية رضويه سکہ ۹۳/۳) (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۷۱۶)

سید لڑکے کا کسی غیر سیدہ لڑکی سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ بالغ اپنا خود نکاح کرنا چاہے تو غیر کفو عورت سے کر سکتا ہے کہ عورت کی جانب سے اس صورت میں کفایت معتبر نہیں۔

(بہار شریعت ج ۲ حصہ ۷ ص ۵۳)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-12-2017

## اگر کافر میاں بیوی مسلمان ہوں تو ان کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 141

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کافر میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو پھر ان کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں اور اگر شوہر مسلمان ہو جائے اور اس کی بیوی کافرہ ہی ہو تو کیا اس شوہر کو وہ بیوی چھوڑنی ہوگی؟  
سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر میاں بیوی دونوں مسلمان ہوئے تو وہی نکاح سابق باقی ہے جدید نکاح کی حاجت نہیں اور اگر صرف مرد مسلمان ہو تو عورت پر اسلام پیش کریں، اگر مسلمان ہوگئی تو وہ اس کی بیوی رہے گی اگر مسلمان نہ ہوئی تو قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔ یہ ہیں اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد پر اسلام پیش کریں، اگر تین حیض آنے سے پہلے شوہر مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی ہے، ورنہ تین حیض کے بعد عورت جس مسلمان سے چاہے نکاح کر لے۔ جیسا کہ قدوری میں ہے۔

"وَإِذَا أَسْلَمَتِ الْمَرْأَةُ وَزَوْجُهَا كَافِرٌ عَرَضَ عَلَيْهِ الْقَاضِي الْإِسْلَامَ فَإِنْ أَسْلَمَ فَهِيَ أَمْرَأَتُهُ وَإِنْ أَبَى فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَإِنْ أَسْلَمَ الزَّوْجُ وَتَحْتَهُ مَجْبُوسِيَّةٌ عَرَضَ عَلَيْهَا الْإِسْلَامَ فَإِنْ أَسْلَمَتْ فَهِيَ أَمْرَأَتُهُ وَإِنْ أَبَتْ فَفَرَّقَ الْقَاضِي بَيْنَهُمَا"

اگر بیوی مسلمان ہوئی اور مرد کافر تھا تو مرد پر اسلام پیش کریں اگر اس نے قبول کر لیا تو وہ اس کی بیوی رہے گی اور اگر مرد نے انکار کیا تو قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا اگر صرف مرد مسلمان ہوا اور عورت مجبوسیہ ہے تو عورت پر



اسلام پیش کریں، اگر مسلمان ہوگئی تو وہ اس کی بیوی ہی رہے گی اگر مسلمان نہ ہوئی تو قاضی ان کے درمیان تفریق کر دے گا۔  
(مختصر القدوری کتاب النکاح ص 589)

ایسا ہی بہار شریعت میں ہے۔

اگر صرف مرد مسلمان ہو تو عورت پر اسلام پیش کریں، اگر مسلمان ہوگئی فہماور نہ تفریق کر دیں۔ یہ ہیں اگر عورت پہلے مسلمان ہوئی تو مرد پر اسلام پیش کریں، اگر تین حیض آنے سے پہلے مسلمان ہو گیا تو نکاح باقی ہے، ورنہ بعد میں جس سے چاہے نکاح کر لے کوئی اسے منع نہیں کر سکتا۔  
(بہار شریعت ج 2 حصہ 7 ص 32)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017

## امریکہ اور انگلینڈ میں کی جانے والی شادی معتبر ہے یا نہیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 142

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا امریکہ یا یو کے جیسے ممالک میں کورٹس میں کی جانے والی شادی یا طلاق معتبر ہوگی یا ہمیں علیحدہ سے اسلامک شادی یا اسلامک طلاق یعنی پڑے گی اور اگر کورٹ کی طلاق کا کیا حکم ہے؟  
سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کسی اسلامک کنٹری (Country) کا کورٹ ہو یا انگلینڈ کا، شرعی طریقہ کے مطابق کی جانی والی شادی یا

طلاق معتبر (Valid) ہوگی۔ یعنی اگر دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں بالغ مرد بالغہ عورت کے ساتھ نکاح کا ایجاب و قبول کرتا ہے تو نکاح ہو جائے گا بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔ اور اسی طرح جب کوئی بالغ مرد اپنی بیوی کو طلاق دے تو طلاق ہو جائے گی اگرچہ وہ پاکستان میں طلاق دے یا انگلینڈ کے کورٹ میں جا کر طلاق دے۔ لیکن طلاق کے واقع ہونے کے لیے شوہر کا اپنی بیوی کو طلاق دینا ضروری ہے اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق نہ دے کورٹ کی طلاق طلاق نہیں اگرچہ وہ پاکستان کا کورٹ ہو یا انگلینڈ کا۔ کیونکہ اللہ عزوجل نے طلاق دینے کا کنٹرول صرف شوہر کو دیا ہے۔ جیسے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

بِيَدِهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ ط

شوہر کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

اور حدیث میں ہے "إِنَّمَا الطَّلَاقُ لِمَنْ أَخَذَ بِالسَّاقِ" طلاق تو اسی کا حق ہے جو عورت کی پنڈلی پکڑے (جو اس سے صحبت کرتا ہے) یعنی طلاق کا اختیار صرف شوہر کو ہے۔ (سنن ابن ماجہ باب الطلاق رقم 2081 ص ۱۵۲)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ اگر زید کی بیوی ہندہ نے گواہ پیش کر کے کچہری سے طلاق لے لی ہو تو کیا دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ اگر زید نے واقع میں طلاق نہ دی تھی ہندہ نے جھوٹے گواہ پیش کر کے ڈگری لے لی یا طلاق رجعی دی تھی اور ختم عدت سے پہلے زید نے رجعت کر لی تو ہندہ کو دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اگر کرے گی زنا ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ ج 12 ص 476)

معلوم ہوا کہ اگر شوہر نے طلاق نہ دی ہو تو کچہری یا کورٹ کی طلاق کوئی معنی نہیں رکھتی۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-10-2017



## قرآن کی آیت کا صحیح مفہوم و معنی

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 143

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ نور میں اللہ عزوجل نے فرمایا کہ متقی عورتیں متقیوں کے لیے ہیں اور متقی مرد متقی عورتوں کے لیے ہیں۔ حالانکہ فرعون متقی نہ تھا مگر اس کی بیوی متقیہ تھی اور ای طرح کچھ انبیاء کرام کی بیویاں متقی نہ تھیں جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کہ وہ کافرہ تھی۔ ایسا کیونکر تھا۔  
سائل: زاہد فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

آپ نے قرآن کی اس آیت کریمہ کے مفہوم و معنی کو صحیح سمجھا نہیں بلکہ اس کا مفہوم و معنی کچھ اور ہے۔

اولاً:

یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب منافقین نے سیدۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی۔ اللہ عزوجل خبیث منافقوں کی بات کو خبیث (برا) قرار دیا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کو بیان کرنے کے لیے کئی آیات کو نازل فرمایا ان میں سے یہ آیت بھی ہے۔

الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ لِلْخَبِيثَاتِ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ

خبیث باتیں (تہمت لگانا) خبیث منافقوں کے اور خبیث منافق خبیث باتوں کے لائق ہیں اور ستھری باتیں

ستھروں کے لئے اور ستھرے لوگ ستھری باتوں کے لائق ہیں۔ (النور: 26)

جیسا کہ امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں۔

اعْلَمْ أَنَّ الْخَبِيثَاتِ يَقَعُ عَلَى الْكَلِمَاتِ الَّتِي هِيَ الْقَذْفُ الْوَاقِعُ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ فَإِنْ حَمَلَتْهَا  
عَلَى الْقَذْفِ الْوَاقِعِ مِنْ أَهْلِ الْإِفْكِ كَانَ الْمَعْنَى الْخَبِيثَاتُ مِنْ قَوْلِ أَهْلِ الْإِفْكِ لِلْخَبِيثَاتِ  
مِنَ الرِّجَالِ، وَبِالْعَكْسِ وَالطَّبِيبَاتُ مِنْ قَوْلِ مُنْكَرِي الْإِفْكِ لِلطَّبِيبِينَ مِنَ الرِّجَالِ

وبالعكس" (تفسیر کبیر ج 23 ص 355)

ثانیاً:

اگر خبیثات و طیبات سے مراد عورتیں اور خبیثوں اور طیبوں سے مراد مرد بھی ہوں جیسا کہ ایک تفسیر یہ بھی ہے  
تو بھی اس آیت کی وہ مراد نہیں جو سوال میں بیان کی گئی کیونکہ یہاں خبیث سے مراد صرف زنا ہے نہ کہ خبیث باطنی کفر و گناہ  
اور طیب چیز سے مراد پارسائی و پاک دامن ہونا ہے نہ کہ ایمان و تقویٰ لہذا اب اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ زنا کرنے  
والے زانیوں کے اور زنا کرنے والے زنا کرنے والیوں کے لائق ہیں اور پاک دامن عورتیں پاک دامن مردوں اور  
پاک دامن مرد پاک دامن عورتوں کے لائق ہیں۔ جیسا کہ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔

وَإِنْ حَمَلْنَاهُ حَمَلْنَاهُ عَلَى الزَّوَانِي فَالْمَعْنَى الْخَبِيثَاتُ مِنَ النِّسَاءِ لِلْخَبِيثِينَ مِنَ الرِّجَالِ  
وَبِالْعَكْسِ" (تفسیر کبیر ج 23 ص 355)

لہذا پاک دامن عورت ہونے کے لیے اس کا ایمان و تقویٰ والی ہونا ضروری نہیں بلکہ پارسا ہونا ضروری ہے  
اور یہ حق ہے کہ تمام انبیاء کرام کی تمام بیویاں پاک دامن تھیں حتیٰ کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی۔  
اگر آیت کا یہی مفہوم ہے کہ متقی عورتیں متقی مردوں کے لیے حلال ہیں اور متقی مرد متقی عورتوں کے لیے تو  
مسلمانوں کے لیے اللہ عز و جل نے یہود و نصاریٰ یعنی اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا کیوں حلال قرار دیا یہ نکاح تو  
حرام ہونا چاہیے تھا کہ مسلمان ایمان کی وجہ سے صاحب تقویٰ ہے اور عیسائی عورت یا یہودن متقیہ تو کجا ایمان والی بھی نہیں  
بلکہ کافرہ خالصہ ہے۔ جبکہ ایسا نہیں بلکہ قرآن نے کتابی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا جیسا کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔



وَالْمُحَصَّنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ: ان کی پار ساعورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب

(المائدہ: 5)

ملی تمہارے لیے حلال ہیں۔

ثالث:

اگر آیت کا یہی معنی ہو کہ متقی مرد تقویٰ والیوں کے لائق ہے تو اس آیت سے ہماری شریعت کا ایک مسئلہ ثابت ہوتا ہے کہ طہیبات یعنی تقویٰ والی عورتوں کا کفو متقی ہی ہے اور گناہگار و غیر متقیہ عورتوں کا کفو غیر متقی بھی بن سکتا ہے اور یہ حکم ہماری شریعت کا ہے نہ کہ شرائع سابقہ کا لہذا ہم یہ اعتراض نہیں کر سکتے کہ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا کا کفو فرعون کیسے ہوا اور حضرت لوط علیہ السلام کا نکاح کافرہ عورت سے کیونکر ہوا کیونکہ یہ دونوں معاملات سابقہ شرائع میں پیش آئے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

الجواب صحیح

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

شمس الہدیٰ عفی عنہ

Date: 21-10-2016

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## منیچ خاوند اور بیوی کا پبلک میں ہاتھ پکڑنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 144

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا خاوند اور بیوی ایک دوسرے کا پبلک میں ہاتھ پکڑ سکتے ہیں؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

پبلک میں شوہر اگر بیوی کا ہاتھ کسی وجہ سے پکڑتا ہے مثلاً اسے سہارا دینے کے لیے جیسے بس وغیرہ پر چڑھانے

اور پھسلنے سے بچانے کے لیے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر ایسی کوئی وجہ نہیں تو میاں بیوی کو سرعام پبلک میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑنے سے احتراز کرنا چاہیے کہ اسلام نے حیا کو بڑی اہمیت دی ہے اور دوسرا اسے مسلم معاشرے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا کہ ایک شوہر اپنے بیوی کا پبلک میں ہاتھ پکڑے اور جسے مسلمان قبیح (برا) سمجھیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی قبیح ہے۔

"عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَا رَأَى الْمُؤْمِنُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ، وَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ قَبِيحًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ قَبِيحٌ"

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسے مومن اچھا سمجھیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جسے مسلمان برا جانیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی برا ہے۔

(موطا امام محمد باب قیام شہر رمضان وما فیہ من الفضل ج 1 ص 91 رقم 241)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

الجواب صحیح

ابن الحسن بن قاسم ضنی القادری

شمس الہدیٰ غفی عنہ

Date: 3-12-2017

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے

## اپنی بیوی کے ساتھ Sex Anal کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 145

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنی بیوی کے ساتھ Anal

سائل: عمان فرام انگلینڈ

Sex کرنا جائز ہے؟



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّورَ وَالصَّوَابَ

عورت کی (Back) میں وطی (Intercourse) کرنا (Anal sex) کہلاتا ہے اور یہ حرام قطعی ہے کہ اس کا مرتکب فاسق و فاجر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حالت حیض میں فرج یعنی عورت کے آگے والے مقام سے منع فرمانے کے بعد فرمایا۔

فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ يُمْرُجُ بَاطِنًا يَوْمَ يُنْفَخُ الْأَشْجَارُ وَأَنْتُمْ فِيهَا كَالْعِجَالِ الْبَاهِيَةِ  
سے تمہیں اللہ نے حکم دیا۔ [سورة البقرة: ۲۲۲]

یعنی عورتوں کے اس مقام میں دخول کرو جہاں سے تمہیں اللہ عزوجل نے حکم دیا وہ فرج ہے۔

حدیث مبارکہ میں آیا کہ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ "مَنْ أَتَى حَائِضًا أَوْ أَمْرَأَةً فِي دُبْرِهَا أَوْ كَاهِنًا، فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ" صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حیض والی عورت سے جماع کرے یا عورت کے پچھلے مقام میں جماع کرے یا کاہن (نجومی وغیرہ) کے پاس جائے تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہوئی شریعت کے ساتھ کفر کیا۔ (سنن الترمذی، أبواب الطهارة، باب ما جاء في كراهية اتیان، الحديث: ۱۳۵، ج ۱، ص ۱۸۵)

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اگر ان کاموں کو حلال جان کر کیا تو وہ یقیناً کافر ہو گیا کیونکہ اللہ عزوجل کے حرام کو حلال جاننا کفر ہے اور اگر ان کاموں کو حرام مانتے ہوئے کر لیا تو سخت گنہگار ہوا اور مسلمان ہوتے ہوئے کفر کا کام کیا۔ {جہنم کے خطرات ص ۱۲۲}

جوہرہ میں ہے کہ وَأَمَّا الْوُطْءُ فِي الدُّبْرِ فَحَرَامٌ فِي حَالَةِ الْحَيْضِ وَالطُّهْرِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى {فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ} أَيْ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ بِتَجَنُّبِهِ فِي الْحَيْضِ وَهُوَ الْفَرْجُ {وَقَالَ عَلَيْهِ

السَّلَامُ إِنِّي أُنَبِّئُ النِّسَاءَ فِي أَتْجَازِهِنَّ حَرَامٌ { عورت کی Back میں جماع کرنا حالت حیض اور طہر دونوں میں حرام کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی عورتوں کے پاس وہاں سے آو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا یعنی جہاں سے حالت حیض میں منع کرنے کے بعد حکم دیا ہے اور وہ فرج ہے۔  
{ جوہرۃ نبیہ ج 1 ص 86 }

بدائع الصنائع میں اسے لوطیت صغریٰ کہا گیا۔

وَلَا يَحِلُّ إِنِّي أُنَبِّئُ الزَّوْجَةَ فِي دُبُرِهَا... وَعَلَى ذَلِكَ جَاءَتْ الْأَثَارُ مِنَ الصَّحَابَةِ الْكِرَامِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَنَّهَا سُمِّيَتْ اللَّوْطِيَّةَ الصُّغْرَى "  
{ بدائع الصنائع، ج ۵ ص ۳۵۰ }

مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ عورت کی دبر میں وطی کرنا تمام دینوں میں حرام ہے اسلام میں حرام قطعی ہے کہ اس کا منکر { یعنی اسے حلال جاننے والا } کافر ہے اس کا مرتکب فاسق و فاجر۔  
{ مراۃ المناجیح ج ۵ ص ۱۰۳ }  
مزید یہ کہ حدیث مبارکہ میں اس فعل شنیع سے سختی سے منع کیا گیا۔

عَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي أَدْبَارِهِنَّ"

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا ہے۔ تم لوگ عورتوں سے اُن کے پیچھے کے مقام میں جماع نہ کرو۔

{ مسند ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النہی عن اتیان النساء الحدیث ۱۹۲۴، ج ۲، ص ۳۵۰ }

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 3-4-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے



## بیوی سے (Masturbation) کروانا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 146

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شوہر کا اپنی بیوی سے مشت زنی کروانا جائز ہے؟  
سائل: حسین فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اپنی بیوی کے ہاتھ سے خود پر غسل واجب کروانا یعنی Masturbation کروانا جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ ایسے فعل سے بچنا چاہیے۔ ایسا ہی درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

"وَلَوْ مَكَنَ امْرَأَتُهُ أَوْ أَمَتُهُ مِنَ الْعَبَثِ بِذِكْرِهِ فَأَنْزَلَ كُرْهًا وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ (قَوْلُهُ كُرْهًا) الظَّاهِرُ أَنَّهَا كَرَاهَةُ تَنْزِيهِهِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ بِمَنْزِلَةِ مَا لَوْ أَنْزَلَ بِتَفْخِيذٍ أَوْ تَبْطِئِينَ تَأْمَلُ فِي الْبِعْرَاجِ يَجُوزُ أَنْ يَسْتَنْبِي بِبَيْدَرٍ وَجْتِهِ أَوْ خَادِمَتِهِ (قَوْلُهُ وَلَا شَيْءَ عَلَيْهِ) أَيْ مِنْ حَدِّ وَتَعْزِيرٍ، وَكَذَا مِنْ إِثْمٍ عَلَى مَا قُلْنَا"

درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو اپنے آلہ تناسل سے چھیڑ چھاڑ کرنے کی اجازت دیتا ہے اور اس سے اس کو انزال ہو جاتا ہے تو یہ مکروہ تنزیہی ہے یہ ایسے ہی جیسے کہ اس کی ران یا پیٹ پر جماع کیا اور معراج میں ہے کہ اگر کوئی اپنی زوجہ یا لونڈی کے ہاتھ سے مشت زنی کروائے تو جائز ہے۔ اور اس شخص پر نہ کچھ حد، اور نہ ہی گناہ و تعذیر۔  
{درمختار مع ردالمحتار رفرع الاستمنا، ج ۱۵ ص ۷۵}

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-4-2016

## پیدائش میں آسانی کا وظیفہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 147

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بچہ کو جنم دیتے وقت نعت سننا جائز ہے اور کوئی ایسا وظیفہ بھی بتا دیا جائے کہ بچہ کو جنم دیتے ہوئے کم تکلیف ہو اور بچہ آسانی سے پیدا ہو؟

سائلہ: سائرہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اس دوران نعت سننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ آیت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذَا السَّمَاءُ اُنْشَقَّتْ ۝ وَاِذْ اَنْتَ لِرَبِّهَا وَحُفَّتْ ۝ وَاِذَا الْاَرْضُ

مُدَّتْ ۝ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝ (پ 3، الانشقاق: 1-4)

ایک پرچے پر لکھ کر کپڑے میں لپیٹ کر عورت کی بائیں ران میں باندھیں یا سات مرتبہ پانی پر پڑھ کر پلائیں اور دونوں عمل بھی کر سکتے ہیں اس سے بچہ آسانی کے ساتھ پیدا ہوگا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-4-2016



## چھپ کرنا نکاح کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 148

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ منگنی ہونے کے بعد کیا چھپ کر نکاح کرنے سے نکاح ہو جائے گا یعنی ابھی ہر ایک کو نہ بتایا جائے چھپ کر نکاح کر لیا جائے پھر جب گھر والے شادی کی ڈیٹ معین کریں گے تب سب کو بلا کر برات و ویسے کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لیا جائے؟ سائل: احمد اور عثمان فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

دولہا اور دلہن کا کسی اور کو بتائے بغیر دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کرنے سے نکاح ہو جائے گا اور ایک نکاح کے بعد اسی عورت سے پھر اعلانیہ نکاح کرنا بھی جائز ہے۔ اور آج کل جو حالات ہیں کہ منگنی کے بعد لڑکے اور لڑکی کے درمیان پردہ ختم ہو جاتا ہے وہ لڑکی کو مختلف پارٹیز میں لے کر جاتا ہے اور ان کے درمیان ملاقاتوں کا طویل سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور دونوں بہت سے گناہوں کا مرتکب ہوتے ہیں لہذا ان حالات کے پیش نظر بہتر یہ ہے کہ منگنی کے ساتھ ہی دو گواہوں کی موجودگی میں نکاح کروادیا جائے۔ بعد میں مقررہ ڈیٹ پر فضول خرچی سے بچتے ہوئے شادی کا سلسلہ کر لیا جائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-7-2016

## حالتِ حیض میں شوہر اور بیوی کو سافریکل انٹرکشن کر سکتے ہیں؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 149

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیض کے دوران میاں اور بیوی کے دوران کوئی پابندیاں ہیں اور وہ کون کون سا فزیکل انٹرکشن قائم کر سکتے ہیں؟  
سائلہ: ماریہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

حیض کی حالت میں ہم بستری یعنی جماع حرام ہے۔ ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کر لیا تو سخت گنہگار ہوا اس پر توبہ فرض ہے اور قبول توبہ کے لیے کچھ نہ کچھ صدقہ کرے۔ حیض کی حالت میں ناف سے گھٹنے تک عورت کے ننگے بدن کو مرد کا اپنے کسی عضو سے شہوت اور بلا شہوت کسی طرح بھی چھونا جائز نہیں اور اگر کوئی ایسا کپڑا وغیرہ حائل ہو کہ بدن کی گرمی محسوس نہ ہوگی تو چھونے میں حرج نہیں۔ ناف سے اوپر اور گھٹنے سے نیچے چھونے یا کسی طرح کا نفع لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یونہی بوس و کنار بھی جائز ہے۔ اپنے ساتھ کھلانا یا ایک جگہ سونا جائز ہے بلکہ اس وجہ سے ساتھ نہ سونا مکروہ ہے۔ اس حالت میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے۔

حیض والیوں سے جماع حرام ہے جیسا کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ قُلْ هُوَ آذَىٰ ۖ فَاَعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ ۖ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ۔

اے محبوب! تم سے حیض کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں تم فرما دو وہ گندی چیز ہے تو حیض میں عورتوں

سے بچو اور ان سے قربت نہ کرو جب تک پاک نہ ہو لیں۔

[البقرة: ۲۲۲]



حالت حیض میں جماع جائز جاننا کفر ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ ایسی حالت میں جماع جائز جاننا کفر ہے اور حرام سمجھ کر کر لیا تو سخت گنہگار ہو اس پر توبہ فرض ہے اور آمد کے زمانہ میں کیا تو ایک دینار اور قریب ختم کے کیا تو نصف دینار خیرات کرنا مستحب۔

[بہار شریعت ج ۱ حصہ ۲ ص ۳۸۲]

حیض کے دوران مرد کا عورت کے ناف سے گھٹنوں تک ننگے بدن کو چھونا ناجائز ہے جیسا کہ درمختار مع ردالمحتار میں ہے کہ "وَقُرْبَانُ مَا تَحْتَ إِزَارٍ يَعْنِي مَا بَيْنَ سُرَّةٍ وَرُكْبَةٍ وَلَوْ بِلَا شَهْوَةٍ وَحَلَّ مَا عَدَاهُ مُطْلَقًا فَيَجُوزُ إِلَّا سَتَمَتَاعٌ بِالسُّرَّةِ وَمَا فَوْقَهَا وَالرُّكْبَةِ وَمَا تَحْتَهَا وَلَوْ بِلَا حَائِلٍ"

عورت کے ناف سے گھٹنوں تک ننگے بدن کو چھونا ناجائز ہے اگرچہ بلا شہوت ہو اور ناف اور ناف کے اوپر اور گھٹنوں سے نیچے پورے بدن سے استمتاع یا چھونا جائز ہے اگرچہ درمیان میں کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔

[الدرا المختار "و" ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشىء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة ج ۱، ص ۵۳۳]

حیض کی وجہ سے عورت سے الگ سونا مکروہ ہے جیسا کہ علامہ شامی ولوالجیہ اور سراج کے حوالے سے فرماتے لکھتے ہیں۔

"وَفِي الْوُلُوِّ الْحَيَّةِ: وَلَا يَنْبَغِي أَنْ يَعْزَلَ عَنْ فِرَاشِهَا؛ لِأَنَّ ذَلِكَ يُشَبِّهُ فِعْلَ الْيَهُودِ بِحَرَوْنِ السِّيرَاجِ يُكْرَهُ أَنْ يَعْزَلَ لَهَا فِي مَوْضِعٍ لَا يُخَالِطُهَا فِيهِ"

[ردالمحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشىء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة ج ۱، ص ۵۳۳]

حالت حیض میں عورت مرد کے ہر حصہ بدن کو ہاتھ لگا سکتی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ

"هِيَ لَهَا أَنْ تَلْمَسَ بِجَمِيعِ بَدَنِهَا إِلَّا مَا تَحْتَ الْإِزَارِ بِجَمِيعِ بَدَنِهِ حَتَّى ذِكْرُهُ" عورت اپنے

ناف سے گھٹنوں تک جگہ کے علاوہ تمام بدن کو مرد کے تمام بدن کے ساتھ مس کر سکتی ہے یہاں تک اس کے عضو تناسل کو

بھی چھو سکتی ہے۔

[رد المحتار، کتاب الطہارۃ، باب الحيض، مطلب: لو أفتى مفت بشيء من هذه الأقوال في مواضع الضرورة ج ١، ص ٥٣٣]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 15-9-2016

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## دوسری شادی کی شرط

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 150

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دوسری شادی کے لیے کیا شرائط ہیں اور کیا ان شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آپ دونوں بیویوں کے ساتھ برابر جماع کریں؟  
سائل: ساجد فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

دوسری شادی کی ایک بڑی شرط عدل ہے یعنی جس کی دو یا تین بیویاں ہوں اس پر عدل فرض ہے، جو چیزیں بندے کے اختیار میں ہوں ان میں سب عورتوں کو اس کا پورا حق ادا کرے۔ پہننے کے لیے کپڑے اور نان نفقہ اور رہنے سہنے میں سب کے حقوق پورے ادا کرے اور جو بات اس کے اختیار میں نہیں اس میں مجبور و معذور ہے، مثلاً ایک کی زیادہ محبت ہے، دوسری کی کم ہے۔ محبت میں برابری ضروری نہیں ہے۔ اور اس طرح ہی جماع میں بھی برابری ضروری نہیں ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر وہ ایک بیوی کے ساتھ ایک دو بار جماع کرے تو دوسری سے بھی دو ہی بار



21

## سہ ساس کے اپنے داماد کو چومنے اور چھونے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 151

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ساس اپنے داماد (سن ان لا) کی پیشانی یا رخسار کو چومے تو اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور اگر ساس اپنے داماد کے سر کے بالوں کو چھوے تو کیا حکم ہے جیسا کہ ہماری کمیونٹی میں ہوتا ہے۔  
سائل: بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر ساس نے داماد کی پیشانی یا رخسار پر شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تو مصاہرت ثابت ہوگی تو اس مرد کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہو جائے گی اگر بغیر شہوت کے ایسا کیا ہے تو حرمت نہ ہوگی۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے عورت نے شہوت کے ساتھ مرد کو چھو یا بوسہ لیا یا اس کے آلہ کی طرف نظر کی تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہوگئی۔  
(بہار شریعت ج 2 حصہ 7 ص 24 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

سر کے بالوں کو چھونے کا بھی یہی مسئلہ ہے کہ اگر ساس نے شہوت کے ساتھ اس کے بالوں کو چھو یا حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ یہاں تک کہ سر پر جو بال ہوں انہیں چھونے سے بھی حرمت ہو جاتی ہے۔  
(بہار شریعت ج 2 حصہ 7 ص 23 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اور شہوت کی حد یہ ہے کہ مرد کا آلہ متحرک ہو جائے اور اگر پہلے ہی تنا ہوا تھا تو چھونے سے تناؤ زیادہ ہو جائے اور عورت میں شہوت کا اندازہ اس سے لگایا جائے گا کہ اس کی اگلی شرمگاہ متحرک ہو جائے جیسا کہ درمختار میں ہے

"وَحَدُّهَا فِيهِمَا تَحَرُّكُ الْاَلْتِهٖ اَوْ زِيَادَتُهُ بِهٖ يُفْتٰى وَفِي امْرَاَةٍ وَنَحْوِ شَيْخٍ كَبِيْرٍ تَحَرُّكُ قُبْلُهُ اَوْ زِيَادَتُهُ"



شہوت کی حد یہ ہے کہ مرد کا آلہ متحرک ہو یا اس کا متحرک ہونا زیادہ ہو جائے اور اسی کے ساتھ فتویٰ دیا گیا اور عورت یا

بوڑھے میں اس کی قبل کا متحرک ہونا یا زیادہ ہونا ہے۔ (در مختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات ج 3 ص 33)

ساس اور داماد کے آپس میں شہوت کے ساتھ کسنگ (Kissing) کرنے کے بہت کم واقعات ہیں لہذا ہر ایک پر یہ حکم نہ لگایا جائے بلکہ بہر صورت علماء سے رجوع کیا جائے اور مشورہ یہی ہے کہ بغیر شہوت کے بھی ساس کو اپنے داماد کو چومنے سے بچنا چاہیے اور یہی دونوں کے لیے بہتر ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-9-2016

## شہر کی موت کی خبر پر عورت کا دوسرے سے شادی کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 152

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی بیوی کو کوئی شخص خبر دے کہ تمہارا شوہر فوت ہو گیا ہے تو کیا اب وہ عورت دوسری شادی کر سکتی ہے اور ایک شخص کی اس خبر پر عمل کر سکتی ہے یا نہیں۔ اور اگر وہ دوسری شادی کر لے اور اس کا پہلا شوہر واپس آجائے تو اب یہ کس شوہر کی بیوی ہوگی پہلے کی یا دوسرے کی؟

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر شوہر کی موت کی خبر دینے والا ثقہ (قابل اعتماد) اور عادل ہے تو عورت کے لیے اس کی خبر پر عمل کرنا جائز

ہے یعنی وہ عورت شوہر کی موت کی عدت پوری کرنے کے بعد وہ دوسری شادی کر سکتی ہے۔ اور اگر وہ خبر دینے والا ثقہ عادل نہیں ہے تو عورت تحری (غور) کرے اگر اس کے دل میں اس کا صدق واقع ہو تو وہ اس کی خبر پر عمل کر سکتی ہے اور عدت پوری کرنے کے بعد دوسری شادی کر سکتی ہے۔ اور اگر یہ دونوں شرطیں نہ پائی جائیں کہ نہ مخبر ثقہ ہے اور نہ ہی عورت کے دل میں اس مخبر کا صدق آتا ہے تو عورت کے لیے ایسی خبر پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔

جیسا کہ محیط برہانی میں ہے۔ "وَإِذَا غَابَ الرَّجُلُ عَنْ امْرَأَةٍ فَأَتَاهَا مُسْلِمٌ عَدْلًا، وَأَخْبَرَهَا أَنَّ زَوْجَهَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا أَوْ مَاتَ عَنْهَا، فَلَهَا أَنْ تَعْتَدَّ وَتَتَزَوَّجَ بِزَوْجٍ آخَرَ... وَإِنْ كَانَ الْمَخْبِرُ فَاسِقًا تَتَحَرَّى... ثُمَّ إِذَا أَخْبَرَهَا عَدْلٌ مُسْلِمٌ أَنَّهُ مَاتَ زَوْجَهَا إِنَّمَا تَعْتَمِدُ عَلَى خَبَرِهِ إِذَا قَالَ: عَايَنَهُ مَيِّتًا، وَقَالَ: شَهِدْتُ جَنَازَتَهُ، أَمَا إِذَا قَالَ: أَخْبَرَنِي مَخْبِرٌ، لَا يَعْتَمِدُ عَلَى خَبَرِهِ"

جب شوہر اپنی بیوی سے غائب ہو جائے اور کوئی عادل مسلمان اس عورت کو یہ اطلاع پہنچائے کہ اس کے شوہر نے اسے تین طلاقیں دے ڈالی ہیں یا وہ وفات پا گیا ہے تو اس عورت کے لئے جائز ہے کہ عدت گزار کر کسی سے نکاح ثانی کر لے اور اگر خبر دینے والا فاسق اور غیر معتبر آدمی ہو تو غور و خوض کرے (اگر دل تصدیق کرے تو عدت گزار کر نکاح کر لے ورنہ نہیں) مگر وہ بھی اس صورت میں جبکہ وہ یوں اطلاع دے کہ میں نے خود اس کے شوہر کو مرا ہوا دیکھا ہے یا اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی ہے لیکن اگر وہ اس طرح اطلاع نہیں دیتا بلکہ یوں کہتا ہے کہ مجھے بتانے والے نے بتایا تو اس صورت میں اس کی خبر ناقابل اعتماد خیال کی جائے۔ (محیط برہانی ج 5 ص 300 دار الکتب العلمیہ)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ نکاح پر فساد طاری کی خبر جبکہ اس کا کوئی معارض و منکر ظاہر نہ ہو تو دو شرطوں میں ایک کے ساتھ مقبول ہے یا تو مخبر ثقہ عادل ہو یا صاحب معاملہ جسے خبر دی گئی تحری کرے اور اس کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو اور اگر نہ مخبر ثقہ نہ اس کے دل میں اس کا صدق آتا ہے تو ایسی خبر پر عمل ناروا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 23 ص 184)



اور اگر خبر دینے والے ثقہ آدمی کی خبر پر عمل کر کے عورت نے دوسرا نکاح کر لیا ہو تو پہلے شوہر کے واپس آنے پر وہ عورت پہلے شوہر کو ہی لوٹائی جائے گی۔ وہ اس طرح کہ دوسرا شوہر اس سے متار کہ کرے گا اور متار کہ یہ ہے کہ اسے چھوڑ دے، مثلاً یہ کہے میں نے اسے چھوڑا، یا چلی جا، یا نکاح کر لے یا کوئی اور لفظ اسی کے مثل کہے۔ طلاق سے بھی متار کہ ہو جائے گا۔

جیسا کہ درمختار میں ہے کہ "غَاب عَنْ امْرَأَتِهِ فَتَزَوَّجَتْ بِآخَرَ وَوَلَدَتْ أُولَادًا ثُمَّ جَاءَ الزَّوْجُ الْأَوَّلُ" اس کے حاشیہ میں علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ جو اولاد پیدا ہوئی ہے اس میں اختلاف علماء ہے کہ وہ پہلے کے لیے ہوگی یا دوسرے کے لیے مگر عورت پہلے شوہر کو ہی لوٹائی جائے گی اس پر سب کا اتفاق ہے۔

جیسا کہ رد المحتار میں ہے۔ وَإِنَّمَا وَضَعَ الْمَسْأَلَةَ فِي الْوَلَدِ إِذْ الْمَرْأَةُ تُرَدُّ إِلَى الْأَوَّلِ إِجْمَاعًا "اختلاف تو اولاد کے بارے میں ہے جبکہ عورت پہلے شوہر کو ہی لوٹائی جائے گی۔ (رد المحتار فصل فی ثبوت النسب ج 2 ص 631)

اسی طرح فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ ایک شخص بیوی کو چھوڑ کر غائب ہو گیا اس نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور اس سے اولاد ہو گئی پھر پہلا خاوند واپس آ گیا تو عورت پہلے خاوند کو بالا جماع واپس کی جائیگی۔ (فتاویٰ رضویہ ج 13 ص 343)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-12-2017

## صفر المظفر میں نکاح کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 153

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیٹی کی صفر کے مہینے میں

شادی ہونے والی ہے اور مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ آفتوں و بلاؤں کا مہینہ ہے اور اس میں شادی کرنا صحیح نہیں۔ کیا یہ درست ہے اور شریعت اس بارے میں کیا کہتی ہے۔  
سائل: ایک بھائی فرام انڈیا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

نکاح کسی مہینہ میں منع نہیں ہے اور نہ ہی کسی مہینہ میں نکاح کرنا بلا و آفت کا سبب بنتا ہے اور صفر المنظر کے بارے میں یہ غلط مشہور ہے کہ یہ آفتوں کا مہینہ ہے اس کی نفی تو خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔  
نبی کریم ﷺ نے فرمایا "وَلَا صَفَرَ" صفر کے مہینہ کی نحوست کچھ نہیں ہے۔

(الصحيح البخارى باب لا هامة رقم الحديث 5757)

لہذا آپ بلا خوف و خطر صفر المنظر میں اپنی بیٹی کی شادی کریں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-12-2016

کوٹ میرج Marriage Court یا

عورت کا والدین کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 154

ایک مسلمان عورت نے اپنے والدین، بھائی اور چچا کی موجودگی کے بغیر دوسرا مرد گواہوں کی موجودگی میں نکاح



کیا۔ نکاح کے وقت چار لوگ موجود تھے دو گواہ اور دولہا اور دلہن۔ ایک گواہ نے ہی نکاح پڑھا اور وہ کچھ کہا جو ضروری تھا اور دولہا نے مہر بھی ادا کیا۔ کیا یہ شادی صحیح ہے یا امام کا موجود ہونا ضروری تھا؟  
سائلہ: مریم یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النَّوْرَ وَالصَّوَابَ

ایسا نکاح عموماً والد یا ولی کی اجازت کے بغیر کیا جاتا ہے اور اس صورت میں اگر لڑکا لڑکی کا کفو ہے تو بالغ عاقل لڑکی کا والد یا ولی کی اجازت کے بغیر کیا جانے والا نکاح صحیح و نافذ ہے۔ اگرچہ دولہا دلہن کی موجودگی میں یہ نکاح دو گواہوں میں سے کسی ایک نے پڑھایا ہو یعنی ایجاب و قبول کروایا ہو نکاح ہو جائے گا۔ امام کا موجود ہونا بھی ضروری نہیں۔ کیونکہ اس میں دولہا دلہن عاقدین قرار پائیں گے اور وکیل جو نکاح پڑھوارہا ہے وہ گواہ ہوگا اور دوسرا گواہ بھی موجود ہے۔ لہذا نکاح کی شرط [دو گواہوں کا ہونا] پوری ہوگی جس سے نکاح صحیح ہو گیا۔

دولہے کا دلہن کا کفو ہونا ضروری ہے اور شرعی کفو یہ ہے کہ لڑکا نسب [قوم] یا مذہب یا پیشے یا چال چلن یا کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس لڑکے سے نکاح ہونا عورت کے باپ دادا وغیرہ کے لئے عرفاً شرمندگی و بدنامی کا سبب ہو اور لڑکے کی ایسی حالت بھی نہ ہو کہ محتاجی ناداری بے حرفگی و بے سامانی میں ہو [یعنی کمانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو] جس سے عورت کا نفقہ واجبہ نہ چل سکے، یا جس قدر مہر شرعاً یا عرفاً پیشگی دینا ٹھہرا ہے نہ دے سکے۔

جیسا کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ پس اگر شخص مذکور ان سب نقائص سے خالی تھا اور نکاح باذن دختر ہوا [بیٹی کی اجازت سے نکاح ہوا] تو بلاشبہ صحیح و تام و نافذ ہو گیا جس میں ناموجودی و ناراضی پدر کچھ خلل انداز نہیں [یعنی والد کا موجود نہ ہونا یا ناراض ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا]۔ نہ اس [لڑکے] کا نوکر [صاحب نوکری] نہ ہونا خلل ہو سکتا ہے جبکہ وہ [لڑکا] اور مال رکھتا ہو یا کسی دستکاری سے اپنے اور زوجہ کے کھانے پینے کے قابل ہو سکتا ہے یا حسب عادت بلد اس [لڑکے] کے ماں باپ، بہو

بیٹے کی کافی خبر گیری رکھیں اور کچھ مہر پیشگی دینا ہو تو اس کے ادا پر بھی قادر ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۵) پتا چلا کہ

کفو ہونے میں چھ چیزوں کا اعتبار ہے: (1) نسب (سلسلہ خاندان) (2) اسلام (3) حرفہ (پیشہ) (4) حریت (آزاد ہو کسی کا غلام نہ ہو) (5) دیانت (دینداری) (6) مال۔

دولہا دلہن کی موجودگی میں نکاح کروانے والے وکیل کی حیثیت صرف معبر کی ہوتی ہے لہذا وہ گواہ بن سکتا ہے۔ لہذا ایک صرف ایک اور گواہ کی موجودگی میں نکاح صحیح ہو جائے گا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے کہ

هَؤُلَاءِ زَوْجُ بِنْتِهِ الْبَالِغَةُ الْعَاقِلَةُ بِمَحْضَرِ شَاهِدٍ وَاحِدٍ جَازٍ إِنْ كَانَتْ ابْنَتُهُ حَاضِرَةً لِأَنَّهَا تُجْعَلُ عَاقِدَةً وَإِلَّا لَا الْأَصْلُ أَنَّ الْأَمْرَ مَتَى حَضَرَ جُعِلَ مُبَاشَرًا۔ اگر بالغہ کا نکاح اُس کی اجازت سے باپ نے ایک گواہ کے سامنے پڑھایا، اگر لڑکی وقت عقد موجود تھی تو نکاح ہو گیا کیونکہ اسے عاقدہ قرار دیا جائے گا اور اگر لڑکی موجود نہیں تھی تو نکاح نہیں ہوا۔ اصل اس بارے میں یہ ہے کہ جب موکل موجود ہو تو وہ مباشر یعنی عقد کرنے والا ہوتا ہے۔ [الدر المختار "كتاب النكاح، ج ۴، ص ۱۰۲]

اور اسی طرح ہندو میں ہے کہ امرأتہ و کلّت رَجُلًا بِأَنْ يُزَوِّجَهَا رَجُلًا فَزَوَّجَهَا بِمَحْضَرِ أَمْرٍ اَتَيْنِ وَالْمُؤَكَّلَةُ حَاضِرَةٌ قَالَ الْإِمَامُ نَجْمُ الدِّينِ يُجُوزُ النِّكَاحُ هَكَذَا فِي الذَّخِيرَةِ

[الفتاویٰ الہندیہ ج ۱ کتاب النکاح الباب الاول ص 428]

اور ایسا ہی بہار شریعت میں ہے کہ اگر عورت نے کسی کو اپنے نکاح کا وکیل کیا، اُس نے ایک شخص کے سامنے پڑھا دیا تو اگر موکلہ موجود ہے ہو گیا ورنہ نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ موکل اگر بوقت عقد موجود ہے تو اگرچہ وکیل عقد کر رہا ہے مگر موکل عاقد قرار پائے گا اور وکیل گواہ۔

ان دلائل سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ مذکورہ صورت میں اگر دولہا دلہن کا کفو ہے اور دو گواہ موجود ہیں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں گواہ مسلمان ہوں بطور احتیاط اس شرط کا اضافہ کیا کیونکہ ملک غیر میں کچھ بعید نہیں، نکاح تو صحیح ہو گیا۔ لیکن نکاح جیسی عظیم سنت اگر والدین کی رضا کے ساتھ ہو تو بہت بہتر اور برکات کا سبب ہوتی ہے۔ ورنہ بے برکتی بہت جلد طلاق کے روپ میں ظاہر ہوتی ہے۔



اور اگر ایسا نہیں یعنی لڑکا لڑکی کا کفو نہیں ہے اور والد نے اس نکاح کے بارے میں جاننے کے بعد رضا کا اظہار بھی نہیں کیا تو یہ نکاح سرے سے باطل اور مرد و عورت کی فورا جدائی واجب۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ البتہ اگر امور مذکورہ سے کسی امر میں ایسا ہے جس کے باعث وہ شرعاً کفو نہ ٹھہرے، اور باپ نے اس پر مطلع ہو کر اپنی رضامندی ظاہر نہ کر دی تھی تو بیشک، یہ نکاح سرے سے باطل ہوا کہ اب باپ کی رضامندی سے بھی صحیح نہیں ہو سکتا، اس تقدیر پر فرض ہے کہ مرد عورت فورا جدا ہو جائیں اور اس نکاح کو ترک کر دیں، پھر اگر چاہیں تو بعد اجازت صریحہ پدر از سر نو نکاح کر لیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۵۵۵)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 2-3-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## کسی بد عقیدہ فیملی سے تعلق رکھنے والی لڑکی سے نکاح کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 155

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا دوست ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے جو کسی بد عقیدہ فیملی سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن وہ لڑکی کسی طرح کی بد عقیدگی میں مبتلا نہیں ہے۔ وہ عام مسلمانوں کی طرح مسلمان ہے جیسا کہ آج کل کے اکثر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ عقیدے کے بارے میں زیادہ علم نہیں رکھتے اور یہی حال اس لڑکی اور اس کی فیملی کا ہے تو کیا اس لڑکی سے شادی کرنا جائز ہے۔ سائل: شاہد فرام انگلیٹڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّورَ وَالصَّوَابَ

اگر اس لڑکی کا کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو حد کفر تک پہنچتا ہو تو وہ مسلمان ہے اور اس سے نکاح جائز ہے اور اسی طرح اگر اس کی فیملی کسی بدعقیدگی میں مبتلا نہیں تو ان کے ساتھ تعلقات رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

## کیا فون پر نکاح کیا جاسکتا ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 156

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فون یا اسکا پ پر نکاح کیا جاسکتا ہے یا نہیں جب دولہا کسی اور ملک میں ہو اور دولہن کسی اور ملک یعنی پاکستان وغیرہ میں ہو اگر کیا جاسکتا ہے تو کیسے؟

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّورَ وَالصَّوَابَ

فون یا اسکا پ پر نکاح نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نکاح میں ایجاب و قبول رکن ہیں اور دونوں کا ایک مجلس میں ہونا

ضروری ہے۔



جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: أَنْ يَكُونَ الْإِيجَابُ وَالْقَبُولُ فِي مَجْلِسٍ وَاحِدٍ - إِذَا كَانَ أَحَدُهُمَا غَائِبًا لَمْ يَنْعَقِدْ حَتَّى لَوْ قَالَتْ امْرَأَةٌ بِحَضْرَةِ شَاهِدَيْنِ زَوَّجْتُ نَفْسِي مِنْ فُلَانٍ وَهُوَ غَائِبٌ فَبَلَغَهُ الْخَبَرُ فَقَالَ: قَبِلْتُ، أَوْ قَالَ رَجُلٌ بِحَضْرَةِ شَاهِدَيْنِ: تَزَوَّجْتُ فُلَانَةً وَهِيَ غَائِبَةٌ فَبَلَغَهَا الْخَبَرُ فَقَالَتْ زَوَّجْتُ نَفْسِي مِنْهُ لَمْ يَجْزْ"

ایجاب و قبول دونوں کا ایک مجلس میں ہونا شرط ہے جب دولہا دلہن میں سے کوئی غائب ہو تو نکاح نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر عورت نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا میں نے اپنا نکاح فلاں سے کر دیا اور وہ غائب ہے اور اسے خبر پہنچی تو اس نے کہا کہ میں نے قبول کیا یا مرد نے دو گواہوں کی موجودگی میں کہا کہ میں نے اپنا نکاح فلاں عورت سے کر دیا اور وہ غائب ہے اور اسے خبر پہنچی تو اس نے کہا میں نے اپنا نکاح اس سے کر دیا تو جائز نہیں ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب النکاح، الباب الأول فی تفسیرہ شرعاً و صفة... إلخ، ج ۱، ص ۲۶۹)

فون یا اسکا پ میں ایجاب و قبول کا ایک مجلس میں ہونا ممکن نہیں ہے کہ ایجاب کسی اور ملک میں ہوگا اور قبول کسی اور ملک میں۔ اس وجہ سے ایسا نکاح جائز نہیں ہے۔

اور فتاویٰ فیض الرسول میں ہے: ٹیلی فون کے ذریعے نکاح پڑھنا ہرگز صحیح نہیں۔ (فتاویٰ فیض الرسول ج 1 ص 560) اگر کوئی بیرون ملک رہتے ہوئے اپنا نکاح پاکستان یا کسی اور ملک میں کرنا چاہتا ہے تو وہ فون یا اسکا پ کے ذریعے پاکستان میں کسی شخص کو اپنے نکاح کا وکیل کر دے اور وہ وکیل اس کا نکاح اس لڑکی سے دو گواہوں کی موجودگی میں پڑھادے اور وکیل کا ایجاب یا قبول اپنے موکل کی جانب سے ہوگا اور نکاح صحیح ہو جائے گا۔

نبی کریم ﷺ کا خود یہ عمل ہے کہ آپ ﷺ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام دیا وہ اس وقت حبشہ میں تھیں تو حضور تاجدار مدینہ ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمیری رضی اللہ عنہ کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو حضور اکرم ﷺ کے لئے پیام دیں اور نکاح کریں، پھر سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا وکیل بنایا، نجاشی نے خطبہ پڑھا، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور وہ تمام مسلمان جو حبشہ میں موجود تھے شریک محفل

ہوئے، پھر نجاشی نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو دینا سپرد کئے لوگ جب روانہ ہونے کے لئے تیار ہوئے تو نجاشی نے کہا: بیٹھ جاؤ کہ مجلس نکاح میں کھانا کھانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، نجاشی نے کھانے کا انتظام کیا، سب نے کھانا کھایا پھر رخصت ہو گئے۔ (مدارج النبوت، قسم پنجم، باب دوم در ذکر ازواج مطہرات وی، ج ۲، ص ۴۸۱)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 7-1-2016

## کیا داماد کو بیوی کی فیملی کو خلاف شرع کاموں سے روکنے کا حق ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 157

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی شادی سارہ سے ہوئی ہے اور سارہ کی فیملی میں کچھ عرصہ بعد کچھ خلاف شرع کام ہونا شروع ہو گئے۔ کیا زید کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ خود سارہ کی فیملی کے لوگوں کو ایسے کام کرنے سے روکے یا وہ سارہ کے ذریعے کہلوا کر روکے۔ اور کیا شرعی معاملے کے علاوہ زید کو حق حاصل ہے کہ سارہ کی فیملی کے بقیہ معاملات پر گفتگو کرے۔

سائل: زاہد فرام انڈیا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر آپ کی بات سنی جائے گی تو آپ پر واجب ہے کہ انہیں گناہ سے روکنے کی کوشش کریں اور امر بالمعروف کا فریضہ ادا کریں کیونکہ خلاف شرع کام کو روکنا ہر اس مسلمان پر واجب ہے جس کی بات سنی جاتی ہو جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ

میں ہے۔ "اِنَّ مَا يَجِبُ الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ اِذَا عَلِمَ اَنْهُمْ يَسْتَمِعُوْنَ كَذَا فِيْ فِتَاوَى قَاضِي خَانَ" نیکی



کا حکم کرنا اس پر واجب ہے جب وہ جانتا ہو کہ وہ لوگ اس کی بات مان لیں گے ایسے ہی فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

(''الفتاویٰ الہندیہ''، کتاب الکراہیۃ، الباب السابع عشر فی الغناء... إلخ، ج ۵، ص ۳۵۲)

اور ایسے ہی بہار شریعت میں ہے کہ اگر غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے

اور بری بات سے باز آجائیں گے تو امر بالمعروف واجب ہے اس کو باز رہنا جائز نہیں۔ (ج 3 حصہ 16 ص 615)

اگر آپ کی بات نہیں مانی جائے گی مگر سارہ کی بات سنی جاتی ہے تو سارہ کے ذریعے فیملی کو سمجھانے کی کوشش کی جائے بلکہ اس صورت میں سارہ پر واجب ہے کہ وہ فیملی کو گناہ کے کام سے روکے۔

اور شرعی معاملات کے علاوہ دنیاوی معاملات میں زید سارہ کی فیملی کو مشورے دے سکتا ہے اور اچھی نیت کے ساتھ ان کے فائدہ کی بات کہہ سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن سارہ کی فیملی کا دنیاوی معاملات سے متعلقہ اس کی بات ماننا واجب نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 31-10-2017

## کیا دو لہے کے جسم پر ہلدی ملنا جائز ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 158

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایشیاء کے کچھ علاقوں یا قوموں

میں یہ رسم ہے کہ دو لہے کو مہندی کی رات ہلدی ملی جاتی ہے کیا یہ جائز ہے؟ سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر دولہا خود کسی طبی فائدے کے تحت اپنے جسم پر ہلدی ملتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے یا مرد حضرات گھٹنے سے لے کر ناف تک کے حصہ کے علاوہ دو لمبے کے جسم پر ہلدی لگاتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر غیر محرم عورتیں دو لمبے کے جسم پر ہلدی ملتی ہیں تو بلاشبہ ناجائز و گناہ بلکہ کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں غیر محرم عورتوں کو دیکھنا، ان سے باتیں کرنا اور عورتوں کا دو لمبے کے جسم کو چھونا پایا جاتا ہے جسے حدیث میں زنا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں آیا: **قَالَ عِيْنَانِ زِنَاهُمَا النَّظَرُ، وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا الْإِسْتِمَاعُ، وَاللِّسَانُ زِنَاهُ الْكَلَامُ، وَالْيَدُ زِنَاهَا الْبَطْشُ** "آنکھوں کا زنا (حرام) دیکھنا کانوں کا زنا حرام سنا اور زبان کا زنا حرام بولنا اور ہاتھ کا زنا حرام چھونا، پکڑنا ہے۔ (الصحيح المسلم باب قدر على ابن آدم حظه من الزنا وغيره رقم 2657)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 03-09-2017

کیا سرنیم میں والد کا نام ہونا ضروری ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 159

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہمارے سرنیم (Surname)

سائل: ریحان - انگلینڈ

میں ہمارے والد کا نام ہونا ضروری ہے۔ مثلاً ریحان افضل۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

نہیں بطور سرنیم (Surname) والد کا نام ہونا ضروری نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-12-2017

## کیا شوہر بیوی کے ساتھ لیبر میں جاسکتا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 160

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شوہر اپنی بیوی کے ساتھ لیبر میں جاسکتا ہے یعنی ہو سہیل میں جہاں بچہ کو جنم دیا جاتا ہے جب اس کی بیوی کا کیس ہو؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر ضرورت ہو تو جانے میں حرج نہیں ہے کہ اس مشکل گھڑی میں جو شوہر تسلی دے سکتا ہے دوسروں سے ممکن نہیں ہے لیکن اگر ضرورت نہ ہو تو بلا ضرورت شوہر کو وہاں نہیں جانا چاہیے کہ اسے وہاں موجود غیر محرم لیڈی ڈاکٹرز سے اپنی نظر بچانا مشکل ہو جائے گا اور بدنگاہی میں مبتلا ہونے اندیشہ ہے خصوصاً آج کے دور میں اور

بالخصوص یو کے جیسے ملک میں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-11-2016

## کیا عورت شوہر کی اجازت کے بغیر والدین کو ملنے جاسکتی ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 161

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میں اپنی بیوی کو اس کے والدین کو ملنے سے روک سکتا ہوں؟ کیونکہ ہر وقت میں اسے اجازت نہیں دے سکتا اور کیا میں اسے کہہ سکتا ہوں کہ وہ اپنے والدین سے ملنے کے لیے مجھ سے اجازت لے۔ کیا بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے والدین کو مل سکتی ہے؟

سائل: صدام فرام برنگھم۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

کوئی اور مانع شرعی نہ ہو تو شوہر اپنی بیوی کو اس کے والدین سے ملنے کے لیے نہیں روک سکتا اور عورت دن بھر کے لیے ہفتہ میں ایک بار اپنے ماں باپ کو ملنے شوہر کی اجازت کے بغیر بھی جاسکتی ہے۔ اگرچہ مرد منع کرے مگر رات اپنے شوہر کے گھر میں ہی گزارے گی۔

در مختار مع رد المحتار میں ہے کہ "فَإِنْ قَبَضَتْهُ فَلَا تَخْرُجُ إِلَّا لِحَقِّ لَهَا أَوْ عَلَيْهَا أَوْ لِزِيَارَةِ أَبَوَيْهَا كُلِّ

جُمُعَةٍ مَّرَّةً أَوْ الْمَحَارِمِ كُلِّ سَنَةٍ أَيْ فَتَخْرُجُ بِلَا إِذْنِهِ.. لَا فِيمَا عَدَا ذَلِكَ، وَإِنْ أَذِنَ كَانَا عَاصِيَيْنِ"



اگر اس نے مہر پر قبضہ کر لیا تو اب بلا اجازت نہیں جاسکتی مگر صرف ماں باپ کی ملاقات کو ہر جمعہ میں ایک بار دن بھر کے لیے جاسکتی ہے اور محرم کے یہاں سال بھر میں ایک بار ملنے بغیر اجازت کے بھی جاسکتی ہے اور محرم کے علاوہ اور رشتہ داروں میں نہیں جاسکتی اور اگر شوہر نے اجازت دی تو دونوں گنہگار ہوئے۔

[الدرا المختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۴، ص ۲۸۶]

اور بہار شریعت میں ہے کہ اور جب مہر وصول کر لیا تو اب بلا اجازت نہیں جاسکتی مگر صرف ماں باپ کی ملاقات کو ہر ہفتہ میں ایک بار دن بھر کے لیے جاسکتی ہے۔

[بہار شریعت ج ۲ حصہ ۷ ص ۷۷]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-10-2016

## مہر کی کم از کم مقدار

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 162

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہر کی کم از کم مقدار کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج کو کتنا مہر دیا؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مہر کی کم سے کم مقدار دس 10 درہم یعنی دو تولہ ساڑھے سات ماشہ (618.30 گرام) چاندی یا اس کی

قیمت ہے۔ اس سے کم مہر نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قَالَ عَلِيٌّ: «لَا مَهْرٌ بِأَقْلَ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمٍ» دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ما قالوا فی مہر النساء و اختلافہم فی ذالک ج 3 ص 493 / السنن الکبریٰ للبیہقی رقم 14387)

اور تنویر الابصار مع درمختار میں ہے: (أَقْلَهُ عَشْرَةُ دَرَاهِمٍ) لِحَدِيثِ الْبَيْهَقِيِّ وَغَيْرِهِ «لَا مَهْرٌ أَقْلُ مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمٍ» مہر کی کم از کم مقدار دس درہم بیہقی اور اس کے علاوہ کتب کی احادیث کی وجہ سے کہ دس سے کم مہر نہیں ہے۔ (الدر المختار "و" رد المختار، کتاب النکاح، باب المہر، ج ۴، ص ۲۲۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ یعنی 9.1530 گرام چاندی تھا۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ كَانَ صَدَاقُهُ لَأَزْوَاجِهِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أَوْ قِيَّةً وَنَشَأَ قَالَتْ أَتَدْرِي مَا النَّشْءُ؟ قَالَ: قُلْتُ: لَا، قَالَتْ: "نِصْفُ أَوْ قِيَّةٍ، فَبِتِلْكَ خُمُسِيَّةً دَرَاهِمٍ، فَهَذَا صَدَاقُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَزْوَاجِهِ"

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مہر ازواجِ مطہرات کے لیے بارہ اوقیہ تھا اور نش تھا کیا آپ جانتے ہیں کہ نش کیا ہے پھر فرمایا نصف اوقیہ کل ساڑھے بارہ اوقیہ تھا یعنی پانسو ۵۰۰ درہم چاندی۔

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب الصداق... إلخ، الحدیث: (۱۳۲۶)، ص ۷۴۰)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 1-10-2016



## ہونٹوں Lips پر بوسہ Kiss کرنے سے مصاہرت کے ثبوت پر فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 163

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہ مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی باپ اپنی جوان خوبصورت بیٹی کے ہونٹوں پر بوسہ لیتا ہے، ایسا کرنے سے کیا حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی؟ اور ایسے ہی اگر وہ جوان بیٹی کے رخسار پر بوسہ لیتا ہے تو کیا حکم ہوگا؟ کیا باپ کو اپنی بیٹی کو بوسہ دینا جائز ہے؟ حرمت مصاہرت کی تھوڑی تفصیل بھی بیان کر دی جائے۔

سائل: قاسم یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جوان مشتبہاً خوبصورت بیٹی کے ہونٹوں کو چومنے کی صورت میں حرمت مصاہرت کا ثبوت ہو جائے گا۔ کیونکہ ہونٹ چومنے میں امر غالب شہوت اور بیٹی کے جوان ہونے اور خوبصورت ہونے سے وجود شہوت اظہر ہے اور مزید کہ ملک غیر جہاں فحاشی و عریانی آسمان کو چھو رہی ہو وہاں بیٹی جیسا مقدس رشتہ کیونکر نظر شہوت سے مامون و محفوظ ہوگا۔ اب اس لڑکی کی ماں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس مرد پر حرام ہوگئی۔ مرد پر اپنی عورت سے وطی کرنا حرام اور متار کہ [اسے کہے کہ میں نے تجھے چھوڑا یا طلاق دے] واجب ہے۔

بعض علماء کے نزدیک یہی معاملہ رخسار کے چومنے کے بارے میں ہے مگر رخسار کو چومنے کی صورت میں اگر چومنے والا شہوت کا انکار کرے تو اس کی اس بات کو مان لیا جائے گا اور حرمت مصاہرت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ ہمارے نزدیک یہی مذہب رائج اور معتمد ہے۔ اور باپ کو محبت و شفقت میں اپنی بیٹی کے رخسار و پیشانی پر بوسہ دینا جائز ہے یہ

بوسہ شفقت ہے اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ اس کی تائید میں کئی احادیث و آثار موجود ہیں۔

ردالمحتار میں ہے کہ ہونٹوں پر بوسہ لینے سے حرمت ثابت ہوگی۔ جیسا کہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ

"وَمِنْهُمْ مَنْ فَصَّلَ فِي الْقُبْلَةِ فَقَالَ إِنَّ كَانَتْ عَلَى الْفَمِ يُفْتَى بِالْحُرْمَةِ، وَلَا يُصَدَّقُ أَنَّهُ بِلَا شَهْوَةٍ"

اور جس نے ہونٹوں اور جسم کے دیگر حصوں پر بوسہ دینے میں فرق کو بیان کیا ہے ہر اس عالم نے فرمایا کہ اگر کوئی ہونٹوں پر بوسہ دے تو حرمت کے ثبوت پر فتویٰ دیا جائے گا، اگرچہ وہ شہوت کا انکار کرے، اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ [ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۸]

اور آگے علامہ شامی جسم کے کسی بھی حصہ پر بوسہ لینے کے بارے میں اختلاف علماء کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مطلق جسم کے کسی بھی حصہ کو چومنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ ایسا کرنے سے بھی حرمت ثابت ہوگی اور اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کیونکہ مطلق تقبیل بھی اکثر شہوت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مگر ایک قول یہ ہے کہ اس کے عدم شہوت کے قول کو مان لیا جائے گا۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ

"وَقِيلَ بِالتَّفْصِيلِ بَيْنَ كَوْنِهِ عَلَى الرَّأْسِ وَالْجَنْبَةِ وَالْحَدِّ فَيُصَدَّقُ أَوْ عَلَى الْفَمِ فَلَا وَالْأَرْجَحُ هَذَا"

اور ایک قول یہ ہے کہ اگر سر، پیشانی یا رخسار پر بوسہ دے اور شہوت کا انکار کرے تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر وہ ہونٹوں پر بوسہ دے تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور یہی راجع قول ہے۔

[ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۹]

اور آگے ایک اور مقام پر فیض کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ

"وَلَوْ قَبَّلَ وَلَمْ تَنْتَشِرْ أَلْتُّهُ وَقَالَ كَانَ عَنْ غَيْرِ شَهْوَةٍ يُصَدَّقُ وَقِيلَ لَا يُصَدَّقُ لَوْ قَبَّلَهَا عَلَى الْفَمِ وَبِهِ يُفْتَى"



اگر کسی کا عضو تناسل منتشر نہیں تھا اور اس نے عورت کو بوسہ دیا اور کہا کہ یہ بغیر شہوت کے تھا تو اس کی تصدیق کی جائے گی اور اگر اس نے ہونٹوں پر بوسہ دیا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

[رد المحتار، "کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۹]

بہار شریعت میں ہے کہ مونھ [ہونٹوں] کا بوسہ لیا تو مطلقاً حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اگرچہ کہتا ہو کہ شہوت سے نہ تھا۔ یوہیں اگر انتشار آ لے تھا تو مطلقاً کسی جگہ کا بوسہ لیا حرمت ہو جائے گی۔

[بہار شریعت حصہ ۷ ج ۲ ص ۲۵]

پتا چلا کہ جسم کے کسی اور حصہ پر بوسہ دینے پر فاعل کی بات کو مان لیا جائے گا مگر ہونٹوں کو چونے کی صورت میں اگرچہ وہ شہوت کا انکار کرے نہیں مانا جائے گا۔

اور ہاں ہونٹوں پر بوسہ دینے کی صورت میں اگر کوئی ایسا واضح قرینہ موجود ہو جو شہوت کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہو مثلاً بوسہ لینے والا مرد بوڑھا ہو اور جس عورت کے ہونٹوں پر بوسہ دیا گیا ہے وہ عورت ان اقارب میں سے ہو جہاں شہوت معدوم اور شفقت و محبت غالب ہوتی ہے یعنی بیٹی، پوتی یا ماں اور اوپر تک وغیرہ اور بوسہ فاحشہ نہ ہو بوسہ فاحشہ یہ ہے کہ اس کے دونوں ہونٹ اپنے منہ میں لے کر دبانا تو ایسی صورت میں فاعل اگر شہوت کا انکار کرے تو اس کے اس قول کو مان لینا چاہیے۔ مفتیانِ کرام کی بارگاہ میں عرض ہے کہ وہ اس مسئلہ پر مزید غور فرمائیں کیونکہ ان شرائط کا پایا جانا عدم شہوت پر قرینہ واضح ہے۔

رد المحتار میں بھی ہے کہ "حُرْمَتُ عَلَيْهِ أَمْرُ أَتَى يُفْتَى بِالْحُرْمَةِ إِذَا سُبِّلَ عَنْهَا وَلَا يُصَدَّقُ إِذَا ادَّعَى عَدَمَ الشَّهْوَةِ إِلَّا إِذَا ظَهَرَ عَدَمُهَا بِقَرِينَةٍ الْحَالِ"

اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی جب سوال کرنے پر وہ شہوت نہ ہونے کا دعویٰ کرے گا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ مگر جب کوئی واضح قرینہ شہوت کے نہ ہونے پر دلالت کرتا ہو تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

[رد المحتار، "کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۷]

اور در مختار میں ہے کہ "أَمَّا إِذَا ظَهَرَ عَدَمُ الشَّهْوَةِ فَلَا تَحْرُمُ وَلَوْ كَانَتْ الْقُبْلَةُ عَلَى الْفَمِ" اور اگر اس بوسہ کا شہوت کے بغیر ہونا ظاہر ہو جائے تو بیوی حرام نہ ہوگی یعنی حرمت ثابت نہ ہوگی اگرچہ بوسہ ہونٹوں پر لیا گیا ہو۔ [در مختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، ج ۴، ص ۱۱۷]

اس سے بھی پتا چلا کہ اگر کسی واضح قرینہ سے معلوم ہو جائے کہ باپ کا مشتبہ بیٹی کو چومنا بلا شہوت تھا تو ضرور باپ کی تصدیق کی جائے گی اور حرمت کا ثبوت نہ ہوگا اگرچہ بوسہ ہونٹوں پر لیا گیا ہو۔ مگر یہ ضرور ہے کہ کوئی واضح قرینہ ہو۔

**ماں یا جوان بیٹی کے رخسار پر بوسہ کا حکم**

باقی رہا رخسار یا پیشانی پر بوسہ لینا تو اس میں یہ ہے کہ اگر وہ شہوت کے ساتھ ہو تو ضرور حرمت کو ثابت کرے گا بلا شہوت نہیں۔ اگر کسی باپ نے جوان بیٹی کے رخسار پر بوسہ لیا یا بیٹی نے ماں کے رخسار پر بوسہ دیا پوچھنے پر اگر وہ کہے کہ یہ بلا شہوت تھا تو اس کی تصدیق کی جائے گی۔

جیسا کہ المحیط البرہانی میں ہے کہ "وَإِذَا كَانَ عَلَى الرَّأْسِ أَوْ عَلَى الذَّقَنِ أَوْ عَلَى الْخَدِّ لَا يُفْتَنُ بِالْحُرْمَةِ، إِلَّا إِذَا ثَبَتَ أَنَّهُ فَعَلَ بِشَهْوَةٍ وَيُصَدَّقُ إِنْ لَمْ يَكُنْ بِشَهْوَةٍ" اگر بوسہ سر یا ٹھوڑی یا رخسار پر تھا تو حرمت کے ثبوت کا حکم نہ دیں گے مگر یہ کہ ثابت ہو جائے کہ وہ بطور شہوت تھا اگر وہ شہوت کا انکار کرے تو تصدیق کی جائے گی۔

[المحیط البرہانی الفصل الثالث عشر ج 3 ص 66]

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ ایک شخص عورت کے رخسار پر بوسہ لیا ہے تو کیا حرمت ثابت ہوگی؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا: صورت مستفسرہ میں اگر ثابت ہے کہ زید نے زوجہ بکر کا بوسہ بنظر شہوت لیا تو اس پر عورت کی سب اولاد ہمیشہ کے لیے زید پر حرام ہوگئی، کسی طرح اس کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۳۲۲]

اعلیٰ حضرت کے اس فتویٰ مبارک سے بھی ثابت ہوا کہ رخسار پر بوسہ شہوت کی قید سے مقید ہے۔ اگرچہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے آگے صاحب فتح کا قول بھی لیا، مگر اعلیٰ حضرت نے فتویٰ میں مقدم اسی چیز کو کیا۔ اس سے



ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مختار موقف یہی ہے کہ بوسہ رخسار کی صورت میں شہوت کا ہونا ثابت ہوگا تو حرمت کا ثبوت ہوگا۔

اور بہار شریعت میں ہے کہ اگر انتشار نہ تھا اور رخسار یا ٹھوڑی یا پیشانی یا منہ [ہونٹوں] کے علاوہ کسی اور جگہ کا بوسہ لیا اور کہتا ہے کہ شہوت نہ تھی تو اس کا قول مان لیا جائے گا۔ [بہار شریعت حصہ ۷ ج ۲ ص ۲۵]

اور بلا شہوت بیٹی اور ماں کے رخسار یا پیشانی پر بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ جائز و مستحسن ہے اور یہ بوسہ شفقت ہے۔

بیٹی کے رخسار پر بوسہ دینا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فعل مبارک سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں تو میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوا "فَرَأَيْتُ أَبَاهَا فَقَبَّلَ خَدَّهَا، وَقَالَ كَيْفَ أَنْتِ يَا بَنِيَّةُ؟" تو میں نے ان کے والد [حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ] کو دیکھا کہ انہوں نے ان کے رخسار پر بوسہ دیا اور دریافت کیا اور کہا کہ بیٹی! طبیعت کیسی ہے؟

[الصحيح البخاري باب هجرة النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه إلى المدينة حديث نمبر ۳۹۱۸]

اس کی شرح میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ "ای للرحمة والمودة او مراعاة لللسنة" یہ بوسہ شفقت و محبت یا سنت کی رعایت کرتے ہوئے تھا۔ [مراعاة ج ۸ ص ۲۶۹]

اور اس حدیث کی شرح میں مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں کہ معلوم ہوا کہ باپ اپنی جوان بیٹی کا رخسار چوم سکتا ہے یہ چومنا رحمت کا ہے سنت سے ثابت ہے، حضور انور نے اولاد کے رخسار چومے ہیں۔

[مرات المناجیح ج ۶ ص ۲۸۶]

اور بیٹی کی پیشانی پر بوسہ دینا خود سنت سے ثابت ہے جیسا کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "وَكَاثَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا، وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ، وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا" جب

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر ان کا بوسہ لیتے اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتے، اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ اٹھ کر آپ کا بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

[سنن الترمذی باب فضل فاطمة بنت محمد صلی اللہ علیہما وسلم حدیث نمبر 3872]

اس کی شرح میں ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ بین عینہا وراسہا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا کرتے۔

[مرقاۃ ج ۸ ص ۳۶۹]

اور والدہ کی پیشانی چومنے کا حکم حدیث مبارکہ میں آیا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ قَبَّلَ بَيْنَ عَيْنَيْ أُمِّهِ كَانَ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ" جس نے اپنی ماں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا تو وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے حجاب ہو جائے گا۔

[شعب الایمان ج 5 ص 187 حدیث نمبر 7861 وکذا أخرجه كنز العمال وفضل القدير الجامع الصغير]

ان احادیث مبارکہ سے بیٹی اور ماں کی پیشانی یا رخسار پر بوسہ شفقت کا کم از کم جواز تو ضرور ثابت ہوتا ہے۔ حرمت مصاہرت کی تفصیل یہ ہے کہ جس عورت سے کسی شخص نے حلال (نکاح) یا حرام (زنا) طریقہ سے جماع کیا ہو تو ان دونوں صورتوں میں اس عورت کے اصول و فروع اس مرد پر حرام ہو جائیں گے یعنی اس عورت کی ماں اور بیٹی سے وہ نکاح نہیں کر سکتا۔ جماع کرنے والے مرد کے اصول و فروع اس عورت پر حرام ہو جائیں گے یعنی اس مرد کے باپ اور بیٹے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ اور جس طرح مصاہرت جماع سے ثابت ہوتی ہے اسی طرح دواعی جماع یعنی شہوت سے بوسہ لینا، شہوت سے چھونا یا شہوت سے اس کی فرج داخل یعنی اندرونی شرم گاہ کو دیکھنے سے ثابت ہوتی ہے۔ لیکن دواعی جماع کی صورت میں یہ شرط ہے کہ ان کے اپنانے کے بعد اسے انزال نہ ہوا ہو۔ اگر دواعی جماع یعنی شہوت بوسہ لینے، چھونے وغیرہ سے مرد کی منی خارج ہوگئی تو حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی۔ کیونکہ اب یہ چیز دواعی جماع نہ ہیں۔

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں حرمت مصاہرت کے بارے میں

فرماتے ہیں کہ اگرچہ وہ زنا یا داعی زنا دانستہ ہو یا بھول کر یا دھوکے سے یا کسی کے جبر و اکراہ سے بہر حال زوجہ کو حرام



ابدی اور نکاح کو فاسد کر دیتا ہے، عورت کو فوراً چھوڑ دینا اور اس نکاح فاسد شدہ کو فسخ کرنا واجب ہو جاتا ہے اب زوجہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوگی نہ کبھی اس سے نکاح کر سکتا ہے۔ یہی مذہب ہمارے جمیع ائمہ اور امام احمد اور امام مالک فی احد الروایتین (دو روایتوں میں سے ایک روایت میں) اور اکابر صحابہ مثل امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس فی الاصح عنہ (ان سے صحیح روایت میں) اور حضرت ام المؤمنین صدیقہ و ابی بن کعب و جابر بن عبداللہ و عمران بن حصین اور جمہور تابعین مثل امام حسن بصری و امام ابراہیم نخعی و امام طاووس و امام عطاء بن ابی رباح و امام مجاہد و امام سعید بن المسیب و امام سلیمان بن یسار و امام حماد بن ابی سلیمان وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۷۱۳]

یہ بھی یاد رہے کہ 9 سال کی لڑکی مشتبہ ہوتی ہے درمختار میں ہے کہ وقدر بتسع وبہ یفتی مشتبہ لڑکی کی عمر اندازہ نو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشتبہ لڑکی کی عمر کے بارے میں سوال ہوا تو جواباً ارشاد فرمایا کہ نو برس کی عمر کی لڑکی مشتبہ ہوتی ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۶۹۳]

اور بہار شریعت میں ہے کہ حرمت مصاہرت کے لیے شرط یہ ہے کہ عورت مشتبہ ہو یعنی نو برس سے کم عمر کی نہ ہو، نیز یہ کہ زندہ ہو تو اگر نو برس سے کم عمر کی لڑکی یا مردہ عورت کو بشہوت چھو یا بوسہ لیا تو حرمت ثابت نہ ہوئی۔

[بہار شریعت ج ۲ حصہ ۷ ص ۲۴]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

الجواب صحیح

مفتی شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## والدین کا اولاد کو شادی کے لیے فورس کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 164

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ہمارے والدین ہمیں کسی اور شادی کرنے پر فورس کرتے ہوں لیکن اس میں ہم راضی نہ ہوں تو کیا وہ ہمارا نکاح مجبور کر کے کر سکتے ہیں اور کیا ہمیں اس بات کی اجازت ہے ہم اپنی مرضی سے شادی کریں اگرچہ یہ فیصلہ والدین کے فیصلے کے خلاف ہو۔

سائل: جبار فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

والدین بالغ مرد و عورت کا نکاح ان کی مرضی کے بغیر نہیں کر سکتے اگر والدین ان کی اجازت کے بغیر نکاح کریں تو نکاح ان کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر جائز کر دیں تو ہو جائے گا اور رد کر دیں تو نکاح باطل ہو جائے گا۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ "لَا يَجُوزُ نِكَاحُ أَحَدٍ عَلَى بَالِغَةٍ صَحِيحَةِ الْعَقْلِ مِنْ أَبٍ أَوْ سُلْطَانٍ بِغَيْرِ إِذْنِهَا بِكْرًا كَانَتْ أَوْ ثِيْبًا فَإِنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَالنِّكَاحُ مَوْقُوفٌ عَلَى إِجَازَتِهَا فَإِنْ أَجَازَتْهُ، جَازَ، وَإِنْ رَدَّتْهُ بَطَلَ"

عورت بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اس کا باپ نہ بادشاہ اسلام، کنواری ہو یا شیب اگر وہ ایسا کریں تو نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہوگا اگر یہ جائز کر دے تو ہو جائے گا اگر رد کر دے تو باطل ہو جائے گا۔

[ "الفتاویٰ الہندیہ"، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الاولیاء، ج ۱، ص ۲۸۷ ]

اور بہار شریعت میں مرد و عورت دونوں کے بارے میں جزیہ ہے۔

عورت بالغہ عاقلہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں کر سکتا۔ نہ اس کا باپ نہ بادشاہ اسلام، کنواری ہو



یا ثیب اور یو نہی مرد بالغ آزاد اور مکاتب و مکاتبہ کا عقد نکاح بلا ان کی مرضی کے کوئی نہیں کر سکتا۔

[بہار شریعت ج 2 حصہ 7 ص 47]

اور بالغ مرد و عورت کو اجازت ہے کہ وہ جس سے چاہیں نکاح کریں مگر یہ نکاح والدین کے رضامندی سے ہو تو برکتوں و رحمتوں والا ہو جاتا ہے۔ لہذا ہمیں والدین کے فیصلہ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-1-2017

## عدت و فوات کتنی ہے اور اس کی کیا پابندیاں ہیں؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 165

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت جس کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت کتنی ہے اور اس کے لیے کیا پابندیاں ہیں اور کیا وہ اپنے فیملی میمبرز کو مل سکتی ہے؟

سائل: شاہد اور حلیمہ فرام لیڈز - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اور اسے حمل نہ ہو تو اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے یعنی دسویں رات بھی گزر جائے تو عورت عدت سے فارغ ہو جائے گی جیسا کہ قرآن میں ہے۔

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ اَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا: اور تم

(البقرة: 234)

میں جو مریں (مر جائیں) اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔

اور ایسی عورت پر پابندیوں کے حوالے سے عرض ہے کہ اس پر سوگ واجب ہے اور سوگ کا مطلب یہ ہے کہ زینت (بننے، سنورنے) کو ترک کرے یعنی ہر قسم کے زیور اور ہر قسم کے ریشم کے کپڑے اگرچہ سیاہ ہوں نہ پہنے اور بدن یا کپڑوں میں خوشبو استعمال نہ کرے اور نہ تیل کا استعمال کرے اگرچہ اُس میں خوشبو نہ ہو اور کنگھی نہ کرے اور سیاہ سرمہ اور مہندی نہ لگائے اور سرخ رنگ کا کپڑا نہ پہنے۔ الغرض ہر وہ کام جو زینت کے تحت آتا ہے اس کا ترک واجب ہے۔ جیسا کہ درمختار مع ردالمحتار میں ہے:

(تَحْدَأُنَّيْ وَجُوبًا مُكَلَّفَةً مُسْلِمَةً وَلَوْ أَمَةً مِنْكُمْ وَحَتَّى بَتْرُكِ الزَّيْنَةِ) بِحُلِيِّ أَوْ حَرِيرٍ، أَوْ امْتِشَاطٍ بِضَيْقِ الْأَسْنَانِ (وَالطَّيِّبِ) وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا كُسْبٌ إِلَّا فِيهِ (وَالذَّهْنِ) وَلَوْ بِلَا طَيِّبٍ كَزَيْتٍ خَالِصٍ (وَالْكُحْلِ وَالْحِنَاءِ وَلُبْسِ الْمُعْصَفْرِ وَالْمُزْغَفْرِ) وَمَصْبُوعٍ بِمَغْرَةٍ أَوْ وَرْسٍ

("الدر المختار"، كتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج ۵، ص ۲۲۱)

اور شوہر کی موت کے وقت جس گھر میں عورت کی رہائش تھی اس گھر سے اسے نکلنے کی اجازت نہیں نہ دن میں نہ رات میں جبکہ مسلمان، آزاد، عاقلہ، بالغہ ہو اگرچہ شوہر نے اُسے باہر نکلنے کی اجازت بھی دی ہو۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔

"وَلَا تَخْرُجُ مُعْتَدَّةٌ رَجْعِيٌّ وَبَائِنٌ لَوْ حُرَّةٌ مُكَلَّفَةً مِنْ بَيْتِهَا أَصْلًا لَا لَيْلًا وَلَا نَهَارًا" اور اسی میں ہے وَتَعْتَدَانِ أَمْنِي مُعْتَدَّةٌ طَلَاقٍ وَمَوْتٍ (فِي بَيْتٍ وَجَبَتْ فِيهِ) وَلَا يَخْرُجَانِ مِنْهُ

("الدر المختار"، كتاب الطلاق، فصل في الحداد، ج ۵، ص ۲۲۷)

لہذا وہ عورت عدت کے دوران اس گھر سے باہر نکل کر کسی کو ملنے نہیں جاسکتی۔ ہاں کسی محرم رشتے دار سے اسی گھر میں رہتے ہوئے ملنے میں حرج نہیں ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ  
ابن الحسن محمد قاسم ضیائی قادری

Date: 3-1-2017



## کتاب الطلاق

محبہ دوستوں کو بتانے سے کہ وہ بیوی کو طلاق دے چکا ہے طلاق ہو جاتی ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 166

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والدین میری شادی پاکستان کرنا چاہتے تھے مگر میں راضی نہ تھا۔ پھر میں نے ان کے کہنے پر شادی کر لی اور جب میں انگلینڈ واپس آیا تو میں نے اپنے دوستوں کو بتایا کہ میں نے کئی مرتبہ یعنی تین سے زائد بار اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے حالانکہ طلاق نہیں دی تھی۔ اور پھر جب میں پاکستان گیا تو میری بیوی سوئی ہوئی تھی تو میں نے آہستہ سے اپنے ذہن میں کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ کیا طلاق ہو گئی اگر ہاں تو کتنی؟

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

اقرار سے طلاق ہو جاتی ہے اگرچہ جھوٹا اقرار ہو۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں تین طلاقیں کا اقرار ہے لہذا تین طلاقیں ہو چکیں اب بغیر حلالہ کے یہ عورت اس پر حلال نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ (اقرار سے) طلاق ہو جانے کا حکم دیا جائے گا اگرچہ عند اللہ نہ ہو، جبکہ جھوٹ کہا ہو۔ کما فی الخیرۃ فیمن اقرار بالطلاق کا ذبا" جیسا کہ خیر یہ میں طلاق کا جھوٹا اقرار کرنے والے کی بحث میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 12 ص 383)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2016

## طلاق کی عدت کے بارے میں ایک فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 167

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تم کل گھر میں نہ آئی تو (we are finished) اس سے میری نیت طلاق کی نہیں تھی بلکہ اس کو گھر لانے کی تھی یعنی وہ گھر آ جائے۔ اور ایک ماہ بعد میں نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تو اس وقت وہ حاملہ تھی تو اس کی عدت کتنی ہوگی۔ اگر ایک طلاق دی ہو تو عدت کتنی ہوگی اور اگر دو دی ہوں تو کتنی ہوگی۔  
سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

انگلش زبان کا یہ جملہ کہ (we are finished) کتنا یہ ہے۔ اس جملے سے طلاق اس وقت ہوگی جب طلاق کی نیت سے یہ کہا ہو اور آپ نے صراحت کر دی کہ اس وقت میری نیت طلاق کی نہیں تھی لہذا اس سے تو طلاق نہیں ہوگی اور جو طلاق آپ نے ایک ماہ بعد دی وہ ایک طلاق مانی جائے گی۔ ایسی صورت میں حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ:

(سورة الطلاق: 4)

اور حمل والیوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن لیں۔

اور تنویر الابصار مع درمختار میں ہے۔ وَفِي حَقِّ الْحَامِلِ مُطْلَقًا وَضَعُ جَمِيعِ حَمْلِهَا "حاملہ عورت کی

(الدر المختار، کتاب الطلاق، باب العدة، ج ۵، ص ۱۹۲)

عدت وضع حمل ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 20-12-2017



## طلاق مغلطہ کے بارے میں حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 168

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر کے درمیان علیحدگی ایک سال پہلے ہوئی۔ میرے تین بچے ہیں۔ اس رمضان کی ۲۷ کو میرے شوہر نے مجھے کہا کہ میں آپ کو طلاق دیتا ہوں اور کل اس نے مجھے دوبار کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ وہ طلاق دینے کے بعد شرمندہ تھا۔ میں جانتی ہوں کہ اس نے غصے میں طلاق دی ہے۔ مہربانی فرما کر مجھے اس کا حکم بیان کیا جائے۔ سائلہ: فرزانہ فرام لندن۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

آپ کا شوہر ایک بار پہلے اور دوبار بعد میں سوال میں مذکور جملہ کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں بول چکا ہے اور اس کا اقرار بھی کرتا ہے بلاشبہ طلاق مغلطہ ہوگئی اور عورت مرد پر حرام ہوگئی بغیر حلالہ کے حلال نہیں ہو سکتی۔ آپ کے اس بیان کی تصدیق میرے پوچھنے پر آپ کے شوہر فرما رہے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ غصہ مانع طلاق نہیں بلکہ غصہ میں ہی طلاق دی جاتی ہے میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جس نے کبھی خوشی میں طلاق دی ہو۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدِ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهَا فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ پھر وہ دوسرا [شخص] اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس

[البقرة: ۲۳۰]

میں مل جائیں [شادی کر لیں] اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ عزوجل کی حدیں نباہیں [پوری کریں] گے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں اور غصہ کا عذر بیکار ہے طلاق اکثر غصہ ہی میں ہوتی ہے۔ ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ غضب مانع طلاق نہیں بلکہ غالباً طلاق بحالت غضب ہی ہوتی ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱۲ ص ۳۶۶]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 23-3-2017

## میج کے ذریعے طلاق دینے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 169

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی اپنی بیوی کو نکس میج کے ذریعے طلاق دینا چاہتا ہے تو وہ کیسے دے اور اس نے اپنی بیوی کو طلاق لکھ کر نکس میج کر دیا تو کیا عورت کا اس میج کو پڑھنا طلاق کے لیے ضروری ہے یا نہیں۔ اور اگر کوئی بندہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور بعد میں پتا چلے کہ وہ حیض کے ایام میں تھی تو وہ اب کیا کرے۔

سائل: اعظم فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

اگر کوئی اپنی عورت کو لکھ کر سنت طلاق دینا چاہتا ہے خواہ وہ خط پر لکھ کر ہو یا میج میں لکھ کر تو وہ اس طہر میں جس



میں اس نے عورت سے ہم بستری نہ کی ہو یوں لکھ کر طلاق دے۔ جب میری یہ تحریر تجھے پہنچے تو تجھے طلاق ہے۔ اور اگر شوہر نے اپنی بیوی کو میٹج میں لکھ کر طلاق دی تو طلاق ہو جائے گی اگرچہ وہ میٹج بیوی نے پڑھا ہو یا نہ پڑھا۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ "وَإِنْ كَتَبَ إِذَا جَاءَكَ كِتَابِي هَذَا فَأَنْتَ طَالِقٌ فَكَتَبَ بَعْدَ ذَلِكَ حَوَائِجَ فَجَاءَهَا الْكِتَابُ فَقَرَأَتْ الْكِتَابَ أَوْ لَمْ تَقْرَأْ يَقَعُ الطَّلَاقُ كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ" اگر کسی نے یوں لکھا کہ میرا یہ خط جب تجھے پہنچے تجھے طلاق ہے تو عورت کو جب تحریر پہنچے گی اُس وقت طلاق ہوگی عورت چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔ [الفتاویٰ الہندیہ الفصل السادس الطلاق بالكتابة ج 1 ص 378]

اور بہار شریعت میں ہے کہ اگر یوں لکھا کہ میرا یہ خط جب تجھے پہنچے تجھے طلاق ہے تو عورت کو جب تحریر پہنچے گی اُس وقت طلاق ہوگی عورت چاہے پڑھے یا نہ پڑھے۔ [بہار شریعت ج 2 حصہ 8 ص 114]

ایام حیض میں طلاق دینا گناہ ہے اگر حیض کا علم نہیں تھا تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ گناہ نہیں ہوگا۔ حیض میں اگر ایک طلاق دی ہے تو رجوع کرنا واجب ہے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ حیض میں طلاق دی تو رجعت واجب ہے کہ اس حالت میں طلاق دینا گناہ تھا اگر طلاق دینا ہی ہے تو اس حیض کے بعد طہر [میں طلاق دے]۔ [بہار شریعت ج 2 حصہ 8 ص 111]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

## کتاب المبیوع

## مورج (Mortgage) پر گھر کی خرید و فروخت پر فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 170

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں انگلینڈ میں گھر خریدنا چاہتا ہوں کیونکہ میں یہاں رہتا ہوں۔ افسوس کہ میرے لیے یہاں بغیر مورج کے گھر خریدنا ناممکن ہے۔ میں سود سے بچنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ حرام ہے۔ کیا یہاں کے کافروں سے بھی ایسے عقد کے ذریعے مال لینا حرام ہے؟ اگر ہے تو ایسی صورت میں شریعت مطہرہ ہمیں کیا حل ارشاد فرماتی ہے؟

سائل: زیر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان سے سودی معاملہ کرتا ہے تو یہ حرام ہے بلاشبہ ایسا کرنے والا فاسق۔ لیکن کسی مسلمان کا کسی حربی کافر کے ساتھ ایسا کوئی عقد جو مسلمان کا مسلمان کے ساتھ حرام تھا کر کے مال لینا سود نہیں مگر اس میں شرط یہ ہے کہ اس میں مسلمان کا نقصان نہ ہو بلکہ فائدہ ہو۔ حدیث میں آیا کہ لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرْبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ۔ [شرح وقایہ ج ۲ ص ۱۶۴]

اگرچہ اس حدیث پاک کی سند پر کلام ہے مگر حربی کافر اور مسلمان کے درمیان ہونے والے عقد فاسد کے ذریعے مسلمان کا فائدہ حاصل کرنا ایک مضبوط اور قوی علت سے ثابت ہے۔ وہ علت یہ ہے کہ دار الحرب میں کافر کا مال و جان دونوں مامون و محفوظ نہیں۔ لہذا مسلمان جھوٹ اور دھوکہ دہی کے بغیر جیسے بھی حربی کافر کا مال لے لے جائز ہے۔ اس لیے ان دونوں کے درمیان سود نہیں ہے۔ بلکہ وہ مال مباح ہے اگرچہ کفار نے اس کا نام سود رکھ دیا ہے۔ لیکن اس عقد فاسد میں مسلمان فائدہ لینے والا ہونے کہ کافر کو فائدہ دینے والا۔ کیونکہ کافر کو سود دینا ناجائز ہے۔



وقار الفتاویٰ میں ہے کہ حربی کافر کا مال مباح الاصل ہونے کی وجہ سے اس طرح [عقد فاسد کے ذریعے] لینا جائز ہے کہ دھوکہ دہی، وعدہ خلافی اور جبر نہ ہو۔ [اسے سود] دینے کے متعلق کسی امام یا فقیہ نے لکھا۔ ہمارے نزدیک بھی کافر حربی سے مسلمان [مال مباح جانتے ہوئے] سود لے تو سکتا ہے دے نہیں سکتا۔ [وقار الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۴۶]  
اور بہار شریعت میں ہے کہ عقد فاسد کے ذریعہ سے کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لیے مفید ہو۔

[بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱ مسئلہ نمبر ۲۹ ص ۷۷۵]

مگر انگلینڈ، امریکہ و کینیڈا جیسے ممالک میں نقد گھر خریدنا بہت مشکل ہے۔ ان ممالک میں اگر گھر خریدنا ضرورت یا حاجت کے زمرے میں آتا ہے تو ایسی صورت میں کافر کو نفع دے کر بھی اپنی حاجت کو پورا کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے ضرورت اور حاجت کا متحقق ہونا ضروری ہے۔

ضرورت ایک ایسا کام جو اس قدر ضروری ہو کہ اگر نہ کیا جائے تو ان پانچ یعنی دین و عقل و نسب و نفس و مال میں سے کوئی ایک چیز ضائع ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو۔

جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الہیہ ہے دین و عقل و نسب و نفس و مال عبث محض کے سوا تمام افعال انھیں میں دورہ کرتے ہیں اب اگر فعل ان میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بے اس کے یہ فوت یا قریب فوت ہو تو یہ مرتبہ ضرورت ہے۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۵]

ایسی ضرورت ضرور ممنوعات کو مباح کرے گی۔ جیسا کہ اشباہ میں ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات: مجبوریاں ممنوع کو مباح کر دیتی ہیں۔ (الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الخامسة ج ۱ ص ۱۱۸)

حاجت ایسا اہم فعل ہے کہ پانچ چیزوں یعنی دین و عقل و نسب و نفس و مال کی حفاظت اس پر موقوف تو نہیں مگر اس کام کو چھوڑنے سے مشقت، نقصان و حرج لاحق ہوگا۔

جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ اور اگر توقف نہیں مگر ترک میں لحوق مشقت و ضرر و حرج ہے تو حاجت جیسے معیشت [زندگی گزارنے] کے لئے چراغ کہ موقوف علیہ نہیں ابتدائے زمانہ رسالت علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ

میں ان مبارک مقدس کاشانوں میں چراغ نہ ہوتا، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: والبیوت یومئذ لیس فیہا مصابیح، رواہ الشیخان گھروں میں ان دنوں چراغ نہیں ہوتے تھے بخاری و مسلم نے اسے روایت کیا۔ مگر عامہ [عوام] کے لئے گھر میں بالکل روشنی نہ ہونا ضرور باعث مشقت و حرج ہے۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۵]

ہماری شریعت میں حرج مدفوع ہے یعنی جہاں حرج واقع ہوگا تو اس کو دور کر کے اس میں آسانی لائے جائے گی۔ اسی لیے ہمارے علماء نے دو مشہور قواعد فقہیہ بیان فرمائے کہ [۱] الضرر یزال نقصان کو دور کیا جاتا ہے [۲] المشقة تجلب التيسیر مشقت آسانی لاتی ہے۔ (الاشباه والنظائر الفن الاول ج ۱ ص ۱۱۸)

ان قواعد کا ثبوت قرآن پاک سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ: اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے۔ [المائدہ: ۶]

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اگر آپ کا گھر خریدنا ضرورت یا ایسی حاجت جس سے حرج لاحق ہوگا کے زمرے میں آتا ہے تو اس کے لیے کافروں کے کسی ایسے بینک سے جس کے مالکان میں ایک بھی مسلمان نہ ہو یا انفرادی طور پر کسی کافر سے ایسا قرض لینا جس میں نفع دینا پڑے جائز ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ اگر کسی کمپنی میں کوئی مسلمان بھی حصہ دار ہو تو مطلقاً اس زیادہ روپیہ [سود] کا لینا حرام ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۳۹]

فتاویٰ بریلی میں امریکہ میں سودی قرض پر مکان لینے کے سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ ضرورت یا حاجت خواہ دینی ہو یا دنیوی اگر متحقق ہو تو بینک وغیرہ یا انفرادی طور پر کسی کافر سے ایسا قرض لینا [جس میں اگرچہ کافر کا نفع ہو] جائز ہے۔ اسی میں آگے مرقوم ہے کہ ایسی نام کی ضرورتوں میں ان [کافروں] سے قرض لینا اور انہیں زیادہ دینا حرام ہے کہ حربی کافر کو فائدہ پہنچانا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ [فتاویٰ بریلی ص ۳۳]

وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ  
ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 15-7-2016



## انسانی بالوں کی خرید و فروخت

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 171

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انسانی بالوں کو کھانے پینے کی چیزوں میں ملا دینے کے بعد وہ چیزیں قابل استعمال رہتی ہیں یا نہیں؟ اور ایسی چیزوں کا خریدنا بیچنا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟  
سائل: قاسم۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

زندہ یا مردہ انسانوں کے بالوں سے کسی طرح فائدہ اٹھانا ممنوع و ناجائز ہے اور اس کا کھانا پینا حرام ہے۔  
اسی طرح ان کی خرید و فروخت کرنا ناجائز ہے۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے۔

وَلَا يَجُوزُ بَيْعُ شُعُورِ الْإِنْسَانِ وَلَا الْإِنْتِفَاعُ بِهَا لِأَنَّ الْأَدِمِيَّ مُكْرَمٌ "انسانی بالوں کو بیچنا اور ان سے کسی طرح فائدہ اٹھانا (خواہ وہ کھانے پینے سے متعلق ہو یا خرید و فروخت سے) جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے تمام اعضاء انسانی کے ساتھ لائق تعظیم ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

## بچے جاندار کی شکل کے کھلونوں کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 172

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے کھلونے مثلاً گڑیا، پلاسٹک کے چھوٹے چھوٹے بچے اور کارٹونز جو ذی روح کے زیادہ مشابہہ ہوتے ہیں کیا انہیں خریدنا جائز ہے اور جس کمرے میں یہ ہوں اس میں نماز پڑھنا جائز ہے؟ اس کے تفصیلی احکام دلائل کے ساتھ بیان فرمادیں اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جانداروں کی شکل کے کھلونے خریدنا جائز ہے اور بچوں کا ان سے کھیلنا بھی جائز ہے ہاں میوزک والے کھلونے نہ خریدے جائیں کہ میوزک سننا حرام ہے اگرچہ بچوں پر یہ حکم نہ لگے گا مگر بچوں کو بچپن سے ہی ایسے ناجائز کاموں سے روکا جائے۔

رد المحتار میں کھلونے کے متعلق خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لَکْہُتے ہیں: لَوْ كَانَتْ مِنْ خَشَبٍ أَوْ صُفْرِ جَازَ تَرْجَمَ: کھلونے اگر لکڑی یا پیتل کے ہوں تو ان کو خریدنا جائز ہے۔

(رد المحتار، ج 7، ص 505)

صدر الشریعہ بذر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فَاوٰی امجدیہ میں لکھتے ہیں: لو ہے پیتل تانبے کے کھلونوں کی بیع (Sale Agreement) جائز ہے کہ یہ چیزیں مال مقوم (وہ مال جس سے نفع اٹھانا جائز ہو)

(فتاویٰ امجدیہ، ج 4، ص 232)

ہیں۔



بچوں کے جو کھلونے جانداروں کی شکل کے ہیں وہ گھر میں تعظیم کے ساتھ الماریوں میں سجانا ناجائز و گناہ ہے اور دخول ملائیک کو مانع ہیں اور بچوں کا ان سے کھیلنا اور بعد میں ان کو موضع اہانت میں رکھنا یا مکان میں ادھر ادھر فرش پر پڑے ہونا منع نہیں ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ امجدیہ میں ہے: رہا یہ امر کہ ان کھلونوں کا بچوں کو کھیلنے کے لئے دینا اور بچوں کا ان سے کھیلنا یہ ناجائز نہیں کہ تصویر کا بروجہ اعزاز (As Respect) مکان میں رکھنا منع ہے نہ کہ مطلقاً یا بروجہ اہانت بھی۔

(فتاویٰ امجدیہ، ج 4، ص 233)

جہاں تک ایسے کمرے میں نماز پڑھنے کا تعلق ہے جس میں جانداروں کی شکل کے بنے ہوئے کھلونے ہوں کیونکہ یہ تصویر کے حکم میں ہیں تو تصویر کی طرح کمرے میں ان کی موجودگی سے نماز صرف دو ہی صورتوں میں مکروہ تحریمی ہوگی۔

(1) جب یہ کھلونے کسی جاندار کی مکمل تصویر ہوں اور تعظیماً نمازی کے سامنے دیوار یا کسی اور چیز پر رکھے ہوئے ہوں۔

(2) جب نمازی کے سجدہ کی جگہ ہوں اور وہ اس پر سجدہ بھی کر رہا ہو اور یہ دوسری صورت تو ناممکن سی ہے کیونکہ کوئی بندہ بھی ایسا نہ کرے گا کہ کسی کھلونے کے اوپر سجدہ کرے لہذا خارج میں پہلی صورت کا ہی زیادہ امکان ہے۔ اور اگر ایسے کھلونے نمازی کے دائیں بائیں یا پیچھے بروجہ تعظیم کسی الماری وغیرہ میں سجائے یا دیوار پر لٹکائے گئے ہوں اگرچہ انہیں ایسے رکھنا مکروہ تحریمی ہیں مگر نماز مکروہ تنزیہی ہوگی جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن جد الممتار میں فرماتے ہیں۔

"فتعلیق امثال صور النصف او وضعها فی القرازاات وتزیین البیت بها کما هو متعارف عند الکفرة و الفسقة کل ذلک مکروہ تحریماً و مانع عن دخول الملائکة وان لم تکره الصلاوة ثم تحریماً بل تنزیہاً"

پس نصف قد کی تصویر یوں کا لٹکانا پھر ان کا خزانوں میں رکھنا اور ان کے ساتھ گھر کو مزین کرنا وغیرہ جیسا کہ کفار و فساق میں عام ہے یہ تمام کام مکروہ تحریمی ہیں اور فرشتوں کے دخول کو مانع ہیں اگرچہ اس سے نماز مکروہ تحریمی نہیں ہوگی بلکہ مکروہ تنزیہی ہوگی۔  
(جد الممتار ج 2 ص 366 مکتبۃ المدینہ)

جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔

الصلوة على سجادة فيها تصاویر اذا لم يسجد عليها نفى الامام محمد الكراهة في الجامع الصغير، واثبتها في الاصل والكل صحيح بالتوزيع ای يكره تنزيها لا تحريما "ایسی جانماز پر نماز پڑھنا کہ جس میں تصویریں ہوں جبکہ ان پر سجدہ نہ کرے تو اس صورت میں حضرت امام محمد نے جامع صغیر میں کراہت کی نفی فرمائی۔ لیکن کتاب الاصل میں کراہت کو ثابت کیا ہے، اور یہ سب کچھ بلحاظ توزیع (تقسیم) صحیح ہے یعنی نماز مکروہ تنزیہی ہوگی نہ کہ تحریمی۔  
(فتاویٰ رضویہ مخرجہ ج 24 ص 614)

اور اگر ایسے کھلونے موضع اہانت میں ہیں مثلاً سجدہ گاہ کے علاوہ فرش پر ادھر ادھر پڑے ہیں تو نماز بلا کراہت جائز۔ جیسا کہ امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں۔ نعم فی بساط غیرہ لایکرہ اذا صلی علیہ ولم يسجد علیہا وان لم تكن تحت قدمیه بل ولو كانت امامه لوجود الاهانة مطلقاً مع عدم التعظيم "ہاں کسی دوسرے تصویر والے بچھونے پر نماز پڑھے اور تصویر پر سجدہ نہ کرے تو کراہت نہ ہوگی اگرچہ تصویر اس کے قدموں کے نیچے نہ ہو، بلکہ اگرچہ تصویر اس کے آگے ہی ہو اس لئے کہ اس حالت میں مطلقاً تو بین پائی گئی تعظیم کسی وجہ سے بھی نہیں۔  
(فتاویٰ رضویہ مخرجہ ج 24 ص 616)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 3-3-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافاء كنز الایمان یو کے



## بلی خریدنے اور بیچنے کے جواز پر فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 173

کیا Kitten یا بلی خریدنا جائز ہے؟ میں یہ خریدنا چاہتا ہوں کیا اسے بیچنا بھی جائز ہے؟  
سائل: عبداللہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ  
بلی خریدنا اور بیچنا جائز ہے۔ ویسے بھی انگلینڈ کے اندر گھروں میں چوہوں کی پیدائش بہت زیادہ ہوتی ہے  
لہذا آپ بلی خرید سکتے ہیں جیسا کہ درمختار میں ہے کہ  
وَصَحَّ بَيْعُ الْكَلْبِ وَالْفَهْدُ وَالْفَيْلُ وَالْقِرْدُ وَالسَّبَاعُ بِسَائِرِ أَنْوَاعِهَا حَتَّى الْهَرَّةُ لِأَنَّهَا  
تَضَطَّادُ الْفَأْرَ وَالْهُوَامَ الْمُؤْذِيَةَ فَهِيَ مُنْتَفَعٌ بِهَا۔ کتا، چیتا، ہاتھی، بندر تمام اقسام کے درندوں یہاں تک  
کہ بلی کی خرید و فروخت جائز ہے کیونکہ بلی چوہوں اور دیگر موزی جانوروں کو ختم کرتی ہے اس لیے بلی نفع دینے والی چیز  
ہے۔ [الدر المختار "و" رد المختار، کتاب البیوع، باب المتفرقات، ج ۷، ص ۵۰۵]  
اور بہار شریعت میں ہے کہ کتا، بلی، ہاتھی، چیتا، باز، شکر، بھری، ان سب کی بیع جائز ہے۔

[بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱ ص ۸۰۹]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 26-9-2016

الجواب صحیح

مفتی شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافاء كنز الایمان یو کے

## سودی رقم کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 174

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری اصل رقم پر مجھے سود بھی ملا ہے اب وہ سود کی رقم کا میں کیا کروں اور کیا کسی اسلامی چیرٹی میں دے سکتا ہوں؟ سائل: شاکر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

آپ سب سے پہلے سود لینے پر سچی توبہ کریں اور سود کی رقم کے بارے میں حکم یہ ہے کہ جس سے لی اسے واپس کریں یا اس رقم کو فقروں پر صدقہ کریں یعنی فقیروں کی ملک میں کر دیں کسی چیرٹی کو نہ دیں بلکہ فقیروں پر صدقہ کریں۔

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: جو مال رشوت یا تغنی (یعنی گانے) یا چوری سے حاصل ہوا اس پر فرض ہے کہ جس جس سے لیا ان پر واپس کر دے، وہ نہ رہے ہوں ان کے ورثہ کو دے، پتا نہ چلے تو فقیروں پر تصدق کرے۔ خرید و فروخت کسی کام میں اس مال کا لگانا حرام قطعی ہے بغیر صورت مذکورہ کے کوئی طریقہ اس کے وبال سے سبکدوشی کا نہیں یہی حکم سود وغیرہ عقوق و فاسدہ کا ہے فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں جس سے لیا بالخصوص انہیں واپس کرنا فرض نہیں بلکہ اسے اختیار ہے کہ (جس سے لیا ہے) اسے واپس دے خواہ ابتداء تصدق (یعنی خیرات) کر دے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 23 ص 551)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-09-2017



## فوریکس ٹریڈنگ پر فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 175

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں فوریکس ٹریڈنگ کے بارے میں کیا حکم ہے اور اس پر مکمل تحقیق سے فتویٰ ارشاد فرمائیں۔  
سائل: عثمان فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

فوریکس ٹریڈنگ ناجائز ہے کیونکہ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص خود کسی آن لائن مارکیٹ میں خریداری نہیں کر سکتا تو اب اس میں خریداری کے لیے اسے کسی کمپنی کا سہارا لینا پڑتا ہے تو وہ کسی کمپنی میں کچھ رقم دے کر اس میں سے اپنا اکاؤنٹ کھلواتا ہے اور پھر آن لائن مارکیٹ میں خریداری کا اہل ہو جاتا ہے اور انٹرنیٹ پر اس آن لائن مارکیٹ میں مختلف اشیاء کے مختلف ریٹ آرہے ہوتے ہیں اور وہ ریٹ کم یا زیادہ ہوتے رہتے ہیں۔ جب کسی چیز کا ریٹ کم ہوتا ہے اور اس کو امید ہوتی ہے کہ یہ بعد میں بڑھ جائے گی تو یہ شخص کمپنی کی طرف سے فراہم کردہ رقم سے اسے خریدتا ہے۔ اور پھر ریٹ بڑھتے ہی اسے آگے فروخت کر کے نفع کماتا ہے اور اگر قیمت گر جاتی ہے تو یہ اس کا نقصان شمار ہوتا ہے۔ کمپنی ایک ٹریڈ مکمل ہونے پر اپنا کمیشن رقم کی صورت میں وصول کرتی ہے اور اس شخص کا آن لائن مارکیٹ سے کوئی چیز خریدنا اور فروخت کرنا سب کاغذی کارروائی ہوتی ہے۔ یہ خریدی ہوئی اشیاء کا نام کا مالک ہوتا ہے۔ کیونکہ ان اشیاء پر اس خریدار کا نہ قبضہ ہوتا اور نہ قبضہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔

بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:

"مَنْ ابْتَعَ طَعَامًا فَلَا يَبِيعُهُ حَتَّى يَسْتَوْفِيَهُ"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص غلہ خریدے، جب تک قبضہ نہ کر لے اُسے بیع نہ کرے۔"

[صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل ان یقبض... إلخ، الحدیث: ۲۱۳۶، ج ۲، ص ۲۸]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں "أَمَّا الَّذِي نَهَى عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «فَهُوَ الطَّعَامُ أَنْ يُبَاعَ حَتَّى يُقْبَضَ» قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: وَلَا أَحْسِبُ كُلَّ شَيْءٍ إِلَّا مِثْلَهُ"

جس کو رسول اللہ ﷺ نے قبضہ سے پہلے بیچنا منع کیا، وہ غلہ ہے مگر میرا گمان یہ ہے کہ ہر چیز کا یہی حکم ہے۔

[صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل ان یقبض... إلخ، الحدیث: 2135 ج 2، ص 28]

اور فقہاء احناف کی کتب میں موجود ہے کہ منقول چیز خریدی تو جب تک قبضہ نہ کر لے اُس کی بیع نہیں کر سکتا۔ اگر قبضہ سے پہلے بیچے گا تو بیع فاسد ہوگی۔

"وَفِي الْمَوَاهِبِ وَفَسَدَ بَيْعِ الْمَنْقُولِ قَبْلَ قَبْضِهِ"

[الدرا المختار، کتاب البیوع، باب المراهبة والتولية، فصل فی التصرف... إلخ، ج ۷، ص ۳۸۴-۳۸۳]

اور بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ جو چیز بیع فاسد سے حاصل ہوگی اسے واپس کرنا واجب ہے اور خریدار کو اُس میں تصرف کرنا منع ہے۔ بیچنے والے اور خریدار دونوں پر ایسی بیع فسخ کر دینا واجب اور فسخ نہ کرنا گناہ ہے۔

اور کمپنی کا کسٹمر کو خریداری کے لیے ایک بھاری رقم دینے کی شرعی حیثیت سوائے قرض کے اور کچھ نہیں ہے تو قرض دینے پر نفع کمیشن کی صورت میں وصول کرنا سود ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِبَاٌ "ہر وہ قرض جس پر نفع

جاری ہو وہ سود ہے۔ [الجامع الصغير للسيوطی ج ۲ حدیث نمبر 6336 ص 283]

سود دینا اور لینا دونوں حرام ہیں اور اس کا ادنیٰ گناہ ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔

ابن ماجہ شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"الرِّبَا سَبْعُونَ حَوْبًا، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ" سود (کا گناہ) ستر حصہ ہے، ان میں سب



سے کم درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

[سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الربا، الحدیث: ۲۲۷۴، ج ۳، ص ۷۲]

جب فوریکس ٹریڈنگ میں اس قدر قباحتیں ہیں تو اسے کرنا ناجائز ہے اور بچنا لازم ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-04-2017

## کرسمس کے موقع پر اشیاء خریدنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 176

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کرسمس کے موقع پر مسلمانوں کا چیزیں خریدنا کیسا ہے کیونکہ اس وقت وہ چیزیں سستی ہو جاتی ہیں۔ اس حوالے سے بڑی تشویش ہے کیونکہ اہل سنت کے کچھ علماء نے لکھا ہے کہ ناجائز ہے۔ پلیر اس مسئلہ کا جواب عطا کر دیجئے۔  
سائل: عبد اللہ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کرسمس کے موقع پر کرسمس کی وجہ سے ایسی چیزوں کو خریدنا جن کو وہ پہلے نہیں خریدتا تھا صرف کرسمس یا کفار کے کسی مذہبی تہوار کی وجہ سے خاص اس دن میں چیزوں کی خرید و فروخت کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے اور اس دن کی تعظیم کی خاطر ایسا کیا تو کفر ہے کیونکہ ایسا کرنے میں کفار کے ساتھ موافقت ہے۔

جیسا کہ بحر الرائق میں ہے "وَيُخْرِجُ وَجْهَهُ إِلَى نَيْرُوزِ الْبَجُوسِ وَالْمُؤَافَقَةِ مَعَهُمْ فَيَمَافَعْلُونَ فِيهِ"

ذَلِكَ الْيَوْمَ وَبَشِّرْ أَتَيْهِ يَوْمَ النَّيُّوزِ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ يَشْتَرِيهِ قَبْلَ ذَلِكَ " کافروں کے تہوار نیروز کی

طرف نکلنا اور ان کے افعال جو وہ اس دن کرتے ہیں ان میں ان کی موافقت کرنا اور نیروز کے دن کی وجہ سے کچھ خریدنا (نا جائز ہے) جبکہ اس سے پہلے وہ چیزیں نہیں خریدتا البتہ کھانے پینے کی چیز کی خریداری میں کوئی حرج نہیں۔

(بحر الرائق باب احکام المرتدین ج 5 ص 133 دار الکتب العلمیہ)

لیکن اگر کوئی مسلمان کرسمس کے دنوں میں چیزوں کے سستے ہونے کی وجہ سے خریدتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خاص کرسمس کی وجہ سے نہیں خرید رہا بلکہ اگر اور دنوں میں بھی چیزیں سستی ہوں تو وہ ضرور خریدے یعنی خریداری کی وجہ کرسمس نہیں بلکہ چیزوں کا سستا ہونا ہے۔ لہذا اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ ممانعت کی وجہ خاص اس دن کی وجہ سے خریداری کرنا ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے "وَالْإِعْطَاءُ بِاسْمِ النَّيُّوزِ وَالْمَهْرَجَانِ بِأَنْ يُقَالَ هَدِيَّةٌ هَذَا الْيَوْمَ لَا يَجُوزُ أَمَّا الْهَدَايَا بِاسْمِ هَذَيْنِ الْيَوْمَيْنِ حَرَامٌ" نیروز و مہرجان (مجوسیوں کی عیدوں) کے نام پر تحائف دینا جائز نہیں ہے وہ اس طرح کہ وہ یہ کہے کہ یہ تحفہ خاص اس دن کا ہے۔ (در مختار باب مسائل شنی ص 754)

معلوم ہوا ہے کہ خاص کفار کے اس دن کی وجہ سے تحفہ دینا یا خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے جبکہ اگر تحائف کا تبادلہ یا خریداری اس دن کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو حرج نہیں۔

البتہ خاص کرسمس کے دن یعنی 25 دسمبر کو اشیاء کی خریداری کے لیے کفار کے میلوں کی رونق بڑھانا ضرور منع ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس دن سے قبل یا بعد خریداری کی جائے تاکہ ان سے مشابہت کی بالکل نفی ہو جائے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے۔ "وَيَنْبَغِي أَنْ يَفْعَلَهُ قَبْلَهُ أَوْ بَعْدَهُ نَفِيًّا لِلشُّبْهَةِ" بہتر یہ ہے کہ وہ تحائف کا تبادلہ یا خریداری اس دن سے پہلے یا بعد میں کرے مشابہت کی نفی کرنے کے لیے۔ (در مختار باب مسائل شنی ص 754)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافناء کنز الایمان یو کے



## کینیڈا میں قبر کی جگہ خریدنے کے بارے میں ایک سوال کا جواب

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 177

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کینیڈا میں وقف قبرستان نہ ہونے کے برابر ہیں لہذا یہاں کچھ کمیٹیز قبروں کے لیے جگہ خرید لیتے ہیں اور پھر وہ لوگوں کو بیچتے ہیں۔ کیا لوگوں کا اپنی زندگی میں ہی اپنی قبروں کے لیے جگہ خریدنا جائز ہے؟ اور کیا وہ اپنی فیملی [اولاد و بچے] کی قبروں کے لیے بھی جگہ خرید سکتے ہیں؟ لیکن اگر کوئی شخص جگہ خرید لیتا ہے مگر اپنی فیملی کے اشخاص کے لیے مخصوص نہیں کرتا کہ فلاں کی قبر یہ اور فلاں کی یہ تو درست ہے؟ اور کسی کی خریدی ہوئی جگہ میں اسے پوچھے بغیر دفن کرنا کیسا؟ سائل: سخی فرام کینیڈا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اپنی اور اپنی فیملی کی قبروں کے لیے جگہ خریدنے میں کوئی حرج نہیں، خریدی جاسکتی ہے۔ پھر اس دیا ر غیر میں کہ جہاں نفس و نفسی کا دور ہے اور اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ اگر کوئی اپنے لیے جگہ خرید کر نہ گیا تو شاید اسے زمین نصیب نہ ہو سکے۔ مگر اس جگہ میں قبروں کو اپنے لیے یا فیملی کے لیے مخصوص کرنے یا قبریں کھدوا کر رکھنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ کیا معلوم کہاں مرے گا۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ اپنے لیے کفن تیار رکھے تو حرج نہیں اور قبر کھودوا رکھنا بے معنی ہے کیا معلوم

[بہار شریعت ج 1 حصہ 4 ص 847]

کہاں مرے گا۔

اگر وہاں قبر کھدوا بھی لیتا ہے تو ناجائز نہیں۔ اس کے نہیں تو اس کے ورثہ میں سے کسی کے کام آجائے

گی۔ کیونکہ اس کے مرنے کے بعد ورثہ ہی مالک ہوں گے۔

لہذا اپنی قبروں کے لیے جگہ خریدنے میں کوئی ممانعت نہیں۔ البتہ اگر جگہ نہ خریدی اور کسی کی خریدی ہوئی جگہ میں اس کو پوچھے بغیر میت کو دفن کر دیا تو دفن کرنے والے ضرور گناہگار ہوں گے اور مالک میت کو نکال کر اپنی زمین خالی کرنے کا حق حاصل ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فتاویٰ رضویہ میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بے اجازت مالک اس کی زمین میں دفن کرنا حرام ہے۔ ایسا کرنے والے گناہگار ہیں۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ مالک کو اختیار ہے کہ میت کی نعش نکال دے اور اپنی زمین خالی کر لے یا نعش رہنے دے اور قبر برابر کر کے اس پر جو چاہے بنائے، چلے پھرے، تصرف کرے کہ قبر کی [تعظیم کی] جو حدیشیں ہیں ایسی ناجائز قبر کے لیے نہیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: لیس لعرق ظالم حق کسی ظالم کی رگ کا کوئی حق نہیں۔

[سنن ابی داؤد باب احیاء الموات اقتاب عالم پریس لاہور ۲/۸۱ / فتاویٰ رضویہ ج 9 ص 379]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-12-2016



## باب الکسب واللاجارة

اپنے مکان کو رنٹ پردے کر دوسرے مکان کو مورگج پر لینے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْأَسْتِفْتَاءُ 178

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں اب ایک مکان کا مکمل طور پر مالک ہو چکا ہوں۔ کیا اسے رنٹ پردے کر کسی دوسرے مکان کو مورگج پر لینے کی اجازت ہے۔

سائل: نجیم فرام وائفورڈ۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جب آپ ایک مکان کے مالک ہیں جس سے آپ کی حاجت پوری ہو رہی ہے اور دوسرا مکان صرف رنٹ پر دینے کے لیے خریدنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ کے لیے دوسرے مکان کو مورگج پر لینا منع کیونکہ بلا حاجت و ضرورت کافر حربی کو نفع دینا ممنوع ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ بریلی میں امریکہ میں سودی قرض پر مکان لینے کے سوال کے جواب میں لکھا ہے۔ ایسی نام کی ضرورتوں میں ان [کافروں] سے قرض لینا اور انہیں زیادہ دینا حرام ہے کہ حربی کافر کو فائدہ پہنچانا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ [فتاویٰ بریلی ص ۳۳]

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-12-2016

## انگلینڈ میں ٹیکسی ڈرائیورز کی کمائی حلال یا حرام

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 179

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگلینڈ میں ٹیکسی ڈرائیورز کی کمائی حلال یا حرام کیونکہ انگلینڈ میں اکثر مسلمان ٹیکسی ڈرائیورز ہیں اور انگریز پب یا کلب میں ہر ویکنڈ پر جاتے ہیں جہاں شراب پیتے اور زنا کرتے ہیں اور یہ مسلمان ان کو اپنی ٹیکسی میں لے جا کر کلب یا پب میں پہنچاتے ہیں اور پہنچانے اور واپس گھر لے جانے کی اجرت لیتے ہیں اور یہ ڈرائیورز کسی جو ب کور فیوز نہیں کر سکتے کیونکہ تمام ڈرائیورز کسی کمپنی کے ماتحت ہوتے ہیں بہر صورت ان کو ایسے کسٹمرز ملتے ہیں جو کلب یا پب میں جاتے ہیں۔ اب ان کی کمائی حلال ہے یا حرام اور اگر کوئی ٹیکسی ڈرائیور اس کسٹمر کو خاص کلب میں لے جانے کی نیت سے لے جائے تاکہ یہ وہاں گناہ کرے اور اب اس کے لے جانے سے کمائی گئی اجرت کا کیا حکم ہے۔ اس پر دلائل بھی مطلوب ہیں۔

سائل: محسن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ان کی کمائی بالکل حلال ہے کیونکہ یہ ان لوگوں (انگریزوں) کو ان کی مطلوبہ جگہ تک پہنچانے کی اجرت ہے اور کسی کافر یا مسلمان کو اجارے پر اس کی مطلوبہ منزل تک پہنچانا فی نفسہ جائز ہے اور اس پر ملنے والی اجرت بھی جائز بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو اور گناہ کرنا اس مستاجر کا اپنا فعل ہے۔ اس کے گناہ کی وجہ سے ٹیکسی ڈرائیورز کی کمائی پر کچھ اثر نہیں پڑے گا۔

عیسائیوں کے گر جا گھر میں سوائے گناہ عظیم کفر و شرک کے اور کیا ہوتا ہے۔ پھر بھی مسلمان مزدور کو گر جا گھر بنانا



ایک مکان کو تعمیر کرنے کی طرح ہے اور کسی مکان کو تعمیر کرنا فی نفسہ جائز اور اس پر لی گئی اجرت بھی جائز ہے۔  
جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔

"لو أجز نفسه يعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به لانه لا معصية في عين العمل"  
اگر کوئی مزدور گرجے میں کام کرے اور اس کی تعمیر کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نفس عمل میں کوئی گناہ نہیں۔  
(فتاویٰ قاضی خان کتاب الحظر والاباحہ فصل فی التسییح نو لکشور لکھنؤ ۴/۷۹۴)

کیونکہ اس مسلمان مزدور کی اجرت اس کے کام کے بدلے ہے اور تعمیر مکان جائز کام ہے اور اجرت بھی جائز ہوئی۔

اسی طرح کسی کا اپنے مکان کو کسی مجوسی، عیسائی یا یہودی کو کرائے پر دینا جائز ہے اگرچہ وہ اس میں آتش کدہ بنائے یا گرجا بنائے یا اس میں شراب پیچی جائے وغیرہ کیونکہ یہ کرائے مکان کی منفعت کے بدلے میں ہے اور یہ بالکل حلال ہے اسے تعاون علی الاثم نہیں کہیں گے جیسا کہ ہدایہ میں ہے:

(وَمَنْ أَجَرَ بَيْتًا لِيَتَّخِذَ فِيهِ بَيْتُ نَارٍ أَوْ كَنِيسَةً أَوْ بَيْعَةً أَوْ يُبَاعَ فِيهِ الْخَمْرُ بِالسَّوَادِ فَلَا بَأْسَ بِهِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ تَرُدُّ عَلَى مَنَفَعَةِ الْبَيْتِ، وَلِهَذَا تَجِبُ الْأَجْرَةُ بِمَجَرَّدِ التَّسْلِيمِ، وَلَا مَعْصِيَةَ فِيهِ، وَإِنَّمَا الْمَعْصِيَةُ بِفَعْلِ الْمُسْتَأْجِرِ، وَهُوَ مُخْتَارٌ

جس نے مکان کرایہ پر دیا کہ اس میں آتش کدہ یا گرجا یا وہاں شراب فروخت کی جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اجارہ کا انعقاد مکان کی منفعت پر ہوا ہے اسی وجہ سے صرف گھر سپرد کر دینے سے اجرت واجب ہوگئی اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے گناہ تو کرایہ دار کے فعل سے ہوا اور یہی مختار ہے

(الہدایہ کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/۷۷۰)

اور اعلیٰ حضرت سے زانیہ عورت کے علاج کے بارے میں سوال ہوا کہ زانیہ عورت کا علاج کرنا اور اس پر

اجرت لینا کیسا ہے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:

اور اگر مرض سے کوئی (جسم کو) ایذا نہیں (اور مرض) صرف موانع زنا سے ہے (وہ مرض زنا کے لیے رکاوٹ ہے) جس کے سبب اس کا معالجہ ایک زانیہ عورت کے لئے (جسمانی طور پر) کوئی نفع رسانی نہ ہوگا بلکہ زنا کا راستہ صاف کرے گا مثلاً عارضہ رتق (شرمگاہ بند ہوگئی) یا شدت وسعت کہ فی نفسہ موذی نہیں مگر اس کا اشتہاء باعث سردی بازار زنان زنا کار ہے (زنا کار عورتوں کے بازار کے سرد ہونے کا باعث ہے) ایسے معالجہ کو جب کہ امور مذکورہ پر طبیب مطلع ہو اگرچہ برقیاس قول صاحبین من وجہ اعانت کہہ سکیں مگر مذہب امام طحطاویؒ پر یہ (اس زانیہ کا علاج کرنا) بھی داخل ممانعت نہیں کہ یہ تو پاک نیت سے صرف اس کا علاج کرتا ہے گناہ کرنا نہ کرنا اس کا اپنا فعل ہے جیسے راج کا گر جابا شوالہ بنانا یا مکان رنڈی زانیہ کو کرایہ پر دینا۔ (فتاویٰ رضویہ ج 24 ص 179)

اور اگر کوئی ٹیکسی ڈرائیور کسی گورے یا مسلمان کو کلب میں پہنچانے کی ناجائز نیت سے بھی اپنی ٹیکسی پر سوار کر کے لے جاتا ہے تاکہ وہ کافر یا مسلمان وہاں گناہ کرے اور لے جانے کی اجرت کماتا ہے پھر بھی اس کے لیے وہ اجرت جائز ہے مگر اس بری نیت سے وہ ڈرائیور گناہ گار ہوا۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے سوال ہوا کہ زید ہوٹل کا مالک ہے مگر ہوٹل وغیرہ خود نہیں کرتا بلکہ عمارت کرایہ پر دوسرے لوگوں کو دے رکھی ہے جو اس کو مشل ہوٹل کے استعمال کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ وہاں انگریزوں کو شراب و سور وغیرہ بھی کھلاتے ہیں لہذا اس کو جو کرایہ ملتا ہے مکان ہوٹل کا، وہ کیسا ہے، جائز ہے یا ناجائز؟

اعلیٰ حضرت اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ جبکہ اس نے صرف مکان کرائے پر دیا ہے، کرایہ داروں نے ہوٹل کیا اور افعال مذکورہ کرتے ہیں تو زید پر الزام نہیں، وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى۔ کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ (فاطر: 18) اس صورت میں وہ کرایہ کے لئے جائز ہے۔

اور اگر اس نے کسی اسلامی جگہ کو خاص اس غرض ناجائز کے لئے دیا تو گنہ گار ہے، مگر کرایہ کہ منفعت مکان کے



اس سے ثابت ہوا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور اپنی بری نیت کی وجہ سے گناہگار ہوگا مگر اس کی اجرت کسٹر کو ٹیکسی کی منفعت دینے (Provide) کے بدلے ہے وہ جائز ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-2-2016

## باربر کی کمائی حلال ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 180

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اس باربر (Barbers) کی کمائی حلال ہے جو لوگوں کے اس طریقے سے بال کاٹتا ہے جو سنت کے مطابق نہیں اور لوگوں کی داڑھیاں مونڈا تا ہے۔  
سائل: ساجد۔ ہیلی فیکس یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوْرَ وَالصَّوَابَ

بال کاٹنے کی اجرت حلال ہے مگر داڑھی مونڈنے کی اجرت حرام ہے۔ جیسا کہ وقار الفتاویٰ میں ہے: داڑھی مونڈنا حرام ہے اور یہ کام کرنا بھی حرام ہے، کسی سے کروانا بھی حرام ہے اور اس کی اجرت بھی حرام ہے۔

(وقار الفتاویٰ ج 1 ص 259)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

## پینشن اور جی پی فنڈ کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 181

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یو کے میں یہ ہوتا ہے کہ جو پرائیویٹ ہو یا گورنمنٹ وہ ہماری سیکری (Salary) میں سے 4 کاٹتے ہیں اور 6 خود شامل کر کے ریٹائرڈ ہونے کے بعد پینشن کی صورت میں ورکر کو لوٹاتے ہیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ میرے جمع شدہ رقم پر ملنے والا نفع لینا کیسا ہے؟ کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم اس طرح کا پینشن پلان کریں اور ہمیں پرائیویٹ پینشن پلان کی اجازت ہے جو کسی دوسری کمپنی سے ہو؟

سائل: سعید فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

اگر ایسا کرنا اختیاری ہے یعنی آپ کو اجازت ہے کہ آپ یہ پینشن پلان کریں یا نہ کریں تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے کہ یہ سود ہے کیونکہ آپ کی رقم کمپنی کے پاس قرض کی حیثیت رکھتی ہے اور قرض پر نفع سود کہلاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "كُلُّ قَرْضٍ جَزَاءٌ مَنْفَعَةٌ فَهُوَ رِبَا" ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچے وہ سود ہے۔

[الجامع الصغير للسيوطی ج ۲ حدیث نمبر 6336 ص 283]

اور اگر ایسا کرنا اختیاری نہیں بلکہ جبری ہے یعنی ہر صورت میں کمپنی 4 کاٹے گی اور بعد میں نفع لگا کر دے گی تو ایسی صورت میں ریٹائرمنٹ کے بعد آپ کو اپنی رقم کے ساتھ ملنے والا نفع لینا بھی جائز ہے اور یہ سود نہیں ہوگا کیونکہ سود کے لیے ضروری ہے کہ دونوں جانب سے یہ طے ہو کہ قرض لینے والے کو قرض کی واپسی کے وقت اصل رقم کے ساتھ نفع بھی دینا ہوگا۔ اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ کمپنی نے ورکر کی سیکری سے زبردستی پیسے کاٹے یعنی غصب کیے اور بعد میں



نفع کے ساتھ واپس کر دیئے ہیں اور اب یہ نفع ایک ہبہ (Gift) ہوگا، جس کا لینا و رک کر کے لیے جائز ہے۔

اگر کسی نے دوسرے کے پیسے دینے ہوں اور دینے والا اصل رقم پر اضافہ کرے دے اور یہ اضافہ پہلے سے طے شدہ نہ ہو تو اس کا لینا حلال ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "وَكَانَ لِي عَلَيْهِ دَيْنٌ فَقَضَانِي وَزَادَنِي" میرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ادا کیا، بلکہ مجھے اس پر زیادہ بھی دیا۔

(الصحيح البخاري كتاب الاستقراض باب حسن القضاء رقم 2394)

فقہاء احناف نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ رد المحتار میں علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا حَرَامٌ أَمَّا إِذَا كَانَ مَشْرُوطًا كَمَا عَلِمَ مِمَّا نَقَلَهُ عَنِ الْبَحْرِ وَعَنِ الْخُلَاصَةِ وَفِي الذَّخِيرَةِ وَإِنْ لَمْ يَكُنِ النَّفْعُ مَشْرُوطًا فِي الْقَرْضِ، فَعَلَى قَوْلِ الْكَرْخِيِّ لَا بَأْسَ بِهِ"

("الدر المختار مع رد المحتار"، كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل في القرض، ج ٤، ص ٣١٢)

اور بہار شریعت میں ہے۔ یوہیں جتنا لیا ہے (مقروض) ادا کے وقت اُس سے زیادہ دیتا ہے مگر اس کی شرط نہ تھی یہ بھی جائز ہے۔ (بہار شریعت ج 2 حصہ 11 ص 759)

پرائیویٹ پینشن پلان غالباً اختیاری (Optional) ہوتا ہے لہذا اسے اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوگی کما بینا۔ لیکن اگر یہ پرائیویٹ پینشن پلان حربی کفار کے ساتھ ہو تو جائز ہے کہ مسلمان اور کافر کے درمیان سود نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث میں آیا کہ لَا رِبَا بَيْنَ الْمُسْلِمِ وَالْحَرَبِيِّ فِي دَارِ الْحَرْبِ۔ (شرح وقایہ ج 2 ص 123)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 08-09-2017

الجواب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے

# رنٹ پردینے کے مورگج پر پراپرٹی لینے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 182

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بندہ ایک مکان کا مالک ہو۔ اس صورت میں کیا دوسرے مکان کو رنٹ پردینے کے لیے مورگج پر لینے کی اجازت ہے۔

سائل: فرخ فرام ڈربی انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

جب کوئی شخص ایک مکان کا مالک ہے جس سے اس کی حاجت پوری ہو رہی ہے۔ ایسی صورت میں اسے دوسرے مکان کو مورگج پر لینے کی اجازت نہیں کیونکہ بلا حاجت و ضرورت کا فرجی کو نفع دینا منع ہے۔

فتاویٰ بریلی میں امریکہ میں سودی قرض پر مکان لینے کے سوال کے جواب میں لکھا ہے۔ ایسی نام کی ضرورتوں میں ان [کافروں] سے قرض لینا اور انہیں زیادہ دینا حرام ہے کہ حربی کافر کو فائدہ پہنچانا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

[فتاویٰ بریلی ص ۳۳]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 08-07-2016



## سپر مارکیٹ میں نوکری کرنا کیسا ہے جہاں شراب بیچی جاتی ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 183

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سپر مارکیٹ میں نوکری کرنا کیسا ہے جہاں ہمیں بعض اوقات شراب کو بھی بیٹھل کرنا پڑتا ہے اور جب کسٹمر مانگیں تو ہمیں دینا ہوتا ہے اور انہیں الماریوں میں رکھنا اور چھونا پڑتا ہے ایسی نوکری کرنا کیسا ہے ؟  
سائل: قاسم فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

ایسی نوکری کرنا جس میں شراب کو چھونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا پڑتا ہے ناجائز ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں۔ شراب کا بنانا، بنوانا، چھونا، اٹھانا، رکھنا، رکھوانا، بیچنا، بکوانا، مول لینا، دلوانا سب حرام حرام حرام ہے۔ اور جس نوکری میں یہ کام یا شراب کی نگہداشت اُس کے داموں کا حساب کتاب کرنا ہو سب شرعاً ناجائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔ (المائدہ: 2)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: لعن الله الخمر وشاربها وساقیها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه واكل ثمنها۔

شراب، اسے پینے والا، پلانے والا، فروخت کرنے والا، خریدنے والا، کشید کرنے والا، کشید کروانے والا، اسے اٹھانے والا، جس تک اٹھا کر لے گیا، اور اس کی قیمت استعمال کرنے والا، اللہ تعالیٰ نے ان سب پر لعنت فرمائی۔  
(سنن ابی داؤد کتاب الاشربة باب العصير للخمير اقتاب عالم پریس لاہور ۱۶۱/۲) (المستدرک للحاکم کتاب الاشربة دار الفکر بیروت ۱۳۵/۴)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 12-07-2016

## عورت کا نوکری کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 184

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایک عورت جس کی شادی ہو چکی ہو اور اس کا شوہر کماتا بھی ہوں اور گزر بسر پر قادر بھی ہو تو ایسی عورت کو وہاں کام کرنا جائز ہے جہاں غیر محرم مرد موجود ہوں؟ عورت کے لیے کام کرنے کی شرعاً کچھ شرائط ہیں؟

سائل: عمار فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ایسی عورت کو نوکری کرنا مناسب نہیں اور اگر غیر محرم مردوں کے ساتھ خلوت کی صورت ہوتی ہے تو ناجائز ہے۔ اور عورت کو پانچ شرطوں کے ساتھ کام کرنا جائز ہے۔

میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد دین و ملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "یہاں پانچ شرطیں ہیں (1) کپڑے باریک نہ ہوں جن سے سر کے بال یا کلائی وغیرہ بشر کا کوئی حصہ چمکے یعنی نظر آئے (2) کپڑے تنگ و چست نہ ہوں جو بدن کی پُست (یعنی سینے کا اُبھار یا پنڈلی وغیرہ کی گولائی وغیرہ) ظاہر کریں {جینز کی پینٹ وغیرہ} (3) بالوں یا گلے یا پیٹ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر نہ ہوتا ہو {نظر نہ آتا ہو} (4) کبھی نا محرم کے ساتھ خفیف (یعنی معمولی سی) دیر کے لئے بھی تنہائی نہ ہوتی ہو (5) اُس کے وہاں رہنے یا باہر آنے جانے میں کوئی مظنۂ فتنہ (فتنہ کا گمان) نہ ہو۔ یہ پانچوں شرطیں اگر جمع ہیں تو خرچ نہیں اور ان میں ایک بھی کم ہے تو (علازمت وغیرہ) حرام"

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۳۸)

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 18-10-2016

الجواب صحیح والحبیب نجح  
مفتی شمس الہدی مصباحی عفی عنہ  
خادم شمس الافتاء کنز الایمان یو کے



## کافروں کے سکول میں کیٹرنگ کے کام کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاء 185

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں یو کے میں ایک کافر سکول کی کیٹرنگ میں کام کرتا ہوں وہاں کافروں کا حرام فوڈ موجود ہوتا ہے میں صرف یہ فوڈ سرو (Serve) کرتا ہوں تو کیا میرا یہ کام کافروں کو حرام فوڈ سرو کرنا جائز ہے۔ اور بعد میں مجھے حرام فوڈ میں متلوٹ ڈشز (Dishes) دھونی پڑتی ہیں جس کی وجہ سے نجس پانی میرے کپڑوں پر لگ جاتا ہے تو کیا مجھے نماز سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے یا کپڑے تبدیل کر کے اور صرف وضو کر کے نماز پڑ سکتا ہوں؟

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَاب

کافروں کے لیے حرام فوڈ سرو (Serve) کرنے کا کام کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ ان لوگوں (انگریزوں) کو ان کی مطلوبہ کھانا کھانے اور ان کے برتن دھونے کی خدمت کی اجرت ہے اور کسی کافر کی نوکری کرنا جائز اور اس پر ملنے والی اجرت بھی جائز بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔

عیسائیوں کے گرجا گھر میں سوائے گناہ عظیم کفر و شرک کے اور کیا ہوتا ہے۔ پھر بھی مسلمان مزدور کو گرجا گھر بنانا ایک مکان کو تعمیر کرنے کی طرح ہے اور کسی مکان کو تعمیر کرنا فی نفسہ جائز اور اس پر لی گئی اجرت بھی جائز ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ "لو آجر نفسه يعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به لانه لا معصية في عين العمل" اگر کوئی مزدور گرجے میں کام کرے اور اس کی تعمیر کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نفس عمل میں کوئی گناہ نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خان کتاب الحظرو الاباحۃ فصل فی التسیح نولکشور لکھنؤ ۴/۷۹۳)

کیونکہ اس مسلمان مزدور کی اجرت اس کے کام کے بدلے ہے اور تعمیر مکان جائز کام ہے اور اجرت بھی جائز ہوئی۔ اسی طرح کسی کا اپنے مکان کو کسی مجوسی، عیسائی یا یہودی کو کرائے پر دینا جائز ہے اگرچہ وہ اس میں آتش کدہ بنائے یا گر جانائے یا اس میں شراب پیجی جائے وغیرہ کیونکہ یہ کرائے مکان کی منفعت کے بدلے میں ہے اور یہ بالکل حلال ہے اسے تعاون علی الاثم نہیں کہیں گے۔

جیسا کہ ہدایہ میں ہے: وَمَنْ أَجَرَ بَيْتًا لِيَتَّخِذَ فِيهِ بَيْتُ نَارٍ أَوْ كَنِيسَةً أَوْ بَيْعَةً أَوْ يَبَاعَ فِيهِ الْخَمْرُ بِالسَّوَادِ فَلَا بَأْسَ بِهِ) وَهَذَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ لِأَنَّ الْإِجَارَةَ تَرُدُّ عَلَى مَنَفْعَةِ الْبَيْتِ، وَلِهَذَا تَجِبُ الْأُجْرَةُ مُجَرَّدِ التَّسْلِيمِ، وَلَا مَعْصِيَةٍ فِيهِ، وَإِنَّمَا الْمَعْصِيَةُ بِفِعْلِ الْمُسْتَأْجِرِ، وَهُوَ مُخْتَارٌ جس نے مکان کرایہ پر دیا کہ اس میں آتش کدہ یا گر جایا وہاں شراب فروخت کی جائے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اجارہ کا انعقاد مکان کی منفعت پر ہوا ہے اسی وجہ سے صرف گھر سپرد کر دینے سے اجرت واجب ہوگئی اور اس میں کوئی گناہ نہیں ہے گناہ تو کرایہ دار کے فعل سے ہوا اور یہی مختار ہے۔

(الهدایہ کتاب الکراہیۃ فصل فی البیع مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۳۷۰)

بہتر یہ ہے کوئی اور کام تلاش کیا جائے کہ کافر کی صحبت زہر قاتل ہے کہ یارِ بد بدتر از مارِ بد اور ماتحتی تو اور خطرناک۔

اور حرام نوذوالے برتن دھونے کے بعد نماز پڑھنے کے لیے کپڑے تبدیل کر کے صرف وضو کرنا ہی کافی ہے۔ غسل کرنا ضروری نہیں ہے۔ البتہ جسم کے جس حصہ کو نجس پانی لگ گیا اسے دھونا ضروری ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 25-12-2017

الجواب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے



# کام کے دوران گناہ کرنے سے آمدنی حلال ہوگی یا حرام

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 186

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی جائز کام کرتا ہے۔ مگر اس کام کے دوران کسی حرام کام کا ارتکاب کرنے سے کیا اس کی آمدنی حرام ہو جائے گی۔ مثلاً غیر محرم کو دیکھنا اور غیبت وغیرہ۔  
سائل: ابو مدنی برمنگھم۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کوئی شخص جائز کام کر کے کماتا ہے اور اس کام میں کسی گناہ کو کرنا بھی مشروط نہیں تو اس کی آمدنی حلال ہے۔ اگرچہ اس سے کوئی نہ کوئی گناہ ہو ہی جاتا ہے۔ لہذا یہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے اور اپنے رب عزوجل سے ماقبل گناہوں کی معافی چاہے اور سچی توبہ کرے اور آئندہ نہ کرنے کا عہد بھی کرے۔

وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 25-2-2016

## کتاب الوقف

## قبروں پر درخت لگانے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 187

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قبروں پر درخت لگانا جائز ہے اور قبر پر کیا لگایا جائے جو میت کے لیے تسبیح کرتا رہے ؟  
سائل: شلیم فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

قبروں پر آنے والوں کے سایہ کے لیے درخت لگانا جائز و مستحسن ہے لیکن اسے قبروں سے جدا جگہ پر لگایا جائے۔  
جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں "اور درخت اگر سایہ زائرین کے لیے ہو اچھا ہے، مگر قبرستان سے جدا ہو"  
(فتاویٰ رضویہ ج 9 ص 412)

میت کی قبر پر گھاس وغیرہ لگادی جائے جب تک تر رہے گی تسبیح کرتی رہے گی اسی وجہ سے قبرستان سے تر گھاس کا ٹٹا مکروہ ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: "قطع النبات الرطب والحشيش من المقبرة دون اليابس كما في البحر والدرر وشرح المنية وعلله في الامداد بانه مادام رطباً يسبح الله تعالى فيونس الميت وتنزل بذكرة الرحمة ونحوه في الخانية انتهى"

ردالمحتار کے جناز میں ہے کہ تر گھاس کا مقبرے سے کاٹنا مکروہ ہے خشک گھاس کا نہیں، جیسا کہ بحر، درر اور شرح

منیہ میں ہے، اور امداد میں اس کی یہ وجہ بتائی گئی ہے کہ جب تک وہ تر رہتی ہے اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے جس سے میت کو انس



حاصل ہوتا ہے، خانیہ میں بھی اسی طرح ہے۔

(رد المحتار باب صلوة الجنائز ادارة الطباعة المصرية مصر ۱/۲۰۶)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 3-12-2017

## کفار سے مسجد یا دینی امور کے لیے چندہ لینا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 188

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا غیر مسلم سے مسجد یا کسی دینی کام کے لیے چندہ لے سکتے ہیں؟  
سائل: عادل فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

کفار سے دینی کاموں یا مسجد کے لیے چندہ لینا ممنوع ہے۔ جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت، مولینا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: کسی دینی کام کے لئے کفار سے چندہ لینا اول تو خود ہی ممنوع اور سخت معیوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اننا لانستعين بمشرك" ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے۔

(سنن ابی داؤد، ج 3 ص 100 حدیث 2732، فتاویٰ رضویہ ج 14 ص 566)

رد المحتار میں ہے: "لانها قربة ولا ينبغي ان يستعان بالكافر في امور الدين" کیونکہ یہ عبادت

ہے اور دینی امور میں کافر سے مدد لینا مناسب نہیں۔ (رد المحتار کتاب الاضحية دار احیاء التراث العربی بیروت ج 5 ص 208)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-12-2016

## کتاب الاضحیہ

## بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 189

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بالغ اولاد کی طرف سے والدین قربانی کر سکتے ہیں اور شوہر بیوی کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کی اجازت لینا ضروری ہے۔

سائل: عبد اللہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں! بالغ اولاد سے اجازت لینا ضروری ہے ان کی اجازت سے والدین ان کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں اور اسی طرح شوہر اپنی بیوی کی اجازت سے اس کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے، اور اگر ان کی اجازت کے بغیر قربانی کر دی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوگا جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے: وَلَيْسَ عَلَى الرَّجُلِ أَنْ يُضَحِّيَ عَنْ أَوْلَادِهِ الْكِبَارِ وَأَمْرَآتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ" (الفتاویٰ الہندیہ کتاب الاضحیہ باب الاول ص 293)

اور بہار شریعت میں ہے کہ بالغ لڑکوں یا بی بی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ان سے اجازت حاصل کرے بغیر ان کے کہے اگر کر دی تو ان کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا۔

(بہار شریعت ج 3 حصہ 15 ص 334 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-6-2017



## جس پر قربانی واجب تھی اس نے نہیں کی تو کیا کرے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 190

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی پر قربانی واجب تھی مگر اس نے نہیں کی اور ایام قربانی گزر گئے تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے اور اگر اس نے کوئی جانور پہلے سے خرید رکھا تھا تو کیا اس کی اب قربانی کر دے اور اگر اس نے خرید نہیں تھا تو وہ اب کیا کرے۔ سائل: کبیر فرام شیفلڈ۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر قربانی کے ایام گزر گئے اور جس پر قربانی واجب تھی اور وہ غنی تھا اس نے قربانی نہیں کی تو اب قربانی نہیں ہو سکتی اگر اس نے قربانی کے لیے پہلے ہی سے کوئی جانور خریدا رکھا تھا تو وہ جانور زندہ صدقہ کر دے یعنی کسی فقیر شرعی کو دیدے اور اگر خریدا نہیں تھا تو جانور کی قیمت صدقہ کرے۔ پھر اگر اس نے قربانی کا جانور معین کر رکھا تھا مثلاً معین جانور کے قربانی کی منت مان لی تھی وہ شخص غنی ہو یا فقیر بہر صورت اسی معین جانور کو زندہ صدقہ کرے اور اگر ذبح کر ڈالا تو سارا گوشت صدقہ کرے اس میں سے کچھ نہ کھائے۔ اور اگر فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا تھا اور قربانی کے دن نکل گئے چونکہ اس پر بھی اسی معین جانور کی قربانی واجب ہے لہذا اس جانور کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے یعنی اس کا سارا گوشت صدقہ کرے اس میں سے کچھ نہ کھائے۔

اور عالمگیری میں ہے: ثُمَّ قَضَاؤُهَا قَدْ يَكُونُ بِالتَّصَدُّقِ بِعَيْنِ الشَّاةِ حَيَّةً، وَقَدْ يَكُونُ بِالتَّصَدُّقِ بِقِيَمَةِ الشَّاةِ، فَإِنْ كَانَ قَدْ أُوجِبَ التَّضَحِّيَّةُ عَلَى نَفْسِهِ بِشَاةٍ بِعَيْنِهَا فَلَمْ يُضَحِّهَا حَتَّى مَضَتْ أَيَّامُ النَّحْرِ فَيَتَصَدَّقُ بِعَيْنِهَا حَيَّةً سَوَاءً كَانَ مُوسِرًا أَوْ مُعْسِرًا، وَكَذَا إِذَا اشْتَرَى شَاةً

## لِيُضَيَّحَ بِهَا فَلَمْ يُضَحَّ حَتَّى مَضَى الْوَقْتُ

(“الفتاوى الهندية”، كتاب الأضحية، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان، ج ۵، ص ۲۹۶)

اور علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ رد المحتار میں فرماتے ہیں۔

وَأَقُولُ ذَكَرْتُ فِي الْبَدَائِعِ أَنَّ الصَّحِيحَ أَنَّ الشَّاةَ الْمُشْتَرَاةَ لِلْأُضْحِيَّةِ إِذَا لَمْ يُضَحَّ بِهَا حَتَّى مَضَى الْوَقْتُ يَتَصَدَّقُ الْمُوَسِّرُ بِعَيْنِهَا حَيَّةً كَالْفَقِيرِ بِلَا خِلَافٍ بَيْنَ أَصْحَابِنَا

ترجمہ

میں کہتا ہوں کہ بدائع میں مذکور ہے کہ صحیح یہی ہے کہ قربانی کے لیے خریدی ہو بکری کی جب قربانی نہیں کی گئی اور وقت گزر گیا تو غنی اس بکری کو صدقہ کرے گا فقیر کی طرح اس میں ہمارے اصحاب کے درمیان اختلاف نہیں ہے۔

(الدر المختار و "رد المحتار"، کتاب الأضحية، ج ۹، ص ۵۳۱)

اور بہار شریعت میں ہے: ایام نحر گزر گئے اور جس پر قربانی واجب تھی اُس نے نہیں کی ہے تو قربانی فوت ہو گئی اب نہیں ہو سکتی پھر اگر اُس نے قربانی کا جانور معین کر رکھا ہے مثلاً معین جانور کے قربانی کی منت مان لی ہے وہ شخص غنی ہو یا فقیر بہر صورت اُسی معین جانور کو زندہ صدقہ کرے اور اگر ذبح کر ڈالا تو سارا گوشت صدقہ کرے اوس میں سے کچھ نہ کھائے اور فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہے اور قربانی کے دن نکل گئے چونکہ اس پر بھی اسی معین جانور کی قربانی واجب ہے لہذا اس جانور کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو منت میں مذکور ہوا۔ اور غنی نے قربانی کے لیے جانور خریدا ہے تو وہی جانور صدقہ کر دے اور ذبح کر ڈالا تو وہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور خریدا نہ ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کرے۔

(بہار شریعت ج 3 حصہ 15 ص 338)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ  
ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-6-2017



## دعوتِ اسلامی کا انگلینڈ میں قربانیاں اکھٹی کرنے کے حوالے سے فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 191

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعوتِ اسلامی جو اہلسنت کی ایک بڑی تنظیم ہے وہ انگلینڈ میں لوگوں کی قربانیوں کی کوئیکشن کرتی ہے یعنی لوگوں سے پیسے لے کر پاکستان میں بھیجتی ہے وہاں ان لوگوں کے پیسوں سے قربانیاں خرید کر ان کی طرف سے کی جاتی ہیں کیا یہ طریقہ درست ہے کہ بندہ اپنی قربانی خود نہ کرے بلکہ ان کی طرف سے کوئی اور شخص کرے جو پاکستان میں ہے؟  
سائل: عبد اللہ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں یہ طریقہ بالکل درست اور شریعت کے مطابق ہے کیونکہ قربانی قربتِ مالِیہ یعنی مالی عبادت ہے اس میں کسی کو اپنا نائب و وکیل بنانا درست ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"وَمِنْهَا اَنَّهُ تَجْرِيْ فِيْهَا النِّيَابَةُ فَيَجُوزُ لِلْاِنْسَانِ اَنْ يُصَحِّحَ بِنَفْسِهِ اَوْ بِغَيْرِهِ بِاِذْنِهِ، لِاَنَّهَا قُرْبَةٌ تَتَعَلَّقُ بِالْمَالِ فَتَجْرِيْ فِيْهَا النِّيَابَةُ" اور قربانی کے احکام میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ قربانی کرنے میں نیابت جاری ہو سکتی ہے کہ انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی خود قربانی کرے یا اپنے علاوہ کسی دوسرے کی اس کی اجازت سے قربانی کرے۔ کیونکہ قربانی قربت ہے جس کا تعلق مال سے ہے تو اس میں نیابت یعنی اپنا نائب بنانا جاری ہو سکتا ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ، کتاب الأضحیۃ، الباب الاول فی تفسیرھا... الخ، ج ۵، ص ۲۹۳، ۲۹۴)

اور بہار شریعت میں ہے اس میں نیابت ہو سکتی ہے یعنی خود کرنا ضرور نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دے دی  
اوس نے کر دی یہ ہو سکتا ہے۔ (بہار شریعت ج 3 حصہ 16 ص 335)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-6-2017

## عیدی کی وجہ سے قربانی کا وجوب

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 192

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بالغ بچے یا بچی کے پاس  
عیدی میں اتنی رقم اکٹھی ہو جائے کہ جو ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو تو کیا اس پر قربانی واجب  
ہو جائے گی؟  
سائل: کبیر فرام شیفیلڈ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں! اگر عید کے تینوں دنوں میں سے کسی دن بھی (عید کے پہلے دن کی فجر کے طلوع ہونے سے تیسرے  
دن کی مغرب تک) کسی بالغ بچے یا بچی کے پاس ساڑھے باون تولے (35.612 grams تقریباً) چاندی کی  
قیمت کے برابر رقم آجائے جو تقریباً آج کے ریٹ کے مطابق تقریباً 257 پونڈز ہے تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی  
کیونکہ وہ ایام قربانی میں قربانی کرنے کے قابل ہو گیا ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے:



"إِذَا لَمْ يَكُنْ أَهْلًا لِلْوُجُوبِ فِي أَوَّلِ الْوَقْتِ، ثُمَّ صَارَ أَهْلًا فِي آخِرِهِ... فَإِنَّهُ يَجِبُ عَلَيْهِ" جب کوئی پہلے دن قربانی کے وجوب کا اہل نہیں تھا پھر آخری دن اس کے قابل ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔

(الفتاویٰ الہندیہ کتاب الاضحیہ باب الاول ص 293)

اور بہار شریعت میں ہے قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن، دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں۔

(بہار شریعت ج 3 حصہ 15 ص 236 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-6-2017

## قربانی کس پر واجب ہوگی؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 193

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قربانی کس پر واجب ہے اور یہ مسئلہ بھی حل فرما دیجئے کہ سفر حج کرنے والے مسافر پر عید کی قربانی واجب ہے؟ سائل: کبیر فرام شیفلڈ - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جو شخص مالکِ نصاب ہو یعنی جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی (grams 35.612 تقریباً) یا

چاندی کی قیمت ہو اس پر قربانی واجب ہے۔ انگلینڈ میں ساڑھے باون تولے چاندی کی قیمت آج کے ریٹ کے مطابق تقریباً 260 پونڈز ہے اور پاکستانی روپے کے مطابق تقریباً 38000 روپے ہے یا اس شخص کے پاس حاجت اصلیہ کے علاوہ اتنی قیمت کی کوئی چیز ہو مثلاً دوکان وغیرہ اور یہ تینوں قسم کے مال (ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت یا اتنی قیمت کی کوئی چیز) قربانی کے ایام میں کسی کے پاس ہوں تو اس پر قربانی واجب ہوگی۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔

جو شخص دوسود رہم (ساڑھے باون تولے) یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسود رہم ہو وہ غنی ہے اُس پر قربانی واجب ہے۔ حاجت سے مراد رہنے کا مکان اور خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو اور سواری کا جانور اور خادم اور پہننے کے کپڑے ان کے سوا جو چیزیں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں۔

(بہار شریعت ج 1 حصہ 15 ص 333 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اور مسافر پر بقر عید کی قربانی واجب نہیں خواہ سفر حج ہو یا کسی دوسری غرض سے ہو اور ہاں اگر حاجی وہاں مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے اگر حج کریں تو ان پر عید کی قربانی واجب ہوگی کیونکہ یہ مسافر نہیں ہیں۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ حج کرنے والے جو مسافر ہوں اُن پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی۔

(بہار شریعت ج 1 حصہ 15 ص 333 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 16-6-2017



## نابالغ پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 194

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نابالغ پر قربانی واجب ہے کچھ علماء اس کے وجوب کے قائل ہیں اور کچھ کہتے ہیں کہ واجب نہیں ان میں سے کس کا قول زیادہ صحیح ہے حنفی فقہ کی رو سے دلائل کے ساتھ مسئلہ کی وضاحت کر دی جائے؟

سائل: زاہد- انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

نابالغ پر قربانی واجب ہے یا نہیں اس میں علماء احناف کا اختلاف ہے اور ظاہر الروایت یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ ہی اس کی طرف سے اس کے باپ پر واجب ہے اور یہی صحیح قول اور اسی پر فتویٰ ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے۔ (وَيُضْحِي عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ مِنْ مَالِهِ) صَحَّحَهُ فِي الْهِدَايَةِ (وَقِيلَ لَا) صَحَّحَهُ فِي الْكَافِي قَالَ وَلَيْسَ لِلْأَبِ أَنْ يَفْعَلَهُ مِنْ مَالِ طِفْلِهِ وَرَبَّحَهُ ابْنُ الشَّحْنَةِ قُلْتُ وَهُوَ الْمُعْتَمِدُ لِمَا فِي مَثْنِ مَوَاهِبِ الرَّحْمَنِ مِنْ أَنَّهُ أَصَحُّ مَا يَفْتَى بِهِ

(ایک قول یہ ہے کہ) والد اپنے نابالغ بچے کی طرف سے اس کے مال سے قربانی کرے گا اس کی ہدایہ میں تصحیح کی ہے اور کہا گیا ہے کہ والد اپنے نابالغ بچے کی طرف سے قربانی نہیں کرے گا اور اس قول کی کافی میں تصحیح کی ہے اور مصنف نے کہا کہ باپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ قربانی بچے کے مال سے کرے اور ابن شحنے نے اسی کو ترجیح دی اور میں کہتا ہوں کہ یہی معتمد قول ہے اس لیے کہ مواہب الرحمن کے متن میں ہے کہ یہی اصح ہے جس پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

(الدر المختار، کتاب الأضحية، ج ۹، ص ۵۲۳)

اور فتاویٰ ہندیہ میں ہے: "وَفِي الْوَلَدِ الصَّغِيرِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى رَوَايَتَانِ فِي ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ تُسْتَحَبُّ وَلَا تَحِبُّ بِخِلَافِ صَدَقَةِ الْفِطْرِ، وَفِي رَوَايَةِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّهُ يَحِبُّ أَنْ يُضْحِيَ عَنْ وَلَدِهِ الصَّغِيرِ وَلَدٍ وَلَدِهِ الَّذِي لَا أَبَ لَهُ وَالْفَتْوَى عَلَى ظَاهِرِ الرِّوَايَةِ"

(الفتاویٰ الہندیہ کتاب الاضحیہ باب الاول ص 293)

اگر والد نے اپنے مال سے نابالغ بچے کی طرف سے قربانی کر دی تو بہتر ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ نابالغ کی طرف سے اگر چہ واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔

(بہار شریعت ج 3 حصہ 15 ص 334 مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-6-2017



## کتاب المحظور والاباحۃ

بسم اللہ شریف کے اعداد کے حوالے سے فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 195

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض جگہوں پر 786 لکھا ہوتا ہے اس کا مطلب کیا ہے ؟

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

حروف ابجد کے اعتبار سے یہ (786) بسم اللہ شریف کے اعداد ہیں اور ان کو بسم اللہ شریف کی جگہ لکھا جاتا ہے۔ حروف ابجد کا ٹیبل مع اعداد درج ذیل ہے۔

حروف	اعداد	حروف	اعداد	حروف	اعداد	حروف	اعداد
ا	1	ح	8	س	60	ت	400
ب	2	ط	9	ع	70	ث	500
ج	3	ی	10	ف	80	خ	600
د	4	ک	20	ص	90	ز	700
ه	5	ل	30	ق	100	ض	800
و	6	م	40	ر	200	ظ	900
ز	7	ن	50	ش	300	غ	1000

اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کے انیس حروف اور ان کے اعداد درج ذیل ہیں۔

ب=2 س=60 م=40 ا=1 ل=30 ل=30 ه=5 ا=1 ل=30 ر=200 ح=8  
 م=40 ن=50 ا=1 ل=30 ر=200 ح=8 ی=10 م=40  
 ان تمام اعداد کو جمع کرنے سے مجموعہ 786 آتا ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-09-2017

## بولی ووڈ کے گانوں کی طرز پر نعت پڑھنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 196

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بولی ووڈ فلموں کے گانوں کی طرز پر نعتوں کو پڑھنا جائز ہے۔  
 سائل: برادر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مشہور گانوں کی طرز پر نعت پڑھنا منع ہے لہذا اس سے احتراز کیا جائے۔ ہاں اگر کسی نعت خواں نے کسی نعت میں کوئی طرز لگائی اور بعد میں کسی گلوکار نے اسی طرز کو کسی گانے پر لگا دیا تو اب اس طرز میں وہی نعت پڑھنا منع نہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 08-10-2017



## حب الوطنی [Patriotism] پر فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 197

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حب الوطنی کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے۔ کیا کوئی ایسی حدیث ہے جو اس کو Support کرتی ہو یعنی حب الوطن من الایمان۔ آج کل جو کچھ حب الوطنی کے نام پر ہوتا ہے یعنی میوزیکل گانے اور بے حیائی کے پروگرام کیا یہ جائز ہے؟ سائل: رفیق فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

اپنے وطن سے محبت کرنا ایک فطرتی امر ہے اور قرآن و سنت بھی اس سے منع نہیں کرتے اور جس سے قرآن و سنت منع نہ کریں کم از کم وہ جائز ضرور ہوتا ہے۔ مگر حب الوطن من الایمان جیسے الفاظ حدیث سے ثابت نہیں بلکہ علماء کرام نے بالاتفاق فرمایا کہ ہم ایسی حدیث پر واقف نہیں۔ امام شمس الدین سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اور امام جلال الدین سیوطی نے الدر المنثورہ میں فرمایا لم اقف علیہ میں اس حدیث سے آگاہ نہیں ہو سکا۔

(المقاصد الحسنہ للسخاوی حدیث ۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۰۹)

(الدر المنثور فی الاحادیث المشہورۃ حروف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ حب الوطن من الایمان یعنی وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز اس کے یہ معنی، اور آگے آپ ﷺ اوپر والا حوالہ نقل کرنے بعد فرماتے ہیں کہ امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمان ہند کے کلام میں بتائی کما ینظہر بالرجوع الیہ۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۱۵ ص ۲۹۶]

مگر حب الوطنی کی آڑ میں خلاف شرع کام کرنا گانے باجے یا میوزیکل پروگرام و ترانے کہنا یا ایسی حب

الوطنی اختیار کرنا جو اللہ و رسول عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابل میں ہو حرام و ناجائز ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن چھوڑیں، یار و دیار سے منہ موڑیں، اور ان کی سخت مذمت فرمائی جو حب وطن لئے بیٹھے رہے اور اللہ و رسول کی طرف مہاجر [ہجرت کرنے والے] نہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۖ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ

عَلَى اللَّهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝  
اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا پھر اسے موت نے آلیا تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

[سورۃ النساء: ۱۰۰]

جو مدینہ طیبہ کی حاضری پر حب وطن کو ترجیح دیں وہ ظالموں کی طرح ہیں اور جو حب وطن کو خاک بوسی آستان عرش نشان پر تصدق کریں وہ ان مقبولوں میں ہیں۔۔۔ اور آگے فرماتے ہیں کہ وہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطن اصلی ہے جہاں سے آدمی آیا اور جہاں جانا ہے۔ کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل : وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ دنیا میں اس طرح رہو جیسے اجنبی ہو یا مسافر، اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب کا کارساز ہے۔ (کنز العمال حدیث ۶۱۲۷ مؤسسة الرسالہ بیروت ۳/۹۶ فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۹۷)

وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَىٰ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 4-10-2016



## خودکشی کے متعلق فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 198

کیا اسلام میں خودکشی جائز ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جو خودکشی کرتا ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا کیا یہ درست ہے؟  
سائل: سید احمد یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

خودکشی یعنی خود اپنے ہاتھ سے اپنے کو مار ڈالنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر جنت حرام فرمادی ہے۔ اس کو جہنم میں اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا جس سے اس نے خودکشی کی ہوگی۔ جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا۔

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عَذِبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ جو شخص اپنی ذات کو کسی چیز سے قتل کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اسی چیز سے عذاب دے گا۔ (الصحيح المسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الانسان... الخ، الحديث: ۳۱۶، ص ۶۹)

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شہنشاہ خوش خصال صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

«مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ سُمًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا۔ جس نے لوہے کے ہتھیار سے خودکشی کی تو دوزخ کی آگ میں وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس سے اپنے آپ کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا۔ اور جو

ہمیشہ گرتا رہے گا۔ {الصحيح المسلم، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم قتل الانسان... الخ، الحديث: ۳۱۳}

شخص زہر کھا کر خودکشی کریگا وہ نارِ دوزخ میں ہمیشہ زہر کھاتا رہے گا اور جو پہاڑ سے گر کر خودکشی کریگا وہ نارِ دوزخ میں خودکشی کرنے والا مسلمان خودکشی کرنے سے کافر نہیں ہوتا کیونکہ کبیرہ گناہ کے ارتکاب سے بندہ کافر نہیں ہوتا یہی اہل سنت کا مذہب اور یہی حق ہے۔ لہذا یہ اپنی سزا کاٹ کر جنت میں ضرور جائے گا۔ حدیث مبارکہ میں جو خودکشی کرنے والے کے لیے ہمیشہ عذاب میں مبتلا ہونے کے بارے میں آیا اس سے مراد طویل مدت تک جہنم میں رہنا ہے یا یہ فرمان ایسے شخص کے بارے میں ہے جو خودکشی کو حلال جان کر خودکشی کرے کیونکہ تحلیل حرام کفر ہے اور کافر کے لیے ہمیشہ کے لیے جہنم ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

Date: 4-7-2016

الجواب صحیح والجبیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## سوئڈن یونین کا ممبر بننے کے بارے میں مسئلہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 199

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ملک سوئڈن میں ایک یونین ہے جو ملازمین [Employees] کے معاملات کو ڈیل کرتی ہے۔ اگر کوئی اس کا ممبر بننا چاہتا ہے تو اسے ماہانہ کچھ رقم دینی پڑتی ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر اس ممبر کے پاس کام [Job] نہیں ہوگا تو یہ یونین اسے اس کی انکم کا 80% دے گی جب تک اسے کوئی دوسری Job نہیں مل جاتی۔ کیا اس کا ممبر بننا جائز ہے؟ سائل: علی فرام سوئڈن



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بعون الملک الوہاب اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر وہ یونین مسلمانوں کی ہے یا اس میں مسلمانوں کے شیرز ہیں یا اس کے مالکان میں کوئی ایک بھی مسلمان ہے تو ان سے ایسا معاملہ کرنا سود اور حرام ہے۔ کیونکہ ممبر کی طرف سے جو رقم یونین میں جمع ہوگی وہ شرعاً قرض ہی بنتی ہے اور اس صورت میں ملنے والا نفع یعنی نوکری چھوٹنے کی صورت میں 80% اکم کا دیا جانا قرض پر مشروط نفع ہوا اور قرض پر مشروط نفع سود اور حرام ہے اور جس نے ایسا کیا اس پر توبہ واجب ہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنَفَعَةً فَهُوَ رِبَا" ہر وہ قرض جو نفع لائے وہ سود ہے۔ [الجامع الصغیر للسيوطی ج ۲ ص ۲۸۳ رقم الحدیث ۶۳۳۶]

اور اگر وہ یونین حربی کافروں کی ہے تو حربی کافروں کے ساتھ ایسا کوئی عقد جو مسلمان کا مسلمان کے ساتھ حرام تھا، کر کے بغیر نیت سود مال لینا ناجائز نہیں مگر اس میں شرط یہ ہے کہ اس میں مسلمان کا نقصان نہ ہو بلکہ فائدہ ہو۔ مگر یہاں نقصان بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی نوکری عمر بھر ختم نہ ہو اور یہ ایک دن بھی فارغ گھر میں نہ بیٹھا ہو اور ہر مہینے یونین کو دی گئی رقم ضائع و بے کار اور مسلم کا نقصان۔ لہذا ایسی ممبر شپ سے بہر صورت بچنے میں ہی عافیت ہے۔ عقد فاسد بشرطیکہ مسلم کے لیے مفید ہو اس کے ذریعے کافر حربی کا مال لینا جائز ہے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ عقد فاسد کے ذریعے سے کافر حربی کا مال حاصل کرنا ممنوع نہیں یعنی جو عقد مابین دو مسلمان ممنوع ہے اگر حربی کے ساتھ کیا جائے تو منع نہیں مگر شرط یہ ہے کہ وہ عقد مسلم کے لیے مفید ہو۔

[بہار شریعت ج ۲ حصہ ۱۱ مسئلہ نمبر ۲۹ ص ۷۷۵]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-8-2016

لقد اصاب من احباب

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## سی پی آر سپورٹ کے بارے میں شرعی حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 200

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ CPR سپورٹ کسی نامحرم لڑکی کو جائز ہے یا ناجائز۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کسی کو ہارٹ اٹیک کا دورہ پڑتا ہے تو مریض کے منہ پر منہ رکھ کر اس کی سانس چلانے اور اس کے ہارٹ کو دوبارہ دل کو چلانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح کرنے سے اس کی جان بچ سکتی ہے۔ اگر ایسا فوری طور پر نہ کیا گیا تو مریض ڈاکٹر کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی مر جائے گا۔

سائل: حمزہ فرام لیڈز۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

نامحرم لڑکی کی جان بچانے کی نیت سے اسے CPR سپورٹ دینا جائز ہے۔ کیونکہ یہاں پر اسے چھونا ضرورت کی وجہ سے ہے۔ جس طرح ہمارے فقہاء کرام نے ضرورت کی وجہ سے ڈاکٹر کو نامحرم مریضہ کی مرض کی جگہ کو دیکھنے کی اجازت دی ہے۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے۔ "وَيَجُوزُ لِلطَّبِيبِ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَوْضِعِ الْمَرَضِ مِنْهَا لِلطَّرْوَرَةِ" طبیب کو جائز ہے کہ وہ نامحرم عورت کی مرض والی جگہ کو دیکھے یہ جواز ضرورت کی وجہ سے ہے۔ (ہدایہ کتاب الکراہیۃ ج 4 ص 60)

جب نامحرم کی پردہ کی جگہ کی طرف دیکھنا جو کہ محظور شرعی ہے مرض کے علاج کے لیے جائز ہو سکتا ہے تو جان بچانے کے لیے بقدرِ اولیٰ جائز ہوگا کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ "الطَّرَوْرَاتُ تُبَيِّحُ الْمَحْظُورَاتِ" ضرورتیں ناجائز امور کو جائز کر دیتیں ہیں۔ اور جان بچانا تو بہت اہم ضرورت ہے کہ ایک جان کو بچانا پوری انسانیت کو بچانے کی طرح



ہے جیسا کہ ربِ رحمن قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا۔ اور جس نے ایک جان کو بچایا تو اس نے گویا سب لوگوں کو بچایا۔ (سورۃ المائدہ: 32)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 11-11-2017

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## عورتوں سے مصافحہ کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 201

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ انگلینڈ میں جب کوئی مسلمان کسی جوہ کے انٹرویو کے لیے جاتا ہے تو وہاں اسے فیمیل سے شیک پیٹ یعنی مصافحہ کرنا پڑتا ہے۔ کیا اس کی اجازت ہے اگر دونوں طرف شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر نہیں تو یہ کیوں منع ہے کیا اس پر کوئی دلیل ہے۔

سائل: محمد وسیم فرام برمنگھم۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اجنبیہ عورتوں سے ہاتھ ملانا جائز نہیں ہے کیونکہ اجنبیہ عورت کے بدن کے کسی حصہ کو بلا ضرورت چھونا حرام ہے اگرچہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ انٹرویو کے لیے ہاتھ ملانا کوئی ضرورت نہیں اس کے بغیر بھی انٹرویو ہو سکتا لہذا اس صورت ان سے مصافحہ جائز نہیں۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے:

"(وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَمَسَّ وَجْهَهَا وَلَا كَفَّيْهَا وَإِنْ كَانَ يَأْمَنُ الشَّهْوَةَ) لِقِيَامِ الْمُحَرَّمِ  
وَأَنْعَادِ الطَّرِيقَةِ وَالْبُلْوَى" کسی مرد کو اجنبیہ عورت کے چہرے اور ہاتھ کو چھونا حلال نہیں اگرچہ شہوت کا اندیشہ  
نہ ہو اور حرام کردہ کام کے پائے جانے اور عدم ضرورت کی وجہ سے۔

(الهداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج ۲، ص ۳۶۸)

آگے اسی کتاب میں ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "مَنْ مَسَّ كَفَّ امْرَأَةً لَيْسَ مِنْهَا بِسَبِيلٍ وَضِعَ عَلَى كَفِّهِ جَهَنَّمُ  
يَوْمَ الْقِيَامَةِ" جس نے عورت کی ہتھیلی کو بغیر کسی ضرورت کے چھوا تو قیامت کے دن اس کی ہتھیلی پر انگارہ رکھا جائے  
گا۔

اسی لیے حضور اقدس ﷺ بیعت کے وقت بھی عورتوں سے مصافحہ نہ فرماتے صرف زبان سے بیعت لیتے۔  
چنانچہ اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ فخریہؓ فرماتی ہیں: تاجدارِ رسالت، شہنشاہِ نبوت، پیکرِ جود و سخاوت،  
سراپا رحمت، محبوبِ ربِّ العزت عزَّ وَجَلَّ ﷺ جن عورتوں کو بیعت کرتے اُن سے فرماتے، "جاؤ میں نے تمہیں  
بیعت کیا۔

وَاللَّهِ مَا مَسَّتْ يَدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَ امْرَأَةٍ قَطُّ، "خُدا کی قسم! بیعت کرنے  
میں آپ ﷺ کا مبارک ہاتھ کبھی کسی عورت کے ہاتھ کے ساتھ نہیں چُھوا۔ (ابن ماجہ ج ۳ ص ۳۹۸ حدیث ۲۸۷۵)  
اور حضرت سیدتنا اُمِّمہ بنتِ رُقَیْقَہؓ فرماتی ہیں کہ میں چند خواتین کے ساتھ سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم، شاہِ بنی  
آدم، رسولِ اکرم ﷺ سے بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "إِنِّي لَا أَصَافِحُ النِّسَاءَ"  
یعنی میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔ یعنی ہاتھ نہیں ملاتا۔ (سنن ابن ماجہ ج ۳ ص ۳۹۸ حدیث ۲۸۷۴)

اور عورتوں سے ہاتھ ملانے پر عذاب کی وعید ہے چنانچہ حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ قل فرماتے



ہیں: دُنیا میں اَجَنْبِیَّہ عورت سے ہاتھ ملانے والا بَرّ و قیامت اس حال میں آئے گا کہ اُس کے ہاتھ اُس کی گردن میں آگ کی زنجیروں کے ساتھ بندھے ہوں گے۔

(قرة العيون معروض الفائق ص ۳۸۹)

اب یہاں وہ پیر حضرات بھی عبرت حاصل کریں جو اپنی مریدہ عورتوں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیعت کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-12-2016

## عورتوں کا قبرستان یا مزارات پر جانا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الاستفتاء 202

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورتوں کا قبرستان یا مزارات پر جانا کیسا ہے؟

سائل: عبداللہ - برمنگھم انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

عورتوں کا قبرستان یا مزارات پر جانا منع ہے۔ جیسا کہ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ عورتوں کے لیے بعض علماء نے زیارتِ قبور کو جائز بتایا، درمختار میں یہی قول اختیار کیا، مگر عزیزوں کی قبور پر جائیں گی تو جزع و فزع کریں گی، لہذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کے لیے جائیں تو بوڑھیوں کے

لیے حرج نہیں اور جوانوں کے لیے ممنوع۔ اور اسلم (یعنی سلامتی کی راہ) یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع و فزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

(بہار شریعت حصہ ۴ ص ۱۹۸)

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک سوال کے جواب میں غنیۃ کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں کہ: غنیۃ میں ہے: "یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔"

(غنیۃ الممتلیٰ، فصل فی الجنائز، ص ۵۹۴)

سوائے روضہ انور (علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام) کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں وہاں کی حاضری البتہ سنّتِ جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے۔۔۔ آگے فرماتے ہیں۔۔۔ بخلاف دیگر قبور و مزارات کہ وہاں ایسی تاکیدیں مفقود (یعنی غائب) اور احتمالِ مفسدہ (یعنی فساد و فتنہ انگیزی کا اندیشہ) موجود، اگر عزیزوں کی قبریں ہیں (تو) بے صبری کرے گی (اور) اولیا کے مزار ہیں تو محتتمل (یعنی اندیشہ ہے) کہ بے تمیزی سے بے ادبی کرے یا جہالت سے تعظیم میں افراط (یعنی زیادتی) جیسا کہ معلوم و مشاہد ہے لہذا ان کے لیے طریقہ اسلم احتراز ہی ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص 315 مکتبۃ المدینہ)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے



## فرض عین سے کیا مراد ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 203

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض عین کیا ہے اور کون کونسی چیزیں فرض عین کے تحت آتی ہیں۔  
سائل: بلال لیسٹر۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

فرض عین ایک شرعی اصطلاح ہے اور فرض عین وہ ہے جس کا ادا کرنا ہر عاقل و بالغ مسلمان پر ضروری ہے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ اللہ عز و جل کو ایک ماننا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا اور جو کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، صدق دل سے اس کو سچا ماننا ہر ہر امتی پر فرض عین ہے آپ کی اطاعت اور آپ کے احکام کے آگے تسلیم خم کر دینا ہر امتی پر فرض عین ہے۔ مسلمان پر اللہ عز و جل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت فرض عین ہے۔

ہر مسلمان کے لئے قیامت پر ایمان لانا فرض عین ہے کہ ایک دن یہ زمین آسمان بلکہ کل عالم اور سارا جہان فنا ہو جائے گا۔ اسی دن کا نام "قیامت" ہے۔

(المعتقد المنتقد مع المعتمد المستند، من اقر بالجنة والنار والحشر لكن اولها... الخ، ص ۱۸۰)

ضروریات دین یعنی فرائض و واجبات کا علم حاصل کرنا تو ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت پر فرض عین ہے۔

[بہشت کی کنجیاں 56 و فتاویٰ رضویہ]

"اتنی تجوید (سیکھنا) کہ ہر حرف دوسرے حرف سے صحیح ممتاز ہو فرض عین ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۲۵۳ مطبوعہ رضافاؤنڈیشن لاہور)

[بہار شریعت حصہ 3 ص 545]

ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف پر فرض عین ہے۔

پانچ نمازیں اور جمعہ "فرض عین" ہے

[بہار شریعت حصہ 4 ص 762]

نماز کی طرح روزہ بھی "فرض عین" ہے اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر۔

[جنتی زیور ص 347]

اگر کفار ہجوم کر آئیں تو اس وقت جہاں "فرض عین" ہے یہاں تک کہ عورت اور غلام پر بھی فرض ہے

[بہار شریعت حصہ 9 ص 427]

شہادت فرض کفایہ ہے بعض نے کر لیا تو باقی لوگوں سے ساقط اور دوسری شخص ہوں تو "فرض عین" ہے۔ خواہ تحمل ہو یا ادا یعنی گواہ بنانے کے لیے بلائے گئے یا گواہی دینے کے لیے دونوں صورتوں میں جانا ضروری ہے۔

[بہار شریعت حصہ 12 ص 931]

اس کے علاوہ اور بہت کچھ ہے۔ جسے ایک ہی تحریر میں ضبط کرنا مشکل ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-7-2016

## قبروں پر قبہ و روضہ کی تعمیر کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 204

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ تحریر عام ہو رہی ہے کہ قبروں پر کسی بھی قسم کی تعمیر جائز نہیں، نہ ہی ان پر کتابت جائز ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ سے قبروں پر تعمیر اور ان پر کتابت کی ممانعت ثابت ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں: "نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ" رسول اللہ ﷺ نے



قبروں کو پلستر کرنے، ان پر بیٹھنے اور ان پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔ قبر پر مٹی صرف اس لیے ڈالی جاتی ہے اور اسے تقریباً ایک بالشت اونچا رکھا جاتا ہے کہ یہ معلوم ہو سکے کہ یہ قبر ہے قبروں کے متعلق یہی وہ سنت ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم عمل پیرا رہے۔ قبروں پر نہ مساجد بنانا جائز ہے، نہ انہیں غلاف پہنانا اور نہ ان پر گنبد بنانا جائز ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: "لَعَنَ اللَّهُ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ" اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا۔ اس حدیث پر شیخین کا اتفاق ہے۔ اور مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت جند عبد اللہ بکلی سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں سے رسول اللہ ﷺ کو ان کی وفات سے پانچ دن پہلے یہ کہتے سنا ہے کہ:

إِنَّ اللَّهَ قَدْ اتَّخَذَ لِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا، وَلَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا إِلَّا تَخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا، أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَأَصْحَابِهِمْ مَسَاجِدَ، أَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، فَإِنِّي أَنُهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ"

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے دوست بنایا ہے جیسے ابراہیم کو خلیل بنایا اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو دوست بنانے والا ہوتا تو ابوبکر کو دوست بناتا۔ خوب سن لو تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء اور اپنے بزرگوں کی قبروں کو مسجدیں بنالیا تھا۔ خوب سن لو! تم قبروں کو مسجدیں نہ بنانا۔ میں تمہیں اس کام سے منع کرتا ہوں اور اس مضمون کی احادیث بہت ہیں۔“

(فتاویٰ بن باز رحمہ اللہ جلد اول - صفحہ 35)

سائل: سید فضیل عطاری فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

پہلی حدیث جس میں تین چیزوں کا بیان ہے کہ

(1) قبر کو گچ یا چونے سے پکا کرنا اور یہ ہمارے نزدیک بھی منع ہے۔

(2) اس پر بیٹھنا اور یہ بھی ہمارے نزدیک ناجائز ہے جس پر فقہاء احناف کی عبارات کثیرہ موجود ہیں۔

(3) قبروں کے اوپر عمارت کا ایسے تعمیر کرنا کہ اس عمارت کی دیوار قبر پر رکھی جائے یہ بھی ہمارے نزدیک ناجائز

ہے مگر قبر کے گرد عمارت کا بنانا جیسے اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی قبور پر بنایا جاتا ہے یہ بالکل جائز ہے۔

کیونکہ ہمارے ائمہ دین نے مزارات علماء و مشائخ کے گرد زمین (جائز التصرف) میں عمارت بنانے کا جواز

بیان کیا ہے اور وہ بھی صرف اس غرض سے کہ زائرین راحت پائیں اور وہاں ذکر واذکار کر سکیں۔

اور جن کتابوں میں قبروں کے گرد عمارتیں بنانے کو ایک ممنوع فعل قرار دیا گیا ہے تو وہاں علماء نے یہ صراحت

لکھا ہے کہ منع کی علت نیت فاسدہ یا عدم فائدہ ہے۔ جہاں نیت اچھی ہو اور فائدہ بھی موجود ہو تو حکم منع مفقود (ختم) ہو

جائے گا۔

قبر پر عمارت کو تعمیر کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

### پہلی صورت

خود قبر کی مٹی پر کوئی عمارت بنائی جائے تو اس کی ممانعت میں اصلاً شک نہیں کیونکہ قبر کی چھت حق میت ہے

اور اس فعل میں اس کی اہانت و اذیت، یہاں تک کہ قبر پر بیٹھنا، چلنا ممنوع ہوا۔

ہمارے بہت علماء نے احادیث و روایات جو عمارت کے بنانے کی ممانعت پر آئی ہیں ان سے یہی معنی مراد

لیے ہیں کیونکہ ان احادیث میں "على القبر" الفاظ آئے ہیں جن کے معنی ہے قبر کے اوپر اور اس کے حقیقی معنی یہی

ہیں اور یہ معنی نہیں کے قبر کے ارد گرد بھی بناسکتے کیونکہ قبر کے ارد گرد کوئی مکان بنانا حول القبر ہے نہ کہ علی القبر۔

امام فقیہ النفس فخر الملة والدین اوز جندی خانیہ میں فرماتے ہیں: لا یجوز القبر لہما روی عن النبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه انہی عن التجصیص و التقضیص و عن البناء فوق القبر،

قالوا اراد بالبناء السقف الذی یجعل علی القبر فی دیارنا۔ قبر کو گچ سے پکانہ کیا جائے گا اس لیے کہ حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے گچ اور چونے سے پختہ کرنے سے اور قبر کے اوپر عمارت بنانے سے ممانعت



فرمائی ہے، علماء نے فرمایا عمارت سے مراد وہ سقف ہے جو ہمارے دیار میں قبر کی مٹی کے اوپر بنایا جاتا ہے۔

(فتاویٰ قاضی خان باب غسل المیت الخ ۱/۹۲)

اور قبر کے اوپر عمارت بنانا اس لیے منع ہے کہ اس میں میت کو ایذا ہوتی ہے کہ اس میں اس کی توہین ہے۔ اور یہ حدیث سے منع ہے جیسا کہ امام احمد علیہ الرحمۃ بسند حسن روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا، فرمایا: لَا تَوْدِي صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ (اس قبر والے کو ایذا نہ دے) یا فرمایا: لَا تَوْدِي (اسے تکلیف نہ پہنچا) (مشکوٰۃ المصابیح عن عمرو بن حزم باب دفن المیت ص ۱۴۹)

اور دوسرا یہ کہ وہ عمارت بنا کر اس میں اپنی رہائش رکھے گا اس لیے قبر کے اوپر عمارت بنانے سے منع کیا گیا ہے اور اسی واسطے ہمارے فقہائے کرام احناف علیہم الرحمۃ فرماتے ہیں کہ: "قبر پر رہنے کو مکان بنانا، یا قبر پر بیٹھنا، یا سونا، یا اس پر یا اس کے نزدیک بول و براز کرنا یہ سب امور اشد مکروہ قریب بحرام ہیں۔" فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ویکره ان یبنی علی القبر او یقعد او ینام علیہ او یطأ علیہ او یقضي حاجة الانسان من بول او غائط۔ الخ قبر پر عمارت بنانا، بیٹھنا، سونا، روندنا، بول و براز کرنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ ہندیۃ الفصل السادس فی القبر و الدفن ۱/۱۶۶)

### دوسری صورت

قبر کے گرد کوئی چبوترہ یا مکان بنایا جائے، تو اگر یہ نیت فاسدہ سے ہو یعنی زینت و تفاخر کے لیے جیسے امراء کی قبور پر عمارتوں کا بنانا تو یہ نیت فاسدہ کی وجہ ممنوع ہوگا۔ اسی طرح جہاں کوئی فائدہ نہ ہو، جیسے کوئی قبر کسی جنگل میں واقع ہو جہاں لوگوں کا گزر نہیں یا عوام کی قبور جن سے کسی کو کوئی عقیدت نہیں لہذا لوگ وہاں نہیں آئیں گے۔ ایسی صورت میں اسراف اور مال ضائع کرنے کی وجہ سے عمارت بنانا منع ہے علامہ تورپشتی فرماتے ہیں: نہی لعدم الفائدة فیہ "ممنوع ہے کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ بحوالہ تورپشتی باب دفن المیت مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۶۹)

جہاں معاملہ ان سب ممنوعات سے پاک ہو وہاں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں اور ائمہ کرام نے علماء و مشائخ کی قبور پر عمارت بنانے کے جواز کی تصریح فرمائی۔ علامہ طاہر فتنی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں: وقد اباح السلف ان يبني على قبر المشايخ والعلماء المشاهير ليزورهم الناس ويستريحوا بالجلوس فيه "سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانے کی اجازت دی ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت کو آئیں اور اس میں بیٹھ کر آرام پائیں۔ (مجمع بحار الانوار تحت لفظ "شرف" منشی نولکشور لکھنؤ ۱۸۷/۲)

اور کشف الغطاء میں ہے:

در مطالب المومنین گفتہ کہ مباح کردہ اند سلف بناء را بر قبر مشائخ علمائے مشہور تا مردم زیارت کنند و استراحت نمایند بجلوس در آں ولیکن اگر برائے زینت کنند حرام است و در مدینہ مطہرہ بنائے قبہا بر قبور اصحاب در زمان پیش کردہ اند ظاہر آنست کہ آں بتجویز آں وقت باشد و بر مرقہ منور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیز قبہ عالی ست۔ مطالب المومنین میں لکھا ہے کہ سلف نے مشہور علماء و مشائخ کی قبروں پر عمارت بنانا مباح رکھا ہے تاکہ لوگ زیارت کریں اور اس میں بیٹھ کر آرام لیں، لیکن اگر زینت کے لیے بنائیں تو حرام ہے مدینہ منورہ میں صحابہ کی قبروں پر اگلے زمانے میں قبے تعمیر کئے گئے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ اس وقت جائز قرار دینے سے ہی یہ ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقہ انور پر بھی ایک بلند قبہ ہے۔

(کشف الغطاء باب دفن میت مطبع احمدی دہلی ص ۵۵)

نور الایمان میں ہے: قد نقل الشيخ الدهلوی فی مدارج عن مطالب المومنین ان السلف اباحوا ان يبني على قبر المشايخ والعلماء المشهورين قبة ليحصل الاستراحة الزائرين و يجلسون في ظلها وهكذا في المقاتيح شرح المصابيح وقد جوزة اسمعيل الزاهدی الذی من مشاهير الفقهاء۔ شیخ محقق دہلوی نے مدارج النبوة میں مطالب المومنین سے نقل کیا ہے کہ سلف نے مشہور مشائخ و علماء کی قبروں پر قبے تعمیر کرنا جائز و مباح رکھا ہے تاکہ زائرین کو آرام ملے اور اس کے سائے میں بیٹھ سکیں، اسی طرح مفاتیح شرح مصابیح میں بھی ہے اور مشاہیر فقہاء میں سے اسمعیل زاہدی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے۔

(مدارج النبوة بحوالہ مطالب المومنین وصل در نماز جنازہ مکتبہ نور یہ رضویہ سکھر ۱/۲۲۰)



اور قبروں کے گرد عمارت کے جواز کا قول ہی مختار و مفتی بہ ہے۔ کمافی در مختار

(در مختار شرح تنویر الابصار باب صلوة الجنائز ۱/۱۲۵)

### دوسری حدیث کا جواب

پوری حدیث یہ ہے کہ عن عائشة رضي الله تعالى عنها عن النبي ﷺ قال في مرضه الذي مات فيه لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياءهم مسجدا قالت ولولا ذاك لا برزوا قبره۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی ﷺ سے روایت کرتی ہے کہ حضور نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: یہودی و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔ اگر یہ ارشاد نہ ہوتا تو حضور کی قبر انور نمایاں رکھی جاتی۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۷)

دیکھا جائے تو یہ دلیل تو ہماری ہے کہ قبر کے گرد عمارت تعمیر کرنا جائز ہے اور سیدہ عائشہ نے روضہ انور کے گرد پہلی عمارت خود تعمیر کروائی۔

جیسا کہ علامہ قسطلانی ارشاد الساری میں اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: لكن لم يبرزوا اي لم يكشفوا بل بنوا عليه حائل۔ لیکن اسے نمایاں اور منکشف نہ رکھا بلکہ اس پر ایک حائل بنا دیا۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز دار الكتاب العربی بیروت ۲/۴۳۰)

اور شیخ محقق جذب القلوب میں فرماتے ہیں کہ جب سرور انبیاء ﷺ کو حکم الہی کے باعث حجرہ شریفہ ہی میں دفن کر دیا گیا عائشہ صدیقہ بھی اپنے گھر میں سکونت پذیر تھیں، ان کے اور قبر شریف کے درمیان پردہ نہ تھا، آخر میں قبر شریف کے پاس بیباکی سے لوگوں کے بے تحاشہ آنے اور وہاں کی خاک لے جانے کی وجہ سے گھر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور اپنے مسکن اور قبر شریف کے درمیان ایک دیوار کھینچ دی۔

(جذب القلوب باب ہفتم در بیان تغیرات الخ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کا روضہ انور کے گرد دیوار تعمیر کرنا اور صحابہ کرام کا اس پر سکوت کرنا اس بات پر دلالت کرتا

ہے کہ قبر کے گرد عمارت تعمیر کرنا ایک جائز فعل تھا ورنہ وہ پاک ہستیاں سلفیوں سے زیادہ توحید میں پختہ تھیں۔

### تیسری حدیث کا جواب

قبروں کو مسجد بنانے سے مراد عمارت مسجد بنانا نہیں بلکہ قبروں کے اوپر سجدہ کرنا مراد ہے یعنی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا اور کوئی بھی صحیح العقیدہ قبر پر سجدہ نہیں کرتا ورنہ ہی ان کو سجدہ گاہ بناتا ہے اور اگر کوئی ایسا کرے بھی تو ناجائز فعل کا ارتکاب کرنے والا ہے۔ لیکن اس حدیث سے عمارت بنانے کا عدم جواز ثابت کرنا ظلم ظلم ہے۔

یہ اسی طرح ہی ہے قرآن کی اس آیت سے دلیل پکڑتے ہوئے کہنا کہ وراثت کا سارا مال ماں کو ملے گا کہ قرآن میں آیا کہ وَمَا كَسَبَ يَعْنِي مَا كَسَبَ - نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم صنیۃ القادری

Date: 2-9-2017

## قرآن کو بوسہ دینا کیسا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

### الْإِسْتِفْتَاءُ 205

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن کو چومنا و بوسہ دینا کیسا ہے؟ کیونکہ ایک دوسرے فرقہ سے تعلق رکھنے والے عالم نے کہا ہے کہ قرآن کو نہیں چومنا چاہیے۔

سائل: محمد باقر فرام انڈیا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

قرآن مجید کو بوسہ دینا جائز و مستحسن ہے اور ایسا کرنا صحابہ کرام کے فعل سے بھی ثابت ہے۔



رَوَى عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ الْمُصْحَفَ كُلَّ غَدَاةٍ وَيُقَبِّلُهُ وَيَقُولُ عَهْدُ رَبِّي وَمَنْشُورُ رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ وَكَانَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُقَبِّلُ الْمُصْحَفَ وَيَمْسَحُهُ عَلَى وَجْهِهِ " حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ صبح کو قرآن پاک کو پکڑتے اور بوسہ دیتے تھے اور کہتے یہ میرے رب کا عہد اور اس کی کتاب ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی مصحف کو بوسہ دیتے اور چہرے سے مس کرتے۔

(الدر المختار، کتاب الحظرو الإباحة، باب الإستهزاء وغيره، ج ۹، ص ۶۳۴)

سنی علماء کرام کے علاوہ کسی سے فتویٰ حاصل نہ کیا جائے اور نہ ان کی کسی بات پر کان دھرے جائیں اس سے ان شاء اللہ بندہ ہر طرح کی گمراہی سے محفوظ رہے گا۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-11-2016

## کالے جادو سے بچنے کے طریقے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 206

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کالے جادو سے ہم کیسے بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ میرے سسرال والے مجھ پر کالا جادو کر رہے ہیں تو میں ان کے اس جادو سے کیسے بچ سکتی ہوں مجھے کوئی وظیفہ یا طریقہ بتا دیا جائے؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کالے جادو سے بچنے کے لیے بہت سے اوراد و وظائف ہمارے اسلاف سے منقول ہیں۔ ان میں سے تین

طریقے پیش کرتا ہوں۔

پہلا طریقہ یہ کہ کثرت سے شش قفل پڑھے کیونکہ جو شخص رات کو ہمیشہ شش قفل پڑھتا رہے یا لکھ کر اپنے پاس رکھے وہ ہر طرح کے جادو سے اور ہر قسم کی بلاؤں سے محفوظ رہے گا اور اگر شش قفل کو آسیب زدہ یا جادو کے مریض کے کان میں پڑھ کر پھونک ماردی جائے تو آسیب بھاگ جائے گا اور جادو اتر جائے گا۔ ان چھ دعاؤں کو "شش قفل" (چھتالے) بھی کہتے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

### قفل اول

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ السَّمِيعِ الْبَصِيرِ الَّذِي لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

### قفل دوم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الْخَلَّاقِ الْعَلِيمِ الَّذِي لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ۔

### قفل سوم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ السَّمِيعِ الْبَصِيرِ الَّذِي لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْبَصِيرُ۔

### قفل چہارم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ السَّمِيعِ الْبَصِيرِ الَّذِي لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ الْغَنِيُّ الْقَدِيرُ۔



قفل پنجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ السَّمِيعِ الْبَصِيرِ الَّذِي لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ  
الْعَزِيزُ الْغَفُورُ۔

قفل ششم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ بِسْمِ اللَّهِ السَّمِيعِ الْبَصِيرِ الَّذِي لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ  
الْعَزِيزُ الْغَفُورُ الْحَكِيمُ ۖ قَالَ اللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔

اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سورۃ فلق اور سورۃ ناس کی تلاوت کرے۔ اگر کوئی جادو کے مریض پر سومرتبہ ان دونوں سورتوں کو پڑھ کر دم کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ سحر کا اثر زائل ہو جائے گا اور اگر پانی پر اتنی ہی بار پڑھ کر دم کر دیا جائے اور پلایا جائے جب بھی جادو ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ ان دونوں سورتوں کے بارے میں صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلَمْ تَرَ آيَاتِ أَنْزَلَتْ اللَّيْلَةَ لَهُمْ يُرِ مِثْلَهُنَّ قَطُّ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا آپ نے وہ آیات نہ دیکھیں جو آج رات نازل ہوئی (امن کے باب میں) سورۃ فلق اور سورۃ ناس جیسی کوئی سورۃ نہ دیکھو گے۔

(صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضائل القرآن ما يتعلق به، رقم ۸۱۴، ص ۴۰۶)

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ سورہ یونس کی ان دونوں آیتوں

"بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ۔ فَلَمَّا اتَّقَوْا قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ

اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِلُّ عَمَلِ الْمُفْسِدِينَ ﴿81﴾ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ

بِكَلِمَتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

کو لکھ کر مریض کے گلے میں پہنائیں اور پانی پڑھ کر پانی پلائیں اور اسی پڑھے ہوئے پانی سے مریض کو کسی بڑے ٹب میں بٹھا کر نہلائیں اور پانی کسی جگہ ڈال دیں۔

(پ ۱۱، سورہ یونس: ۸۲، ۸۱)

جب تک آپ کو یقین کی حد تک معلوم نہ ہو کہ جادو کروانے والے آپ کے سسرال ہیں تو ان پر یہ الزام لگانا نہ صرف بدگمانی بلکہ تہمت بھی ہے اور یہ دنوں گناہ کے کام ہیں لہذا ان سے بچنا ضروری ہے۔ اگر درحقیقت جادو کرنے والے سسرال والے ہی ہوں تو پھر بھی لوگوں کو بتا کر اپنا گھر خراب مت کریں بلکہ مذکورہ بالا جادو سے بچنے کے طریقوں پر عمل کریں ضرور اللہ عزوجل آپ کو نقصان سے بچائے گا اور جادو کرنے والے ضرور اپنے کیے کا خمیزہ بھگتیں گے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017

## کیا بیماری اڑ کر دوسروں کو لگ سکتی ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 207

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بہت سی بیماریاں موجود ہیں اور کچھ ایسی ہیں کہ جواڑ کر لگ جاتی ہیں جو (Contagious illnesses) کہلاتی ہیں کیا ہمیں ایسے لوگوں سے دور رہنا چاہیے جو ایسی بیماریوں میں مبتلا ہوں؟

سائلہ: ندافرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

یہ نظریہ بالکل باطل ہے کہ بیماری اڑ کر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے صحیح حدیثوں میں اسے



رد فرمایا: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَا عَدْوَى" حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی مرض میں تعدیہ (اڑ کر لگنا) نہیں۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب لجذام رقم 5707 ج 2 ص 580/صحیح مسلم کتاب السلام باب لا عدوی۔ ۲/۲۳۰)

بخاری و مسلم کے علاوہ اس مفہوم کی احادیث کئی دوسری معتبر کتب میں بھی موجود ہیں۔

اور مزید مسلم شریف میں ہے۔ "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَا عَدْوَى وَلَا صَفَرٌ وَلَا هَامَةٌ» فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ: يَا رَسُولَ اللَّهِ فَمَا بَالُ الْإِبِلِ تَكُونُ فِي الرَّمْلِ كَأَنَّهَا الظَّبَاءُ، فَيَجِيءُ الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ فِيهَا فَيَجْرِبُهَا كُلَّهَا؟ قَالَ: «فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ؟» «نَبِي كَرِيمٍ ﷺ نے فرمایا کہ ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور صفر اور ہامہ کی کوئی اصل نہیں تو ایک دیہاتی بولا کہ یا رسول اللہ! اونٹوں کا کیا حال ہے؟ ریت میں ایسے صاف ہوتے ہیں جیسے کہ ہرن اور پھر ایک خارش اونٹ ان میں جاتا ہے اور سب کو خارش کر دیتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر پہلے اونٹ کو کس نے خارش میں مبتلا کیا تھا؟

(صحیح مسلم کتاب السلام باب لا عدوی رقم 2220)

اور جہاں تک ایسے شخص سے دور رہنے کا تعلق ہے جس کو اس قسم کی بیماری ہو تو اس بارے میں ہماری شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس کی نظر اسباب پر ہو اور اللہ عز و جل پر قوی توکل نہ ہو اس کے حق میں ایسی بیماری میں مبتلا شخص سے دور رہنا ہی مناسب ہے یہ سمجھ کر نہیں کہ بیماری اڑ کر لگ جاتی ہے بلکہ اس لیے کہ شاید قضائے الہی کے مطابق وہی بیماری اسے لگ جائے تو اُس وقت یہ سمجھ کر شیطان کے بہکاوے میں نہ آجائے کہ اس کے پاس بیٹھنے سے ایسا ہوا ہے۔ لہذا اس نیت سے اس بیمار شخص سے دور رہنا جائز ہے کہ اعتقاد کی کمزوری کی وجہ سے دین کا نقصان نہ کر بیٹھے۔

الغرض جس کا ایمان قوی اور توکل علی اللہ مضبوط ہے اس کے لیے ایسی بیماری میں مبتلا شخص سے ملنے میں کچھ نقصان نہیں اور ضعیف الاعتقاد کو اس باطل نظریے (بیماری اڑ کر لگ سکتی ہے) سے بچنے کے لیے ایسے بیمار شخص سے دور

رہنا بہتر ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے مجذوم سے بھاگنے کا ارشاد فرمایا۔ "وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْمَذْمُونِ"

الْأَسَدِ "مجذوم سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الطب باب لجذام رقم 5707 ج 2 ص 580)

جیسا کہ سیدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن نے اپنے مشہور فتاویٰ بنام فتاویٰ رضویہ میں فرمایا کہ جس کی نظر اسباب پر مقتصر ہو اور خدا پر سچا توکل نہ رکھتا ہو اس کے حق میں بچنا ہی مناسب ہے نہ یہ سمجھ کر کہ بیماری اڑ کر لگ جاتی ہے۔ کہ یہ خیال تو باطل محض ہے۔ بلکہ اس نظر سے کہ شاید قضائے الہی کے مطابق کچھ واقع ہو اور اس وقت شیطان کے بہکانے سے یہ سمجھ میں آیا کہ فلاں فعل سے ایسا ہو گیا ورنہ نہ ہوتا تو اس میں دین کا نقصان ہوگا۔ "فان" "لو" "تفتح عمل الشیطان قالہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" "لوگو! حرف "لو" سے بچو کیونکہ یہ شیطان کاموں کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔ غرض قوی الایمان کو تو کلا علی اللہ اس سے مخالفت میں کچھ نقصان نہیں، اور ضعیف الاعتقاد کے حق میں اپنے دین کی احتیاط کو احتراز بہتر۔ (فتاویٰ رضویہ ج 21 ص 101 ملقطاً)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017

## کیا جمعرات کو روحیں گھروں میں آتی ہیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 208

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ لوگ جمعرات کو ختم شریف دلاتے ہیں اور اپنی فوت شدگان کو ایصال ثواب کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ فوت شدگان کی روحیں جمعرات کو گھروں میں آتی ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

سائل: حمزہ فرام انگلینڈ



بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ہر جمعرات کو فوت شدگان کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے ختم شریف دلوانا یعنی قرآن شریف پڑھ کر لوگوں کو کھانا کھلانا اچھا عمل ہے اس میں کوئی قباحت نہیں ہے اور یہ اعتقاد رکھنا بھی صحیح ہے کہ جمعرات کو ارواح اپنے گھروں میں آتی ہیں۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن شیخ محقق کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ خاتمۃ المحدثین شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ شریف باب زیارۃ القبور میں فرماتے ہیں: مستحب است کہ تصدق کردہ شود از میت بعد از رفتن او از عالم تا ہفت روز تصدق از میت نفع می کند اور ابے خلاف میان اہل علم وارد شدہ است در آل احادیث صحیحہ بہ میت را مگر صدقہ و دعا، و در بعض روایات آمدہ است کہ روح میت می آید خانہ خود را شب جمعہ، پس نظری کند کہ تصدق می کنند از وے یا نہ۔ "واللہ تعالیٰ اعلم۔

میت کے دنیا سے جانے کے بعد سات دن تک اس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میت کی طرف سے صدقہ اس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ اس میں اہل علم کا کوئی اختلاف نہیں، اس بارے میں صحیح حدیثیں وارد ہیں، خصوصاً پانی صدقہ کرنے کے بارے میں اور بعض علماء کا قول ہے کہ میت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ روح شب جمعہ کو اپنے گھر آتی ہے اور انتظار کرتی ہے کہ اس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔ (اشعۃ اللمعات باب زیارۃ القبور مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۶۱ و ۷۱/۷۱ فتاویٰ رضویہ ج ۹ ص ۶۴۹)

اور مزید خزانۃ الروایۃ سے ایک روایت نقل کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اذا کان یوم عید او یوم جمعة او یوم عاشوراء وليلة النصف من الشعبان تأتی ارواح الاموات ویقومون علی ابواب بیوتہم فیقولون هل من احدیذ کرناہل من احدیترحم علیناہل من احدیذ کر غربتنا

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے جب عید یا جمعہ یا عاشورہ کا دن یا شب برات ہوتی ہے اموات کی روحمیں آکر اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں: ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی کہ ہماری غربت کی یاد دلائے۔  
(فتاویٰ رضویہ ج 9 ص 654 بحوالہ خزائنہ الروایات)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-11-2016

## کیا فادر اپنے بے بی کی نپی تبدیل کر سکتا ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 209

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا فادر اپنے چھوٹے بچے یا بچی کی نپی (پیمپرز وغیرہ) تبدیل کر سکتا ہے؟  
سائل: عبد اللہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

جی ہاں! باپ اپنے چھوٹے بچے یا بچی کی نپی تبدیل کر سکتا ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-09-2017



## میں سمر ہولیڈیز کیسے گزاروں؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 210

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ سمر ہولیڈیز میں مجھے سیشلی کیا کرنا چاہیے تاکہ میں ان ہولیڈیز (Holydays) کو اسلام کے مطابق گزار سکوں۔ نماز و قرآن مجھے پتا ہی ہے کہ وہ پڑھنا ہے۔ اس کے علاوہ آپ کیا مشورہ دیتے ہیں۔  
سائلہ: رحیلہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

میرا مشورہ ہے کہ آپ نماز و قرآن کے ساتھ ساتھ علم دین کا کوئی باب سیکھ لیں۔ سب سے اہم عقائد ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور انبیاء کرام کے بارے میں ہمارے عقائد کیا ہیں اور جنت و دوزخ اور ملائکہ و کتب کے بارے میں ہمارے کیا عقائد ہونے چاہیے اگر ان کے بارے میں آپ کو علم ہے تو عورتوں کے متعلق طہارت کے سب مسائل سیکھنے کی کوشش کریں۔ ان دونوں چیزوں میں بہت غفلت برتی جا رہی ہے۔ اس کے لیے آپ بہار شریعت اور قانون شریعت کا مطالعہ کریں اور قانون شریعت انگلش میں ٹرانسلیٹ بھی ہو چکی ہے۔ اس کا انگلش نام (Law of Sharia) ہے یا کسی سی آر گنائزیشن جیسے دعوت اسلامی سے آن لائن عقائد یا طہارت کورس کر لیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 16-11-2017

## پیغمبرِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات میں کتنی بار آرام فرماتے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 211

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات میں کتنی بار آرام فرماتے تھے اور دن کو کتنی بار اور کس وقت سونے کا معمول تھا اور اگر کوئی سیدھی طرف سوئے اور بعد میں سوتے سوتے پیٹ کے بل سو جائے تو کیا یہ جائز ہے۔  
سائل: عابد فرام شیفلڈ۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

احادیث کی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دن کے وقت صرف ایک بار دوپہر کو سونا یعنی قیلولہ فرمانا منقول ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطْعًا، فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلَى ذَلِكَ النِّطْعِ"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ عنہا ایک چمڑے کا بستر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بچھا دیتی تھیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے یہاں اسی پر قیلولہ فرما لیتے تھے۔

[صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من زاد قوما... الخ، الحدیث: ۲۸۱، ج ۳، ص ۱۸۲]

اور رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشاء کے بعد آرام فرمانے کا معمول تھا اور عشاء کے بعد بات چیت کو ناپسند

فرماتے۔ [صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب القسم بین الزوجات... الخ، الحدیث: ۱۳۶۲، ص ۷۷۰]

پورے دن اور رات میں صرف یہی دو بار سونا منقول ہے۔



اور دائیں کروٹ لینا سنت ہے جبکہ الٹا لیٹنے سے حدیث میں منع کیا گیا البتہ اگر سوتے سوتے الٹا پیٹ کے بل لیٹ جائے تو حرج نہیں۔

شمال ترمذی میں ہے کہ حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی خواب گاہ پر تشریف لے جاتے تو اپنا سیدھا ہاتھ مبارک سیدھے رخسار شریف کے نیچے رکھ کر لیٹتے۔

(شمائل الترمذی، کتاب الشمائل، باب ماجاء فی صفة نوم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ، الحدیث ۲۵۳، ج ۵، ص ۵۴۹)  
اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا: "اے جناب [یہ حضرت ابو ذر کا نام ہے] یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔"

[سنن ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب النهی عن الإضطجاع علی الوجه، الحدیث: ۳۲۴، ج ۳، ص ۲۱۴]  
صاحب بہار شریعت فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس طرح کافر لیٹتے ہیں یا یہ کہ جہنمی جہنم میں اس طرح لیٹیں گے۔  
[بہار شریعت ج 3 حصہ 16 ص 434]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 15-11-2016

## نئے گھر میں جا کر پڑھنے والے اوراد

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 212

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم ایک گھر میں منتقل ہو رہے ہیں تو ہمیں کونسے اوراد پڑھنے چاہیے کہ ہمارا گھر شیطان و جنات اور دیگر آفات سے محفوظ ہو جائے۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

آپ اس نئے گھر میں جا کر "سورۃ بقرہ" اور آیت الکرسی پڑھیں اور یہ دونوں چیزیں وہی پڑھے جس کی قرأت صحیح ہو یا وہ تجوید جانتا ہو۔ کیونکہ سورۃ بقرہ جہاں پڑھی جائے شیطان اور شریر جنات وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَفْرُ مِنْ الْبَيْتِ الَّذِي تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ" اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔ (الصحيح المسلم باب استحباب صلوة النافلة في بيته رقم 780) اور آیت الکرسی پڑھنے سے نہ صرف آپ کا گھر محفوظ ہوگا بلکہ ارد گرد سب گھر چوری اور ہر طرح کی بلا و آفت محفوظ ہو جائے گا۔

جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ منبر پر فرما رہے تھے کہ "مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ دُبُرَ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِهِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ، وَمَنْ قَرَأَهَا حِينَ يَأْخُذُ مَضْجَعَهُ أَمَّنَهُ اللَّهُ عَلَى دَارِهِ وَدَارِ جَارِهِ وَالْذَوِيَّاتِ حَوْلَهُ" جس نے ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اسے جنت میں جانے سے سوائے موت کوئی چیز نہیں روک سکتی اور جس نے اسے لیٹتے وقت پڑھا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے گھر میں محفوظ رکھے گا اور اس کے پڑوسی کا گھر بھی محفوظ رہے گا اور اس کے گھر کے ارد گرد تمام گھر محفوظ ہو جائیں گے۔ (شعب الایمان باب تخصیص الآية الكرسي بالذکر رقم 2174)

اور جنتی زیور کتاب میں علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر سارے مکان میں کسی اونچی جگہ پر لکھ کر آیت الکرسی کا کتبہ آویزاں کر (لگا) دیا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس گھر میں کبھی فاقہ نہ ہوگا۔ بلکہ روزی میں برکت



(جنتی زیور ص 589)

اور اضافہ ہوگا اور اس مکان میں کبھی چور نہ آ سکے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 30-10-2017

ہم کیسے فرق کریں کہ یہ چیزیں اللہ عزوجل  
نے بنائیں اور یہ چیزیں آرٹیفیشل ہیں

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 213

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم جانتے ہیں کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے تو کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے گھر، کپڑے اور جوتے اللہ عزوجل نے بنائے ہیں اور ہم کیسے فرق کریں گے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور یہ چیزیں آرٹیفیشل ہیں؟

سائل: شریق فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر چیز کا خالق اللہ عزوجل ہے مگر مناسب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف انہیں چیزوں کی نسبت کی جائے جن میں ڈائیرکٹلی (Directly) قدرت باری تعالیٰ کا فرما ہے اور جن چیزوں کو انسان نے بنایا اگرچہ اسے یہ قدرت بھی اللہ تعالیٰ نے ہی دی مگر مناسب یہی ہے کہ ان چیزوں کے بنانے کی نسبت انسان کی طرف ہی کی جائے۔ اور یہ ہرگز نہ کہا جائے کہ ہمارے جوتے اللہ عزوجل بناتا ہے کہ یہ جملہ اللہ عزوجل کی پاک بارگاہ میں بے

ادبی ہے اگرچہ موچی کو جوتا بنانے کی قدرت دینے والا وہی خالق حقیقی ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017

## ویڈیو مووی کے بارے میں محقق رائے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 214

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ جانداروں کی ویڈیوز بنانا جائز نہیں ہے اور ایک اور رائے اس بارے میں میں نے سنی ہے کہ ویڈیو بنانا جائز ہے مہربانی فرما کر ان دونوں آراء میں سے رائج کوئی رائے ہے اس بارے میں مطلع کیا جائے اور اس پر دلائل بھی ذکر کیے جائیں؟ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کا موقف اس بارے میں کیا ہے؟

سائلہ: ماریہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ویڈیو کے مسئلے میں علماء کرام کی آراء مختلف ہیں چنانچہ بعض علماء کرام نے اسے تصویر قرار دیتے ہوئے ناجائز کہا اور ان کے دلائل وہ احادیث ہیں جو تصویر کشی کے وعیدوں پر مشتمل ہیں اور اکثر علماء کرام نے ویڈیو کے تصویر ہونے کی نفی کی اور اسے آئینے کے عکس کی مثل قرار دیتے ہوئے جائز قرار دیا کہ جیسے آئینے میں نظر آنے والا عکس تصویر کے حکم میں نہیں بلکہ وہاں اصلاً تصویر ہی نہیں تو یہاں بھی یہی حکم ہے اور یہی رائے رائج ہے لہذا جائز امور کی ویڈیو جائز ہوگی۔



ویڈیو میں شعاعوں سے بننے والے عکس پر تصویر کا حکم دیا جانا غلط ہے کہ امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کی تحریر سے یہی ظاہر ہے کہ شعاعوں (Rays) سے بننے والے عکس تصویر نہیں ہیں۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علامہ مولانا الشاہ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ارشاد فرماتے ہیں:

"سئلت عن من صلی و امامہ مرآة فأجبت بالجواز أخذاً مما ههنا إذا المرآة لم تعبد ولا الشبح المنطبع فيها ولا هو من صنيع الكفار نعم ان كان بحيث يبدوله فيه صورته و افعاله ركوعاً وسجوداً و قیاماً و قعوداً و ظن ان ذلك يشغله فاذن لا ينبغي قطعاً"

مجھ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ جس نے آئینے کے سامنے نماز پڑھی تو میں نے یہاں بیان کردہ (شرح منیہ کے) قول سے اخذ کرتے ہوئے جواز کا فتویٰ دیا۔ کیونکہ نہ تو آئینے کی عبادت کی جاتی ہے اور نہ اس میں کوئی صورت چھپی ہوتی ہے اور نہ یہ کفار کی مصنوعات (یعنی کفار کے شعائر) سے ہے۔ ہاں اگر نماز پڑھنے کے دوران اسے اپنی حرکات مثل رکوع و سجود و قیام و قعود نظر آتی ہو اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ اسے نماز سے مشغول اور غافل کر دیں گی تو اسے آئینے کے سامنے ہرگز نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ (جد الممتار ج ۱ ص ۱۳۱ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا) یونہی صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ سے جب اسی قسم کا سوال کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ، "آئینہ سامنے ہو تو نماز میں کراہت نہیں ہے کہ سبب کراہت تصویر اور وہ یہاں موجود نہیں۔ اور اگر اسے تصویر کا حکم دیں تو آئینے کا رکھنا بھی مثل تصویر ناجائز ہو جائے حالانکہ بالاجماع جائز ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہاں تصویر ہوتی ہی نہیں بلکہ خطوط شعاعی آئینہ کی صقالت (شفاف ہونے) کی وجہ سے لوٹ کر چہرے پر آتے ہیں گویا یہ شخص اپنے کو دیکھتا ہے نہ یہ کہ آئینہ میں اس کی صورت چھپتی ہے۔"

(فتاویٰ امجدیہ ج ۱ ص ۱۸۲ مطبوعہ مکتبہ رضویہ)

امام اہل سنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اور صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہما اللہ تعالیٰ کی عبارات سے یہ بالکل واضح ہے کہ شعاعوں سے بننے والے عکس تصویر نہیں ہیں۔ لہذا جائز امور کی

وڈیو بنانا بھی جائز ہوا کہ ان میں نظر آنے والے اجسام بھی شعاعوں ہی پر مشتمل ہوتے ہیں تصویر نہیں تو خواہ آئینے میں ایسا جسم بنے یا آئینہ کے علاوہ کسی اور چیز میں وہ عکس ظاہر ہوں وہ تصویر نہیں کیونکہ آئینے میں بننے والے جسم کا تصویر نہ ہونا آئینہ کی وجہ سے نہیں بلکہ شعاعوں کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پانی پر اور چمکدار شے مثلاً اسٹیل اور پالش کئے ہوئے فرش پر بننے والے عکس کو نہ تو تصویر سمجھا جاتا ہے بلکہ اسے آئینے کے عکس کے مثل سمجھا جاتا ہے اور یہی چیز ویڈیو میں ہے کہ اس میں ظاہر ہونے والے اجسام بھی شعاعوں کا مجموعہ ہیں لہذا وہ بھی تصویر نہ ہوں گے۔

### ثانی

بہت سے علماء کرام اس کے جواز کے قائل تھے اور آج اکثر اس پر اتفاق ہے۔ جیسا کہ شہزادہ محدث اعظم ہند کچھوچھو (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت علامہ محمد مدنی میاں اشرفی مدظلہ العالی نے ویڈیو کے جواز پر ایک کتاب بنام وڈیو، ٹی وی کا شرعی استعمال لکھ کر ثابت کر دیا کہ جائز امور کی ویڈیو جائز ہے۔ اور سنیوں کی بہت بڑی علمی شخصیت حضرت غزالی دوراں علامہ سید احمد سعید کاظمی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ٹی وی اور مووی کے جواز پر لکھی گئی اس کتاب کی تصدیق فرمائی۔

### ثالث

اس کے علاوہ آج ویڈیو سے بچنا بہت مشکل ہو گیا ہے کہ اگر کسی بڑے اسٹور میں سامان خریدنے کیلئے جانا پڑے تو ویڈیو کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ ترقی یافتہ ممالک میں تو عموماً ہر اسٹور ہی میں ویڈیو کیمرے لگے ہوتے ہیں۔ اسی طرح تقریباً ہر حساس جگہ پر حفاظت (Security) کے پیش نظر ویڈیو کیمرے نصب کئے جاتے ہیں۔ اور یونہی ہوائی جہاز سے سفر کیا جائے تو ہوائی اڈے میں داخل ہونے سے لیکر ہوائی جہاز میں بیٹھنے تک اور اسی طرح جہاز میں بیٹھنے کے بعد سے ہوائی جہاز سے اترنے تک بلکہ اسکے بعد بھی ایئر پورٹ سے نکلنے تک مسلسل ویڈیو کیمرے ویڈیو بناتے چلے جاتے ہیں۔

اب اس بات پر غور فرمائیں کہ عرب و عجم، مشرق و مغرب کے سینکڑوں علماء و مشائخ جہازوں میں سفر کرتے ہیں،

یورپ و امریکا و انگلینڈ و افریقہ میں آئے دن تبلیغ دین کے لئے آتے جاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے یہ سفر جائز یا



زیادہ سے زیادہ مستحب کاموں کے لیے ہوتے ہیں اگر ویڈیو حرام ہے تو ان کا مستحب کاموں کو کرنے کے لیے حرام کا ارتکاب کیونکر جائز ہوا۔

#### رابعاً

آج کفار ٹی وی اور ویڈیو کے ذریعے سے مسلمانوں کے گھروں میں پہنچ کر اسلام کے خلاف زہرا گل رہے ہیں۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔ یونہی تمام اقسام کے گمراہ مذاہب نے ٹی وی اور ویڈیو کو اپنے عقائد باطلہ کی ترویج کا ذریعہ بنالیا ہے اور نئی نسل کو ٹی وی اور ویڈیو فلم کے دیکھنے سے روکنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے کیونکہ یہ افراد کے لئے تفریح کا سامان اور حصول معلومات کا عمومی ذریعہ ہے۔ بہت سے لوگ جو کچھ ٹی وی میں دیکھتے ہیں اسے اپنی کم علمی کے پیش نظر سچ خیال کرتے ہیں اور اس پوری عوام کے عقائد کو بچانے اور امت مسلمہ کی اصلاح کا بیڑا اٹھانے اور اہلسنت کے عقائد لوگوں تک پہنچانے کے لیے ویڈیو بنانا مجبوری بن گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ان حالات کے پیش نظر علماء کرام کے ویڈیو بنانے کے جواز پر مشتمل اقوال کو ترجیح ہوگی اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔

اور کتب فقہ میں اس قسم کی کئی مثالیں مل جاتی ہیں کہ علماء نے حالات زمانہ کو دیکھتے ہوئے رائج اقوال کو چھوڑ کر مرجوح اقوال پر بھی فتوے دیے جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ، "فقہ ابو اللیث سمرقندی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے میں تین باتوں کی ممانعت کا فتویٰ دیا کرتا تھا اور اب ان کے جواز کا فتویٰ دیتا ہوں۔ پہلے میں فتویٰ دیتا تھا کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا حلال نہیں، اسی طرح فتویٰ دیتا تھا کہ عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ سلطان (بادشاہ) کی صحبت اختیار کرے اور عالم کے لئے جائز نہیں کہ وہ دیہاتوں میں اجرت پر وعظ کرنے جائے۔ مگر اب تعلیم قرآن کے ضیاع کے خوف، لوگوں کی حاجت اور دیہاتیوں کی جہالت کی وجہ سے میں نے ان سے رجوع کر لیا۔"

(مسائل ابن عابدین ج 1 ص 157 مطبوعہ سہیل اکیڈمی)

لیکن اس کے ساتھ اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے یہ ویڈیو بنانے کا جواز صرف جائز و حلال پروگراموں کے بارے میں ہے، فلموں، ڈراموں، گانوں کی موویاں وغیرہ ناجائز و حرام ہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-1-2017

## آیت درود کے وقت حق نبی کہنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 215

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں سنی مساجد میں بڑے عرصے سے دیکھ رہا ہوں کہ جب یہ آیت اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّؐ پڑھی جاتی ہے تو لوگ حق یا نبی کہتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

پوچھی گئی صورت میں سامعین پر خاموشی سے قرآن سننا فرض ہے اور اس وقت دوران استماع آیت حق نبی یا کسی بھی طرح کے دوسرے الفاظ کہنا ناجائز ہے کیونکہ جب بلند آواز سے قرآن پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے، جب کہ وہ مجمع سننے کی غرض سے حاضر ہوا ہو۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ



تُرْحَمُونَ۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا کہ تم پر رحم ہو۔ (پ ۹، الاعراف: ۲۰۴)

خزان العرفان میں ہے: اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں یا خارج نماز، اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب (فرض) ہے۔

اور فتاویٰ رضویہ میں ہے: قرآن مجید پڑھا جائے اسے کان لگا کر غور سے سننا اور خاموش رہنا فرض ہے۔

(فتاویٰ رضویہ ج 23 ص 351)

اور رد المحتار میں ہے: وَحَاصِلُ الْآيَةِ أَنَّ الْمَطْلُوبَ بِهَا أَمْرَانِ الْإِسْتِمَاعُ وَالسُّكُوتُ، فَيَعْمَلُ بِكُلِّ مِّنْهُمَا، وَالْأَوَّلُ يُخَصُّ الْجَهْرِيَّةَ، وَالثَّانِي لَا فَيَجْرِي عَلَى إِطْلَاقِهِ فَيَجِبُ السُّكُوتُ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ مُطْلَقًا

آیت قرآن کا حاصل یہ ہے کہ دونوں امر یعنی غور سے سننا اور خاموش رہنا مطلوب ہیں اور ان دونوں پر عمل کیا جائے گا پہلا جہر کے ساتھ خاص ہے اور دوسرا کسی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مطلق قرات قرآن کے وقت خاموشی فرض ہے۔

(رد المحتار باب فصل فی القراءة ج 1 ص 545)

معلوم ہوا کہ استماع قرآن کے وقت خاموشی بھی فرض ہے تو اس وقت کسی بھی طرح کے الفاظ کہنا خاموشی کے خلاف اور ضرور ناجائز اور ہر سنی مسلمان کو اس سے اجتناب ضروری ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-12-2017

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافناء کنز الایمان یو کے

## باب الاكل والشرب

## الکوحل والی ادویات اور چیزوں کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 216

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ الکوحل [شراب] والی ادویات کا حکم کیا ہے اور کیا ادویات کے علاوہ کوئی مشروب [Drinks] جس میں بہت کم الکوحل ہو جائز ہے۔ اور کیا کوئی ایسی مائع [Liquid] چیز کا پینا صحیح ہے جس میں الکوحل بس پروسیسر کے لیے ڈالتے ہیں اور وہ پروسیس کے دوران ہی اڑ جاتا ہے۔  
سائل: عدنان فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

الکوحل والی ادویات [Alcoholic Medicines] عموم بلوی [خاص و عام کا اس میں ابتلاء ہونے کی وجہ حکم جواز رکھتی ہیں۔ یہ جواز حرج اور مشقت کو دفع کرنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ ۚ اللہ تمہیں حرج [تنگی] میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ [المائدہ: ۶۰]  
سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے ایسا پڑیا جس میں اسپرٹ وغیرہ ڈالا جاتا تھا عموم بلوی کی وجہ سے طہارت کا حکم دیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ پڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں [انڈیا و پاکستان میں رہنے والوں] کو اس کی رنگت میں ابتلاء عام ہے اور عموم بلوے نجاست متفق علیہا میں باعث تخفیف۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۳۸۱]

اور ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ جس طرح عموم بلوی نجاست کے معاملہ میں تخفیف کا حکم پیدا کرتا اسی طرح



حلال و حرام میں بھی موثر ہے۔

ولا يخفى على خادم الفقه ان هذا كما هو جار في باب الطهارة والنجاسة كذلك في باب الاباحة والحرمة۔ خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں کہ جیسے یہ ضابطہ طہارت و نجاست میں جاری ہے۔ ایسے ہی حرمت و اباحت میں بھی جاری ہے۔

[فتاویٰ رضویہ کتاب الاثر ج ۲۵ ص ۸۸]

مگر یہ جواز انہیں صورتوں کے ساتھ خاص ہے جہاں ابتلائے عام [عوام و خاص سب مبتلا] اور حرج ثابت ہو۔ جبکہ الکوحل والے مشروبات [Alcoholic Drinks] کا معاملہ ایسا نہیں لہذا الکوحل والے مشروبات کی ہرگز اجازت نہیں۔ اولاً زندہ رہنے کے لیے ان کا استعمال ضروری نہیں اور نہ ہی ان میں عمومِ بلوی اور مزید یہ کہ بغیر الکوحل کے مشروبات بھی موجود ہیں اور ہر جگہ آسانی سے دستیاب۔

اور اسی طرح وہ تمام مائع چیزیں [Alcoholic liquids] جس میں الکوحل کو ڈالا جاتا ہے اگرچہ پروسیس [process] کے لیے ہی ڈالا جاتا ہے، دورانِ پروسیس [process] الکوحل اُڑ بھی جاتا ہے اور تو ان سے بچنے میں ہی عافیت ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ  
ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ

Date: 1-11-2016

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

انگلینڈ میں گوشت کے بارے میں ایک تحقیقی فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 217

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلم ریستورنٹ حلال

گوشت پکانے کا دعویٰ کرتا ہو تو کیا وہاں سے گوشت کھانا جائز ہے۔ حلال کا لیبل لگا ہوا گوشت بغیر تحقیق کے استعمال کرنے کا جواز ہوگا یا نہیں۔ اس بارے میں شرعی قاعدہ و قانون کیا ہے کہ اگر ایک مسلمان کہہ دے کہ یہ گوشت حلال ہے کیا اسے کھانا جائز ہوگا؟

سائل: عمر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّاتِ وَالصَّوَابِ

آج کل انگلینڈ میں بہت سارے ریسٹورانٹ والے مسلمان صرف حلال کے لیبل کو دیکھ کر گوشت کو حلال کہہ رہے ہوتے ہیں۔ ان کے حلال کہنے کا کچھ اعتبار نہیں۔ کیونکہ نہ انہوں نے کسی مسلمان کو ذبح کرتے دیکھا نہ ان کے پاس کسی ایسے مسلمان کی خبر جس نے ذبح شرعی دیکھا ہو۔

اگر کسی ثقہ پابندِ شرع مسلمان نے ذبح شرعی ہوتا دیکھا ہو اور وہ اسی گوشت کے بارے میں حلال ہونے کی خبر دے جو اس کی نگرانی سے نکل کر کسی کافر کی نگرانی میں نہ گیا ہو تو لوگوں کو اس کی بات پر یقین کرنا، اس سے خریدنا اور کھانا سب جائز ہے۔ اگر حلال کی خبر دینے والا ثقہ و عادل نہ ہو تو ایسے شخص کی خبر کے بارے میں اگر خریدنے والے کا دل مطمئن ہو تو گوشت کا خریدنا اور اسے کھانا جائز و نہ ناجائز ہوگا۔

تنویر الابصار مع درمختار میں ہے کہ "وَشَرِطُ الْعَدَالَةِ فِي الدِّيَّانَاتِ وَيَتَحَرَّى فِي خَبَرِ الْفَاسِقِ وَخَبَرِ الْمُسْتَوْرِثِ يَحْمَلُ بِغَالِبِ ظَنِّهِ" دینا ت یعنی حلت و حرمت کے معاملات میں عدالت شرط قرار دی گئی ہے اور فاسق یا مستور الحال شخص کی خبر میں غور و فکر کرے اور ظن غالب پر عمل کرے گا۔

{درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ ۲/۲۳۷}

اور فتاویٰ رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ ہاں جب تک وہ گوشت ذابحِ مسلم خواہ اور کسی مسلمان [جس نے ذبح ہوتے دیکھا] کی نگاہ سے غائب نہ ہو تو اس مسلمان اور نیز دوسرے کو اس مسلم کی خبر پر کہ یہ وہی گوشت ہے جو مسلمان نے ذبح کیا، خریدنا اور کھانا سب جائز ہے کہ اب خبر مسلم ہے نہ کہ کافر، مگر وہ خبر ثقہ نہ ہو تو قلب پر اس کا صدق جمنا شرط ہوگا۔

{فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۸۵}



یاد رکھیے کہ حلال جانور کا گوشت بھی ذبح شرعی سے حلال ہوتا ہے۔ مثلاً گائے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے۔ اس کا گوشت حلال تب ہوگا جب ذبح شرعی ہوگا یعنی جب کوئی مسلمان اللہ عز و جل کا نام لے ذبح کرے گا۔ جب کوئی چیز ذبح شرعی سے ہی حلال ہوئی تو ذبح شرعی کا یقینی طور پر معلوم ہونا ضروری ہوا۔ یہ اسی صورت میں ہوگا جب آنکھ سے دیکھا یا جس عادل مسلمان نے دیکھا اس نے خبر دی۔

فتاویٰ رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں گوشت میں اصل یہ کہ جانور مثلاً اے جب تک زندہ ہے اس کا گوشت حرام ہے، اگر کوئی ٹکڑا کاٹ لیا جائے مردار اور حرام ہوگا "ما ابین فی حی فہو میت" (زندہ جانور سے گوشت کا ٹکڑا تو وہ حرام ہے) حلت ذکات شرعی سے ثابت ہوتی ہے، تو جب ذبح شرعی معلوم و متحقق نہ ہو تو حکم حرمت ہے، کافر نے مسلمان سے راس ذبح کرائی اور قبل اس کے کہ مسلمان کی نگاہ سے غائب ہوا انھیں سے خرید لیا، یہ جائز ہے اور اگر مسلمان نے ذبح کیا اور اس کے بعد جانور اس کی نظر سے غائب ہو گیا "اور کافر اس گوشت کی حلت و طہارت کرنا چاہتا ہے۔" اور حلت و حرمت و نجاست خالص امور دیانت ہیں اور امور دیانت میں کافر کی خبر محض نامعتبر ہے۔

{فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۰}

اگر کسی ریسٹورنٹ والے مسلمان نے خود ذبح ہوتے دیکھا نہیں مگر وہ ایسی جگہ سے گوشت لانے کی خبر دیتا ہے کہ وہاں ہوتا ہی حلال ہے۔ یہ ایک ایسا قرینہ ہے جو یقین کو مضبوط کرتا ہے۔ اگر قرائن کی رو سے کوئی شک پیدا نہیں ہو رہا تو ایسے مسلمان کی خبر پر یقین کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس سے گوشت خریدنا اور کھانا جائز ہوگا۔

معلوم ہوا کہ اگر مسلمان کا ذبیحہ ذبح سے لے کر مسلمان کے ہاتھ میں گوشت پہنچنے تک وہ نظرِ مسلم سے غائب نہ ہوا اگرچہ وہ اس دوران کسی کافر کے ہاتھ سے بھی گزرا تو حلال ہے۔

ہاں ایک صورت میں اگر مسلمان کا ذبیحہ مسلمان کی نظر سے غائب ہو کر کسی کافر کے قبضہ میں چلا گیا تو مسلمان کے لیے حلال ہے۔ وہ صورت یہ ہے کہ اگر مسلمان اپنے کسی کافر اجیر [نوکر] کو گوشت لینے بھیجے اور وہ خرید کر لائے اور کہے میں نے مسلمان سے خریدا ہے اور قرائن کی رو سے شک پیدا نہ ہو تو اس گوشت کا کھانا جائز ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ

وَمَنْ أَرْسَلَ أَجِيرًا لَهُ مُجُوسِيًّا أَوْ خَادِمًا فَاشْتَرَى لَحْمًا فَقَالَ اشْتَرَيْتَهُ مِنْ يَهُودِيٍّ أَوْ نَصْرَانِيٍّ أَوْ مُسْلِمٍ وَسِعَهُ أَكْلُهُ لِأَنَّ قَوْلَ الْكَافِرِ مَقْبُولٌ فِي الْمَعَامَلَاتِ.

جس نے اپنا مجوسی اجیر یا خادم گوشت خریدنے بھیجا تو اس نے واپس آ کر کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے تو مزدور یا غلام کا خریدا ہوا گوشت کھانا جائز ہے کیونکہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے۔

[الهداية كتاب الكراهية فصل في الاكل والشرب ج ۳ ص ۴۵۱]

فتاویٰ رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ مسلمان اپنے کسی نوکر یا مزدور مشرک کو گوشت لینے بھیجے اور وہ خرید کر لائے اور کہے میں نے مسلمان سے خریدا ہے اس کا کھانا جائز ہوگا، جبکہ قبل میں اس کا صدق جمتا ہو کہ اب یہ اصالۃً دربارہ معاملات قول کافر کا قبول ہے اگرچہ حکم دینا متضمن ہو جائے گا،

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۸۴]

بہار شریعت میں ہے کہ اپنے نوکر یا غلام کو گوشت لانے کے لیے بھیجا، اگرچہ یہ مجوسی یا ہندو ہو وہ گوشت لایا اور کہتا ہے کہ مسلمان یا کتابی سے خرید کر لایا ہوں تو یہ گوشت کھایا جاسکتا ہے اور اگر اس نے آ کر یہ کہا کہ مشرک مثلاً مجوسی یا ہندو سے خرید کر لایا ہوں تو اس گوشت کا کھانا حرام ہے کہ خریدنا بیچنا معاملات میں ہے اور معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہے، اگرچہ حلت و حرمت دینا میں سے ہیں اور دینا میں کافر کی خبر نامقبول ہے، مگر چونکہ اصل خبر خریدنے کی ہے اور حلت و حرمت اس مقام پر ضمنی چیز ہے، لہذا جب وہ خبر معتبر ہوئی تو ضمناً یہ بھی ثابت ہو جائے گی اور اصل خبر حلت و حرمت کی ہوتی تو نامعتبر ہوتی۔

[بہار شریعت ج ۳ ص ۱۶ ص ۳۹۸]

فتاویٰ رضویہ میں ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ اگر قرآن کی رو سے اس کافر [جو مسلمان کا نوکر ہے] کے اس قول میں شک پیدا نہ ہو، ظن غالب اس کے صدق ہی کا ہو، تو مسلمان کے لئے اس ذبیحہ کے کھانے میں کوئی حرج نہیں کہ ہدیہ لانا از قبیل معاملات ہے اور معاملات میں کافر کی بات مقبول، اور جب یہ مان لیا گیا کہ یہ ذبیحہ فلاں مسلم کا بھیجا ہوا ہے، تو اس کے ضمن میں حلت بھی مسلم ہوگئی، اگرچہ ابتداء حلت، حرمت، طہارت، نجاست وغیرہ امور خالصہ دینیہ میں کافر کا قول مقبول نہیں۔

{فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۹۰}



ہاں اگر کوئی غیر کتابی کافر یہ کہے کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے تو اس کی خبر مقبول نہیں کیونکہ اس صورت میں وہ اپنے مسلمان سے خریدنے کی خبر نہیں دے رہا۔ اگر مسلمان سے خریدنے کی خبر دیتا تو ایک معاملہ کی خبر تھی کیونکہ خریدنا ایک معاملہ ہے۔ بلکہ وہ گوشت کے حلال ہونے کی خبر دے رہا ہے اور وہ دیانات کے قبیل سے ہے اور خبر کافر دیانات میں مقبول نہیں۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ وہ کافر غیر کتابی اگر کہے بھی کہ یہ مسلمان کا ذبیحہ ہے، تو یہ خبر خصوصاً امر دیانت و حلت و حرمت میں ہیں۔ اور ان امور میں کافر کی خبر محض باطل و نامعتبر ہے۔ {فتاویٰ رضویہ ج ۲۰ ص ۲۸۲}

انگلینڈ جیسے ملک میں بھی بعض مسلمان ذبح شرعی کرواتے اور خود ہی مسلمانوں کے گھروں میں سپلائی کرتے ہیں۔ اگر ایسا ہو جائے تو معاملہ ہر شک و شبہ سے پاک ہو جاتا ہے اور ایسا ناممکن نہیں ہے۔ ایک ایسے ہی ہمارے مسلم برادر جو جانور ذبح کرواتے اور انگلینڈ میں سپلائی کرتے ہیں جن کا اپنا چھوٹا سا حلال گوشت کا کاروبار ہے خیر خواہی مسلم کی نیت سے میں ان کا نام اور نمبر بھی پیش کر دیتا ہوں۔

نام غلام یاسین = 07828045086

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 1-11-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

میکڈونلڈ کے فرائز کا حکم کیا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 218

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میکڈونلڈ کے فرائز حلال ہیں

جبکہ وہ بالکل سپریمٹ و بچی ٹیبل آئل میں بنائے جاتے ہیں۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ شاید وہ ایسے آئل میں فرائز بناتے

ہوں جس میں انہوں نے حرام گوشت بھونا ہو اس سے وہ تیل نجس ہو گیا۔ لہذا ان کے فرائز حرام ہیں۔ کیا اس تھوڑے سے شبہ کی وجہ ان فرائز کو کھانا حرام ہو جائے گا۔ ایسے معاملہ میں شبہ کی کیا حیثیت ہے۔ سائل: محسن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر ایسا ہی ہے کہ وہ لوگ یہ فرائز [آلو کے ٹکڑے] ایسے علیحدہ ویجی ٹیبل آئل میں بناتے ہیں جس میں حرام گوشت کو نہیں ڈالا گیا ہوتا تو اس طرح بنے ہوئے فرائز حلال ہیں اور ان کو حرام کہنا روا نہیں۔ تیل میں نجاست کا یہ خفیف شبہ نہ تیل کو نجس بنائے گا اور نہ ہی حلال فرائز کو حرام کرے گا کیونکہ اشیاء میں اصل حلال اور پاک ہونا ہے ان کا ثبوت خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ کسی دلیل کی محتاج نہیں اور حرمت و نجاست کے ثبوت کے لیے یقینی دلیل کی حاجت ہے۔ کیونکہ حرمت و نجاست عارضی ہیں اور محض شک سے حرمت و نجاست کا ثبوت نہیں ہوگا۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ شریعت مطہرہ میں طہارت و حلت اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کی محتاج نہیں اور حرمت و نجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک و ظنون سے ان کا اثبات ناممکن۔ قاعدہ نصوص علیہ احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ وتصریحات جلیہ حنفیہ وشافعیہ وغیرہم عامہ علماء ائمہ سے ثابت یہاں تک کہ کسی عالم کو اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۳ ص ۷۶ ملخصاً]

اگر غور کریں تو کس قدر شکوک و شبہات ہیں اُن کھانوں اور مٹھائیوں میں جو کفار اور ہندو لوگ بناتے ہیں۔ ہمیں اُن کی بے احتیاطیوں پر یقین بھی ہے اور یہ بھی پتا ہے کہ اُن کی کوئی چیز گوبر وغیرہ نجاسات سے خالی نہیں ہوتی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اُن کے نزدیک گائے بھینس کا گوبر اور ان کا پیشاب پاک و صاف ہے بلکہ نہایت مبارک و مقدس ہے۔ پھر بھی علماء کرام اُن کی چیزوں اور بنائی ہوئی مٹھائیوں کو کھانا جائز کہتے ہیں حرام و نجاست حکم نہیں کرتے۔ انظر الی

الفتاویٰ الرضویہ فتجد امثلته



جیسا کہ ردالمحتار میں تارخانہ سے منقول ہے کہ "طاهر مایتخذہ اهل الشرک والجهلة من المسلمين کالسمن والخبز والاطعمة والشیاب" جو چیز مشرکین اور جاہل مسلمان بناتے ہیں مثلاً گھی، روٹی، کھانے اور کپڑے وغیرہ وہ پاک ہیں۔ (ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۱۱۱)

بلکہ خود نبی کریم سید المرسلین ﷺ نے تالیفِ قلوب کے لیے کفار کی دعوت کو قبول فرمایا۔ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان یہودیادعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم الی خبز شعیر و اھالة سخنة فاجابه "حضرت انس رضی اللہ عنہ" سے روایت کیا ہے کہ ایک یہودی نے نبی اکرم ﷺ کو جو کی روٹی اور پرانے تیل کی دعوت دی آپ نے قبول فرمائی۔

(مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار المعرفۃ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۷۰)

علماء کرام کی عادت یہ ہے کسی ادنیٰ احتمال پر بھی طہارت وحلت کا حکم لگاتے ہیں۔ جبکہ کسی ادنیٰ احتمال بلکہ کامل احتمالات پر بھی حکم نجاست نہیں لگاتے پھر کیونکر محض خیالات پر حکم حرمت یا نجاست لگا دیا جائے۔ دیکھو گائے بکری اور ان جیسے دیگر جانور اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں تو یقینی طور پر اس کنویں کو پاک ہی کہیں گے حالانکہ کون کہہ سکتا ہے کہ اُن کی رانیں پیشاب کی چھینٹوں سے پاک ہوتی ہیں مگر علما فرماتے ہیں کہ اس بات سے احتمال ہے کہ اس پانی میں گرنے سے پہلے کسی آبِ کثیر میں گئی ہوگی اور اُن کا جسم دھل کر صاف ہو گیا ہوگا۔ لہذا جب پاکی کا احتمال ہے تو حکم نجاست نہیں لگائیں گے۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے کہ

قال فی البحر وقیدنا بالعلم لانہم قالوا فی البقر ونحوہ یخرج حیاً لا یجب نزح شیء وان کان الظاہر اشتمال بولہا علی افخاذہا لکن یحتمل طہار تہا بان سقطت عقب دخولہا ماء کثیرا مع ان الاصل الطہارۃ او مثله فی الفتح۔

البحر میں فرمایا ہم نے اسے علم (یقین) کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ انہوں نے گائے اور اس کی مثل جو (کنویں سے) زندہ نکلیں، کے بارے میں کہا ہے کہ کسی چیز کا نکالنا واجب نہیں اگرچہ ظاہر یہ ہے کہ اُن کی رانوں پر پیشاب لگا ہوتا ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے زیادہ پانی میں داخل ہونے کے بعد نجاست دھل گئی ہو اور وہ پاک ہو گئی ہو علاوہ

ازیں طہارت اصل ہے اور اسی طرح فتح القدیر میں ہے۔ (رد المحتار فصل فی البئر مطبوعہ مجتہبانی دہلی ۱/۱۴۲)

دو صورتیں واجب الحفظ ہیں۔

[1]: اگر کسی چیز کے نجس یا حرام ہونے کا ایسا ظن غالب ہو جو ملحق بالیقین ہو تو اس کا نجس یا حرام ہونا ثابت ہو جائے گا۔

[2]: اگر ایسا ظن ہو کہ ایک جانب ذہن یہ کہتا ہے کہ یہ چیز نجس و حرام ہوگی اور یہ رائج بھی ہے یعنی اس طرف ذہن

زیادہ مائل ہے مگر پاکی اور حلال ہونے کی جانب بھی ذہن جاتا ہے اگرچہ کم پھر بھی اس چیز کے نجس ہونے یا

حرام ہونے کا قول نہ کیا جائے گا بلکہ صرف اس سے بچنا بہتر قرار دیا جائے گا۔ اگرچہ بعض علماء اسے ظن

غالب ہی کہتے ہیں کیونکہ ایک جانب غالب ہے مگر اشیاء میں طہارت وحلت اصل ہیں لہذا نجاست و حرمت

ثابت نہیں ہوگی مگر ایسی ہی یقینی دلیل سے۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ ایک [صورت] تو یہ کہ جانب رائج پر قلب کو اس

درجہ وثوق و اعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کر دے اور محض ناقابل التفات سمجھے گویا اُس کا عدم وجود

یکساں ہو ایسا ظن غالب فقہ میں ملحق بیقین کہ ہر جگہ کار یقین دے۔

دوسرا یہ کہ هنوز جانب رائج پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مضحل نہ سمجھے بلکہ ادھر بھی ذہن

جائے اگرچہ بضعف و قلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے نہ یقین خلاف کا معارضہ کرے بلکہ مرتبہ شک و تردد ہی میں

سمجھی جاتی ہے کلمات علماء میں کبھی اسے بھی ظن غالب کہتے ہیں اگرچہ حقیقت یہ مجرد ظن ہے نہ غلبہ ظن۔

فی الحديقة العذبة غالب الظن اذا لم يأخذ به القلب فهو بمنزلة الشك واليقين

لا يزول بالشك۔ حدیقہ ندیہ میں ہے کہ جب ظن غالب کو دل قبول نہ کرے تو وہ شک کی طرح ہے۔ اور یقین، شک

کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔

ہاں اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو بہتر و افضل جانتے ہیں نہ کہ اُس پر عمل واجب و محتتم ہو جائے۔

دیکھو کافروں کے پاجامے مشرکوں کے برتن اُن کے پکائے کھانے پتوں کے ہاتھ پاؤں وغیر ذلک وہ مقامات جہاں

اس قدر غلبہ و کثرت و فور و شدت سے نجاست کا جوش کہ اکثر اوقات و غالب احوال تلوث و نجس جس کے سبب اگر



طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس ۱۰ بیس ۲۰ دفعہ مگر از انجا کہ هنوز ان میں کسی چیز کو بے دیکھے تحقیق طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے اور قلب قبول کرتا ہے کہ شاید پاک ہوں لہذا علما نے تصریح کی کہ اس پانی سے وضو اور اُس کھانے کا تناول اور اُن برتنوں کا استعمال اور ان کپڑوں میں نماز صحیح و جائز اور فاعل زہار آثم و مستحق عقاب نہیں اور اُس غلبہ ظن کا یہی جواب عطا فرمایا کہ اکثر احوال یوں سہی پر تحقیق و یقین تو نہیں پھر اصل طہارت کا حکم کیونکر مرتفع ہو البتہ باعتبار غلبہ و ظہور احتراز افضل و بہتر اور فعل مکروہ تنزیہی یعنی مناسب نہیں کہ بے ضرورت ارتکاب کرے اور کیا تو کچھ حرج بھی نہیں۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۴ ص ۴۹۸]

لہذا جس آئل کے نجس ہونے میں شک ہے کہ شاید اس میں ناپاک اور حرام گوشت پکایا گیا ہو گا اس کو شک کی بنیاد پر نجس نہیں کہا جائے گا تو پھر اس میں بننے والے فرائز کیونکر حرام ہو سکتے ہیں۔ ہاں اگر ذہن زیادہ اس کے نجس ہونے کی طرف مائل ہے تو بچنا بہتر ہی ہوگا۔ پھر بھی حرام کہنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اور گوشت و چکن کے معاملات کو ان احکام پر قیاس نہ کیا جائے۔ ان کا معاملہ جدا ہے کیونکہ گوشت میں اصل حرمت ہے۔ کمافی الفتاویٰ الرضویہ

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-1-2017

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## آب زم زم پینے کا طریقہ اور اس کے آداب

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 219

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آب زم زم کو کسی طرح پینا

سائل: ولید فرام انگلینڈ

چاہیے اور اس کے بارے میں چند آداب بیان کر دیں؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَّ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

آبِ زَمِ زَمِ کعبہ کی طرف منہ کر کے تین سانسوں میں کھڑا ہو کر پینا چاہیے اور اگر وہ فرمقدار میں ہو تو پیٹ بھر کر پینا جائے اور ہر بار بِسْمِ اللّٰہ سے شروع اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ پر ختم کرے اور پیتے وقت دعا کرے کہ اس وقت دعا قبول ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "مَاءٌ زَمْزَمٌ لِمَا شَرِبَ لَهُ" زم زم جس مراد سے پیا جائے اُسی کے لیے

ہے۔ ("سنن ابن ماجہ"، کتاب الناسک، باب الشرب من زم زم، الحدیث: ۳۰۶۲، ج ۳، ص ۴۹۰)

اور بہتر ہے کہ یہ دعا کرے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا وَشِفَاءً

مِنْ كُلِّ دَاءٍ

آبِ زَمِ زَمِ کو بھی کھڑے ہو کر پیا جائے کہ اسے کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ

(بہار شریعت ج 3 حصہ 16 ص 348)

آبِ زَمِ زَمِ کو بھی کھڑے ہو کر پینا سنت ہے۔

اس کو کھڑا ہو کر پینے میں حکمت یہ ہے کہ کھڑے ہو کر جب پانی پیا جاتا ہے وہ فوراً تمام اعضا کی طرف سرایت

کر جاتا ہے اور یہ مضر ہے، مگر یہ برکت والا پانی ہے اور اس سے مقصود ہی تبرک ہے، لہذا اس کا تمام اعضاء میں پہنچ جانا

فائدہ مند ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 12-11-2016



## پری سٹنڈ میٹ کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 220

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ پری سٹنڈ (Pre-Stunned) گوشت کے بارے میں کیا حکم ہے وہ حلال ہوگا یا حرام کچھ علماء کہتے ہیں حلال ہے اور کچھ کہتے ہیں حرام۔

سائل: افضل فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

میری معلومات کے مطابق پری سٹننگ (Pre-Stunning) میں جانور کو ذبح کرنے سے پہلے بجلی کا جھٹکا دیا جاتا ہے جس سے وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اور مرنے سے قبل ہی ذبح کر لیا جاتا ہے۔ اگر جانور کے مرنے سے پہلے پہلے اسے شرعی طریقے کے مطابق ذبح کر دیا گیا تو اس کا گوشت حلال ہے اور اسے حرام کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور اگر بجلی کا جھٹکا دیتے ہوئے جانور مر جائے تو وہ حرام ہے اگرچہ بعد میں ذبح کر دیا جائے کہ ذبح کرنے سے حرام حلال نہ بنے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-9-2016

# کوکا کولا حلال یا حرام

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 221

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا کوکا کولا Coca Cola حرام ہے؟  
سائل: نجم فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کوکا کولا میں موجود تمام چیزیں Ingredients حلال ہیں تو کوکا کولا حرام نہیں بلکہ حلال ہے۔ ہاں ایسی ڈرنکس سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔ میری تحقیق کے مطابق کوکا کولا میں درج ذیل اجزاء موجود ہیں۔

1. (Carbonated water)

2. (caramel E150d Colour, Sugar)

3. (Phosphoric acid)

4. (Natural flavourings including caffeine)

یہ تمام اجزاء حلال ہیں اور ثنائی یہ کہ کوکا کولا کی ویب سائٹ (FAQs section of the Coca-Cola website) پر یہ جملہ واضح الفاظ میں موجود ہے۔

“Coca Cola is proud to be the world's largest non-alcoholic drinks company. In the manufacture of Coca Cola, alcohol is not added as an ingredient and no fermentation takes place.



یعنی دنیا میں کوکا کولا ایک بڑی Non-alcoholic drinks company ہے جس میں الکوحل نہ تو بطور جز موجود ہے اور نہ ہی بطور Fermentation [ایک طریقہ مخصوص کا نام ہے] موجود ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-8-2016

## یہودی کا ذبیحہ کھانا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 222

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مسلمانوں کو کسی یہودی کا ذبیحہ کھانا جائز ہے؟  
سائل: طیب فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کتابی یہودی اللہ عز و جل کا نام لے کر ذبح کرے تو مسلم کے لیے ایسے ذبیحہ کا کھانا جائز ہے۔ کیونکہ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال ہے جیسا کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَلٰلٌ لَّكُمْ وَطَعَامُكُمْ حَلٰلٌ لَّهُمْ۔ آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا (ذبیحہ) تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے۔  
(سورة المائدة: 5)

طعام سے مراد یہاں ذبیحہ ہے جیسا کہ تفسیر خازن میں ہے۔ (وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَلٰلٌ لَّكُمْ)

یعنی وذبائح اهل الكتاب حل لكم وهم اليهود والنصارى

(تفسیر الخازن، المائدة: ۵، ج ۱، ص ۳۶۷-۳۶۸)

اور فتاویٰ ہند یہ ہیں۔ "ثُمَّ اِنَّمَا تُؤْكَلُ ذَبِيحَةُ الْكِتَابِيِّ اِذَا لَمْ يُشْهَدْ ذَبْحُهُ، وَلَمْ يُسْمَعْ مِنْهُ شَيْءٌ، اَوْ شُهِدَ وَسُمِعَ مِنْهُ تَسْمِيَةُ اللَّهِ تَعَالَى وَحْدَهُ؛ لِأَنَّهُ اِذَا لَمْ يُسْمَعْ مِنْهُ شَيْءٌ يُجْمَلُ عَلَى أَنَّهُ قَدْ سَمِيَ اللَّهُ تَعَالَى تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِهِ كَمَا بِالْمُسْلِمِ، وَلَوْ سُمِعَ مِنْهُ ذِكْرُ اسْمِ اللَّهِ تَعَالَى لَكِنَّهُ عَنِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ الْمَسِيحِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوا تُؤْكَلُ"

کتابی کا ذبیحہ کھایا جائے گا اگرچہ اس کے ذبح کرنے پر مسلمان حاضر نہ ہو اور اس سے کچھ نہ سنا گیا ہو یا مسلم اس پر حاضر ہو اور کتابی سے صرف اللہ عزوجل کا نام سنا ہو کیونکہ جب اس نے اس سے کچھ نہ سنا تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس کتابی نے اللہ عزوجل کا نام لیا ہے اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہوئے جیسا کہ مسلم کے ساتھ اگر اس نے کتابی سے اللہ عزوجل کا نام سنا مگر وہ اللہ سے مسیح مراد لیتا ہے تو علماء کرام نے کہا اس کا ذبیحہ بھی کھایا جائے گا۔

(الفتاویٰ الہندیہ باب الاول فی رکن الذبح۔۔ ج ۵ ص 285)

اور بہار شریعت میں ہے۔ کتابی کا ذبیحہ اس وقت حلال سمجھا جائے گا جب مسلمان کے سامنے ذبح کیا گیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اللہ (عزوجل) کا نام لے کر ذبح کیا اور اگر ذبح کے وقت اس نے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیا اور مسلمان کے علم میں یہ بات ہے تو جانور حرام ہے اور اگر مسلمان کے سامنے اس نے ذبح نہیں کیا اور معلوم نہیں کہ کیا پڑھ کر ذبح کیا جب بھی حلال ہے۔

(بہار شریعت ج 3 حصہ 15 ص 313)

یہ جواز اس وقت ہے جب وہ کتابی ہوں یعنی اپنے اسی مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اگر وہ دھریے ہو چکے ہوں تو ان کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں اگرچہ وہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کریں۔ یہودیوں میں آج بھی ذبح کر کے ہی کھایا جاتا ہے۔ مگر اس بات کا علم نہیں وہ ذبح کے وقت اللہ عزوجل کا نام لیتے ہیں یا نہیں لہذا ان کے ذبیحے سے احتراز ہی بہتر ہے اور عیسائیوں میں تو ذبح کا تصور ہی نہیں۔ انگلینڈ میں رہنے والا ہر مسلم اس سے واقف ہے اور کافی عرصہ سے ایسا ہی



چلا آرہا ہے کہ ہمارے اسلاف بھی لکھ گئے کہ نصاریٰ کے یہاں ذبیحہ ہوتا ہی نہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے۔ مگر یہ جواز اُسی وقت تک ہے جب کہ اپنے اُسی مذہبِ یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کی یہودی نصرانی ہوں اور حقیقتہً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتے ہوں، جیسے آجکل کے عموماً نصاریٰ (عیسائی) کا کوئی مذہب ہی نہیں تو ان سے نکاح نہیں ہو سکتا، نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے یہاں تو ذبیحہ ہوتا بھی نہیں۔ (بہار شریعت ج 2 حصہ 7 ص 31)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-9-2016

## خنزیر کیوں حرام ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 223

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ خنزیر کا گوشت کھانا اسلام میں کیوں حرام ہے؟ مفتی صاحب پلیرز جدید تحقیق کی روشنی میں کچھ وجوہات بیان فرمادیں؟ سائل: عبد اللہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مسلمانوں کے خنزیر نہ کھانے کی اصل وجہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے یعنی خنزیر نص قطعی سے حرام ہے۔ اس وجہ سے مسلمان کا بچہ بچہ خنزیر سے بچتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ الْمَیِّتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُھْلٌ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ۔ اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ (سورۃ البقرہ: 173)

اور یہ نجس العین ہے اس لیے قرآن نے اسے جس کہا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رَجْسٌ  
یابد جانور کا گوشت وہ نجاست ہے۔ (انعام: 145)

اسلام ایسی نجس و ناپاک چیز سے دور رہنے کا حکم کرتا ہے اور اس کو کھانے سے روکنے کی بہت زیادہ سائنسی  
ومیڈیکل وجوہات ہیں۔

ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

1: یہ بہت ہی غلیظ جانور ہے اور ہر گندی چیز کھا جاتا ہے۔ یہ اس قدر گند جانور ہے کہ یہ اپنا پیشاب پیتا اور فضلہ  
کھاتا ہے اور انسانی فضلہ بھی اس کی مرغوب غذا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے گوشت جراثیم کا مجموعہ بن جاتا  
ہے اور ایک سائنسی تحقیق کے مطابق اس کے کھانے انسان کو ستر 70 سے زائد بیماریاں لگ سکتی ہیں۔

2: خنزیر کا گوشت زہریلے مادوں کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اسی وجہ سے اسکے گوشت و چکنائی میں زہریلے  
مادے عام جانوروں کے گوشت کے مقابلے میں 30 گنا زیادہ ہوتے ہیں۔ گویا یہ گوشت بقیہ عام گوشت  
سے 30 گنا زیادہ زہریلا Toxin ہوتا ہے۔ اور یہ واحد میمالیا ہے جسے پسینہ نہیں آتا جس کی وجہ سے  
زہریلے مادے جسم سے خارج ہونے کی بجائے اندر ہی رہ جاتے ہیں اور یہ اس قدر زہریلا ہے کہ اس کے  
اوپر خطرناک زہر کا اثر بھی نہیں ہوتا ہے یہاں تک کہ اسے سانپ ڈس جائے تو بھی اسے کچھ نہیں ہوتا۔ جس  
سے آپ اس کے اندر موجود زہر کا اندازہ لگا سکتے ہیں اور اس کے پایوں میں ایک سوراخ ہوتا ہے جس سے  
باہر کے جراثیم اندر جاتے رہتے ہیں اور یہ مزید زہر آلود ہو جاتا ہے۔

4: اس میں چربی کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے جس کی وجہ سے کولیسٹرول بڑھنے سے دل کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔

5: ایک خنزیر میں تیس 30 طرح کی مختلف بیماریاں ہوتی ہیں اس کا گوشت کھانے سے انسان کو کئی طرح کی  
خطرناک بیماریاں مثلاً ہیضہ، ٹائی فائیڈ، اور مٹانے کا انفیکشن اور ہارٹ اٹیک وغیرہ لگ سکتی ہیں۔

6: جدید سائنسی تحقیق میں یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ٹیپ ورم نامی کیڑے کی ایک خاص قسم سور سے انسانوں میں منتقل



ہوتی ہے اور یہ کیڑا دماغ میں پہنچ کر اسے کھانا شروع کر دیتا ہے۔ سائنسدانوں نے اس کیڑے کو سور کے ساتھ تعلق کی وجہ سے اس کا نام بھی Pork Tapeworm یعنی ”سور ٹیپ ورم“ رکھا ہے۔ لندن سکول آف ہائی جین اینڈ ٹراپیکل میڈیسن کی ڈاکٹر ہیلنا ہیلی کہتی ہیں کہ پورک ٹیپ ورم خاص طور پر انسانی دماغ کو نشانہ بناتا ہے۔ خنزیر کا گوشت پوری طرح پکانہ ہونے کی صورت میں اس کیڑے کے انڈے اس میں موجود رہتے ہیں اور آنتوں میں جا کر ان انڈوں سے کیڑے نکل آتے ہیں جو اعصابی نظام میں شامل ہو کر سیدھے دماغ تک جاتے ہیں۔

اور یہ کیڑا الاروا کی صورت میں سور کے فضلے میں پایا جاتا ہے۔ سوروں کے قریب موجود لوگ فضلے سے براہ راست کیڑے کا شکار بن سکتے ہیں، اسی لیے اسلام میں اس ناپاک جانور کو چھونا بھی ناجائز ہے۔ جب یہ کیڑا جسم میں داخل ہو جاتا ہے تو کئی طرح کی دماغی بیماریاں جنم لیتی ہیں مثلاً دماغی اعصاب کا تناؤ یعنی ٹینشن اور مرگی، اعضاء کا فالج وغیرہ۔ اگر یہی کیڑا آنکھ میں چلا جائے تو بصارت چلی جاتی ہے اور دل میں جانے کی صورت میں ہارٹ اٹیک ہو جاتا ہے۔ یہ ساری وجوہات ماہرین غذا اور انگریز ڈاکٹروں کی تحقیق کا نچوڑ ہے جو مختلف انگلش ویب سائٹس پر موجود ہے۔ اور اس کے علاوہ سور انتہا درجے کا بے غیرت جانور ہے۔ جنسی تسکین کے لیے نرمادہ کوئی تمیز نہیں رکھتا۔ اسے کھانے والے معاشرے میں یہ خصوصیت باآسانی دیکھی جاسکتی ہے کہ وہاں بے غیرتی و بے حیائی آسمانوں سے باتیں کرتی ہے، اب تو وہ اپنی بہنوں اور ماؤں سے بھی سیکس سے گریز نہیں کرتے کیونکہ سائنسی تحقیق ثابت ہے کہ خوراک کا براہ راست اثر جسم پر ہوتا ہے جیسا کھائیں گے ویسا جسم سے ظاہر ہوگا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 03-09-2017

## جھینگے، کیڑے اور سلفش کے بارے میں حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 224

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جھینگا [Prawn]، کیڑا [Crab] اور سلفش کو کھانے کے بارے میں اسلام کیا کہتا ہے؟  
سائلہ: زبیدہ فرام برنلے۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

مچھلی کے سوا دریا کا ہر جانور کھانا حرام ہے۔ جو مچھلی غیر مارے خود ہی مر کر پانی میں اُلٹی تیر گئی وہ بھی حرام ہے، کیڑا و سلفش کھانا بھی حرام ہے، جھینگے کے مچھلی ہونے میں اختلاف ہے لہذا اس کا حلال یا حرام ہونا بھی مختلف فیہ ہوا مگر صحیح یہی ہے کہ جھینگا ایک مچھلی ہے لہذا اس کا کھانا جائز ہے مگر بچنا بہتر ہے۔ فقیر نے آج تک نہ کھایا اور نہ آئندہ کھانے کی نیت۔

طافی مچھلی کا حکم بیان کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ مچھلی تر ہو یا خشک، مطلقاً حلال ہے۔ سوائے طافی کے جو خود بخود بغیر کسی سبب ظاہر کے دریا میں مر کر اتر آتی ہے۔ عالمگیریہ میں ہے: السمک یحل اکلہ الا ما طفا منه۔ مچھلی کھانا حلال ہے ماسوائے پانی پر تیرنے والے مر کر۔

(فتاویٰ ہندیہ کتاب الذبائح الباب الثانی ۵/۲۸۹/فتاویٰ رضویہ ج 20 ص 333)

کیڑا و سلفش آبی جانور ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک مچھلی کے علاوہ ہر دریائی جانور حرام ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ تحقیق مقام یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں مچھلی کے سوا تمام دریائی جانور مطلق حرام ہیں۔

[فتاویٰ رضویہ ج 20 ص 337]



اعلیٰ حضرت امام اہلسنت جھینگے کو مچھلی کی ایک قسم مانتے مگر اس سے بچنے کو بہتر جانتے ہیں جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ جن کے خیال میں جھینگا مچھلی کی قسم سے نہیں ان کے نزدیک حرام ہوا ہی چاہے مگر فقیر نے کتب لغت و کتب طب و کتب علم حیوان میں بالاتفاق اسی کی تصریح دیکھی کہ وہ مچھلی ہے۔ قاموس میں ہے: الاربیان بالکسر سمک کالدود۔ اربیان کسرہ کے ساتھ، کیڑے کی طرح مچھلی ہے۔

(القاموس المحيط باب الواؤ فصل الرءاء مصطفى البابی مصر ۴/ ۲۳۵)

[فتاویٰ رضویہ ج 20 ص 337]

اور ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ جو حضرات جھینگا کو مچھلی کی قسم کہتے ہیں حلال کہتے ہیں، کیونکہ مچھلی کی تمام اقسام ہمارے نزدیک حلال ہیں، اور جو حضرات اس کو غیر مچھلی کہتے ہیں وہ حرام مانتے ہیں کیونکہ مچھلی کے ماسوا تمام آبی جانور ہمارے نزدیک حرام ہیں، ایسے مسائل میں اجتناب بہتر ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج 20 ص 339]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 03-02-2017

## بچے دایاں ہاتھ کھانے اور بایاں ہاتھ ٹویلیٹ کے لیے کیوں استعمال کیا جاتا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 225

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمان کھانے کے لیے سیدھا ہاتھ اور استنجاء کے لیے الٹا ہاتھ کیوں استعمال کرتے ہیں۔ اس کی کوئی لوچک بھی بیان کر دی جائے تو کرم ہوگا۔

سائل: وقار فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

نبی اکرم ﷺ کی سنت سے یہ ثابت ہے کہ وہ کھانا کھانے، پانی پینے اور اس طرح کے دیگر کاموں کے لیے دایاں ہاتھ استعمال فرماتے اور اس کی ترغیب ارشاد فرماتے تھے۔

جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لِيَأْكُلْ أَحَدُكُمْ بِيَمِينِهِ، وَلِيَشْرَبْ بِيَمِينِهِ، وَلِيَأْخُذْ بِيَمِينِهِ، وَلِيُعْطِ بِيَمِينِهِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِشِمَالِهِ، وَيَشْرَبُ بِشِمَالِهِ، وَيُعْطِي بِشِمَالِهِ، وَيَأْخُذُ بِشِمَالِهِ" تم میں ہر شخص کو چاہیے کہ وہ دائیں ہاتھ سے کھائے، دائیں ہاتھ سے پیئے، دائیں ہاتھ سے لے، دائیں ہاتھ سے دے، اس لیے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، بائیں ہاتھ سے پیتا ہے، بائیں ہاتھ سے دیتا ہے اور بائیں ہاتھ سے لیتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الاكل باليمين رقم 3266)

اور اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "لَا تَأْكُلُوا بِالشِّمَالِ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْكُلُ بِالشِّمَالِ" بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ، اس لیے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الاكل باليمين رقم 3268)

اور ایسے ہی گندگی والے کاموں استنجاء وغیرہ کو الٹے ہاتھ سے کرنے کی ترغیب احادیث میں موجود ہے۔ اس لیے مسلمان ایسا کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "إِذَا اسْتَنْطَابَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَسْتَنْطِبْ بِيَمِينِهِ لِيَسْتَنْجِحَ بِشِمَالِهِ" جب کوئی شخص استنجاء کرے تو داہنے ہاتھ سے نہ کرے، بلکہ بائیں ہاتھ سے کرے۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الطہارۃ و سننہار رقم 312)

اس کے پیچھے حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ تاکہ استنجاء یا اس طرح کے گندگی کے کاموں کے لیے جو ہاتھ استعمال ہوا ہے وہ کھانے، پینے یا اس جیسے اچھے کاموں کے لیے استعمال نہ کیا جائے تاکہ کھانے پینے کے لیے خوب صفائی اختیار کیا جاسکے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017



## شیشہ کا حکم کیا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 226

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیشہ پینے کا حکم کیا ہے۔  
سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

شیشہ پینا صحت کے لیے مضر ہے، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی تحقیق کے مطابق شیشہ سگریٹ سے بھی زیادہ خطرناک ہے جیسا کہ انہوں نے اس ریشچ کو یوں بیان کیا ہے۔

Smoking Shisha is worse than smoking cigarettes and is bad for your health causing many diseases and illnesses. Shisha does not intoxicate but has flavoured tobacco which contains chemicals and nicotine.

اس میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس سے نشہ نہیں آتا بس تمباکو فلیور ہے جس میں نیکوٹین خطرناک مادہ موجود ہوتا ہے۔ لہذا شیشہ کا حکم سگریٹ جیسا ہی ہے کہ اگر کوئی شیشہ لانجز میں جائے بغیر تنہا شیشہ نوشی کرتا ہے تو جائز ہے مگر بچنا بہتر ہے کہ جان بوجھ کر صحت کو خطرے پر پیش کرنا ہے۔ اور شیشہ لانجز (Shisha lounges) میں جا کر شیشہ پینا بلاشبہ ناجائز و گناہ ہے کہ وہاں مرد و عورت کا اختلاط، کفار و فساق کا اجتماع اور میوزک جیسی لعنت میں ابتلاء ہے جو کہ ناجائز ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017

## فلوک لوكسا سيلين دوائی کا حکم کیا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 227

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ابھی اپنے فلوک لوكسا سيلين [Flucloxacillin] کپسول کے اوپر لکھا پڑھا کہ اس میں [Gelatin] خنزیر کی چربی ہے یہ ایک درد والے انفیکشن کو دور کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے کیا اسے کھانا جائز ہے کیونکہ یہ ایک دوائی ہے؟

سائل: مسٹر محسن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اس دوائی کو کھانا ناجائز ہے کیونکہ اس میں خنزیر [Pig] کی چربی [Gelatin] ہے۔ خنزیر پورے کا پورا حرام اور نجس ہے لہذا اس دوائی کو چھوڑ کر کوئی اور دوائی استعمال کی جائے۔ مارکیٹ میں سینکڑوں طرح کی Pain killer ادویات موجود ہیں۔ اگر یہی دواء استعمال کرنی ہو تو یہی میڈیسن خنزیر کی چربی کے بغیر بھی مل جاتی ہے اس کا نام فلوک لوكسا سيلين سپنشن (Flucloxacillin suspension) ہے۔ جبکہ خنزیر پورے کا پورہ حرام اور نجس ہے اللہ تعالیٰ خنزیر کے بارے میں قرآن میں فرماتا ہے کہ۔ لَحْمٌ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ۔ بد جانور کا گوشت حرام ہے کہ وہ نجاست ہے۔

[سورة الانعام: ۱۴۵]

خنزیر نجس العین ہے اور اس کا ہر جز [Part] حرام اور نجس ہے فقہی حنیا کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ "بِخِلَافِ الْخِنْزِيرِ لِأَنَّهُ نَجِسٌ الْعَيْنِ، إِذَا هَاءُ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى { فَإِنَّهُ رِجْسٌ } مُنْصَرِفٌ إِلَيْهِ لِقُرْبِهِ" خنزیر سارے کا سارہ نجس ہے کہ اللہ عزوجل کے فرمان میں ضمیر خنزیر کی طرف راجع ہے اس کے قریب ہونے کی وجہ سے۔

[الهداية باب الماء الذي يجوز به الوضوء۔ ج ۱ ص ۱۲۵]

ہدایہ کی شرح عنایہ میں ہے کہ "فَعَبْرُ اللَّحْمِ دَائِرٌ بَيْنَ أَنْ يَحْرُمَ وَالْأَيَّاحْرُمَ فَيَحْرُمُ احْتِيَاظًا

وَذَلِكَ بِرُجُوعِ الضَّمِيرِ إِلَى الْمُضَافِ إِلَيْهِ" خنزیر کے گوشت کے علاوہ اس کی ہر چیز حرام ہونے اور حرام نہ



ہونے میں دائر ہے یعنی دونوں کا احتمال ہے لیکن احتیاطاً خنزیر کی ہر چیز حرام قرار دی جائے گی کیونکہ فَإِنَّهُ رَجُسٌ کی ضمیر اس کی طرف لوٹ رہی ہے۔

[العناية شرح هداية باب الماء الذي يجوز به الوضوء۔ ج ۱ ص ۱۲۷]

فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔ "اما الخنزير فجميع اجزائه نجسة" خنزیر کے تو سارے اجزاء ناپاک ہیں۔

[الفتاوى الهندية "كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، الفصل الثاني، ج ۱، ص ۲۳]

بہار شریعت میں ہے کہ سور کا گوشت اور ہڈی اور بال اگر چہ ذبح کیا گیا ہو یہ سب نجاستِ غلیظہ ہیں۔

[بہار شریعت حصہ ۲ ج ۱ ص ۳۹۱]

جب خنزیر کی ہر چیز نجس و حرام ہے تو اس کی چربی بھی حرام اور جس چیز میں خنزیر کی کوئی چیز مل جائے گی وہ بھی حرام و نجس۔ بلکہ ملنا تو دور کی بات ہے اس کی کوئی چیز کسی مانع کو چھو بھی جائے تو وہ نجس ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ "وان كان نجس العين كالخنزير فانه يتنجس وان لم يدخل فاه" اگر کوئی نجس العین چیز جیسے خنزیر پانی میں گر جائے تو پانی نجس ہو جائے گا اگرچہ وہ فوراً اس سے جدا کر لیا جائے اس کا منہ پانی میں نہ پڑا ہو۔

[الفتاوى الهندية "كتاب الطهارة، الباب الثالث في المياه، الفصل الأول، ج ۱، ص ۱۹]

اگر شراب کو دوائی میں ملایا گیا ہو اور غلبہ ظن ہو کہ اس سے شفاء ہو جائے گی اور اس کے بدلے کوئی اور دواء بھی نہ ہو تو ہمارے کچھ علماء نے اس دواء کے بارے میں تو حکم جواز دیا مگر خنزیر کو اس حالت میں بھی مستثنیٰ فرمایا۔

جیسا کہ رد المحتار میں ہے کہ "وَنَقَلَ الْحَمَوِيُّ أَنَّ لَحْمَ الْخَنزِيرِ لَا يَجُوزُ الشِّدَاوِي بِهِ وَإِنْ تَعَيَّنَ" امام حموی نے نقل کیا کہ خنزیر کے گوشت سے بنائی ہوئی دواء استعمال کرنا ناجائز ہے اگرچہ اس میں شفاء کا غلبہ ظن متعین ہو جائے۔

[رد المحتار باب فروع تداءى بالمحرم ج ۲ ص ۱۱۸]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-9-2016

## کھانا کھانے والے کو سلام کرنا مکروہ ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِيفَاءُ 228

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کھانے کھاتے ہوئے شخص کو سلام کرنا چاہیے یا نہیں؟  
سائل: شریق فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کوئی کھانا کھا رہا ہو کہ منہ میں لقمہ ہو اس وقت کوئی آیا تو سلام نہ کرے کیونکہ ایسے شخص کو سلام کرنا مکروہ جو جواب دینے سے عاجز ہو اور منہ میں لقمہ ہونے کی حالت میں بندہ جواب دینے سے عاجز ہے لیکن کھانے سے پہلے یا بعد میں سلام کرنے میں حرج نہیں یعنی ابھی کھانے کے لیے بیٹھا ہی ہے یا کھا چکا ہے تو سلام کر سکتا ہے کہ اب وہ جواب دینے سے عاجز نہیں۔

"يُكْرَهُ عَلَى عَاجِزٍ عَنِ الرَّدِّ حَقِيقَةً كَأَكْلِ ظَاهِرِهِ أَنَّ ذَلِكَ مَخْصُوصٌ بِحَالٍ وَضَعِ اللَّقْمَةَ فِي الْفَمِ وَالْمَضْغَ وَأَمَّا قَبْلُ وَبَعْدُ فَلَا يُكْرَهُ لِعَدَمِ الْعَجْزِ" جو شخص جواب دینے پر حقیقتہً قادر نہ ہو اس کو سلام کرنا مکروہ ہے اس سے ظاہر یہ ہے کہ یہ اس وقت ہے جب لقمہ اس کے منہ میں ہو اور وہ چبارہا ہو اور اس سے پہلے یا بعد سلام کرنے میں حرج نہیں کہ وہ عاجز نہیں ہے۔ ("در مختار مع رد المحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج ۹، ص ۶۸۵)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-09-2017



## کوکا کولا اور یو کے کے دیگر مشروبات میں الکوحل ہے یا نہیں

الِاسْتِفْتَاءُ 229

میں کوکا کولا کے جواز پر دیئے ہوئے فتویٰ کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں جو محترم و مکرم مفتی محمد قاسم ضیاء صاحب نے دیا یہ سید رشید الدین صاحب کی تحقیق سے ٹکراتا ہے وہ ایک فوڈ میں ڈگری ہولڈر سائنسدان ہیں۔ لہذا ان کی ریسرچ دیکھ کر پھر ہمیں اس کے متعلق شرعی طور پر آگاہی دی جائے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

آپ کے توجہ دلانے کا بہت شکریہ جب ہم نے جواز کا فتویٰ لکھا تھا اس وقت بھی کئی معتبر ذرائع سے اس کی تحقیق کی تھی اور یہی ثابت ہوا تھا کہ کوکا کولا میں الکوحل شامل نہیں لیکن اب کئی قابل اعتماد ویب سائٹس سے معلومات ہوئی ہیں کہ کوکا کولا میں اور اس کے علاوہ دوسری ڈرنکس میں الکوحل بطور انگریڈی ایٹ [Ingredient] تو شامل نہیں مگر ان میں نیچرل فلیورنگ کے دوران فلیور کو استتھنول [الکوحل کی قسم] میں حل کر کے کوکا کولا میں ڈالا جاتا ہے اور پروسیس کے دوران یہ استتھنول اڑ بھی جاتا ہے مگر بہت تھوڑی مقدار میں باقی رہتا ہے۔ کوکا کولا کی ویب سائٹ پر لکھا ہے کہ اس میں الکوحل نہیں۔ جیسا کہ آپ اس لنک پر دیکھ سکتے ہیں۔

<http://www.coca-colacompany.com/contact-us/coca-cola-rumors-facts>

"the manufacture of Coca-Cola, alcohol is not added as an ingredient and no fermentation takes place"

<http://www.coca-cola.co.uk/faq/ingredients/does-coca-cola-contain-alcohol>

Our ingredients and manufacturing processes are rigorously

regulated by government and health authorities in more than 200 countries. All of them have consistently recognised Coca Cola as a non-alcoholic product.

دیگر ڈرنکس جیسے لوکو زید اس میں بھی الکوحل ہے جو یو کے میں عام ہر عام و خاص کا جام ہے مگر اس میں بھی الکوحل فلیورنگ کے دوران ہی ڈالا جاتا ہے جو کہ پروسیس کے دوران اڑ جاتا ہے مگر بہت کم مقدار میں رہتا ہے۔ جیسا کہ اس ویب سائٹ پر موجود ہے۔

<https://www.lucozadeenergy.com/contact/>

"We do not add alcohol to our products as an ingredient, but there may be very low levels present in our products as alcohol is present as part of some of the flavorings used in our products. Alcohol is defined as ethyl alcohol or ethanol".

روبینکن مینگو جوس میں بھی الکوحل ہے مگر وہ بھی بطور انگریڈی اینٹ نہیں بلکہ فلیورنگ پروسیس کے دوران ڈالا جاتا ہے۔ جس کی بہت ہی تھوڑی مقدار بعد میں باقی رہتی ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ دیگر ڈرنکس کا بھی یہی معاملہ ہے۔

<http://www.rubiconexotic.com/#/faq>

"Following the development of modern analytical equipment it is now possible to detect miniscule traces of alcohol in the majority of soft drinks including fruit juices. These trace levels of alcohol can either come from the process used in the production of the flavorings that are used in some soft drinks or from the fruit juice".



"These trace levels of alcohol are so miniscule that they have no effect on the smell, colour or taste of the product and so bears no trace of its original nature. The body metabolizes the alcohol faster than it is consumed, meaning it can have no possible intoxicating effect".

ان کے علاوہ دیگر کولاز میں بھی الکوحل کی کچھ نہ کچھ مقدار پائی گئی جیسا کہ آپ اس لنک پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔  
<http://www.60millions-mag.com/2012/06/27/coca-pepsi-et-autres-colas-ces-ingredients-qu-vous-cache-7803>

To close a persistent rumor about the presence of alcohol in colas, engineers of 60 Million realized their own dosages. Result? Nearly half of the colas tested contain alcohol-at very low doses (less than 10mg of ethanol per liter, or close to 0.001.%)

جن ڈرنکس کے میں نے نام لیے اور ان کے علاوہ دیگر چیزیں جن میں فلیورنگ کے دوران استعمال بطور Solvent استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ ڈرنکس پوری مسلم دنیا میں عام ہیں اور ان میں بیچنے، پینے یا پلانے کسی نہ کسی طریقے سے خاص و عام مبتلا ہیں۔ یہ چیز بھی حکم میں کچھ نہ کچھ تخفیف لائے گی۔ اس کے علاوہ میں نے اس پر بھی ریسرچ کی ہے کہ وہ استعمال جو ان میں استعمال ہوتا ہے وہ عموماً جڑی بوٹیوں یا پودوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ایک مشہور کتاب بنام کمیسری اور ٹیکنولوجی میں ہے:

"Solvent Aqueous ethanol is the most commonly used solvent in the extraction of herbs for soft drinks"

(Pg 327 Chemistry and Technology of Soft Drinks and Fruit Juices)

By Philip R. Ashurst.

اس کے علاوہ بریٹینیکا ویب سائٹ سے اس کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

<https://www.britannica.com/science/ethyl-alcohol>

ethyl alcohol, also called ethanol, grain alcohol, or alcohol, a member of a class of organic compounds that are given the general name alcohols; its molecular formula is  $C_2H_5OH$ . Ethyl alcohol is an important industrial chemical; it is used as a solvent,

The chief raw materials fermented for the production of industrial alcohol are sugar crops such as beets and sugarcane and grain crops such as corn (maize).

جب ایسا ہے کہ اتھنل یا اتھنول [الکوحل] کو گنے یا دیگر فصلوں سے حاصل کیا جاتا ہے تو اس میں امام اعظم ابوحنیفہ اور امام یوسف علیہما الرحمۃ کے نزدیک کسی حد تک رخصت موجود ہے کہ ان کے نزدیک انگور سے بنی ہوئی شراب خمر کے علاوہ دیگر چیزوں سے بنی ہوئی شرابوں کی قلیل مقدار جو بندہ کونشہ میں مبتلا نہ کرتی ہو وہ حرام نہیں جبکہ امام محمد کے نزدیک حرام ہے تاکہ فساق اس سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں اور اسی پر فتویٰ ہے۔

ان رخصتوں کے باوجود بھی میرا موقف ان تمام ڈرنکس سے اجتناب کرنے کا ہے جن میں قلیل سے قلیل مقدار میں الکوحل شامل ہے۔ ساری مسلم امت کو ایسی ڈرنکس سے بچنا چاہیے۔ کوکا کولا پر لکھے گئے فتویٰ میں بھی میں نے اس سے اجتناب کرنے کا ہی کہا ہے۔ لیکن ان ڈرنکس کے حرام یا حلال ہونے کے فتویٰ کو علماء کرام کی صوابدید پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اس پر نظر ثانی فرما کر امت کی کچھ رہنمائی فرمائیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-11-2016



## باب الزینۃ

## آرٹیفیشل زیور کا مسئلہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 230

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت آرٹیفیشل زیور پہن سکتی ہے اور کونسے زیور عورتوں کے لیے پہننا جائز نہیں ہے؟  
سائلہ: زینب فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

عورتوں کے لیے سونا یا چاندی کے علاوہ دھاتوں سے بنائی گئی آرٹیفیشل جیولری کو پہننا جائز ہے۔ قرآن و حدیث کی کسی نص سے اس کی ممانعت ثابت نہیں ہے۔ لہذا یہ مسئلہ اپنی اصل پر ہے اور اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ درمختار میں ہے۔ ان الاصل فی الاشیاء الاباحت۔  
{درمختار ج ۲ ص ۲۳۴ مطبوعہ رشیدیہ}

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ "وَلَا بَأْسَ لِلنِّسَاءِ بِتَغْلِيْقِ الْخُرْزِ فِي شُعُورِهِنَّ مِنْ صُفْرِ أَوْ نُحَاسٍ أَوْ شَبَّةٍ أَوْ حَدِيدٍ وَنَحْوِهَا لِلزَّيْنَةِ وَالسَّوَارِ مِنْهَا كَذَا فِي الْقُنْيَةِ"  
اگر اپنے بالوں میں عورت زینت کے لیے پیتل یا تانبے یا اس کی مثل کوئی دھات یا لوہے کا پراندہ بنا کر لٹکائے یا ان چیزوں کے لنگن پہنے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاویٰ ہندیہ، الباب العشرون فی الزینۃ وَاِتِّخَاذِ الْخَادِمِ لِلْخِدْمَةِ ج 5 ص 359)

اس سے پتہ چلا کہ عورت کے لیے لوہا، تانبا، پیتل، سیسہ اور کانچ یا ہڈی وغیرہ کے زیورات استعمال کرنے میں

مضائق نہیں۔ اور عورت کے لیے زیور پہننا جائز ہے، کسی قسم کا زیور منع نہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 16-11-2017

## ٹیٹو بنانا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 231

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے بازو پر یا ہاتھ کی پشت پر اپنا نام یا ٹیٹو یعنی کوئی ڈیزائن وغیرہ بنواتے ہیں اس کا حکم کیا ہے؟ اور اگر کسی نے ایسا کر لیا ہو اور اب وہ مسلمان ہو تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بازو پر نام کھدوانا یا ٹیٹو (Tattoo) یعنی کوئی ڈیزائن بنوانا شرعاً ناجائز و ممنوع ہے کہ یہ اللہ کی بنائی ہوئی چیز میں تغیر یعنی تبدیلی کرنا ہے اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی ناجائز و گناہ ہے نیز یہ نام اور ٹیٹو (Tattoo) عموماً مشین یا سوئی کے ذریعے کھدوایا جاتا ہے جس سے کافی تکلیف ہوتی ہے اور اپنے جسم پر جو اللہ عز و جل سے دی ہوئی نعمت ہے اس کو بلا وجہ شرعی تکلیف پہنچانا بھی جائز نہیں۔

اگر کسی شخص نے اپنے بازو پر اس طرح نام لکھوایا ہے تو اس پر توبہ لازم ہے اور اگر دوبارہ بغیر تغیر کے اس نام



کو ختم کرنا ممکن ہو تو اس کو ختم کر دے اور اگر بغیر تغیر کے ختم کروانا ممکن نہ ہو بلکہ ختم کروانے کے لیے دوبارہ اسی طرح کا عمل کرنا پڑے جیسا نام لکھواتے وقت کیا تھا تو اس کو اسی حال میں رہنے دے اور توبہ و استغفار کرتا رہے۔

اس طرح بازو پر نام لکھوانا یا ٹیٹو (Tattoo) بنوانا اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنا ہے جو کہ ناجائز اور کارِ شیطان ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَلَا مَرَمٌ لَهُمْ فَلْيُغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ۔ ترجمہ: (شیطان بولا) میں ضرور انہیں کہوں گا کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔ (سورۃ النساء، آیت 119)

اس آیت کے تحت تفسیر خزانۃ العرفان میں ہے: ”جسم کو گود کر سرمہ یا سیندور وغیرہ جلد میں پیوست کر کے نقش و نگار بنانا، بالوں میں بال جوڑ کر بڑی بڑی جٹیں بنانا بھی اس میں داخل ہے۔“ (تفسیر خزانۃ العرفان، ص 175)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ مسلم شریف کی حدیث پاک میں ہے۔

"لعن الله الواشمات والمستوشمات.... المغيرات خلق الله"

ترجمہ

اللہ لعنت کرے گودنے والیوں اور گودوانے والیوں۔۔۔۔۔ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرنے والیوں پر۔

(صحیح مسلم، جلد 2، ص 205، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ)

اس حدیث میں لفظ واشات و اشات آیا ہے اس کی شرح بیان کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”واشمہ وہ عورت جو سوئی وغیرہ کے ذریعہ اپنے اعضاء میں سرمہ یا نیل گودوالے جیسا کہ ہندو عورتیں اور بعض ہندو مرد کرتے ہیں۔“ (مرآۃ المناجیح، جلد 6، ص 153، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ)

اس طرح بازو وغیرہ پر نام لکھوانا اپنے آپ کو تکلیف پہنچانا ہے اور بلا وجہ شرعی اپنے آپ کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے چنانچہ ارشاد الساری میں ہے۔

"أن جنایة الإنسان على نفسه كجنایته على غيره في الإثم، لأن نفسه ليست ملكاً له

مطلقاً، بل هي لله، فلا ينصرف فيها إلا بما أذن له فيه"

بے شک انسان کی اپنے نفس پر زیادتی گناہ ہے جیسا کہ دوسرے پر زیادتی گناہ ہے کیونکہ انسان اپنے نفس کا مطلقاً مالک نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے پس اس میں وہی تصرف جائز ہے جس کی اجازت دی گئی ہے۔

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری، جلد 14، ص 72، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اگر کسی مسلمان شخص نے اپنے بازو پر اس طرح نام لکھوایا ہے تو اس پر توبہ لازم ہے اور اگر بغیر تغیر کے اس نام کو ختم کرنا ممکن ہو تو اس کو ختم کر دے اور اگر بغیر تغیر کے ختم کروانا ممکن نہ ہو تو اس کو اسی حال میں رہنے دے اور توبہ و استغفار کرے۔

چنانچہ امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن اس طرح کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ”یہ غالباً خون نکال کر اسے روک کر کیا جاتا ہے جیسے نیل گدوانا۔ اگر یہی صورت ہو تو اس کے ناجائز ہونے میں کلام نہیں اور جبکہ اس کا ازالہ ناممکن ہے تو سوا توبہ و استغفار کے کیا علاج ہے، مولیٰ تعالیٰ عز وجل توبہ قبول فرماتا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد 23، ص 387، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن)

لیکن اگر کسی کافر نے حالت کفر میں ایسا کیا تھا پھر مسلمان ہو گیا تو اسلام قبول کرنا زمانہ کفر کے سارے گناہوں کو مٹا دیتا ہے لہذا اسلام قبول کرنے کے بعد اگر اس ٹیٹو کو آسانی سے مٹانا ممکن ہو یعنی بغیر تغیر کے اس کو ختم کرنا ممکن ہو تو اس کو ختم کر دے اور اگر بغیر تغیر کے ختم کروانا ممکن نہ ہو تو اس کو اسی حال میں رہنے دے یہ نیا مسلم بھی توبہ و استغفار کرتا رہے کہ توبہ تو اس کے لیے بھی مفید ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 19-1-2016



## داڑھی کی حد اور جبرے کی ہڈی سے اوپر اگنے والے بال کا ٹٹا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 232

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان تین مسئلوں کے بارے میں کہ

سوال نمبر 1

جبروں کی لائن سے اوپر اگنے والے بال کیا داڑھی میں شامل ہیں اور ان کو صاف کروانے کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر 2

داڑھی کی مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے چار انگل تک ہے یا ہونٹوں کے نیچے سے چار انگل تک؟

سوال نمبر 3

سائل: سیف فرام۔ انڈیا

چار انگل سے زائد رکھنے کا حکم کیا ہے؟

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

داڑھی قلموں کے نیچے سے شروع ہوتی ہے اور یہ کنپٹیوں، جبروں اور ٹھوڑی پر اگتی ہے۔ کانوں پر اگنے والے بال اور یونہی جبروں کی لائن سے اوپر اگنے والے چھوٹے چھوٹے نرم بال جو کسی کے کم اور کسی کے آنکھوں تک اگتے ہیں داڑھی میں داخل نہیں لہذا ان کو صاف کروانے میں بھی حرج نہیں بلکہ اکثر اوقات ان کو صاف نہ کروانے سے شکل و صورت قبیح معلوم ہوتی ہے جو شریعت پسند نہیں کرتی۔

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ داڑھی قلموں کے نیچے سے

کنپٹیوں، جبروں، ٹھوڑی پر جمتی ہے اور عرض اس کا بالائی حصہ کانوں اور گالوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ جس طرح بعض

لوگوں کے کانوں پر رونگٹے ہوتے ہیں وہ داڑھی سے خارج ہیں، یوں ہی گالوں پر جو خفیف بال کسی کے کم کسی کے آنکھوں تک نکلتے ہیں وہ بھی داڑھی میں داخل نہیں یہ بال قدرتی طور پر موئے ریش سے جدا ممتاز ہوتے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۵۹۵]

اور جڑوں کی لائن سے اوپر اگنے والے بالوں کو کانٹے میں حرج نہیں جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بسا اوقات ان کی پرورش باعث تشویہ خلق و تیج صورت ہوتی ہے جو شرعاً ہرگز پسندیدہ نہیں۔ غرائب میں ہے:

كان ابن عمر رضي الله تعالى عنهما يقول للحلاق بلغ العظمين فانهما منتهى اللحية يعني حدها ولذلك سميت لحية لان حدها اللحى - حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما حجام سے فرمایا کرتے تھے کہ دو ہڈیوں تک پہنچ جا، کیونکہ وہ دونوں داڑھی کی حدود آخری حصہ ہیں اسی لئے داڑھی کو ”لحیہ“ کہا گیا ہے کیونکہ اس کی حدود اللحی [جڑے] تک ہیں۔ (غرائب)

اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے

لا بأس باخذ الحاجبين وشعر وجهه مالم يتشبه بالمخنث: دونوں ابروؤں اور چہرے کے بالوں کو کانٹے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ ہجڑوں سے مشابہت پیدا نہ ہو۔

[فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۸/فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۵۹۵]

جواب نمبر 2

داڑھی کی مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے چار انگل تک ہے نہ کہ ہونٹوں کے نیچے سے۔ جیسا کہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ ریش ایک مشت یعنی چار انگلی تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز۔۔۔ اور ظاہر کہ مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائے گی یعنی چھوٹے ہوئے بال اس قدر ہوں۔ وہ جو بعض بیباک جہال لب زیریں کے نیچے سے ہاتھ رکھ کر چار انگل ناپتے ہیں کہ ٹھوڑی سے نیچے ایک ہی انگل رہے یہ محض جہالت اور شرع مطہر میں بیباکی ہے غرض اس قدر میں تو علمائے سنت کا اتفاق ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج 22 ص 582]



سنت یہی ہے کہ جب چار انگل سے زائد ہو تو اسے کاٹ دینی چاہیے مگر چار انگل سے داڑھی کا تھوڑا بہت زیادہ ہو جانا جائز باعث کراہت نہیں ہے جب تک حد اعتدال رہے۔ یعنی جب تک داڑھی بدنمائی اور انگشت نمائی کا باعث نہ بنے۔ اگر بہت زیادہ لمبی داڑھی رکھنا جو حد اعتدال سے خارج ہو کر وہ اور خلاف سنت ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسی کو اختیار فرمایا اور عامہ کتب مذہب میں تصریح فرمائی کہ داڑھی میں سنت یہی ہے کہ جب ایک مشت سے زائد ہو کم کر دی جائے بلکہ بعض اکابر نے اسے واجب فرمایا اگرچہ ظاہر یہی ہے کہ یہاں وجوب سے مراد ثبوت ہے نہ کہ وجوب مصطلح، امام محمد رحمہ اللہ بعد روایت حدیث مذکور فرماتے ہیں: بہ ناخذ وهو قول ابی حنیفہ۔ ہم اسی کو لیتے ہیں اور حضرت امام ابو حنیفہ کا یہی قول ہے۔

(کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجه رواية ۹۰۰ ادارة القرآن کراچی ص ۱۹۸)

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۵۸۴]

اور سیدنا عبد اللہ بن عمرو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی مبارک مٹھی میں لے کر جس قدر زیادہ ہوتی کم فرما دیتے۔ بلکہ یہ کم فرمانا خود حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سے روایت کیا گیا۔ امام محمد کتاب الآثار میں فرماتے ہیں: اخبرنا ابو حنیفہ عن الہیثم عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه كان يقبض على لحيته ثم يقص ما تحت القبضة۔ ہم سے امام ابو حنیفہ نے ارشاد فرمایا ان سے ابو الہیثم نے ان سے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہ حضرت عبد اللہ اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑ کر زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے۔

(کتاب الآثار باب خف الشعر من الوجه رواية ۹۰۰ ادارة القرآن کراچی ص ۱۹۸)

ابوداؤد و نسائی مروان بن سالم سے روایت ہے کہ رأیت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما يقبض على لحيته فيقطع ما زاد على الكف۔ میں نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ اپنی داڑھی مٹھی میں لے کر زائد بالوں کو کاٹ ڈال کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الصوم باب القول عند الافطار آفتاب عالم پریس لاہور ۳۲۱/۱)

اور مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ میں ہے: كان ابو هريرة رضي الله تعالى عنه يقبض على لحيته

ثم يأخذ ما فضل عن القبضه - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ کر مٹھی سے زائد حصہ کو کتر ڈالتے تھے۔ (المصنف ابن ابی شیبہ کتاب الحظرو الاباحۃ باب ما قالوا من الاخذ من اللحية ادارة القرآن کراچی ۳۷۴/۸)

بلکہ صاحب فتح القدیر فرماتے کہ ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: انه روى عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم - باوجود اس کے کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی۔

(فتح القدیر کتاب الصوم باب ما يوجب القضاء والكفارة مكتبة نوريه رضويه سكهر ۲/۲۷۰)

چار انگل سے تھوڑی بہت زیادہ ہو تو جائز ہے جیسا کہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوة میں فرماتے ہیں: عادت سلف دریں باب مختلف بود آورده اند کہ لحيه امير المؤمنين علي پر می کرد سينه اُورا و همچنين عمر و عثمان رضى الله تعالى عنهم اجمعين و نوشته اند كان الشيخ محي الدين رضى الله تعالى عنه طويل اللحية وعريضها - اسلاف کی عادت اس بارے میں مختلف تھی چنانچہ منقول ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی ان کے سینے کو بھر دیتی تھی اس طرح حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی مبارک داڑھیاں تھیں، اور لکھتے ہیں کہ شیخ محی الدین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لمبی داڑھی اور چوڑی داڑھی والے تھے۔ (مدارج النبوت باب اول بيان لحيه شريف مكتبة نوريه رضويه سكهر ۱/۱۵)

سیدی اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ شاید انھیں آثار کی بنا پر شیخ محقق نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا: مشہور قدر یک مشت ست چنانکہ کمتر ازیں نباید و اگر زیادہ ہر اس بگزارد نیز جائز ست بشرطیکہ از حد اعتدال نگزد۔ مشہور مقدار ایک مشت ہے پس اس مقدار سے کم نہیں ہونی چاہئے اور اگر اس سے زیادہ چھوڑ دے تو بھی جائز ہے بشرطیکہ اعتدال برتا جائے۔

[اشعة اللمعات کتاب الطهارة باب السواك فصل اول مكتبة نوريه رضويه سكهر ۱/۲۱۲ فتاویٰ رضويه ج ۲۲ ص ۵۸۶]

اور بہت زیادہ لمبی داڑھی رکھنا جو حد اعتدال سے خارج ہو مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ اس سے زائد اگر طول فاحش حد اعتدال سے خارج بے موقع بدنما ہو تو بلا

شبه خلاف سنت مکروہ کہ صورت بدنما بنانا اپنے منہ پر دروازہ طعن مسخریہ کھولنا مسلمانوں کو استہزاء و غیبت کی آفت میں



ذوالناہر گز مرضی شرع مطہر نہیں، نہ معاذ اللہ زہار کہ ریش اقدس حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم عیاذ باللہ کبھی حد بد نمائی تک پہنچی سنت ہونا اس کا معقول نہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-10-2016

قد افاد الجیب و احباد

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## چہرے کی بیماری میں داڑھی کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 233

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ داڑھی کتنی رکھنا واجب ہے اور مجھے ایسی بیماری جس کا نام (Alopecia Areata) ہے جس میں میرے چہرے کی کچھ جگہوں پر بال نہیں ہے اور مجھے (Psoriasis) بھی ہے جس میں کھال ادھرتی ہے اور میں جہاں کام کرتا ہوں وہ کہتے ہیں کہ داڑھی کٹوا دو۔ اب اس حال میں کیا کروں؟ سائل: محبوب یو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ٹھوڑی کے نیچے سے لے کر داڑھی ایک مشت یعنی چار انگلی تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز و حرام ہے کیونکہ داڑھی حد مقرر شرع سے کم نہ کرانا واجب اور داڑھی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت دائمی اور اہل اسلام کے شعائر سے ہے اور اس کا خلاف ممنوع و حرام اور کفار کا شعار ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: عَنْ ابْنِ عَمْرِو بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم قَالَ: "خَالِفُوا

المُشْرِكِينَ، وَفَرَّوْا اللَّحْيَ وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین سے مخالفت کرو داڑھیاں پوری اور مونچھیں کم کر دو۔

[الصحيح البخارى كتاب اللباس باب تقليم الأظفار: حديث نمبر / 5892 صحيح مسلم كتاب الطهارة باب خصال الفطرة ج ۱ ص ۱۲۹]

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحية الحديث: یعنی دس چیزیں سنت قدیم انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہیں ان سے مونچھیں کم کرنا اور داڑھی حد شرع تک چھوڑ دینا۔ (صحيح مسلم كتاب الطهارة باب خصال الفطرة ج ۱ ص ۱۲۹)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ شرح میں فرماتے ہیں: حلق کردن لحیہ حرام ست و روش افرنج و ہنود و جو القیان کہ ایشاں راقندر یہ نیز گویند و گزاشتن آں بقدر قبضہ واجب ست و آں کہ آنرا سنت گویند بمعنی طریقہ مسلوک و ردین ست یا بجہت آنکہ ثبوت آں بہ سنت ست چنانکہ نماز عید را سنت گفتہ اند "داڑھی منڈانا حرام ہے، یہ افرنگیوں، ہندوؤں اور جو القیوں کا طریقہ ہے جو قلندر یہ بھی کہلاتے ہیں۔ اور داڑھی بمقدار ایک مٹھی چھوڑنا واجب ہے اور داڑھی کے متعلق جو کہا جاتا ہے کہ یہ سنت ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دین میں ایک جاری طریقہ ہے یا یہ وجہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت کے ساتھ ہے جیسا کہ نماز عید کو سنت کہتے ہیں۔ (اشعة اللمعات كتاب الطهارة باب السواك الفصل الاول ۱/۲۱۲)

داڑھی کی مقدار کے بارے میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ ریش ایک مشت یعنی چار انگلی تک رکھنا واجب ہے اس سے کمی ناجائز۔ مزید فرماتے ہیں کہ اور ظاہر ہے کہ مقدار ٹھوڑی کے نیچے سے لی جائے گی یعنی چھوٹے ہوئے بال اس قدر ہوں وہ جو بعض بیباک جہال لب زیریں کے نیچے سے ہاتھ رکھ کر چار انگلی ناپتے ہیں کہ ٹھوڑی سے نیچے ایک ہی انگلی رہے یہ محض جہالت اور شرع مطہر میں بیباکی ہے غرض اس قدر میں تو علمائے سنت کا اتفاق ہے۔

سوال میں مذکور ان بیماریوں کی وجہ سے داڑھی کا قطع کرنا تو ایسا کرنا ناجائز ہے کیونکہ ان بیماریوں کی وجہ داڑھی شریف نہیں ہے۔ ہاں اگر جلد وغیرہ کا علاج کرنے کے لیے داڑھی کاٹنے کی ضرورت پڑے تو کاٹنا جائز ہوگا جبکہ اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو۔



الاشباہ والنظائر میں ہے کہ "الضرورات تبیح المحظورات" ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں۔

[الاشباہ والنظائر القاعدة الاولى ص ۱۰۷]

باقی رہا کہ کام والوں کے کہنے کی وجہ سے داڑھی کاٹنا بھی ناجائز و حرام ہے۔ بلکہ ہر فعل حرام میں ان کی اطاعت حرام ہے۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لا طاعة لمخلوق في معصية الله" اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی نافرمانی میں مخلوق کی کوئی اطاعت نہیں

[المعجم الكبير للطبرانی ج 1 ص 185 حدیث نمبر 367]

اور ترمذی شریف کی حدیث مبارکہ جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اس میں ہے کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، مَا لَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ، فَإِنْ أُمِرَ بِمَعْصِيَةٍ، فَلَا سَمْعَ عَلَيْهِ وَلَا طَاعَةَ" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک اسے نافرمانی کا حکم نہ دیا جائے، مسلمان پر سماع و طاعت لازم ہے جس میں وہ پسند کرے اور ناپسند کرے، اور اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ اس کے لیے سننا ضروری ہے اور نہ اطاعت کرنا ضروری۔

[سنن الترمذی باب ما جاء لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق حدیث نمبر 1707]

اگر وہ داڑھی کاٹنے پر مجبور کریں تو ایسا کام کو چھوڑ کر نیا روزگار اپنائے اللہ عز و جل اس میں برکت دے گا کیونکہ اللہ عز و جل ہی بہتر رزق دینے والا ہے۔

قرآن پاک میں ہے: وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ: اور اللہ کا رزق سب سے اچھا۔ [الجمعة: ۱۱]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 14-7-2016

## حلال نیل پولش کا حکم کیا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 234

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حلال نیل پولش کو لگانا جائز ہے۔ کیونکہ اس کو لگا کر وضو کا پانی جسم تک پہنچتا ہے کیونکہ یہ ان کی ویب سائٹ پر لکھا ہوا ہے۔

سائلہ: سعدیہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

عورت کو اپنے شوہر کے لیے زینت کرنے کے لیے ایسی نیل پولش لگانا جو حلال چیزوں سے بنی ہوئی ہو جائز تو ہے مگر اس کو لگانے سے احتراز کیا جائے کیونکہ اسے لگا کر وضو یا غسل نہیں ہوگا کیونکہ نیل پولش جسم تک پانی پہنچنے نہیں دیتی۔ ہاں اگر کوئی ایسی نیل پولش ہو جو پانی کو جسم تک پہنچنے سے نہ روکے تو اسے لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر صرف ویب سائٹ پر اعتبار نہ کیا جائے بلکہ اسے ٹیسٹ کر لیا جائے۔ جب تک آپ کو یقین سے پتا نہ چل جائے کہ یہ نیل پولش وضو کے پانی کو نہیں روکتی تب تک اسے استعمال نہ کیا جائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 21-10-2017



## سُونے یا چاندی کے دانت کا مسئلہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْأَسْتَفْتَاءُ 235

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مرد کو سونے یا چاندی کا دانت لگانا جائز ہے؟ میڈیکل پرائمر کی وجہ سے۔

سائل: ادیب فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

اگر چاندی کے بنے ہوئے دانتوں سے گزارہ ممکن ہو تو مرد صرف چاندی کے دانت ہی لگائے۔ سونے کے دانت استعمال کرنے کی اجازت نہ ہوگی لہذا چاندی یا کسی اور چیز سے بنے ہوئے دانتوں سے کام چلایا جائے۔ لیکن اگر چاندی یا کسی اور دھات کے دانتوں سے ضرورت پوری نہ ہو یعنی چاندی یا کسی اور دھات کے دانتوں میں بویا تعفن پیدا ہو جاتا ہو تو مرد سونے کے دانت بھی لگا سکتا ہے۔ یعنی ضرورتاً اس کی اجازت ہوگی اور بلا ضرورت مردوں کو سونے کا دانت ناجائز ہے۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان دانتوں کے لیے سونے کا تالو لگانے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ سونے کا تالو عورتوں کو مطلقاً جائز ہے اور مردوں کو بضرورت [اس کی ضرورت ہو تو جائز ہے] یعنی جبکہ سونے میں کوئی خصوصیت محتاج الیہا ایسی ہو کہ چاندی وغیرہ سے حاصل نہ ہو سکتی ہو۔

[فتاویٰ رضویہ ج 24 ص 194]

اور ہدایہ میں ہے: "الاصل فيه التحريم والاباحة للضرورة وقد اندفعت بالفضة وهي

الادنى فبقى الذهب على التحريم والضرورة لم تندفع في الانف دونه حيث انتن"

سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے اور اس کا مباح ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ چاندی سے یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور اس کا استعمال بنسبت سونے کے قریب ہے، لہذا سونا اپنی حرمت پر باقی رہے گا، اور یہ ضرورت ناک لگانے میں بغیر سونے کے پوری نہیں ہو سکتی (لہذا سونے کی مصنوعی ناک لگانا جائز ہے) کیونکہ سونے کے علاوہ باقی دھاتوں میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

(الهداية كتاب الحظروالاباحه فصل في اللبس مطبع يوسفى لكهنؤ ۳/۵۵)

وَاللّٰهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضنیہ القادری

Date: 2-4-2017

الجواب صحیح  
شمس الہدیٰ عفی عنہ  
خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## عورت کا سپیکر پر بیان کرنا کیسا ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 236

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت کے لیے عورتوں کی مجلس میں سپیکر پر بیان کرنا جائز ہے اور عورت کی آواز کا حکم کیا ہے اور کیا عورت مردوں سے کلام کر سکتی ہے؟

سائل: نظام الدین فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

عورت کے لیے عورتوں کی محفل میں سپیکر پر بیان کرنے میں حرج نہیں ہے جبکہ ایسی احتیاط کی جائے کہ آواز

غیر محرم مردوں تک نہ پہنچے۔ کیونکہ عورتوں کو بلا ضرورت مردوں تک اپنی آواز پہنچانا منع ہے بعض فقہاء کرام نے عورت



کی آواز کو بھی عورت یعنی چھپانے کی چیز کہا اور جبکہ جمہور فقہاء نے اسے فتنہ قرار دیا ہے اور بلا ضرورت مردوں تک پہنچانے سے منع فرمایا جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کی گئی: چند عورتیں ایک ساتھ مل کر گھر میں میلا دشریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سنائی دیتی ہے، یونہی محرم کے مہینے میں کتاب شہادت وغیرہ بھی ایک ساتھ آواز ملا کر (یعنی کورس میں) پڑھتی ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت (یعنی چھپانے کی چیز) ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سے ممکن فتنہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۰)

اور بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں عورت کی آواز کے بارے میں علماء کا اختلاف بیان کیا ہے کہ بعض نے کہا کہ عورت کی آواز عورت ہے مگر جمہور نے اس کی نفی کی ہے لیکن اسے فتنہ برپا کرنے والی قرار دیا ہے اور غیر محرم مردوں تک پہنچانے سے منع کیا ہے۔

فَقَالَ وَلَا تُلَبِّي جَهْرًا إِلَّا أَنْ صَوْتَهَا عَوْرَةً وَمَشَى عَلَيْهِ صَاحِبُ الْمُحِيطِ فِي بَابِ الْأَذَانِ وَفِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَعَلَى هَذَا الْوَقِيلِ إِذَا جَهَرَتْ بِالْقُرْآنِ فِي الصَّلَاةِ فَسَدَتْ كَانَ مُتَجَهِّهًا وَفِي شَرْحِ الْمُنِيَّةِ الْأَشْبَهُ أَنْ صَوْتَهَا لَيْسَ بِعَوْرَةٍ إِمَّا يُؤَدِّي إِلَى الْفِتْنَةِ كَمَا عَلَّلَ بِهِ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ وَغَيْرُهُ فِي مَسْأَلَةِ التَّلْبِيَةِ وَلَعَلَّهُنَّ إِمَّا مُنْعَنَ مِنْ رَفْعِ الصَّوْتِ بِالتَّسْبِيحِ فِي الصَّلَاةِ لِهَذَا الْمَعْنَى (بحر الرائق شرح كنز الدقائق كتاب شروط الصلوة ج 1 ص 285)

فی زمانہ عورتوں کو بیان وغیرہ کرنے کے لیے سپیکر استعمال کرنے سے بچنا ہی بہتر ہے۔ اور عورتوں کا پردے میں رہ کر ضرورتاً مردوں سے کلام کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔  
وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ط  
اور جب تم ان (عورتوں) سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو اس میں زیادہ ستھرائی ہے  
(سورۃ الاحزاب: 53)

تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کی۔

آیت کے اشارۃ النص سے معلوم ہوا کہ ضرورتاً پردے میں رہ کر عورتوں سے بات کرنے میں حرج نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں ان سے گفتگو کی ممانعت نہیں فرمائی گئی بلکہ پردے میں رہتے ہوئے ضرورت کی بات کی اجازت دی گئی ہے اور ہاں لطافت و نزاکت کے ساتھ بات کرنے کی اجازت نہیں جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنْ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ۔ اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے ہاں اچھی بات کہو۔ (سورۃ الاحزاب: 32)

صدر الافاضل علامہ مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ اگر بہ ضرورت غیر مرد سے پس پردہ گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوج نہ ہو، بات نہایت سادگی سے کی جائے۔

(تفسیر خزائن العرفان تحت الاية)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 19-09-2017

## عورت کے خوشبو لگانے کے حوالے سے فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 237

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت گھر سے باہر نکلنے کے لیے خوشبو استعمال کر سکتی ہے اور کیا گھر میں عورت ہر طرح کی خوشبو لگا سکتی ہے اور اگر عورت نے گھر میں خوشبو لگائی ہو اور ایمر جنسی میں باہر نکلنا پڑ جائے تو وہ کیا کرے؟

سائلہ: نبیلہ فرام انگلینڈ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

عورت کو گھر سے نکلتے ہوئے ایسی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے جو بدن سے اٹھ کر دوسروں تک پہنچ سکتی ہو اور عورت اپنے گھر کی چار دیواری میں جہاں فقط شوہر یا محارم ہوں وہاں ہر طرح کی خوشبو استعمال کر سکتی ہے۔ ہاں یہ احتیاط لازمی ہے کہ دیور و جیٹھ اور دیگر غیر محارم تک خوشبو نہ پہنچے۔ اگر گھر میں ایسی خوشبو لگائی ہو تو اور ایمر جنسی میں باہر نکلنا پڑ جائے تو کپڑے بدل لے تاکہ غیر محرموں تک اس کی خوشبو نہ پہنچے۔

حدیث میں آیا اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "أَلَا وَطِيبُ الرِّجَالِ رِيحٌ لَا لَوْنَ لَهُ إِلَّا وَطِيبُ النِّسَاءِ لَوْنٌ لَا رِيحَ لَهُ" قَالَ سَعِيدٌ: أَرَأَيْتُمْ قَالَ إِنَّمَا حَمَلُوا قَوْلَهُ فِي طِيبِ النِّسَاءِ عَلَى أَنَّهَا إِذَا خَرَجَتْ فَأَمَّا إِذَا كَانَتْ عِنْدَ زَوْجِهَا فَلَتَطْيِبُ بِمَا شَاءَتْ

"سنو! مردوں کی خوشبو وہ ہے جس میں خوشبو ہو رنگ نہ ہو، سنو! اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے جس میں رنگ ہو خوشبو نہ ہو۔ امام سعید کہتے ہیں: میرا خیال ہے حضرت قتادہ نے کہا علماء نے عورتوں کے سلسلہ میں آپ ﷺ کے اس فرمان کو اس صورت پر محمول کیا ہے جب وہ باہر نکلیں لیکن جب وہ اپنے خاوند کے پاس ہوں تو وہ جیسی خوشبو چاہیں لگائیں۔ (سنن أبی داود، کتاب اللباس باب من کرهه، الحدیث: ۴۰۳۸، ج ۴، ص ۶۸)

باہر نکلتے پر جو عورت ایسی خوشبو لگاتی ہے کہ غیر مردوں کی توجہ کا باعث بنے تو ایسی عورت کے بارے میں سخت وعید ہے جیسا کہ حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعرؓ کی روایت سے روایت ہے: "جب کوئی عورت خوشبو لگا کر لوگوں میں نکلتی ہے تاکہ اس کی خوشبو پائی جائے تو یہ عورت زانیہ ہے۔ (سنن النسائی ج ۸ ص ۱۵۳)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 13-09-2017

## غیر محرم عورت کو اسلامک میسج سینڈ کرنا کیسا؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 238

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا میں اسلامک میسج کسی غیر محرم عورت کو بھیج سکتا ہوں کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں نے اسے اس طرح کے میسج سینڈ نہ کیے تو وہ جاہل رہے گی۔

سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

علماء اور مفتیان اسلام کے مصدقہ اسلامک میسج غیر محرم عورت کو سینڈ کرنا جائز ہے۔ مگر مرد اس عورت کو خود سینڈ نہ کرے بلکہ اپنی بہن یا بیوی یا کسی محرمہ عورت کے ذریعے بھیجوائے کیونکہ غیر محرم مرد کا عورت کو میسج سینڈ کرنا فتنہ سے خالی نہیں ہے اور کسی کو جہالت سے بچانے کے لیے خود کو ہلاکت میں ڈالنا اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ میسجز کے باہم تبادلے سے بے تکلفی بڑھ سکتی ہے اور مرد و عورت کا آپس میں بے تکلف ہونا بے حد خطرناک نتائج لا سکتا ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 20-10-2017



## فیمیل ڈاکٹرز کے سامنے پرائیویٹ پارٹس کے کھولنے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 239

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حمل کے دوران عورت فیمیل ڈاکٹر (Female Doctor) کے پاس بے بی سکیٹنگ کے لیے جاتی ہے اور اس وقت اپنے پرائیویٹ پارٹس کو کپڑے سے چھپانا مشکل ہے کیا وہاں فیمیل ڈاکٹر کے پاس پرائیویٹ پارٹس نہ چھپانا جائز ہے؟ اور اسی طرح ڈلوری کیسز میں تو پرائیویٹ پارٹس کو چھپانا ممکن ہے۔ میں یہ سوال اس لیے پوچھ رہی ہوں کیونکہ میں نے آپ کا ایک فتویٰ پڑھا ہے کہ جس میں ہے ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے لیے عورت اپنے پرائیویٹ پارٹس فیمیل ڈاکٹر کے سامنے بھی نہیں کھول سکتی۔

سائلہ: عنبرین فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مرض کے علاج کے لیے فیمیل ڈاکٹر کے سامنے پرائیویٹ پارٹس کو کھولنا جائز ہے کیونکہ یہاں ضرورت ہے اور شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ "الضَّرُّورَاتُ تُبَيِّحُ الْمَحْظُورَاتِ" ضرورتیں ممنوع چیزوں کو جائز کر دیتی ہیں۔ بے بی سکیٹنگ بچہ اور بچہ کی ماں کو مرض سے بچانے کے لیے ہی کی جاتی ہے اور ڈلوری کیسز (Delivery cases) میں ضرورت تو بدرجہا تم متحقق ہے کہ دو جانوں کو بچانا ہے کیونکہ اگر ڈلوری نہ کی گئی تو پیٹ کا بچہ اور ماں دونوں مر جائیں گے۔

لہذا ان دونوں صورتوں میں شریعت ضرورت کی وجہ سے پرائیویٹ پارٹس کو کھولنے کی اجازت دیتی ہے۔ بلکہ

مرض ایک ایسی ضرورت ہے کہ اگر فیمیل ڈاکٹر نہ ملے تو فیمیل ڈاکٹر (Male Doctor) کو بھی مرض کی جگہ دیکھنے کی

اجازت ہے۔ جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہدایہ میں ہے۔

"وَيَجُوزُ لِلطَّبِيبِ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَوْضِعِ الْمَرَضِ مِنْهَا لِلضَّرُورَةِ (وَيَنْبَغِي أَنْ يُعْلِمَ امْرَأَةً مُدَاوَأَتَهَا) لِأَنَّ نَظَرَ الْجَنَسِ إِلَى الْجَنَسِ أَسْهَلُ" میل ڈاکٹر کو مرض کی جگہ دیکھنا ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔ اور مناسب یہی ہے کہ عورت کو بھی علاج کرنا سکھایا جائے کیونکہ جنس کا جنس کی طرف نظر کرنا (بنسبت مرد کے عورت کی طرف نظر کرنے سے زیادہ خفیف) ہے۔

(الهداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج ۲، ص ۳۶۹)

لیکن علاج کی ضرورت سے نظر کرنے میں بھی یہ احتیاط ضروری ہے کہ صرف اتنا ہی حصہ بدن کھولا جائے جس کے دیکھنے کی ضرورت ہے باقی حصہ بدن کو اچھی طرح چھپا دیا جائے کہ اس پر نظر نہ پڑے۔ کیونکہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ ضرورت کی مقدار ہی جائز ہوتی ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ "لِأَنَّ مَا ثَبَتَ بِالضَّرُورَةِ يَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهَا" کیونکہ جو چیز ضرورت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے وہ ضرورت کی مقدار ہی جائز ہوتی ہے۔

(الهداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج ۲، ص ۳۶۹)

جبکہ ٹیسٹ ٹیوب بے بی میں کسی مرض کا علاج کروانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ اولاد کا حصول مقصود ہے اور اولاد کا حصول شرعی ضرورت کے تحت نہیں آتا۔ اس وجہ سے صرف ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے لیے پرائیویٹ پارٹس کو فیمیل ڈاکٹر کے سامنے بھی کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے وہاں کہا گیا کہ شوہر وہ طریقہ سیکھے اور خود اپنی بیوی کے رحم میں ٹیوب کے ذریعے سپرم رکھے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2017

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے



## لیزر آئی سرجری کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 240

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آئی سائٹ کو بڑھانے کے لیے لیزر آئی سرجری جائز ہے؟  
سائل: عامر فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ  
اگر کوئی اور مانع شرعی نہ ہو تو لیزر آئی سرجری کروانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَاللهُ تَعَالٰى اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2017

## لیزر ہیر ریموور کا استعمال کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 241

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا مرد اپنے سارے جسم کے بالوں کو مونڈوا سکتا ہے۔ اور کیا ان بالوں کو لیزر ریموور سے ختم کیا جاسکتا ہے۔  
سائل: اطیب فرام انگلینڈ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

داڑھی اور بھوؤں کے علاوہ مرد سارے جسم کے بال منڈوا سکتا ہے مگر سینے اور پیٹھ کے بالوں کو منڈوانا اچھا نہیں ہے لیکن اگر ان کو منڈوائے تو گناہ بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈنا یا کتروانا اچھا نہیں، ہاتھ، پاؤں، پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں۔ (بہار شریعت ج 3 حصہ 16 ص 585)

اور ہاں اگر بھوؤں کے بال بڑے ہو گئے ہوں تو ان کو ترشوانے میں بھی حرج نہیں جیسا کہ بہار شریعت میں ہے: بھوؤں کے بال اگر بڑے ہو گئے تو ان کو ترشوا سکتے ہیں۔ (بہار شریعت ج 3 حصہ 16 ص 585)

جن بالوں کو مونڈنا جائز ہے ان کو لیزر ہیر ریوور سے ختم کرنا بھی جائز ہے اگر وہ خود اس کا استعمال جانتا ہو اور اس کے لیے کسی دوسرے مرد کے سامنے ستر کھولنا جائز ہے۔ لہذا بالوں کو کاٹنے کے لیے نیچرل طریقے ہی استعمال کیے جائیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 01-10-2017

مخلوط تعلیم پر فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 242

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ طلبہ کا طالبات کے ساتھ پڑھنا



اکٹھ اسکول و کالج میں پڑھنا کیسا؟ فیملی ٹیچر سے بالغ طلبہ کے پڑھنے کا شرعی حکم کیا ہے۔

سائل: جنید فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بالغ لڑکیوں اور بالغ لڑکوں کی مخلوط تعلیم (Co-Education) کا مَرُوْجہ سلسلہ سراسر ناجائز و حرام ہے۔ کیونکہ بالغ لڑکیوں کا اجنبی مرد سے پردہ ہے اگرچہ وہ استاد ہی ہو اور اسی طرح بالغ لڑکوں کا بالغہ اجنبیہ عورت سے پردہ ہے اگرچہ وہ استاد ہی ہو اور دورِ حاضر میں فیملی ٹیچر سے بالغ لڑکوں کو پڑھنا بھی ناجائز ہے کیونکہ بے پردہ عورت کو بار بار دیکھنا پڑے گا اور اجنبی عورت کی طرف نظر کرنا ناجائز ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ابلیس کے زہر بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر قرار دیا۔

"نَظَرُ الْمُؤْمِنِ إِلَى فَحَاسِنِ الْمَرْأَةِ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ ابْلِيسَ مَسْهُومٌ، مَنْ تَرَكَهَا مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ وَرَجَاءِ مَا عِنْدَ اللَّهِ أَكَّابَهُ اللَّهُ بِذَلِكَ عِبَادَةً تَبْلُغُهُ لَدَيْهَا"

مومن کا عورت کے محاسن کی طرف نظر کرنا شیطان کے زہر سے بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو اللہ عزوجل کے خوف اور ثواب کی امید سے عورت کی طرف دیکھنے باز رہا تو اللہ عزوجل اسے ایسی عبادت عطا فرمائے جس کی لذت وہ پائے گا۔ (حلیۃ الاولیاء ج 6 ص 101)

اگرچہ فیملی ٹیچر نے مکمل طور پر اپنے آپ کو چھپایا ہوا ہو اور صرف چہرہ دیکھائی دیتا ہو پھر بھی بالغ مرد کا بلا ضرورت عورت کے چہرے کی طرف دیکھنا سختی سے منع ہے۔

اما فی زماننا فمنع من الشابة قهستانی "لیکن اب ہمارے زمانے میں یہ حکم ہے کہ جوان عورت

کو دیکھنا ممنوع ہے۔

(درمختار کتاب الحظروالاباحۃ باب فی النظر والمس ۲/۴۲-۲۴۱)

مگر آج کل پیشہ ور سکول وغیرہ میں ٹیچنگ کرنے والی عورتوں کے سر پر ڈوپٹہ تو کجا ڈوپٹی نہیں ہوتی۔ اور نظر صرف ان کے چہرے پر ہی نہیں بلکہ گردن، سینہ اور بالوں کو بھی پڑتی ہے۔ جو کہ حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ اور استاد سے پردے کے بارے میں امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ رہا پردہ اُس میں اُستاد وغیرہ اُستاد، عالم وغیرہ عالم پیر سب برابر ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۶۳۹)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-8-2017

## موئے زیر ناف [Pubic hairs] کو کہاں سے لے کر کہاں تک کاٹا جائے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 243

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آدمی کو موئے زیر ناف کہاں سے شروع کر کے کہاں تک کاٹنے چاہیے۔  
سائل: اطیب فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ہر آدمی زیر ناف بالوں کو عین ناف کے نیچے سے شروع کر کے عضو تناسل تک تمام کو مونڈھے اور عضو تناسل کے ارد گرد کے بال بھی دور کرے۔ رانوں اور پیٹھ پر موجود بالوں کو بھی کاٹنا جائز ہے مگر یہ بال ان بالوں میں شامل نہیں۔ موئے زیر ناف میں صرف وہ بال شامل ہیں جو عضو تناسل کے ارد گرد اور اس کے اوپر ناف تک ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بحر الرائق میں ہے کہ



"وَالْمَرَادُ بِالْعَانَةِ الشَّعْرُ فَوْقَ ذِكْرِ الرَّجُلِ وَحَوَالِيهِ إِلَى السُّرَّةِ" موئے زیر ناف سے مراد وہ

بال ہیں جو عضو تناسل کے ارد گرد اور اس کے اوپر سے ناف تک ہوتے ہیں۔ [البحر الرائق باب فرائض الغسل ج 1 ص 50]

بعض لوگ عین ناف کے نیچے سے بالوں کو نہیں مونڈتے بلکہ کچھ جگہ چھوڑ کر آگے سے مونڈتے ہیں ایسا ہرگز نہ کیا جائے بلکہ عین ناف کے نیچے سے لے کر عضو تناسل تک بالوں کو مونڈھا جائے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ موئے زیر ناف کو ناف کے عین نیچے سے مونڈنا شروع کریں۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص ۱۹۷)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-8-2017

## نعلین والی ٹوپی پہننا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 244

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نعلین شریف والی کیپ پہن سکتے ہیں اور اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ انگلینڈ میں یہ کیپ عام پہنی جاتی ہے۔ سائل: احمد فرام لیسٹر۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ایسی ٹوپی جس پر نقش نعلین بنا ہوتا ہے اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں اور اس میں نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔

لیکن جب اس کو پہننے والا جماعت میں شریک ہو تو سجدہ کرتے وقت اگلی صف میں موجود بندے کے پاؤں نقش نعلین

کے برابر ہو جاتے اور بعض اوقات نقش مبارک کو ٹچ بھی کر جاتے ہیں اور اس کا میں نے خود مشاہدہ کیا ہے لہذا ایسی صورت میں اس ٹوپی کو پہننے سے اجتناب کیا جائے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 01-10-2016

## ہیڈسکارف اور عورت کے پردے کے احکام

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 245

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا اسلام میں ہیڈسکارف [سر کو کپڑے سے چھپانا] ضروری ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ ضروری نہیں کیونکہ شروع اسلام میں لونڈیوں کے سر کھلے ہوتے تھے اور احادیث اور قرآن پاک میں سر چھپانے کے بارے میں نہیں آیا اور یہ بھی وضاحت کر دی جائے کہ عورت کو کون کون سے اعضاء چھپانا ضروری ہے اور نقاب کی کیا شرعی حیثیت ہے۔  
سائل: کبیر فرام شیفلڈ۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

ایسا کہنے والا شخص قرآن و احادیث سے جاہل اور پکا جھوٹا ہے ان جیسے لوگوں نے ہی اس پر فتنہ دور میں فتنوں کے سیلاب میں زیادتی کی ہے۔ آزاد عورت کو چہرے، دونوں ہاتھوں [گٹھوں سے ناخن تک] اور دونوں قدموں کے علاوہ تمام بدن کو چھپانا فرض ہے اور سر اور بال بھی اس میں شامل ہیں یعنی ان کا چھپانا بھی فرض ہے وہ ہیڈسکارف کے ذریعے



ہو یا کسی کپڑے سے اور جوان عورت کو غیر مردوں کے سامنے چہرہ کھولنا بھی منع ہے۔ لہذا اسے چاہیے کہ وہ چہرے پر نقاب کر کے باہر جائے۔

عورت کا سارا بدن چھپانا فرض سوائے چند اعضاء کے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔ اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ [سورۃ النور: ۳۱]

تفسیر نسفی میں إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا کے تحت لکھا ہے کہ إِلَّا مَا جَرَتْ الْعَادَةُ وَالْجَبَلَةُ عَلَى ظَهْرِهِ وَهُوَ الْوَجْهَ وَالْكَفَّانَ وَالْقَدَمَانِ۔ [تفسیر نسفی]

"قال صلى الله تعالى عليه وسلم ان الجارية اذا حاضت لم يصلح ان يرى منها الا وجهها ويديها الى المفصل" حضور سلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جب لڑکی بالغہ ہو جائے تو اس کے چہرے اور کلائیوں تک ہاتھ کے علاوہ اس کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں۔ یہ امام ابو داؤد کے نزدیک مرسل مروی ہے (کتاب المراسیل ما جاء في اللباس حديث ۳۹۷ مطبوعه مطبعة المكتبة العلمية لاهور ص ۱۷۵)

آزاد عورت کا تمام بدن یہاں تک کہ لٹکے ہوئے بالوں کو بھی چھپانا فرض ہے جیسا کہ تنویر اور درمختار میں ہے کہ "عورة (للحرّة) ولو خنثى (جميع بدنّها) حتى شعرها النازل في الاصح (خلا الوجه و الكفين) فظهر الكف عورة على المذهب (والقدمين) على المعتمد" آزاد عورت اگر چہ خنثی ہو اس کا ستر تمام بدن ہے حتیٰ کہ اسکے لٹکے ہوئے بال بھی اصح مذہب پر، مگر چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم معتمد قول کے مطابق ستر نہیں۔ (درمختار شرح تنویر الابصار باب شروط الصلوة مطبوعه مطبع مجتہانی دہلی ۱/۶۶)

امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن آزاد عورت کے پردے کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ زن آزاد کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت [چھپانے کی چیز] ہے مگر منہ کی ٹکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالا جماع اور عبارت خلاصہ سے مستفاد کہ ناخن پا سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشت قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں، تلووں اور پشت کف دست

میں اختلاف تصحیح ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۰]

اعلیٰ حضرت چار اعضاء [دونوں تلووں اور دونوں ہاتھوں کی پشت] جن میں اختلاف ہے ان کے بارے میں مفتی بہ قول بیان فرماتے ہیں کہ اگر آسانی پر عمل کریں تو سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضاء اٹھائیں ۲۸ ہی رہیں گے۔ آدمی ان معاملات میں مختار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے۔ پشت دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ہے گٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلاً عورت نہیں۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۳۰]

پتا چلا کہ عورت کے لیے ان چار اعضاء [دونوں تلووں اور دونوں ہاتھوں کی پشت] کو چھپانا بھی ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ پورا بدن چھپانا فرض۔

باقی رہا اس جاہل و سفیہ کا یہ کہنا کہ احادیث میں سر چھپانے کے حوالے سے ذکر نہیں جہالت یا گمراہی کے علاوہ کچھ نہیں ایک نہیں سینکڑوں احادیث میں آزاد عورت کے لیے سر ڈھانپنے پر ترغیب موجود بلکہ ایک حدیث میں تو نہ ڈھانپنے پر یہ وعید سنائی گئی کہ اگر اس نے اپنا سر نہ ڈھانپا تو اس کی نماز ہی قبول نہیں۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آیا کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ الْحَائِضِ إِلَّا بِخِمَارٍ" قَالَ: وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، وَقَوْلُهُ الْحَائِضُ يَعْنِي الْمَرْأَةَ الْبَالِغَةَ إِذَا حَاضَتْ، قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَائِشَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ، وَالْعَمَلُ عَلَيْهِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ أَنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا أَدْرَكَتْ فَصَلَّتْ وَشَيْءٌ مِّنْ شَعْرِهَا مَكْشُوفٌ لَا تَجُوزُ صَلَاتُهَا۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بالغ عورت کی نماز سر پر چادر اوڑھنے کے بغیر قبول نہیں کی جاتی۔ امام ترمذی کہتے ہیں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حسن ہے اس باب میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے بھی روایت ہے اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ جب عورت بالغ ہو جائے اور نماز پڑھے اور اس کے بال کا کچھ حصہ کھلا ہو تو اس کی نماز جائز نہیں۔

[سنن ترمذی باب ما جاء لا تقبل صلاة المرأة إلا بخمار ۳۷۷]



پتا چلا کہ عورت کو سر کے بال چھپانا بھی فرض ہے۔ بلکہ صحابیات کا پردہ ایسا ہوتا کہ پورہ سر چھپا ہوتا جیسا کہ حدیث میں آیا کہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مَا تَزَلْتُ يُدْنِينَ عَلَيَّهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ خَرَجَ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ كَأَنَّ عَلَى رُءُوسِهِنَّ الْغُرَبَانَ مِنَ الْأَكْسِيَّةِ: جب آیت کریمہ "يُدْنِينَ عَلَيَّهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ" وہ اپنے اوپر چادر لٹکا لیا کریں [سورۃ الاحزاب: ۵۹] نازل ہوئی تو انصار کی عورتیں نکلتیں تو سیاہ چادروں کی وجہ سے ایسا لگتا گویا ان کے سروں پر کوئے بیٹھے ہوئے ہیں۔

عورت کو پورا بدن چھپانا فرض ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا۔ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشَرَّهَا الشَّيْطَانُ"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت ساری کی ساری چھپانے کی چیز ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو دیکھتا ہے۔ [سنن ترمذی باب رقم الحدیث ۱۱۳۷]

باقی اس جاہل کو آزاد عورتوں کو لونڈیوں پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ پردے کے حوالے سے لونڈیوں کے احکام مختلف ہیں۔ لونڈیوں کے لیے سر اور بال چھپانا فرض نہیں۔ ان کے لیے بس چند اعضاء کو چھپانا ضروری ہے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ باندی کے لیے سارا پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلو اور ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے باندی سر کھولے نماز پڑھ رہی تھی، اثنائے نماز میں مالک نے اسے آزاد کر دیا، اگر فوراً عمل قلیل یعنی ایک ہاتھ سے اس نے سر چھپا لیا، نماز ہو گئی۔ [بہار شریعت ج ۱ حصہ ۳ ص ۴۸۱]

اور جہاں تک چہرہ پر نقاب کا تعلق ہے تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ چہرہ اگرچہ عورت نہیں ہے مگر ہمارے زمانے میں فتنہ کے خوف کی وجہ سے جو ان عورت کو اسے چھپانا لازمی ہے کہ درمختار میں ہے کہ "تمنع المرأة الشابۃ من كشف الوجه بين رجال لخوف الفتنة" جو ان عورت کو اندیشہ فتنہ کی وجہ سے مردوں کے سامنے چہرہ کشائی سے روکا جائے۔ (درمختار کتاب الصلوٰۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتہانی دہلی ۱/۲۶)

اسی میں ہے: "اما في زماننا فمنع من الشابۃ" لیکن ہمارے زمانے میں جو ان لڑکی کو نقاب کھولنے

سے منع کیا گیا ہے۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحہ فصل فی النظر ۲/۳۲-۲۴۱)

اور بڑھیا کے لئے جس سے فتنہ کا احتمال نہ ہو چہرہ کھولنا جائز ہے۔

"أما العجوز التي لا تشتهي فلا بأس بمصافحتها ومس يدها إن امن" ایسی بوڑھی عورت جو نفسانی یعنی جنسی خواہش نہ رکھتی ہو اس سے مصافحہ کرنے اور اس کے ہاتھ کو مس کرنے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اطمینان خاطر حاصل ہو۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحہ فصل فی النظر ۲/۳۲-۲۴۱)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں کہ پردہ کے باب میں پیرو غیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جو ان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے۔ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں کہ اور زنان حرام کو نبص قرآن ستر واجب اور جوان عورتوں کو اس زمانہ میں حجاب لازم۔

فی الدر المختار وينظر من الاجنبية الى وجهها فحل النظر مقيد بعدم الشهوة والافحرام وهذا في زمانهم اما في زماننا فمنع من الشابة قهستاني "درمختار میں ہے کسی اجنبیہ (غیر متعلقہ) عورت کو (مرد) دیکھ سکتا ہے لیکن اس دیکھنے کا جائز ہونا اس قید سے مقید ہے کہ دیکھنے والا بشہوت نہ دیکھے ورنہ عورت کی طرف دیکھنا حرام ہے اور یہ حکم بھی ان کے زمانے میں تھا (مراد یہ کہ زمانہ سابق میں تھا) لیکن اب ہمارے زمانے میں یہ حکم ہے کہ جوان عورت کو دیکھنا ممنوع ہے۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحہ باب فی النظر والمس ۲/۳۲-۲۴۱)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 5-4-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے



## پلاسٹک سرجی کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 246

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ناک کی پلاسٹک سرجی کروانا کیسا ہے اور اس کے علاوہ جسم کے دیگر اعضاء کی سرجی کروانے کا کیا حکم ہے اور بریٹ سرجی کرنے کا کیا حکم ہے؟  
سائل: فرات فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر ناک کٹ گئی ہو تو ناک کی سرجی یعنی ناک لگوانا جائز ہے اور اسی طرح اگر چہرہ جل گیا ہو تو بھی چہرے کی سرجی کروانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

جہاں تک ناک کی سرجی کے حکم کا تعلق ہے تو اس بارے میں فقہاء کرام نے یہاں تک فرمایا کہ مرد ضرورتاً سونے کا ناک بھی لگا سکتا ہے کیونکہ چاندی کے ناک میں تعفن پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے: "وَيَتَّخِذُ أَنْفًا مِنْهُ لِأَنَّ الْفِضَّةَ تُنْتِنُهُ" ہاں البتہ سونے کی مصنوعی ناک بنا کر لگائی جاسکتی ہے کیونکہ چاندی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔  
(درمختار کتاب الحظرو الاباحہ فصل فی اللبس ج 2 ص 240)

اور یہ اس حدیث سے بھی ثابت ہے جسے امام نسائی بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن طرفہ کہتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ جاہلیت میں جنگ کلاب کے دن ان کے دادا عرفہ بن اسد رضی اللہ عنہ کی ناک کٹ گئی۔ فَأَتَتْهُمُ أَنْفًا مِنْ فِضَّةٍ، فَأَنْتَنَ عَلَيْهِ فَأَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَتَّخِذَهَا مِنْ ذَهَبٍ "تو انہوں نے چاندی کی ناک بنوائی، پھر اس میں بدبو آگئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ سونے کی ناک بنوالیں۔

(نسائی کتاب الزینۃ باب من أصيب أنفه هل يتخذ أنفًا من ذهب 5156)

لیکن اگر ناک سونے کے علاوہ کسی اور چیز کا بنا ہوا ہو اور اس میں تعفن وغیرہ پیدا نہ ہو تو سونے کا ناک لگانے کی اجازت نہ ہوگی اور یہ آج کے جدید دور میں کچھ بعید نہیں ہے۔ لیکن اگر کسی اور چیز سے بنا ہوئے ناک میں تعفن و بو پیدا ہو جائے تو سونے کے ناک کی بھی اجازت ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں ہے: **أَنَّ الْأَصْلَ فِيهِ التَّحْرِيمُ وَالْإِبَاحَةُ لِلضَّرُورَةِ وَقَدْ اُنْذِفَعَتْ بِالْفِضَّةِ وَهِيَ الْأَدْنَى فَبَقِيَ الذَّهَبُ عَلَى التَّحْرِيمِ وَالضَّرُورَةُ فِيمَا رَوَى لَمْ تَنْدَفِعْ فِي الْأَنْفِ دُونَهُ حَيْثُ أَنْتَنَ**

سونے کے استعمال میں اصل حرمت ہے اور اس کا مباح ہونا ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ چاندی سے یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہے اور اس کا استعمال بنسبت سونے کے قریب ہے، لہذا سونا اپنی حرمت پر باقی رہے گا، اور یہ ضرورت ناک لگانے میں بغیر سونے کے پوری نہیں ہو سکتی (لہذا سونے کی مصنوعی ناک لگانا جائز ہے) کیونکہ سونے کے علاوہ باقی دھاتوں میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔

(الهداية كتاب الحظرو الاباحة فصل في اللبس ج 4 ص 455)

اور فتاویٰ رضویہ میں بھی ایسا ہی النظر الی الفتاویٰ الرضویہ ج 24 ص 194۔

لیکن صرف خوبصورتی بڑھانے کے لیے سرجری کروانا منع ہے مثلاً کسی لڑکی کی ناک تھوڑی چوڑی ہے وہ اسے سیدھی اور باریک بنوانے کے لیے سرجری کرواتی ہے تو اس کی اجازت نہیں ہے اور اسی طرح بڑھاپے کے آثار کو چھپانے کے لیے چہرے میں خرد برد کی اجازت نہیں کہ کیونکہ یہ بلا ضرورت اللہ تعالیٰ عزوجل کی بنائی ہوئی چیز میں تبدیلی ہے جو کہ ناجائز ہے۔ قرآن عظیم میں ہے۔ **وَلَا مُرْتَمَهُمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ** اور شیطان بولا میں ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

(سورة النساء: 119)

اس آیت کے تحت تفسیر صاوی میں ہے کہ **"من ذلك تغيير الجسم"** اور جسم کی تغیر اسی میں سے ہے۔ اور حدیث میں ان عورتوں پر لعنت کی گئی ہے جو ظاہری حسن کے حصول کے لیے چہرے میں رد و بدل کر کے

اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی خلق میں تبدیلی کرتی ہیں جیسا کہ بخاری میں ہے۔



قَالَ عَبْدُ اللَّهِ "لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُتَنَبِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيَّرَاتِ خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى، مَا لِي لَا أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ اللہ تعالیٰ نے حسن کے لیے گودنے والیوں، گدوانے والیوں پر اور چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں پر اور دانتوں کے درمیان کشادگی پیدا کرنے والیوں پر، جو اللہ کی خلقت کو بدلیں ان سب پر لعنت بھیجی ہے، میں بھی کیوں نہ ان لوگوں پر لعنت کروں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے۔

(الصحيح البخاري باب المتفلجات للحسن رقم 5937)

بریسٹ (Breast) سرجی بھی اپنے کو خوبصورت بنانے اور اٹریکشن پیدا کرنے کے لیے ہی ہے لہذا شوہر کے کہنے پر بھی ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَعْصِيَةِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ" اللہ عزوجل کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔

(المسند للإمام احمد بن حنبل مسند علی بن ابی طالب رقم 1095)

اور یہ بات نہ کہی جائے کہ تغیر زماں کی وجہ سے بیوی کو شوہر کے لیے بریسٹ سرجری کی اجازت دی جائے گی کہ حالات تبدیل ہو گئے ہیں کیونکہ زینت ایک ایسی چیز ہے جو ممنوع شرعی میں رخصت پیدا نہیں کر سکتی۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ اور زینت و فضول کے لیے کسی ممنوع شرعی کی اصلاً رخصت نہ ہو سکتا بھی ایضاً سے غنی جس پر اصل اول بدرجہ اولیٰ دلیل وافی ورنہ احکام معاذ اللہ ہوئے نفس کا باز پچھ ہو جائیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج 21 ص 208)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 25-09-2017

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافناء کنز الایمان یو کے

## مختلف ہیرکٹ سٹائلز کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 247

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل انگلینڈ کے نوجوانوں میں مختلف ہیرکٹ سٹائلز مروج ہیں کیا یہ جائز ہیں؟ مثلاً سر کے کچھ حصوں بالکل شیو کر دینا اور کچھ پر بالوں کو چھوڑ دینا یا سر کی دونوں سائڈز کے بالوں کو چھوٹا کر دینا اور بیچ میں بالوں کو بڑا چھوڑنا۔ کیا یہ سب طریقے درست ہیں۔ اسلام میں سر کے بالوں کے کاٹنے کا کونسا طریقہ ہے؟

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

سر کے مختلف حصوں کو منڈوا دینا اور جگہ جگہ باقی چھوڑنا، مثلاً بیچ سر منڈوا دیا آس پاس کے بال چھوڑ دئے اور کنپٹیوں پر بالوں کی لٹیں چھوڑ دینا اور آس پاس کے بال منڈوا دئے یا گدی پر ایک گچھا بالوں کا چھوڑ دیا اور دائیں بائیں سب بال شیو کر دیئے اسے عربی میں قزع کہتے ہیں اور یہ ممنوع و خلاف سنت ہے حدیث میں اس سے منع کیا گیا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْقَزَعِ قَالَ قُلْتُ لِمَنْ نَفَعِ وَمَا الْقَزَعُ قَالَ يُحْلَقُ بَعْضُ رَأْسِ الصَّبِيِّ وَيُتْرَكُ بَعْضٌ. حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضور علیہ السلام نے قزع سے منع فرمایا راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ قزع کیا ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا قزع یہ ہے کہ بچے کے سر کے کچھ بال منڈو دیئے جائیں اور کچھ رہنے دیئے جائیں۔

[الصحيح المسلم باب كراهة القزع نمبر 5681]

اس حدیث کی شرح میں اشعة اللمعات میں ہے کہ: گفته اند قزع حلق راس است از مواضع متفرقة آں واگر



چہ ظاہر عبارت کہ در تفسیر و واقع شدہ مطلق است لیکن شرح ہمہ تصریح کردہ اند بایں قید و در روایت فقہیہ نیز ہمچنین آمدہ است۔ کہتے ہیں کہ "قزع" سر کے بالوں کو مختلف مقامات سے مونڈ ڈالنا ہوتا ہے اگرچہ بظاہر وہ عبارت جو تفسیر "قزع" میں واقع ہوئی ہے وہ مطلق ہے لیکن تمام شارحین نے اس قید کا صراحتاً ذکر کیا ہے (قید یہ ہے کہ سر کے مختلف حصے مونڈ دیئے جائیں) اور فقہی روایات میں بھی یوں ہی آیا ہے۔

(اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب اللباس باب الترجل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۷۱/۳)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: یکرہ القزع وهو ان يحلق البعض فيترك البعض قطعاً مقدار ثلاثة اصابع۔ "قزع" مکروہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ سر کے بعض بال مونڈ ڈالے جائیں اور بعض بال بمقدار تین انگشت چھوڑ دیئے جائیں۔ (فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۷)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ بالوں کی نسبت شرع مطہر میں صرف دو طریقے آئے ہیں:

ایک یہ کہ سارے سر پر رکھیں اور مانگ نکالیں۔ یہ خاص سنت حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حج و حجامت یعنی پچھنوں کی ضرورت کے سوا حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم سے حلق شعر ثابت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ میں قیام فرمایا اس مدت میں صرف تین بار یعنی سال حدیبیہ و عمرۃ القضاء و حجۃ الوداع میں حلق فرمایا علی ما نقلہ علی القاری فی جمع الوسائل عن بعض شراح المصانح {جیسا کہ ملا علی قاری نے مصانح کے بعض شارحین سے جمع الوسائل میں نقل کیا ہے}۔

(جمع الوسائل فی شرح الشمانل باب ما جاء فی شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت ۱/۸۲)

دوسرے یہ کہ سارا سر منڈائیں یہ حضرت سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عادت تھی وہ جناب بخوف جنابت کہ مبادا نہانے میں کوئی بال پانی بہنے سے باقی نہ رہ جائے حلق فرمایا کرتے۔

ان کے سوا جتنے طریقے ہیں سب خلاف سنت اور یہ نئی نئی تراشیں ایک ایک انگل کے بال رکھنا جب اس سے

بڑھیں کتر وادینا یا آگے سے بڑے پیچھے سے کترے ہوئے یا وسط تالو سے پیشانی تک کھلوا دینا یا گدی کے بال منڈانا

یا پیشانی سے گدی تک سڑک نکالنا یا منڈے سرخواہ بالوں کی حالت میں یعنی چوڑی قلمیں بڑھا کر رخساروں پر جھکانا یا داڑھی میں ملا دینا، یہ باتیں مخالف سنت و خلاف وضع صلحائے مسلمین ہونے کے علاوہ ان میں اکثر اقوام کفار کی ایجاد ہیں جن کی مشابہت سے مسلمانوں کو بچنا چاہئے۔

ردالمحتار میں ہے: وَفِي الرَّوْضَةِ لِلزَّنْدَوِيْسْتِي أَنَّ السُّنَّةَ فِي شَعْرِ الرَّأْسِ إِمَّا الْفَرْقُ أَوْ الْحُلَّى۔ امام زندویتی کی روضہ میں ہے کہ سنت یہ ہے کہ سر کے بال رکھے جائیں اور ان میں مانگ نکالی جائے یا بال منڈو ادائے جائیں اور سر بالکل صاف کر دیا جائے۔

(ردالمحتار کتاب الحظروالاباحہ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۶۱)

اور اسی فتویٰ میں سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے قزع کو ممنوع و خلاف سنت لکھا ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۵۷۶]

ہمارے ہاں ایک اور طریقہ بھی مروج ہے کہ نہ پورے بال [زلفیں] رکھتے ہیں نہ مونڈا تے ہیں بلکہ قینچی یا مشین سے بال کترواتے ہیں یعنی چھوٹے چھوٹے رکھتے ہیں یہ ناجائز نہیں ہے مگر افضل و بہتر وہی ہے کہ سارے بال مونڈائے یا بال [زلفیں] رکھے۔ کمافی بہار شریعت

[حصہ ۱۶ ص ۵۸۸]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 25-09-2017

الجواب صواب

مفتی شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے



## باب المعاملات

## ابورشن کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 248

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام ابورشن کے بارے میں کیا فرماتا ہے۔ اگر نطفہ ریپ وغیرہ کے نتیجہ میں قرار پاچکا ہو اور فیملی اس بچہ کے پیدا ہونے پر ناراض ہوں تو کیا اس کو ضائع کیا جاسکتا؟

سائل: طیب فرام بلیک برن۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيْ التَّوَرَّعَ وَالصَّوَابَ

تقریباً چار ماہ کے بچہ میں جان پڑ جاتی ہے لہذا اسلام چار ماہ کے بچہ کے ابورشن کو قتل قرار دیتا ہے جو کہ ناجائز و حرام ہے اور ریپ ہونے کی صورت میں بچہ کا قصور کیا ہے کہ اسے قتل کیا جائے۔ اگر حمل کو چار ماہ گزر گئے ہیں تو ہرگز حمل کو ساقط نہ کروایا جائے اگرچہ ساری فیملی ناراض ہوتی ہو۔ کیونکہ یہ قتل ہے اور اللہ عز و جل قتل کے بارے میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاعَدَ لَهُ عَذَابًا عَظِيْمًا۔

اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے تیار رکھا بڑا عذاب۔

[النساء: 93]

بلکہ ایک جان کے قتل کو تمام لوگوں کے قتل کے مثل قرار دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا.

جس نے بغیر جان کے یا بغیر زمین میں فساد کیے کسی کو قتل کیا گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو بچا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو بچا لیا۔

[المائدہ: ۳۲]

چار ماہ کے حمل کو ضائع کرنا حرام کیونکہ اس میں جان پڑ جاتی ہے اور چار ماہ سے کم مدت کے حمل کو ضرورتاً ضائع کرنا جائز ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ فیض الرسول جلد دوم میں ہے کہ چار مہینہ کے بچہ میں جان پڑ جاتی ہے۔ اور جان پڑ جانے کے بعد حمل ساقط کرنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا گویا کہ قاتل ہے اور جان پڑ جانے سے پہلے اگر ضرورت ہو تو حرج نہیں۔

[فتاویٰ فیض الرسول ج 2 ص 552]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضنیاء القادری

Date: 29-09-2016

الجواب صواب

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## اسراف و تبذیر کے معنی کی تحقیق

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 249

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسراف کا حکم کیا ہے اور قرآن میں ہے کہ مبذرین شیطان کے بھائی ہیں مبذر اور مسرف کسے کہتے ہیں؟ مزید اسراف کی تعریف کیا ہے۔

سائل: عدنان فرام انگلینڈ



بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اسراف کی دو صورتیں ہیں جو ناجائز و گناہ ہے ایک یہ کہ مال کا کسی گناہ میں استعمال کرنا دوسرا بیکار محض مال ضائع کرنا۔ جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت فتاویٰ رضویہ ج 2-1 ص 940 میں فرماتے ہیں کہ

معاصی میں صرف [خرچ کرنا] معصیت ہونا تو بدیہی ہے زید نے سونے چاندی کے کڑے اپنے ہاتھوں میں ڈالے یہ اسراف ہوا کہ فعل خود گناہ ہے اگرچہ تھوڑی دیر پہننے سے کڑے خرچ نہ ہو جائیں گے اور بلا وجہ محض اپنی جیب میں ڈالے پھرتا ہے تو اسراف نہیں کہ نہ فعل گناہ ہے نہ مال ضائع ہوا اور اگر دریا میں پھینک دیے تو اسراف ہوا کہ مال کی اضعاف ہوئی اور اضعاف کی ممانعت پر حدیث صحیح ناطق صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان الله تعالى كره لكم قيل وقال وكثرة السؤال واضاعه المال "بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لئے مکروہ رکھتا ہے فضول بک بک اور سوال کی کثرت اور مال کی اضعاف۔

(صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض الخ باب ما ینہی عن اضعاف المال ۳۲۳/۱)

(صحیح مسلم کتاب الاقضية باب نہی عن كثرة المسائل الخ ۷۵/۲)

سیدی اعلیٰ حضرت اسراف کا حکم بیان کرتے ہوئے فتاویٰ رضویہ ج 2-1 ص 926) فرماتے ہیں کہ اسراف بلاشبہ ممنوع و ناجائز ہے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۶۱﴾

[الانعام: 141]

اور بے جا نہ خرچو بے شک بے جا خرچنے والے اسے پسند نہیں

اور فرماتا ہے کہ

وَلَا تَبْذُرْ تَبْذِيرًا ۚ إِنَّ الْمُبْذِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ۔

[سورۃ بنی اسرائیل: 26-27]

اور [مال] فضول نہ اڑا بیشک اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

اور مبذر اور مسرف کے حوالے سے دو اقوال ہیں کہ ایک یہ کہ دونوں کا ایک ہی معنی ہے کوئی چیز ناحق صرف کرنا یعنی جہاں خرچ کی وہاں حق و صحیح یہی تھا کہ نہ خرچ کی جائے۔ بعض علماء کرام نے کہا کہ مبذر وہ ہے جو مال گناہ میں خرچ کر کے اسراف کرتا ہے اور مسرف مطلق اسراف کرنے والا خواہ وہ گناہ میں مال خرچ کر کرے یا عبث کام میں مال ضائع کر کے کرے۔ پہلا قول قوی ہے۔

### اسراف کی تعریف میں متعدد اقوال ہیں

[1]: اسراف غیر حق میں صرف کرنا ہے۔ یہ تعریف سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال التبذیر فی غیر الحق وهو الاسراف " حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہ تبذیر غیر حق میں صرف کرنا ہے اور یہی اسراف بھی ہے۔

(جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآية ۱۷۲/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۵/۱۵)

[2]: حکم الہی کی حد سے بڑھنا یعنی جس خرچ میں بندہ امر الہی سے تجاوز کر جائے وہ اسراف ہے۔ یہ تربیف ایاس بن مغویہ بن قرہ تابعی ابن تابعی ابن صحابی کی ہے۔

(جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت الآية ۱۴۱/۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸۴/۸)

[3]: اسراف ایسی بات میں خرچ کرنا ہے جو شرع مطہر کے خلاف ہو کہ یہ حرام ہے یا ایسی بات میں خرچ کرنا جو مروت کے خلاف ہو اور یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ جیسا کہ طریقہ محمدیہ میں ہے: "وہما ای الاسراف والتبذیر فی مخالفة الشرع حرامان وفی مخالفة المروءة مکروہان تنزیہا" اسراف و تبذیر شریعت کی مخالف میں ہوں تو حرام ہیں اور مروت کی مخالف میں ہوں تو مکروہ تنزیہی ہیں۔

[طریقہ محمدیہ السابع والعشرون الاسراف والتبذیر مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱۵/۱۶۱/۱ ماخوذ از فتاویٰ رضویہ]

اس کے علاوہ اسراف کی اور بھی تعریفات ہیں مگر سیدی اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ شریف میں پہلی تعریف کی

تحسین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

تمام تعریفات میں سب سے جامع و مانع و واضح تر تعریف اول ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اُس عبداللہ کی تعریف



ہے جسے رسول اللہ ﷺ کی گٹھری فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور ابو حنیفہ جیسے امام الائمہ کا مورث علم ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہ وعنہم اجمعین۔

[فتاویٰ رضویہ ج 1-2 ص 938]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 24-7-2016

## اعضاء Donate کرنے کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 250

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہ مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے اعضاء مثلاً دل جگر، گردوں اور آنکھوں وغیرہ کو (Donate) کرنا یا بیچنا جائز ہے؟ عبد الستار ایدھی نے اپنی آنکھوں کو (Donate) کیا تو کچھ لوگ اسے جائز کہتے ہیں اور کچھ ناجائز۔ مہربانی فرما کر صحیح رائے سے آگاہ کیا جائے۔ سائل: عابدیو کے

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مسلمان کو اپنے جسم کے اعضاء کو وقف (Donate) کرنا یا بیچنا ناجائز ہے اور نہ کسی مسلمان کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے عزیز یا کسی اور انسان کے لیے بعد وفات اپنے اعضاء کی وصیت کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی یہ وصیت باطل ہے اور اس پر عمل کرنا ناجائز ہے۔

کیونکہ اللہ عز وجل نے بنی نوع انسان کو مکرم بنایا ہے۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عز وجل خود ارشاد فرماتا ہے۔

"وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى

كَثِيرٌ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا"

اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔ [بنی اسرائیل: ۷۰]

آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضرت انسان ایک صاحبِ تکریم اور اشرف المخلوقات ہے۔ تفسیر کبیر اور روح المعانی وغیرہ میں اس کے مکرم اور اشرف ہونے کی کئی وجوہات کو بیان کیا گیا ہے۔

اس کے اعضاء کو ہبہ کرنا، (Donate) کرنا یا بیچنا اس کی تکریم کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ حال تو جانوروں کا ہے کہ ان کو اور ان کے اعضاء کو ہبہ کیا جاتا اور بیچا جاتا ہے۔ اور اگر انسان کے کسی جز کو استعمال کر کے یا بیچ کر انتفاع کیا جائے تو یہ اس کی کھلی اہانت اور منصوص تکریم کے خلاف ہے۔

جیسا کہ بدائع الصنائع میں ہے کہ

"وَلَأَنَّ الْآدَمِيَّ بِجَمِيعِ أَجْزَائِهِ مُكْرَّمٌ وَالْإِنْتِفَاعُ بِالْجُزْءِ الْمُنْفَصِلِ مِنْهُ إِهَانَةٌ لَهُ" کیونکہ آدمی تمام اعضاء کے ساتھ مکرم ہے اس کے جزِ منفصل سے انتفاع اس کی اہانت ہے۔

[بدائع الصنائع کتاب الاستحسان ج ۵ ص ۱۳۳]

اور اس کے اعضاء سے انتفاع کا ناجائز ہونا اس کی کرامت و شرافت کی وجہ سے ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ

"الْإِنْتِفَاعُ بِأَجْزَاءِ الْآدَمِيِّ لَهُ يَجْزُ قِيلٌ لِلنَّجَاسَةِ وَقِيلٌ لِلْكَرَامَةِ هُوَ الصَّحِيحُ كَذَا فِي جَوَاهِرِ الْأَخْلَاطِ"

انسان کے اجزاء سے انتفاع کا ناجائز ہونا کہا گیا ہے کہ نجاست کی وجہ سے ہے اور کہا گیا ہے کہ انتفاع ناجائز ہونا اس کی کرامت (Respect) کی وجہ سے اور یہی صحیح ہے۔

[الفتاویٰ الہندیہ الباب الثامن عشر فی التداوی و المعالجات و فیہ العزل و إسقاط الولد ج ۵ ص ۳۶۴]



انسان ایسا مکرم ہے کہ اس کے دل، جگر، آنکھوں سے فائدہ اٹھانا تو دور کی بات اس کے صرف بالوں کو بیچ کر یا استعمال کر کے انتفاع بھی ناجائز ہے۔ جیسا کہ بحر الرائق میں ہے۔

اَوْشَعِرِ الْإِنْسَانَ وَالْإِنْتِفَاعُ بِهِ أَمَّا لَمْ يَجْزُ بَيْعُهُ وَالْإِنْتِفَاعُ بِهِ لِأَنَّ الْأَدَمِيَّ مُكْرَمٌ غَيْرُ مُبْتَدَلٍ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ مِنْ أَجْزَائِهِ مُهَانًا مُبْتَدَلًا " انسان کے بال کو بیچنا اور اس سے انتفاع ناجائز ہے کہ آدمی مکرم ہے اس کی تذلیل [Degradation] نہیں کی جائے گی لہذا اس کے اجزاء میں سے کسی جز کی بھی اہانت نہیں کی جائے گی۔

[بحر الرائق باب بیع الفاسد ج 4 ص ۱۳۳]

حالت اکراہ میں بھی اعضاء انسانی کو کاٹنا جائز نہیں

حالت اکراہ میں کئی ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں مگر انسان اس قدر مکرم ہے کہ اس کے عضو کا کسی دوسرے انسان کے لیے کاٹنا حالت اکراہ میں بھی جائز نہیں۔ اگرچہ وہ اپنے اعضاء کے کٹوانے پر اجازت بھی دے۔ جیسا کہ بدائع الصنائع میں پوری ایک نوع کو لکھا جس کا عنوان وہ چیزیں جو حالت اکراہ میں بھی جائز نہیں۔

التَّوَعُّدُ الَّذِي لَا يُبَاحُ وَلَا يُرَخَّصُ بِالْإِكْرَاهِ أَصْلًا فَهُوَ قَتْلُ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ سِوَاءَ كَانَ الْإِكْرَاهُ نَاقِصًا أَوْ تَامًا لِأَنَّ قَتْلَ الْمُسْلِمِ بِغَيْرِ حَقٍّ لَا يَحْتَمِلُ الْإِبَاحَةَ بِحَالٍ قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى {وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ}، وَكَذَا قَطْعُ عُضْوٍ مِنْ أَعْضَائِهِ، وَالضَّرْبُ الْمُهْلِكُ... وَلَوْ أُذِنَ لَهُ الْمَكْرَهُ عَلَيْهِ أَوْ قَطْعُهُ أَوْ ضَرْبُهُ، فَقَالَ لِلْمَكْرَهُ: افْعَلْ لَا يُبَاحُ لَهُ أَنْ يَفْعَلَ؛ لِأَنَّ هَذَا جَمْعٌ لَا يُبَاحُ بِالْإِبَاحَةِ وَلَوْ فَعَلَ فَهُوَ أَثِمٌ أَلَا تَرَى أَنَّهُ لَوْ فَعَلَ بِنَفْسِهِ أَثِمٌ فَبِغَيْرِهِ أَوْلَى.

پتا چلا کہ مسلمان کو قتل کرنا اور اس کے کسی عضو کو کاٹنا کسی حال میں جائز نہیں اگرچہ کٹوانے والا اس کی اجازت

[بدائع الصنائع کتاب الاکراہ جز 7 ص 362]

دے۔ اگر حالت اکراہ میں اس نے کاٹ دیا تو گناہگار ہوگا۔

ایسا ہی فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ

وَلَوْ أَكْرَهَ عَلَى قَطْعٍ يَدٍ رَجُلٍ فَقَالَ ذَلِكَ الرَّجُلُ قَدْ أَذِنْتُ لَكَ فِي الْقَطْعِ فَاقْطَعْ، وَالْأَذِنُ غَيْرُ مُكْرَهٍ لَمْ يَسْعُهُ أَنْ يَقْطَعَ، وَإِنْ قَطَعَ فَهُوَ آثِمٌ

[الفتاویٰ الہندیہ کتاب الاکراہ الباب الثانی فیما یجوز للمکْرہ أَنْ یَفْعَلَ وَمَا لَا یَجُز ج ۵ ص 41]

### حالت اضطرار میں بھی کسی زندہ انسان کا عضو کھانے کی اجازت نہیں

کسی مسلمان کو حالت اضطرار میں بھی کسی زندہ انسان کا کوئی عضو کاٹ کر کھانے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ اس کی جان چلی جائے۔ حالانکہ حالت اضطرار میں حرام کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ "الضرر لا يزال بالضرر لا يأكل المضطر طعام مضطر آخر ولا شيئاً من بدنه" ضرر کو ضرر سے دور نہیں کیا جاتا۔ لہذا اگر دو شخص بھوک سے مر رہے ہوں اور ان کے پاس کچھ کھانے کے لیے نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا گوشت یا اس کے بدن سے کسی چیز کھانے کی اجازت نہیں۔

[الاشباہ والنظائر القاعدة الثالثة من النوع الاول ج ۱ ص ۲۵۵]

اب ان لوگوں کا اعتراض بھی دور ہو گیا جو کہتے ہیں کہ کسی جان بچانے کے لیے کسی انسان کے اعضاء لگانے کا یہ عمل درست ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ کتب فقہ میں یہ واضح لکھا ہے کہ اگرچہ ایک انسان کی جان کو شدید خطرہ ہو پھر بھی اس کے لیے کسی دوسرے انسان کے اعضاء میں قطع و برید ناجائز ہے۔

دوسرا یہ کہ مسلمان کا اپنے اعضاء میں قطع و برید کر کے اسے بیچنا، ہبہ کرنا، (Donate) کرنا یا آنکھیں نکال دینا وغیرہ اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی خلق میں تبدیلی کرنا ہے یعنی تغیر خلق اللہ ہے جو کہ ناجائز و حرام اور شیطان کی فرمانبرداری ہے۔ شیطان جب بارگاہ الہی سے دھتکار دیا گیا تو اس نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے عرض کی، قرآن پاک میں ہے۔

"وَلَا مَرَمَتْهُمْ فَلْيَغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ" [شیطان کہتا ہے کہ] ضرور [تیری مخلوق کو] کہوں گا کہ وہ اللہ کی

پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔

[النساء: ۱۱۹]



اور تفسیر کبیر میں ہے کہ روى عن أنس وشهر بن حوشب وعكرمة وأبي صالح أن معنى تغيير خلق الله هاهنا هو الإخصاء وقطع الأذان وفقء العيون۔ یہاں پر تغیر خلق سے مراد انسان کا اپنے آپ کو خصی کرنا اور اپنے کان کا ٹنا اور آنکھیں نکالنا وغیرہ ہے۔

[تفسیر کبیر ج 5 ص 384]

اور حدیث پاک میں ایسی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے جو حسن کو بڑھانے کے لیے اللہ عزوجل کی خلق میں تبدیلی کرتی ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: "لَعَنَ اللَّهُ الْوَاشِمَاتِ، وَالْمُوتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَبِّصَاتِ، وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَيَّرَاتِ خَلْقَ اللَّهِ" حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گودوانے والیوں اور گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے چہرے کے بال نوچنے والیوں اور حسن کے لیے آگے کے دانتوں میں رگڑنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔

[آخر جہ البخاری فی: 65 کتاب النفسیر: 59 سورة الحشر: 4 باب وما آتاكم الرسول فخذوه۔ حدیث نمبر 4886]

تیسرا یہ کہ انسان اپنے کسی عضو کا مالک نہیں ہے۔ اس کے تمام اعضاء کا مالک اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اپنے اعضاء میں کسی قسم کا ایسا تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے جو دوسرے کے لیے ہو۔ بدائع الصنائع اور ہندیہ کے حوالے سے ہم نے یہ وضاحت کر دی ہے کہ اگر ایک انسان اپنے اعضاء کا ٹٹنے کی اجازت بھی دے پھر بھی دوسرے کو اس کے اعضاء کا ٹٹنا ناجائز و حرام ہے اور اس کا اجازت دینا بھی ناجائز۔ کیونکہ یہ ان اعضاء کا مالک نہیں ہے تو یہ کیونکر اجازت دے سکتا ہے؟

کیا یہ طریقہ علاج ضرورت ہے؟

اب اگر یہ کہا جائے کہ ضرورت کی وجہ سے اس طریقہ علاج کو جائز ہونا چاہیے جیسا کہ فتاویٰ یورپ میں کہا گیا اور قاعدہ بھی ہے کہ الضرورات تبیح المحظورات۔

تو فقیر یہ کہتا ہے کہ اس طریقہ علاج کو ایسی ضرورت جو ممنوعات کو جائز کرنے میں موثر ہے قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ آئے ہم ضرورت اور اس کی تاثیر کی شرائط مختصر پیش کرتے ہیں۔

## ضرورت کی تعریف

کسی فعل کا کرنا اس قدر ضروری ہو کہ اگر نہ کیا جائے تو ان پانچ یعنی دین و عقل و نسب و نفس و مال میں سے کوئی ایک چیز ضائع ہونے کا یقین یا ظن غالب ہو۔

جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ پانچ چیزیں ہیں جن کے حفظ کو اقامت شرائع الہیہ ہے دین و عقل و نسب و نفس و مال عبث محض کے سوا تمام افعال انھیں میں دورہ کرتے ہیں اب اگر فعل (کہ ترک بمعنی کف کو کہ وہی مقدور و زیر تکلیف ہے نہ کہ بمعنی عدم کما فی الغمز وغیرہ بھی شامل) ان میں کسی کا موقوف علیہ ہے کہ بے اس کے یہ فوت یا قریب فوت ہو تو یہ مرتبہ ضرورت ہے جیسے دین کے لئے تعلم ایمانیات و فرائض عین، عقل و نسب کے لئے ترک خمر و زنا، نفس کے لئے اکل و شرب بقدر قیام بنیہ، مال کے لئے کسب و دفع غصب امثال ذلک۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۵]

یہ تو کتب فقہ سے واضح ہے کہ بس وہ ضرورت احکام میں تخفیف پیدا کرے گی جو ضرورت لازمہ یعنی لازمی طور پر پیش آتی ہو یا وہ ضرورت جس کا پیش آنا غالب ہو۔

اگر یہ طریقہ علاج لازمی طور پر پیش آنے والا بھی ہو کہ بغیر اس کے چارہ نہ ہو۔ تو بھی ضرورت کی تاثیر کے لیے چند شرائط پایا جانا بہت ضروری ہے جو اس میں نہیں پائی جاتیں۔ اگر وہ نہ پائی جائیں تو ضرورت کا تحقق کچھ بھی موثر نہ ہوگا۔ ان میں دو یہ ہیں۔

[1] ضرورت کا تحقق فی الحال ہو آئندہ ضرورت پیش آنے کا اندیشہ ضرورت نہیں اور اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ جیسا کہ اعضاء کو Donate اس لیے کیا جاتا ہے کہ آئندہ ضرورت پیش آسکتی ہے۔ ایسے اندیشے کا کچھ اعتبار نہیں نہ یہ ضرورت ہے۔

[2] یہ یقین یا ظن غالب ہو کہ اس ممنوع کام کو اپنانے پر دین یا جان یا عقل یا مال یا نسب بچ جائے گا۔ جبکہ اس طریقہ علاج یعنی ایک انسان کے اعضاء دوسرے کو لگانے میں یقین تو دور کی بات ظن غالب بھی نہیں۔ بلکہ خالی ظن میں بھی شک ہونے لگا ہے کیونکہ جدید ڈاکٹرز اور محققین نے اس طریقہ علاج کو ناجائز قرار دیا ہے کہ



اس سے اکثر مریض کی جان چلی جانے کا شدید خطرہ رہتا ہے کیونکہ ایک جسم دوسرے جسم کے اعضاء کو قبول کرنے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس کے لیے ڈاکٹر ز ایسے مریض کو روزانہ 20 سے 30 گولیاں کھانے کو دیتے ہیں۔ اور Transplant عضو زیادہ سے زیادہ 6 سے 8 سال کام کر سکتا ہے۔ اس سے پہلے بھی کام کرنا چھوڑ سکتا ہے۔ جب ایسا ہے تو اس طریقہ علاج کو ضرورت کیسے کہا جاسکتا ہے؟

جب کہ اس طریقہ علاج کے مقابل ایک طریقہ علاج بھی آپکا ہے جس میں ایسے شرعی قباحتیں موجود نہیں ہیں۔ وہ یہ ہے کہ مریض کے جسم کے cells سے کلوننگ کے ذریعے اس کے اعضاء دل، جگر وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔ جو ضرورت کے وقت استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

دوسرے انسان کے اعضاء نکال کر استعمال کرنے والا طریقہ علاج ناجائز ہونے کے ساتھ ایک گزارہ ہے۔ یہ مرض کے لیے مکمل شفاء نہیں ہے۔ یہ بات تو خود اس کے موجدین نے مان لی ہے۔ اور یہ شفا ہو بھی کیسے سکتا ہے کیونکہ حدیث میں آیا کہ "إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِي مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ" اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے حرام چیزوں میں شفاء نہیں رکھی ہے۔ [الصحيح البخاري باب شراب الحلواء والعسل]

اور یہ بھی یاد رہے کہ مردہ مسلمان کے اعضاء کاٹنے اور استعمال کرنے کی بھی اسلام اجازت نہیں دیتا ہے۔ کیونکہ جس سے زندہ کو ایذا ہوتی ہے اس سے مردہ کو بھی ایذا ہوتی ہے جس نے کسی مردہ کے اعضاء کو کاٹا گویا کہ اس نے زندہ مسلمان کے اعضاء کو قطع کیا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ، كَكْسْرِ حَيًّا" ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مردے کی ہڈی توڑنا زندے کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔

[سنن ابو داؤد باب في الحفار يجد العظم هل يتكسب ذلك المكان حديث نمبر 3207 سنن ابن ماجہ کتاب الجنائز (1616)]

وقد أخرجه: مسند احمد (100/6، 105، 200، صحيح)

احناف کے اس جزے پر قیاس بھی باطل ہوگا کہ اگر بچہ زندہ مردہ ماں کے پیٹ میں ہو تو احناف اس صورت میں بچے کو بچانے کے لیے مردہ کے پیٹ کو کاٹنے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ کیونکہ یہاں ایک طرف منفعت یقینی ہے کیونکہ ایسا کرنے سے بچہ کی جان کا بچنا یقینی یا مظنون بہ ظن غالب ہے۔ جب کہ ایک شخص کے اعضاء دوسرے کو لگانے سے بھی دوسرے کا بچنا یقینی نہیں کیونکہ سارے کا سارہ علم طب ظنی ہے اور مزید یہ کہ اس میں کوئی عضو کاٹ کر اس سے استمتاع یا انتفاع نہیں پایا جا رہا۔ بلکہ صرف بچہ کو نکالا جا رہا ہے۔ جبکہ یہاں ایک انسان کے عضو کاٹنے کا مقصد ہی صرف انتفاع ہے۔ لہذا اس کو اس پر کیونکر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

چوتھا یہ کہ انسانی اعضاء کو بیچنے کو جائز کہنا کئی مفاسد کے دروازے کو کھولنا ہے۔ غریب لوگ اپنے اعضاء کو بیچ کر اپنے پیٹ پالنے کے لیے تیار ہو جائے گے۔ اور لوگوں کو اغوا کر کے ان کے اعضاء نکال کر بیچنے کا سلسلہ شروع ہو جائے گا جسے روکنا مشکل ہو جائے گا۔

جب اتنی وجوہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسلمان کا اپنے اعضاء کو عطیہ (Donate) کرنا یا بیچنا ناجائز ہے تو اس کی وصیت کرنا بھی ایک ناجائز کام کی وصیت ہوئی۔ لہذا اگر کوئی شخص اپنے اعضاء کو کرنے یا آنکھیں وغیرہ دینے کی وصیت کر جائے تو یہ خلاف شریعت وصیت باطل ہے اس پر ہرگز عمل نہ ہوگا۔

ہدایہ میں ہے کہ "وَالْوَصِيَّةُ بِالْمَعْصِيَةِ بَاطِلَةٌ لِمَا فِي تَنْفِيذِهَا مِنْ تَقْرِيرِ الْمَعْصِيَةِ" گناہ کی وصیت کرنا باطل ہے کہ اس کے نفاذ سے گناہ کو باقی رکھنا لازم آتا ہے۔ [الہدایہ ج 4 ص 689]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 29-08-2016

الجواب صواب والجبب مشاب

مفتی شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے



## ایک بینک سے دوسرے میں جاتے وقت فری ملنے والی رقم لینا جائز ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 251

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بہت سے بینک یو کے میں ایسے ہیں جو آپ کو فری کیش دیتے ہیں اگر آپ ان بینکس (Banks) میں اکاؤنٹ بناتے ہیں۔ مثلاً کسی دوسرے بینک سے ٹی ایس بی بینک میں ٹرانسفر ہوں گے تو وہ آپ کو تقریباً 100 پونڈ فری کیش دیں گے۔ کیا اس کا لینا جائز ہے۔

سائل: وقاص فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

میری معلومات کے مطابق یو کے کے بینکس زیادہ سے زیادہ لوگوں کو اپنا کسٹمر بنانے اور دوسرے بینکس کے اکاؤنٹ ہولڈرز کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے اکاؤنٹ ہولڈر کو کچھ نہ کچھ رقم دینے کا لالچ دیتے ہیں اور ان کے بینک کو جوئن (Join) کرنے پر وہ رقم اکاؤنٹ ہولڈر کو بطور گفٹ دیتے ہیں اور کافر کا مال جھوٹ بولے اور دھوکا دیئے بغیر اس کی رضامندی سے لینا جائز ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔ لہذا بینکس سے ملنے والا ایسا فری کیش لینا جائز ہے۔

جیسا کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں ہے کہ "وَلَا اَنْ مَالَهُمْ مُّبَاحٌ فِي دَارِهِمْ فَبِأَيِّ طَرِيقٍ اَخَذَهُ الْمُسْلِمُ اَخَذَ مَالًا مُّبَاحًا اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ غَدْرٌ" کیونکہ مسلمان کے لیے کافروں کا مال لینا جائز ہے اگرچہ وہ مال لینا کسی بھی طریقہ سے ہو۔ بشرطیکہ اس میں دھوکا نہ ہو۔ (ہدایہ باب الر با جلد 3 ص 66)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 25-10-2017

## آئی وی ایف ٹریمنٹ کا شرعی حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 252

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ V-F-ا ٹریمنٹ جائز ہے۔ جب کسی عورت کے اولاد نہ ہو رہی ہو تو یہی ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے اس کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسے ٹیسٹ ٹیوب بے بی بھی کہا جاتا ہے۔ اور کیا ایسے کیس میں مرد ڈاکٹر اپنا رول ادا کر سکتا ہے۔ سائل: ایک بھائی فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

میری معلومات کے مطابق اس طریقے میں مرد کے مادہ تولید اور عورت کے بیضے کو ملا کر ایک خاص ٹیوب میں رکھ کر اسے لبارٹری میں تیار کیا جاتا ہے اور پھر اسے عورت کی بچہ دانی میں سرنج نما کسی چیز سے رکھا جاتا ہے۔ یہ طریقہ علاج دوشرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

[1]: عورت کے شوہر کا مادہ تولید ہی عورت کے رحم میں ڈالا جائے۔

[2]: مادہ تولید رحم میں رکھنے کا عمل وہ عورت خود یا اس کا شوہر کرے۔

وہ اس طرح کہ عورت کے شوہر کو کسی طرح سکھا دیا جائے کہ وہ اس مکسڈ مادہ کو عورت کے رحم میں رکھے تاکہ کسی لیڈی ڈاکٹر کے سامنے بھی بلا ضرورت ستر کھولنا نہ پایا جائے کیونکہ اولاد کا حصول فرض و واجب نہیں ہے مگر بلا ضرورت مرد تو مرد رہا عورت کے سامنے بھی ستر کھولنا ناجائز ہے۔

جیسا کہ ہدایہ میں ہے کہ "وَتَنْظُرُ الْمَرْأَةُ مِنَ الْمَرْأَةِ إِلَى مَا يَجُوزُ لِلرَّجُلِ أَنْ يَنْظُرَ إِلَيْهِ مِنْ

الرَّجُلِ" عورت کا عورت کو دیکھنا، اس کا وہی حکم ہے جو مرد کو مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے



تک نہیں دیکھ سکتی باقی اعضا کی طرف نظر کر سکتی ہے۔

[ "الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج ۲، ص ۳۷۰ ]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 2-8-2017

## بچہ کی آڈویشن کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِفْتَاءُ 253

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک بچہ سے حاملہ ہوں۔ میں اور میرے شوہر یہ چاہتے ہیں کہ جب یہ بچہ پیدا ہوگا اسی وقت ہم اسے اپنے شوہر کی بہن کو دیدیں گے۔ وہ ان کو اپنا دودھ پلائے گی اور اپنا بچہ بنالیں گی۔ بچے کے والد کی جگہ اس بہن کے شوہر کا نام ہوگا۔ اس کے برتھ سرٹیفکیٹ پر بھی ایسا ہی ہوگا۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اپنے بچہ کو شوہر کی بہن کی گود دینا جائز ہے اور ان کا بچہ کو دودھ پلانا بھی جائز ہے مگر اس کے اصل والد کی جگہ بہن کے شوہر کو والد بتانا اور سرٹیفکیٹ وغیرہ پر لکھنا بالکل ناجائز و حرام اور قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ۔

اَدْعُوْهُمْ لِاَبَائِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ انہیں ان کے اصل باپ ہی کی طرف منسوب کر پکارو یہ اللہ

[احزاب: 5]

کے نزدیک زیادہ ٹھیک ہے۔

اور برتھ سرٹیفکیٹ پر اصل والد کا نام ہٹا کر بہن کے شوہر کا نام لکھنا گویا کہ اسے اس کے والد کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا ہے جو کہ ناجائز اور اللہ عزوجل، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت کا موجب ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے: "مَنْ ادَّعى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا"

جو شخص اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔ اس پر اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) اور تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت، اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

(کنز العمال، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب ولحاق الولد، الحدیث ۵۳۰۹، ج ۲، ص ۸)

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا: "مَنْ ادَّعى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ" جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ۶۱۹/۲، صحیح مسلم کتاب الایمان باب حال من رغب عن ابیه وهو یعلم ۵۷/۱)

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ ۳۴۱/۲، سنن ابن ماجہ کتاب الحدود ص ۱۹۱)

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے کہ جب اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کے لیے یہ وعید ہے تو جو شخص کسی کو اس کے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے تو وہ بدرجہ اولیٰ اس وعید کا مستحق ہے۔

[فتاویٰ فیض الرسول ج 2 ص 714]

لہذا آپ اپنا بچہ ان کی گود میں دے سکتے ہیں مگر سرٹیفکیٹ وغیرہ پر اس کے اصل والد ہی کا نام لکھا جائے اور بچہ کو بھی اصل والد کی طرف ہی منسوب کیا جائے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 26-6-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ غفر عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے



## بچہ کی تحنیک اور کان میں اذان کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 254

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچے کے کان میں اذان کا طریقہ کیا ہے اور کیا تحنیک [گھٹی] بچے کے کان میں اذان کے دینے کے فوراً بعد دی جائے یا ہوپٹیل سے فارغ ہونے پر دے دی جائے۔ کیا تحنیک کرنے والے کانیک ہونا ضروری ہے۔ کیا اس کی جگہ والدین گھٹی دے سکتے ہیں۔

سائل: رضوان فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

اذان و تحنیک میں ترتیب کسی کتاب میں نظر سے نہ گذری مگر ایک کتاب میں پڑھا کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے کان میں اذان دی اور بائیں میں تکبیر پڑھی اور اپنے دہن مبارک سے تحنیک فرمائی۔ ایسا کرنا بہتر ہے کہ سب سے پہلے بچے کے کان میں اذان دی جائے تاکہ سب سے پہلے بچے کے کان میں اذان کے ذریعے نور توحید داخل کیا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ داہنے کان میں چار مرتبہ اذان اور بائیں میں تین مرتبہ اقامت کہی جائے اور بعدہ تحنیک کی جائے مگر تحنیک کا اذان کے فوراً بعد ہونا ضروری نہیں ہے۔ آپ ہو سٹیج کے معاملات سے فارغ ہو کر کر سکتے ہیں مگر یہ بہتر ہے کہ سب سے پہلا کھانا بچے کے لیے وہ تحنیک ہی ہو۔ تحنیک کے لیے کوئی بزرگ یا عالم دین ہونا بہتر ہے، ضرور اس کی برکات اسے ملیں گی مگر کسی عالم و بزرگ کا ہونا تحنیک کے لیے ضروری نہیں۔ والدین بھی تحنیک کر سکتے ہیں۔

بچہ پیدا ہونے کے بعد اذان دی جائے جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ

اوس کے کان میں اذان و اقامت کہی جائے اذان کہنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ بلائیں دور ہو جائیں گی۔ بہتر یہ ہے کہ داہنے کان میں چار مرتبہ اذان اور بائیں میں تین مرتبہ اقامت کہی جائے۔ (بہار شریعت، حصہ ۱۵، ص ۱۵۳)

اور حدیث میں آیا کہ اللہ عزوجل کے محبوب، دانا، عیوب، منزّہ عن العیوب ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جس کے گھر میں بچہ پیدا ہوا اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو اس بچے سے ام الصبیان (کی بیماری) دور رہتی ہے۔" (شعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد والاهلین، الحدیث ۸۶۱۹، ج ۶، ص ۳۹۰)

تحنیک بزرگ و عالم شخص سے کروانا بہتر ہے جیسا کہ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِي بِالصَّبِيَّانِ فَيَبْرِكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ" رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بچے لائے جاتے حضور ﷺ ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور تحنیک کرتے۔ ["صحیح مسلم"، کتاب الطہارۃ، باب حکم بول الطفل الرضيع... إلخ، الحدیث: ۱۰۱- (۲۸۶)، ص ۱۶۵]

نبی کریم ﷺ کوئی چیز مثلاً کھجور چبا کر اس بچے کے تالو میں لگا دیتے کہ سب سے پہلے اس کے شکم میں حضور ﷺ کا لعاب دہن پہنچے۔ اسی مفہوم کی اور احادیث بھی موجود ہیں جن کی بناء پر مسلمانوں کا یہ معمول ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صالح و متقی مسلمانوں سے تحنیک کرواتے ہیں۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 29-4-2016

الجواب صحیح والجبیب نحج

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے

## A Question about Tahneek

Question:

الاستفتاء 255

What do scholars of Islam say regarding this ruling of shari'ah about the way of saying azan in a baby's ear and the tehneek given



to the child should be given after saying the azan or after getting finished from the formalities of the hospital. And for the person who is giving is it compulsory for him or her to be pious. And can parents give the tehneek.

Questioner: Rizwan from England

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

The order of azan and tehneek didn't passed from my sight but I've read in a book that when Hazrat Hussain رضي الله عنه was born our Holy Prophet Hazrat Muhammad صلی اللہ علیہ وسلم said azan in his right ear and takbeer in his left ear and gave tehneek to him by his holy mouth. Its better to first say azan in the baby's ear so that first of all the light of tawheed can be added to the baby's ear by saying azan. Its better to say azan 4times in the right ear and iqamat 3times in the left ear and then tehneek should be given therefore it's not compulsory to give tehneek directly after saying azan. The tehneek can be given after getting finished from the formalities of the hospital but it's better that the first food given to the child should be tehneek. Its better if any pious man or a scholar gives tehneek to the baby but it's not compulsory for tehneek. The tehneek can be given by the parents as well.

The azan should be given after the child's birth. As it's said in Bahar e Shariat that when a child is born its mustahab to say azan and iqamat in the ear of the baby it's better to say azan 4times in the right ear and 3times iqamat in the left ear.

(Bahar e Shariat,part 15,pg153)

As our Holy Prophet Hazrat Muhammad ﷺ said that": When a baby is born in someone's house and he says azan in his right ear and iqamat in his left ear so by this the illness of um ul sibyan)[a specific illness of children (stays away from that child.

(Shuab ul Iman,chp huqooq ul aulaad wal ahlain,hadeeth 8619,part 6,pg 390)

Its better if a pious man or scholar gives tehneek as it is in Muslim Shareef narrated by Hazrat Ayesha رضى الله عنها

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُؤْتِي بِالصَّبِيَّانِ فَيُبْرِكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ"

That when children were brought to The Holy Prophet Hazrat Muhammad ﷺ prays for them and used to give them tehneek.

(sahih muslim, kitaab ul taharah,hadith 101,pg165)

The Holy Prophet Hazrat Muhammad ﷺ used to chew a date and sticks it to the roof of the mouth of the child in this way the holy luaab of The Holy Prophet Hazrat Muhammad ﷺ goes into the



stomach of the baby. A lot of ahadees related to this are available on the basis of these ahadees Muslims have a routine of giving tehneek to their children

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

Answered by: Muhammad Qasim Zia al Qadri

## بچے کے سرنیم میں والد کا نام مٹا کر نئے شوہر کا نام لکھنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 256

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ باپ کے طلاق دینے کے بعد بچہ کا (Surname) بدلنے کے بارے میں شریعت کیا کہتی ہے۔ کیا ماں اس کے والد کا نام ہٹا کر اپنے نئے شوہر کا نام بچے کے نام کے ساتھ بطور Surname لگا سکتی ہے۔  
سائلہ: جمیلہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

بچے کے نام کے ساتھ لگے ہوئے اصل والد کے نام کو ہٹا کر نئے شوہر کا نام نہیں لگا سکتے کیونکہ عرف یہی ہے کہ والد کا نام بچے کے نام کے ساتھ بطور (Surname) استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً فاطمہ بنت زید کو فاطمہ زید لکھا جاتا ہے تاکہ پتا چل سکے کہ زید فاطمہ کا والد ہے۔ جب ایسا ہے تو اصل والد کا نام ہٹا کر نئے شوہر کا نام لکھنا گویا کہ اس کے والد کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا ہے جو کہ ناجائز اور اللہ عزوجل، ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت کا موجب ہے۔

جیسا کہ حدیث میں ہے: "مَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا"

جو شخص اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے۔ اس پر اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) اور تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت، اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) نہ اس کا فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

(کنز العمال، کتاب الدعوی، باب دعوی النسب ولحاق الولد، الحدیث ۵۳۰۹، ج ۶، ص ۷۸)

دوسری حدیث میں ارشاد ہوا: "مَنْ ادَّعَى إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ" جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے اس پر جنت حرام ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی ۶۱۹/۲/صحیح مسلم کتاب الایمان باب حال من رغب عن ابیه وهو یعلم ۵۷/۱)

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینتمی الی غیر موالیہ ۳۴۱/۲/سنن ابن ماجہ کتاب الحدود ص ۱۹۱)

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے کہ جب اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرنے والے کے لیے یہ وعید ہے تو جو شخص کسی کو اس کے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے تو وہ بدرجہ اولیٰ اس وعید کا مستحق ہے۔

[فتاویٰ فیض الرسول ج 2 ص 714]

بعض اوقات ایسا کرنے میں نیت یہ ہوتی ہے کہ بچہ کے ذہن سے اصل والد کو محو کر دیا جائے اور اسے یہی بتایا جائے کہ یہ نیا شوہر ہی تیرا اصل باپ ہے۔ اگر ایسی نیت ہے تو اور زیادہ حرام و ناجائز۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 29-4-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے



## بہن کا بہن کے گھر رات گزارنا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 257

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی اکثر اپنی بہن کو ملنے دوسرے شہر میں اس کے گھر جاتی ہے اور کبھی وہاں رات بھی رہتی ہے۔ میں یہ تو جانتا ہوں کہ اس کی بہن کا شوہر میری بیوی کے لیے غیر محرم ہے۔ مگر وہ اپنے بہنوئی کے ساتھ تنہا نہیں ہوتی۔ میری بیوی کے وہاں رہنے میں کوئی شرعی پکڑ تو نہیں؟  
سائل: عمار فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر آپ کی بیوی شرعی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے بہنوئی سے پردہ کرتی ہے تو اسے اپنی بہن کے گھر رات گزارنے میں کوئی حرج نہیں۔ مگر فی زمانہ بچنے میں ہی عافیت ہے، خصوصی طور پر انگلینڈ جیسے ملک میں کیونکہ یہاں گھر چھوٹے ہوتے ہیں جس کی وجہ سے شرعی پردہ کرنا مشکل امر ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 29-4-2016

الجواب صحیح

شمس الہدی عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## بیگز کو رقم دینا کیسا ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 258

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ہم گلیوں میں مانگنے والے بیگز (Beggars) کو روپے پیسے دے سکتے ہیں۔  
سائل: ایک بھائی - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر مانگنے والے مستحق ہیں تو دینے میں کوئی حرج نہیں مگر بطور پیشہ والوں کو دینا منع ہے کیونکہ یہ تعاون علی الاثم (یعنی گناہ پر مدد کرنا) ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدُوْنَ - اور گناہ اور زیادتی پر

(المائدہ: 2)

باہم مدد نہ دو۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-12-2017



## پریگنٹ عورت کے لیے حمل کی حفاظت کا وظیفہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْأَسْتِفْتَاءُ 259

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں پریگنٹ ( ) ہوں مجھے حمل کی حفاظت کا کوئی وظیفہ ہے۔ اگر ہے تو مجھے بتا دیجئے عنایت ہوگی۔  
سائلہ: ایک بہن۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

حمل کی حفاظت کئی وظائف و تعویذات موجود ہیں۔ ان میں سے دو عرض کرتا ہوں۔ پہلا یہ ہے کہ پارہ چودہ 14 کی سورۃ نحل کی آیت نمبر 127 اور 128 کا تعویذ بنا کر کمر میں باندھے اور تعویذ ناف کے نیچے پیڑو پر باندھا جائے۔ ان دونوں آیتوں کو ایسے لکھا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿127﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَالَّذِیْنَ هُمْ مُحْسِنُوْنَ ﴿128﴾ (جنتی زیور ص 608)  
ایک اور طریقہ بھی اس کے لیے مفید ہے وہ یہ ہے کہ "لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ" کسی کاغذ پر 55 بار لکھ کر (یا لکھوا کر) تعویذ کو پلاسٹک کوئنگ کروا کر کپڑے یا ریزین یا چمڑے میں سی کر حاملہ گلے میں پہن لے یا بازو میں باندھ لے ان شاء اللہ عَزَّ وَجَلَّ حمل کی بھی حفاظت اور بچہ بھی بلا و آفت سے سلامت رہے گا۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 27-12-2017

## تیس سالہ نیو مسلم کے لیے ختنہ ضروری ہے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 260

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہندو نے ابھی اسلام قبول کیا ہے اس کی عمر 30 سال ہے کیا اس کو ختنہ کرنا ضروری ہے یا وہ اس کے بغیر بھی رہ سکتا ہے اور اس کام کے لیے کسی ڈاکٹر کے سامنے ستر کھول سکتا ہے؟ حنفی فقہ اس بارے میں کیا کہتی ہے۔  
سائل: زبیر فرام انڈیا

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَ النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر وہ نیو مسلم ختنہ پر قادر ہے تو ضرور کرے کما فی الفتاویٰ الرضویہ۔ کیونکہ حدیث میں آیا کہ ایک صاحب نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: الق عنک شعیر الکفر ثم اختتن۔ زمانہ کفر کے بال اتار پھر اپنا ختنہ کر۔

(اسنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب الرجل یسلم فیؤ بالغسل اقتاب عالم پریس لاہور ۱/۵۲)

اگر خود کر سکتا ہو تو خود اپنے ہاتھ سے ختنہ کر لے اور اگر خود نہیں کر سکتا تو کوئی عورت جو اس کام کو کر سکتی ہو اس سے نکاح ممکن ہو تو اس سے نکاح کر لے اور وہ ختنہ کر دے، اس کے بعد چاہے تو اس عورت کو چھوڑ دے اور اگر ان دونوں صورتوں پر عمل ناممکن ہو تو ڈاکٹر سے ختنہ کرا لے کیونکہ ایسی ضرورت کے لئے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں ہے۔

جیسا کہ درمختار میں ہے: ینظر الطیب الی موضع مرضها بقدر الضرورة اذ الضرورات تتقدر بقدرها و کذا نظر قابلة وختان: ضرورت کے وقت بقدر ضرورت ڈاکٹر مرض کی جگہ (خواہ وہ جائے پردہ ہو) کو دیکھ سکتا ہے اور قدر ضرورت محض اندازے سے ہوگی۔ اسی طرح دایہ اور ختنہ کرنے والے کا معاملہ ہے۔

(درمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب النظر والمس مطبع مجتہبانی دہلی ۲/۲۳۲)



سیدی اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں کہ اگر خود کر سکتا ہو تو آپ اپنے ہاتھ سے کر لے یا کوئی عورت جو اس کام کو کر سکتی ہو ممکن ہو تو اس سے نکاح کر دیا جائے وہ ختنہ کر دے، اس کے بعد چاہے تو اسے چھوڑ دے یا کوئی کنیز شرعی واقف ہو تو وہ خریدی جائے۔ اور اگر یہ تینوں صورتیں نہ ہو سکیں تو حجام ختنہ کر دے کہ ایسی ضرورت کے لئے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۵۹۴]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 28-11-2016

## جن پھلوں پر اللہ عز و جل کا نام لکھا ہوتا ہے ان کے ساتھ ہمیں کیا کرنا چاہیے

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْاِسْتِثْنَاءُ 261

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی پھل پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا ہو تو ہمیں اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے کیونکہ اس طرح کی پھلوں کی تصاویر ریگولری سوشل میڈیا بھیجی جاتی ہے تو کیا ان کے بارے میں شک کرنا کوئی بری چیز تو نہیں ہے۔

سائل: احسن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اگر کسی پھل وغیرہ پر اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لکھا ہوا ہو تو ہمیں اس کا ادب کرنا چاہیے اور اسے برکت کے لیے کھانا بھی جائز ہے۔ لیکن آج کل لوگ خود اپنے ہاتھ سے کسی پھل یا چیز وغیرہ اسم جلال کو لکھ کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ یہ خود ہی لکھا گیا ہے۔ ایسا کرنا جائز نہیں ہے کہ جھوٹ ہے اور جھوٹ کبیرہ گناہ ہے۔ اور ایسی

پھلوں کی تصاویر کے بارے میں شک پیدا ہونے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ ان پر یقین ضروری نہیں ہے۔  
وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-11-2017

## جن چیزوں پر کچھ تحریر ہو ان کے استعمال کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 262

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا تمام زبانیں الہامی ہیں؟ اگر ہاں تو ان کی بے ادبی سے بچنا ضروری ہے۔ لیکن آج کل مختلف چیزوں یعنی جرابوں اور جوتوں اور دیگر ضرورت کی چیزوں پر کسی نہ کسی زبان کے الفاظ لکھے ہی ہوتے ہیں۔ ان چیزوں کو استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: ندیم فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوْرَ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! دنیا میں بولی جانے والی زبانیں الہامی ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں ہے کہ "اللُّغَاتُ كُلُّهَا

تَوْقِيفِيَّةٌ" دنیا میں بولی جانے والی تمام زبانیں توقیفی یعنی الہامی ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد اول ص ۳۹۶)

لہذا دنیا کی ہر زبان کے حروف کا ادب کرنا چاہیے اور ایسی چیزوں کے استعمال سے بھی بچنا چاہیے جن پر کچھ لکھا ہوا ہو۔ مگر جہاں تک ان چیزوں کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کا تعلق ہے تو ایسی چیزوں کا استعمال عمومِ بلوی کی وجہ سے حکم جواز رکھتا ہے۔



کیونکہ آج کل اس میں خواص و عام سب کا ابتلاء ہے۔ زیادہ تر استعمالی چیزیں عموماً بچھانے کی دری اور چادر نیز فوم کے گدیوں کے آستر اور پلنگ اور بیڈ کی چادروں پر کمپنیوں کے نام تحریر ہوتے ہیں اور اس کے علاوہ پہننے والے کپڑے کی کنار یوں اور روئی لپٹنے والے کپڑوں پر فیکٹریز کے نام وغیرہ کی لکھے ہوتے ہیں اور ان سے بچنا بہت مشکل ہے۔ اور ان چیزوں کو استعمال کرنے کا جواز مشقت کو دور کرنے کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ - اللہ تمہیں حرج [تنگی] میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا۔ [المائدہ: ۶۰]

اور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ نے ایسا پڑیا جس میں اسپرٹ وغیرہ ڈالا جاتا تھا عموم بلوی کی وجہ سے طہارت کا حکم دیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ پڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریقہ شرعی ثابت بھی ہو تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں [انڈیا و پاکستان میں رہنے والوں] کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلوے نجاست متفق علیہا میں باعث تخفیف۔

اور ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ جس طرح عموم بلوی نجاست کے معاملہ میں تخفیف کا حکم پیدا کرتا اسی طرح حلال و حرام میں بھی موثر ہے۔

ولا يخفى على خادم الفقه ان هذا كما هو جار في باب الطهارة والنجاسة كذلك في باب الاباحة والحرمه - خادم فقہ پر پوشیدہ نہیں کہ جیسے یہ ضابطہ طہارت و نجاست میں جاری ہے۔ ایسے ہی حرمت و اباحت میں بھی جاری ہے

[فتاویٰ رضویہ کتاب الاشریہ ج ۲۵ ص ۸۸]

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-10-2016

## چوری کر کے رقم کسی کو خرچ کرنے کے لیے دے دی تو

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 263

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے رقم چوری کی اور کسی دوسرے شخص کو خرچ کرنے کے لیے دے دی۔ تو اب کیا وہ رقم چور مالک کو لوٹائے گا یا جسے اس چور نے دی تھی وہ واپس کرے گا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التَّوَرَّ وَالصَّوَابِ

اگر دوسرے شخص کے پاس رقم موجود ہے اور اسے معلوم ہو گیا کہ یہ فلاں کی ہے اور اس نے چوری کی ہے تو دوسرے شخص پر لازم ہے کہ وہ رقم مالک کو پہنچائے اور اگر معلوم نہ ہونے کی وجہ سے وہ رقم دوسرے شخص نے خرچ کر کے ختم کر دی اگر چور پر حد نہیں لگائی تو چور پر اس کا تاوان لازم ہے یعنی وہ چور اتنی رقم مالک کو واپس کرے۔

جیسا کہ بہار شریعت میں ہے کہ اگر [چور نے وہ چیز] بیچ ڈالی یا ہبہ کر دی اور خریدار یا موہوب لہ نے ضائع کر دی تو یہ [لوگ] تاوان دیں [نہ کہ چور] اور خریدار چور سے شمن واپس لے۔ اور اگر ہاتھ کاٹا نہ گیا ہو تو [مالک] چور سے ضمان لے گا۔

[بہار شریعت ج 2 حصہ 9 ص 421]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 10-10-2016



# پریگنسی (حمل) کو روکنے کے لیے کنڈم یا ٹیبلٹس کھانا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 264

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حمل کو روکنے کا کیا حکم ہے۔ کیا حمل کو روکنے کے لیے کنڈم یا ٹیبلٹس کھانا جائز ہے اور حمل کو روکنے کے کونسے جائز طریقے ہیں؟

سائلہ: ایک بہن فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَاب

رزق کی تنگی کے خوف سے منصوبہ بندی (Birth Control) کرنا ناجائز ہے جیسا کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے۔  
 وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمَّا لَقِيْنَا نَحْنُ نَرْزُقْهُمْ وَإِيَّاكُمْ۔ ترجمہ: اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔  
 (پ 15 سورۃ بنی اسرائیل: 31)

لہذا اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ غریبی کے ڈر سے تنگی رزق کے خوف سے ضبط تولید (اولاد کو روکنا) ناجائز ہے۔

اور جب ایسی کوئی نیت نہ ہو اور کسی ضرورت کی وجہ سے حمل ہونے کو روکنا جائز ہے اس میں قباحت نہیں ہے۔  
 حمل روکنے (Birth Control) کے کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے کچھ عزل کے مشابہہ ہونے کی وجہ سے جائز اور کچھ ناجائز ہیں۔ جو طریقے آج کل رائج ہیں ان میں سے جائز طریقے درج ذیل ہیں۔

(1) گولیاں کھانا (2) انجکشن لگانا (3) نار پلانٹ (کپسول کھانا) (4) کنڈوم (عضو تناسل پر غبارہ نما کوئی

چیز چڑھا کر جماع کرنا) (5) کا پرٹی (رحم کے منہ پر ٹیوب رکھنا جو تقریباً دس سال تک مؤثر ہے۔ (6) ملٹی لوڈ (رحم کے

منہ پر چھوٹی ٹیوب رکھنا جو تقریباً سال تک مؤثر ہے)

### مشورہ

گولیوں، نار پلانٹ، انجکشنوں اور کا پرٹی، ملٹی لوڈ وغیرہا طریقے اگرچہ شرعاً جائز ہیں مگر یہ طریقے طبی لحاظ سے مضر ہو سکتے ہیں۔ عزل (یعنی صحبت کے وقت اپنا مادہ منویہ باہر خارج کرنا) اور کنڈوم کا استعمال دونوں میں مقصود ایک ہی ہے کہ استقرا حمل سے بچنا۔ لہذا بضرورت اس طریقہ کو استعمال کیا جائے۔ اس میں نقصان و ضرر کم ہے۔

ناجائز طریقوں میں ہر وہ طریقہ شامل ہے جس سے مرد یا عورت میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے وہ ناجائز طریقے درج ذیل ہیں۔

- (1) نس بندی (2) تل بندی (3) بچہ دانی نکلوانا

### نسبندی

اس طریقے میں بچہ پیدا کرنے کے جراثیم مرد کی جن نالیوں سے گزرتے ہیں انہیں کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے۔ جس سے مرد میں بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتی ہے اور مرد بانجھ ہو جاتا ہے۔ مرد کا اپنے آپ کو بانجھ کرنا حرام ہے۔ اگرچہ نسبندی سے ہو یا خصی ہونے کے ذریعے ہو۔

جیسا کہ حدیث شریف: میں ہے۔ صاحب مشکوٰۃ ولی الدین تبریزی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ: "إِنَّ عُمَانَ بْنَ مَطْعُونٍ أَتَى النَّبِيَّ فَقَالَ إِئْذَنْ لَنَا فِي الْإِخْتِصَاءِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَصَصَ وَلَا إِخْتَصَصَى"

### ترجمہ

سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان بن مظعون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خصی ہونے کی اجازت عطا فرمائیے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو خصی کرے یا خصی ہو وہ ہم میں سے نہیں۔"

(مشکوٰۃ المصابیح کتاب الصلوٰۃ جلد 1 ص 152)



مذکورہ بالا حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نسبندی کرنا اور کروانا اور خصی ہونا اور خصی کرنا دونوں منع ہیں۔

فتاویٰ مصطفویہ میں مفتی اعظم ہند علامہ مصطفیٰ رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں۔

ضبط تولید کے لیے مرد کی نس بندی یا عورت کا آپریشن متعدد وجوہ سے شرعاً ناجائز و حرام ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدلنا ہے اور قرآن و حدیث کی نص سے ناجائز و حرام ہے۔ قرآن عظیم میں ہے۔

وَلَا مُرْتَمِهِمْ فَلْيَغْيِرَنَّ خَلْقَ اللَّهِ ط اور شیطان بولا میں ضرور انہیں کہوں گا کہ وہ اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے اور تفسیر صاوی میں ہے کہ "من ذلك تغيير الجسم" اور اس میں سے ہے جسم کی تغیر۔

(فتاویٰ مصطفویہ ج 1 ص 531)

## (2) نل بندی کرنا

اس طریقہ میں عورت کی طرف بچہ کو پیدا کرنے والے جراثیم کو روکنے کے لیے بچہ دانی کی نالی کو کاٹ کر بند کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح عورت ہمیشہ کے لیے بانجھ ہو جاتی ہے۔ یہ کام بھی حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے کیونکہ اس میں بھی بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت ہمیشہ کے لیے ختم کی گئی ہے جو بالاتفاق حرام ہے۔

## (3) بچہ دانی کو نکلوا دینا

اس طریقہ میں عورت کے پیٹ میں نطفہ جہاں ٹھہرتا ہے اس کو ہی نکال دیا جاتا ہے یہ بھی ناجائز ہے۔ مفتی محمد وقار الدین رحمہ اللہ کے وقار الفتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "آپریشن کر کے حمل کی صلاحیت کو ضائع کر دینا حرام اور ناجائز ہے اور مثلہ کے حکم میں ہے۔ مثلہ کے معنی یہ ہیں کہ کسی عضو کو ضائع کر دینا۔ اس میں بھی رحم کو ضائع کر دیا جاتا ہے"

(وقار الفتاویٰ ص 123 جلد 3)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم رضا قادری

Date: 1-4-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## خون دینے کا حکم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 265

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مریض کو خون کی حاجت ہو تو کیا اسلام میں مریض کو خون چڑھانا جائز ہے؟ اور اگر زندگی و موت کی حالت ہو تو کیا حکم ہے اور دینے والے کے لیے کیا حکم ہے کیونکہ اسے تو کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔  
سائل: طاہر فرام لئڈن - انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ التُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مریض کی جان یا اس کے کسی عضو کو بے کار ہونے یا شدید نقصان سے بچانے کے لیے اسے خون چڑھانے کی اجازت ہے اور اس صورت میں بھی اسی قدر خون چڑھانا جائز ہوگا جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔

جسم میں خون چڑھانے کی حرمت قطعی نہیں بلکہ ظنی ہے اور حرام چیزوں کو علاج و معالجہ کے لیے دواء کے طور پر استعمال کرنے میں ہمارے علماء کا اختلاف ہے مگر یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب ان سے حصولِ شفاء کا یقین یا ظن غالب نہ ہو۔ حصولِ شفاء کا یقین یا ظن غالب ہو تو ایسی حرام چیزوں کو بھی دواء کے طور پر استعمال کرنے میں حرج نہیں۔

البحر الرائق میں ہے کہ وَقَدْ وَقَعَ الْاِخْتِلَافُ بَيْنَ مَشَائِخِنا فِي التَّدَاوِي بِالْمَحْرَمِ فِي الرِّثَايَةِ عَنْ الذَّخِيْرَةِ الْاِسْتِشْفَاءِ بِالْحَرَامِ يَجُوزُ اِذَا عَلِمَ اَنَّ فِيْهِ شِفَاءً وَلَمْ يُعْلَمْ دَوَاءٌ اٰخَرُ " ہمارے مشائخ کے درمیان حرام چیزوں کو دواء کے طور پر استعمال کرنے کے بارے میں اختلاف ہے اور نہایہ میں ہے کہ اگر حرام چیز سے شفاء کا علم ہو اور کوئی اور دواء بھی نہ ہو تو اس کا استعمال جائز ہے۔

[البحر الرائق باب تداءوی ببول مایو کل لحمہ ج ۱ ص ۱۲۲]



اور خون کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے مشاہدات و تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ خون چڑھانے سے مریض شدید نقصان سے بچ جاتا اور بسا اوقات اس کی جان بھی محفوظ ہو جاتی ہے۔ تدویٰ بالحریم کے بارے میں اسی موقف کو صاحب ہدایہ نے اختیار فرمایا جیسا کہ بحر میں ہی ہے۔

وَكَذَا اخْتَارَ صَاحِبُ الْهِدَايَةِ فِي التَّجْنِيسِ فَقَالَ إِذَا سَالَ الدَّمُ مِنْ أَنْفِ إِنْسَانٍ يَكْتُئِبُ فَاتَّخَذَ الْكِتَابَ بِالدَّمِ عَلَى جَبْهَتِهِ وَأَنْفِهِ وَيَجُوزُ ذَلِكَ لِإِسْتِشْفَاءٍ وَالْمُعَالَجَةِ. وَلَوْ كَتَبَ بِالْبَوْلِ إِنْ عَلِمَ أَنَّ فِيهِ شِفَاءً لَا بَأْسَ بِذَلِكَ لَكِنْ لَمْ يُنْقَلْ. وَهَذَا؛ لِأَنَّ الْحُرْمَةَ سَاقِطَةٌ عِنْدَ الْإِسْتِشْفَاءِ أَلَا تَرَى أَنَّ الْعُطْشَانَ يَجُوزُ لَهُ شُرْبُ الْحَمْرِ وَالْجَائِعُ يَحِلُّ لَهُ أَكْلُ الْمَيْتَةِ

[البحر الرائق باب تدوی ببول مایو کل لحمه ج ۱ ص ۱۲۲]

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے علامہ عبدالغنی بابلسی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے نقل فرمایا کہ ضرورت کے وقت حرام چیزوں کو دواء کے طور پر استعمال کے حوالے سے فقہاء احناف میں اتفاق ہے اختلاف نہیں۔

"وَأَفَادَ سَيِّدِي عَبْدُ الْغَنِيِّ أَنَّهُ لَا يَظْهَرُ إِلَّا خْتِلَافٌ فِي كَلَامِهِمْ لَا تَفَاقُهُمْ عَلَى الْجَوَازِ لِلضَّرُورَةِ. وَاشْتَرَا طَ صَاحِبُ النَّهَايَةِ الْعِلْمَ لَا يُنَافِيهِ اشْتِرَا طَ مَنْ بَعْدَهُ الشِّفَاءَ وَلِذَا قَالَ وَالِدِي فِي شَرْحِ الدَّرَرِ: إِنَّ قَوْلَهُ لَا لِلتَّدَاوِي مَحْمُولٌ عَلَى الْمَظْنُونِ وَإِلَّا فَجَوَازُهُ بِالْيَقِينِي اتِّفَاقٌ"

[رد المحتار فروع التدوی بالمحرم ج ۱ ص ۲۱۰]

کسی شخص کو مسلم مریض کی جان بچانے کے لیے اور مذکورہ بالا تمام صورتوں میں خون دینا بھی جائز ہے کیونکہ ہماری شریعت میں دوسرے مسلمان کی ضرورت کا بھی اعتبار ہے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے کہ پھر اپنی ضرورت تو ضرورت ہے ہی دوسرے مسلم کی ضرورت کا بھی لحاظ فرمایا گیا۔ مثلاً: (۱) دریا کے کنارے نماز پڑھتا ہے اور کوئی شخص

ڈوبنے لگا اور یہ بچا سکتا ہے لازم ہے کہ نیت توڑے اور اسے بچائے، حالانکہ ابطال عمل حرام تھا۔ قال تعالیٰ

لا تبطلوا أعمالكم الله تعالى نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو اپنے اعمال کو باطل نہ کیا کرو۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۱ ص ۲۰۷]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

الجواب صحیح والمجيب صحیح

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

شمس الہدیٰ عفی عنہ

Date: 1-4-2016

خادم الافتاء كنز الایمان یو کے

## ڈرگ ڈیلرز کے بارے میں پولیس کو Inform کرنا جائز ہے؟

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 266

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے بھائی کے عیب چھپانے چاہیے اس سے اللہ تعالیٰ ہمارے عیب چھپائے گا تو کیا پھر انگلینڈ میں جو ڈرگ ڈیلر ہیں ان کے بارے میں ہمیں پولیس کو نہیں بتانا چاہیے اور کیا ان کے بارے میں پولیس کو بتانا جائز ہے؟  
سائل: راجہ فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

جی ہاں: جائز ہے یاد رکھیے کہ جس کی برائی سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو تو دوسروں کو اُس سے بچانے کیلئے بقدر ضرورت صرف اُسی برائی کا تذکرہ کرے یا اس برائی کو روکنے کے لیے پولیس کو (Inform) کرنا بالکل جائز بلکہ اچھی نیت پر ثواب کا مستحق ہوگا۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ « أَتَرَعُونَ عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ اذْكَرُّوهُ بِمَا فِيهِ كَيْ



يَعْرِفُهُ النَّاسُ وَيَحْذَرُهُ النَّاسُ»

فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے: کیا فاجر کے ذکر سے بچتے ہو اس کو لوگ کب پہچانیں گے! فاجر کا ذکر اس چیز کے ساتھ کرو جو اس میں ہے تاکہ لوگ اس سے بچیں۔

(السنن الکبریٰ باب الزجل من أهل الفقه يسأل عن الزجل ج 10 ص 210 حدیث 21442)

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
کتبہ

ابو الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 17-10-2016

## [Birthday] پر تحفوں کا لین دین کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 267

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سالگرہ [Birthday] کے موقع پر سادہ سا کھانا دینا اور تحفوں کا لین دین کرنا جائز ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک [Western culture] ہے لہذا سالگرہ کرنا حرام ہے۔

سائلہ: Selina فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

اچھے اور جائز افعال کے ساتھ سالگرہ منانے میں کوئی حرج نہیں اور نہ ہی اس موقع پر تحفوں کے لین دین میں کوئی مضائقہ بشرطیکہ اس میں اور کوئی مانع شرعی نہ پایا جائے۔ آج کل مختلف [Birthday] پارٹیز میں اجنبی مردوں اور عورتوں کا میل جول اور موسیقی کی دھنوں میں بسا ماحول اور دیگر کاموں میں شریعت سے عدول، اسے تو ہر ذی عقل

نا جائز ہی کہے گا۔

ایسے موقع پر اگر کچھ نہ کچھ قرآن پاک پڑھ کر ایصالِ ثواب کی ترکیب ہو اور نیکیوں بھری لمبی عمر کی دعائیں کی جائیں اور کھانا وغیرہ اپنی فیملیوں میں تقسیم کرنے کے ساتھ ساتھ غرباء میں بھی تقسیم کیا جائے تو زیادہ اچھا ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 17-10-2016

الجواب صحیح

شمس الہدیٰ عفی عنہ

خادم الافقاء کنز الایمان یو کے

## کریڈٹ کارڈ کا استعمال کرنا کیسا

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 268

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کریڈٹ کارڈ بنوانا کیسا؟ اور دوسرا سوال یہ ہے کہ اس کے استعمال کا حکم کیا ہے تو کیا میں کریڈٹ کارڈ کے ذریعے حج کے رقم ادا کر سکتا ہوں اگر میں سود لگنے سے قبل ہی اسے ادا بھی کر دوں؟

سائل: افضل فرام لیٹر۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

کریڈٹ کارڈ بنوانا اس صورت میں جائز ہے جب بنوانے والے کا عزم مصمم ہو کہ وہ مقررہ مدت کے اندر ہی قرض لی ہوئی رقم لوٹا دے گا اور اس پر سود (Interest) نہیں لگنے دے گا اور اس پر اس کا سختی سے عمل بھی ہو تو ان شرائط کے ساتھ کریڈٹ کارڈ بنوانا اور اس کو استعمال کرنا جائز ہے۔ کما اتفق علماء اندیا علیہ اور آپ اس کے ذریعے حج کے پیکیج کی رقم بھی ادا کر سکتے ہیں۔



کریڈٹ کارڈ بنوانے کے بارے میں ایک اعتراض زیر بحث آیا کہ کریڈٹ کارڈ بنواتے وقت صارف کو بینک سے یہ معاہدہ کرنا پڑتا ہے کہ اگر رقم کی ادائیگی میں تاخیر ہوئی تو اضافی رقم بطور سود (Interest) ادا کروں گا تو اس سودی معاہدہ پر دستخط کرنے کی وجہ سے کریڈٹ کارڈ بنوانا شرعاً ناجائز ہوا۔

اصل میں کریڈٹ کارڈ کی ایسی شرط کی دو صورتیں ہیں۔ (1) اگر وہ صارف کریڈٹ کارڈ کے ذریعے لی ہوئی رقم مقررہ مدت میں واپس کر دے تو اسے کوئی زائد (سود) رقم نہیں دینی پڑی گی۔ (2) اگر اس نے رقم کی ادائیگی میں مقررہ مدت سے زیادہ تاخیر کی تو اصل رقم کے ساتھ اضافی رقم (سود) دے گا۔

تو جب کریڈٹ کارڈ بنوانے والے کا عزم اس شرط کی پہلی صورت پر عمل کرنے کا ہے اور اس پر عامل بھی ہے تو وہ پہلی صورت کو قبول کرتے ہوئے ہی دستخط کر رہا ہے جو کہ بالکل جائز ہے تو اس صورت میں اس کا معاہدہ پہلی صورت کے ساتھ ہے اور دوسری صورت خلاف عزم ہونے کی وجہ محض لفظی ہے۔ لہذا کریڈٹ کارڈ بنوانے کے لیے پہلی صورت پر عمل کی نیت سے فارم پر دستخط کرنا جائز ہے۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن بن قاسم ضنیہ القادری

Date: 9-11-2017

## لائف انشورنس کے بارے میں فتویٰ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 269

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا انگریڈ میں لائف انشورنس

سائل: فیضان یو کے

پولیس لینا جائز ہے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

لائف انشورنس کے لیے کمپنی کے پاس جمع شدہ لوگوں کے مال کی حیثیت قرض کی ہے۔ اس پر جو نفع ملے گا وہ رہا ہے کیونکہ وہ مشروط بالعقد تھا۔ اور ہر وہ قرض جو نفع لائے وہ سود ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قَرْضٍ جَزَّ مَنَفَعَةٌ فَهُوَ رِبَاٌ.

[الجامع الصغير للسيوطي ج ۲ حدیث نمبر 6336 ص 283]

اور اس کے ساتھ ساتھ لائف انشورنس قمار [جوا] بھی ہے۔ کیونکہ اس میں اگر کوئی پالیسی ہولڈر کی ایک قسط بھی جمع ہونے سے رہ گئی تو لائف انشورنس کمپنی اس کی تمام اقساط ضبط کر لے گی۔ لہذا لائف انشورنس ناجائز و حرام ہے۔  
سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لائف انشورنس کے بارے میں پوچھے گئے سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ زنا قمار ہے اس میں ایک حد تک روپیہ ضائع بھی جاتا ہے اور وہ منافع موہوم جس کی امید پر دین اگر ملے بھی تو کمپنی بیوقوف نہیں کہ گرہ سے ہزار ڈیڑھ ہزار دے بلکہ وہ وہی روپیہ ہوگا جو اوروں کا ضائع گیا، اور ان میں مسلمان بھی ہوں گے تو کوئی وجہ اس کی حلت کی نہیں، قال اللہ تعالیٰ لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور مت کھاؤ۔ [البقرة: ۱۸۸]

[فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۸۱]

مگر کسی کافر ملک میں لائف انشورنس چند شرائط کے ساتھ جائز ہو سکتی ہے۔

- [1]: جو کمپنی لائف انشورنس کرتی ہے وہ مکمل کفار کی کمپنی ہو اس میں ایک بھی مسلمان شریک (Partner) نہ ہو۔
- [2]: اس میں مسلمان کا نفع یقینی ہو یعنی لائف انشورنس کروانے والے مسلمان کو اپنی موجودہ حالت کے ساتھ مدت مقررہ یا اس کے بعد کی مدت موسعہ تک کی تمام قسطیں مسلسل جمع کروانے کا ظن غالب ہو۔ کیونکہ غیر مسلم کے ساتھ عقد فاسد کرنے کی اجازت اسی وقت ہے جب مسلمان کا فائدہ یقینی ہو اور اگر تین سال سے قبل پولیسی ختم کرے گا تو اس کی ساری رقم ضائع ہو جائے گی اور یہ مسلمان کا نقصان ہے۔



[3]: اس کے سبب کسی معصیت پر مجبور نہ کیا جاتا ہو۔

جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن لائف انشورنس کے جواز کی شرائط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

جس کمپنی سے یہ معاملہ کیا جائے اگر اس میں کوئی مسلمان بھی شریک ہے تو مطلقاً حرام قطعی ہے کہ قمار ہے اور اس پر جو زیادت ہے ربا، اور دونوں حرام و سخت کبیرہ ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی مسلمان اصلاً نہیں تو یہاں جائز ہے جبکہ اس کے سبب حفظ صحت وغیرہ میں کسی معصیت پر مجبور نہ کیا جاتا ہو جواز اس لئے کہ اس میں نقصان کی شکل نہیں، اگر بیس برس تک زندہ رہا پورا روپیہ بلکہ مع زیادت ملے گا، اور پہلے مر گیا تو ورثہ کو اور زیادہ ملے گا مثلاً سال بھی بعد ہی مر گیا تو دیئے ۲۴۶ روپے چار آنے اور ملے ۵۰۰ روپے، ہاں یہ ضرور ہے کہ جو زائد ملے ربا سمجھ کر نہ لے بلکہ یہ سمجھے کہ غیر مسلم کا مال اس کی خوشی سے بلا عذر ملا، یہ حلال ہے۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۵۹۹]

ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں:

جبکہ یہ بیمہ گورنمنٹ کرتی ہے اور ان میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمے کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو جیسے روزوں یا حج کی ممانعت۔

[فتاویٰ رضویہ ج ۲۳ ص ۶۰۵]

واللہ تعالیٰ اعلم

مزید ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ بالکل قمار ہے اور محض باطل کہ کسی عقد شرعی کے تحت میں داخل نہیں، ایسی جگہ عقد فاسدہ بغیر عذر کے جو اجازت دی گئی وہ اس صورت سے مفید ہے کہ ہر طرح ہی اپنا نفع ہو اور یہ ایسی کمپنیوں میں کسی طرح متوقع نہیں لہذا اجازت نہیں کماحقہ محقق علی الاطلاق فی فتح القدیر {جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی}

[فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۳۶۵]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

الجواب مصاب والمجيب مشاب

ابن الحسن بن قاسم ضیاء القادری

شمس الہدیٰ عفی عنہ

Date: 9-2-2016

خادم الافتاء كنز الايمان یو کے

## مہمان نوازی کے چند آداب

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 270

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مہمان ہمارے گھر آجائے تو ہمیں کیا کرنا چاہیے یعنی مہمان نوازی کے آداب کیا ہیں؟  
سائل: قاسم فرام انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مہمان نوازی میں میزبان چند باتوں کا خیال رکھے۔

[1]: میزبان کو چاہیے کہ مہمان کی خاطر داری میں خود مشغول ہو، خادموں کے ذمہ اس کو نہ چھوڑے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت ہے۔  
کافی الفتاویٰ الہندیہ۔

[2]: اگر مہمان تھوڑے ہوں تو میزبان ان کے ساتھ کھانے پر بیٹھ جائے کہ یہی تقاضائے مروت ہے۔ اور ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ کھانا رکھ کر غائب ہو جائے۔ اور بہت سے مہمان ہوں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے بلکہ ان کی خدمت اور کھلانے میں مشغول ہو۔ کافی الفتاویٰ الہندیہ

[3]: کھانا پیش کرنے کے بعد میزبان کو چاہیے کہ مہمان سے وقتاً فوقتاً کہے کہ اور کھاؤ مگر اس پر اصرار نہ کرے، کہ کہیں اصرار کی وجہ سے زیادہ نہ کھا جائے اور یہ اس کے لیے مضر ہو، میزبان کو بالکل خاموش نہ رہنا چاہیے۔ کافی الفتاویٰ الہندیہ



[4]: مہمانوں کے سامنے خادم وغیرہ پر ناراض نہ ہو اور اگر صاحب وسعت ہو تو مہمان کی وجہ سے گھر والوں پر

کھانے میں کمی نہ کرے۔ کما فی الفتاویٰ الہندیہ

[5]: مہمانوں کے ساتھ ایسے کو نہ بٹھائے جس کا بیٹھنا انہیں ناگوار گذرے اور جب کھا کر فارغ ہوں ان کے ہاتھ

دھلائے جائیں۔

[ "الفتاویٰ الہندیہ"، کتاب الکراہیۃ، الباب الثانی عشر فی الہدایا والضيافات، ج ۵، ص ۳۴۴-۳۴۵ ]

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-2-2016

## کتاب المیراث

## جائیداد کی تقسیم کا ایک مسئلہ

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 271

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد فوت ہو گئے اور موت سے سات سال پہلے انہوں نے یو کے میں موجود ساری جائیداد بیٹوں کو گفٹ کر دی تھی۔ لیکن کسی دوسری کنٹری میں ان جائیداد موجود ہے اور اب وہ فوت ہو گئے ہیں تو وہ جائیداد کیسے تقسیم ہوگی جبکہ ان کے ورثہ میں سے درج ذیل لوگ مرنے کے وقت زندہ تھے۔ تین بیٹے، دو بیٹیاں اور ایک بیوی۔ اور ایک بیٹی کی شادی والد کی موت کے سے پہلے ہو چکی تھی اور دوسری کی شادی والد صاحب کی موت کے بعد ہوئی اور وہ بیوہ بھی ہو گئی۔ تو اس صورت میں تقسیم جائیداد میں کوئی تبدیلی تو نہیں ہوگی۔

سائل: ہارون فرام لیڈز۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِيَّ التَّوَرَّ وَالصَّوَابَ

مسئلہ 88 × تصحیح 64

بیوی	ابن	ابن	ابن	بنت	بنت
8	14	14	14	7	7

صورت مسئلہ میں بر صدق مستفتی و انحصار ورثہ فی المذکورین بعد تقدیم



ما يقدم كالتجهز والتكفين والدين والوصية۔ جو جائیداد کسی دوسرے ملک میں والد صاحب کی ملک میں تھی تو وہ ورثہ پر درج ذیل طریقے سے تقسیم ہوگی۔ پوری جائیداد کے چونسٹھ 64 حصے کیے جائیں گے ان میں آٹھ حصے والد صاحب کی بیوی کو ملیں گے۔ کیونکہ جب میت کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ہی ملا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ۔ اگر تمہارے اولاد نہ ہو تو بیویوں کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے۔ (سورۃ النساء: 12)

اور چودہ، چودہ حصے تینوں بیٹیوں میں سے ہر بیٹی کو دیں گے اور سات، سات حصے دونوں بیٹیوں میں سے ہر بیٹی کو ملیں گے۔ کیونکہ جب میت کی اولاد بیٹے اور بیٹیوں پر مشتمل ہو تو ان کے درمیان تقسیم لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کے تحت ہوگی یعنی بیٹیوں کو بیٹیوں کا دو گنا ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔ (سورۃ النساء: 11)

اور بیٹیوں کی شادی سے وراثت کی تقسیم میں کوئی فرق نہیں ہوگا اور جو جائیداد والد صاحب نے مرض الموت سے سات سال پہلے لڑکوں کو ہبہ کر دی تھی وہ تو لڑکوں کی ہوگئی۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

کتبہ

ابن الحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-11-2017

## جب میت تین بیٹے اور ایک بیٹی اور بیوی چھوڑ گیا ہو تو تقسیم وراثت

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

الْإِسْتِفْتَاءُ 272

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید فوت ہوا اور اس نے ایک بیوی، تین بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی تو ان کے درمیان وراثت کیسے تقسیم کی جائے گی اور میت کے والدین پہلے ہی فوت ہو گئے تھے۔  
سائل: نعیم برنگھم۔ انگلینڈ

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِي النُّوْرَ وَالصَّوَابَ

مسئلہ 8

بیوی	ابن	ابن	ابن	بنت
1	2	2	2	1

صورت مسئلہ میں بر صدقہ مستفتی و انحصار وراثہ فی المذکورین بعد تقدیم ما یقدم کالتجهز والتکفین والدین والوصیة۔ پوری جائیداد کے آٹھ حصے کیے جائیں گے ان میں ایک حصہ والد صاحب کی بیوی کو ملے گا کیونکہ جب میت کی اولاد ہو تو بیوی کو آٹھواں حصہ ہی ملا کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔

فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ۔ اگر تمہارے اولاد ہو تو بیویوں کا تمہارے ترکہ میں

(سورة النساء: 12)

سے آٹھواں حصہ ہے۔



اور دو، دو حصے تینوں بیٹوں میں سے ہر بیٹے کو دیں گے اور ایک حصہ بیٹی کو ملے گا۔ کیونکہ جب میت کی اولاد بیٹے اور بیٹیوں پر مشتمل ہو تو ان کے درمیان تقسیم لِّلَّذِ كَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ کے تحت ہوگی یعنی بیٹوں کو بیٹیوں کا دو گنا ملے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ يُوْصِيْكُمْ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِكُمْ لِلَّذِ كَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر ہے۔ (سورۃ النساء: 11)

وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

کتبہ

ابوالحسن محمد قاسم ضیاء القادری

Date: 9-1-2018